

انکارمدسی سے انکارفران تک

DARUSSALAM

اليف: مُفْرِقْرَآنُ فَفِيلَةً عَ عَبِدُ اللهِ الْمُعَلِّيِّ الْمُعَلِيِّةِ عَبِيدًا اللهُ الْمُعَلِيِّ الْمُعَل مُعْدِقَةً: مؤلانا مُفتى عمب الولى خان

بيني لِنْهُ الرَّهُمْ الرَّهِمْ الرَّهِمْ الرَّهِمْ الرَّهِمْ الرَّهِمْ الرَّهِمْ الرَّهِمْ الرَّهِمُ الرَّهِمُ الرَّهِمُ الرَّهِمُ الرَّهِمُ الرَّهِمُ الرَّهُمُ المُلْعُ الرَّهُمُ الْمُؤْمِلُ الْمُعُمِّلُ الْمُعُمِّلُ الْمُعْمِلُ الْمُعْمِلُ الْمُعِمِلُ المُعِمِّلُ الْمُعِمِلُ اللْمُعِمِّلُ المُعْمِلُ اللْمُعِمِلُ اللْمُعِمِلُ اللْمُعِمِلُ المُعْمِلُ اللْمُعِمِلُ المُعِلِمُ اللْمُعِمِمُ المُعِلِمُ المُعِلِمُ المُعِمِمُ المُعِمِمُ المُومُ المُعِمِمُ المُعِمُ المُعِمِمُ المُعِمُ المُعِمِمُ المُع



كتاب وسنت ڈاٹ كام پر دستياب تما م البكٹرانك كتب.....

🖘 عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

🖘 مجلس التحقيق الإسلامي كعلائ كرام كى با قاعده تقديق واجازت ك بعداً پ

لوژ (**UPLOAD**) کی جاتی ہیں۔

🖘 متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

🖘 دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کا پی اورالیکٹرانک ذرائع سے محض مندر جات کی

نشر واشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

*** **تنبیه** ***

🖘 کسی بھی کتاب کوتجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعال کرنے کی ممانعت ہے۔

🖘 ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پرمشتمل کتب متعلقه ناشرین سے خرید کر تبلیخ دین کی کاوشوں میں بھر پورشر کت اختیار کریں

نشر واشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعال سے متعلقہ کسی بھی قتم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں اللہ فرمائیں اللہ

webmaster@kitabosunnat.con

www.KitaboSunnat.com

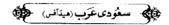
انکارمِدسی سے انکارِفران تک

اليف: مُفنرِقران فَسِيلَة عَ عَبِدُكُ لَا مُرْتَى نظرُهُ وَمُونَا مُفَقِيعِبِ وَالولَى فَانَ



<u>بُلاحُوقِ اشاعت برائے دارالسسام محفوظ ہیں</u>





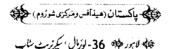
پرسٹیکر: 22743: الزیلن: 11416 سور کا توب فون: 20966 1 4043432-4033962 کیمن : 22743 E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com Website: www.darussalam.com

• الزين_ النبي فن: 4414483 01 فيمن: 4644945 ♦ المسلمة فن: 4735220 10 فيمن: 4735221 ♦ مويلم فن: 2860422

• مندوب الرياض: مواكل: 0503459695-0505196736 • قصيم (بريده): فون اليمن: 3696124 06 موباك: 0503417156

• كم يكرمه: مربائل:0503417155 مربائل:0502839948-0506640175 • مدينة منوره فوان: 8451121 • موبائل:8691555 مربائل • ملة فون (من 76679254 07 فيمن: 6336270 • دينة منوره فوان) 03 8692900 و الخبر فان 8691551

• خير البر النام كان من 103007 من النام 30007 من النام 3000710328 من النام 370700 من النام 3000710328 من النام 3000710328



0322-8484569: مبال 37354072: مبال 37354072: مبال 37354072: مبال 37354072: مبال Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

عَنْ نَاسِبُ الدوبالالالا للجور فين :37120054 فيكس: 37320703 سوباكل: 4439150 ما 2010

مون باد كيث اقبال نا كان فن : 37846714 مربائل :0321-4156390

• 4-280 موائل: ٢-212174 موائل مرشل امريا، فيز الاؤنينس، لا بهور فران : 35692610 موائل: ٢-212174

6 - اسلام آباد (4 - 5370378 مواكل 5370378 - واكل 5370378 - 5370378 مواكل 5370378 - 5370378

الله المراقي الله المن المن ورور (D.C.HS / 110,111-Z) والمن ال سے (بهادرآباد کی طرف) وُدسری کا کار کی نوب 34393937 کیم ، 34393937 میال 3321-2441843 www.KitaboSunnat.com

التالة التحالجيم

اللّٰدے نام سے (شروع) جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

7	مضامين
44	♦ تعبيرسوم
48	■ معجزات
49	 پرویزی لا جواب ہو گیا
53	♦ لفظىمعنى
53	♦ مفہوم
53	<i>"2.</i> ", ♦
54	 ♦ ابراجيم عليناً كا آگ ميں پھينكا جانا
62	■ آخرت پرایمان
62	♦ نظيراول
63	 سوال، حساب، عرض اور وزن اعمال
63	 ♦ دنیا میں اعمال کا لکھا جانا اور آخرت میں نامۂ اعمال کی تقشیم
63	🗢 انبیاء، فرشتوں اور مومنوں کی شہادت سے متعلق آیات
63	
64	 جنت، اہل جنت ، جہنم ، اہل جہنم اور آخرت کے تفصیلی احوال
65	 ⇒ جنت اورجہنم کے متعلق سرسید کے نظریات
69	🔳 غلام احمر پرویز کے نز دیک جنت ادر جہنم کامفہوم
	باب 2
71	محمد رسول الله مَثَاثِيْمٌ پر ايمان
72	تىلىنى ■ كېلى صفت رسالت اور نبوت

8	مضابين	e . Ts
74	رسول اور نبي كامعني	繼
74	* رانح ق ل *	
75	قولی رسالت	蘇
76	فعلى اورعملي رسالت	關
80	نبي مُثَاثِينِم كي صفت تبليغ بتعليم اور تزكيه	28
80	🚸 مبلغ اعظم	
81	🐞 معلِّم اعظم	
81	 لفظ حكمت كي شخقين 	
82	● مرشداً عظم	
83	نبی مُلاَیْظِمُ مُبیّن ، یعنی بیان کرنے والے ہیں	翻
84	نبي عَالَيْتِهُمْ حاسمَ وقاضى مِين	驑
86	نبی مَالْقِیْرُم بحیثیت داعی ومبلّغ	
88	ایمان بالرسول سے مشروط ومتعلق تقاضے	黚
88	ايمان بالرسول كاليهلا تقاضا	
93	ایمان بالرسول کا دوسرا تقاضا	鐮
96	ايمان بالرسول كالتيسرا تقاضا	
101	أيمان بالرسول كالحجوتها تقاضا	灦
	باب 3	
105	صحیح ا حادیث بھی وحی ہیں	

9	مضایین کار در روی در
121	باب 4 فہم قرآن کے لیے صحابہ کرام اللہ شائع شائع حدیث نبوی کے مختاج تھے
	5
127	قرآن کریم پڑمل کا انحصارعلم حدیث پر ہے
127	 ■ اقامت صلاة (نماز)
128	■ اوقات نماز کا اثبات
132	 قرآن کی روشنی میں نماز کے ارکان وشرائط
132	🛚 شرائطِ نماز قرآن کی روشن میں
132	 ♣ طبارت
133	🗢 دوام
134	♦ محافظت
134	 ارکان نماز قرآن کی روشنی میں
134	♦ تيام ا
134	♦ استقبال قبله
135	♦ قراءت
135	95.0€ €
135	♦ قنوت
135	♦ اخلاص

10 G	مضامين
136	♦ خشوع
141	₩ ادائے زکاۃ
148	₹ ■
153	📾 قربانی
158	قرآن کریم کی رو سے سنت نبوی کامحفوظ ہونا
158	🗷 فصل 🛈 : قرآن کریم کی حفاظت
161	🗯 حفاظت قرآن کے مراحل
161	🖷 جمع قرآن کے ادوار
161	ا دورنبوی
163	الله دورصد نقی
164	♦ دورعثانی
165	🗷 ترتیبِ قرآن
165	🐞 ترسیپ نزولی
165	♦ ترتيب كتبي
168	🚸 ترتيبِ تلاوت
170	🏾 فصل ②: حفاظت احادیث
170	 عفاظت حدیث کے اثبات کے لیے قرآن کریم سے استدلال
173	🕿 حفاظت حدیث بذریعهٔ سماع اور حفظ

11	مضامین
174	۔ ■ توتِ حافظداور صحابہ کرام
176	■ قوت حافظه اور تابعين وائمهُ محدثين لططة
177	■ قوت حافظه اور تنع تا بعين ■
178	■ کتابت اور تالیف و تدوین کے ذریعے سے حفاظتِ حدیث
178	■ دور نبوی می <i>ن کتابتِ حدیث</i>
180	 بخاری کے علاوہ دیگر کتب میں کتابتِ حدیث کے حکم کا ثبوت
185	■ عہد صحابۂ کرام کے بعد تدوینِ حدیث
185	■ تدوینِ حدیث کا پہلا دور (صحابهٔ کرام نیکائیزم)
185	■ صحابه کرام کے تحریری مجموعے
185	 صحفیهٔ صادقه
186	 صحیفه عمر بن خطاب وخافشی
186	 صحفیه عثمان دانشیا
186	🍲 صحیفه علی «الفنهٔ
186	 مستد ابو بریره دفانی
187	■ تدوین حدیث کا دوسرا دور
188	🗷 تیسری صدی ہجری کا دور
189	♦ عاصل بحث
	باب 7
191	جیتِ مدیث ہے انکار،قرآن کی جیت ہے انکار ہے مسم

12 ()	مضاطين الجَّامَ المَّامِينِينِينَ
191	🇯 جیتِ حدیث قر آن کریم کی روشی میں
196	🗯 جیتِ حدیث عقلی دلائل کی روشنی میں
196	🔷 احادیث قرآن کی عملی تفسیر
197	 ♦ تعاملِ امت یا اجماعِ امت
197	🏶 موضوع احادیث کا وجود
	Elique 8
199	قرآن کی تفسیر اور حدیث کی تھیجے میں عقل پرستی باعثِ گمراہی ہے
200	■ عقل کے منافع
204	🛚 عقل کے مفاسد
206	 مطلق في عقل
206	◄ حكى خاص وجه بين تعقل
208	♦ حاصل بحث
208	■ پرویزیت اور عقل
210	🚸 ایک منکر حدیث کی توبه
	باب و المحتص
211	منگرین حدیث کا ایمانیات،عبادات اوراحادیث کے متعلق عقیدہ کے مستعلق میں مستعلق میں اس میں اس مستعلق میں میں مستعلق میں میں مستعلق میں مستعلق میں میں مستعلق میں مستعلق میں مستعلق میں مستعلق میں میں میں میں مستعلق میں میں مستعلق میں
211	🗷 الله تعالى كے متعلق عقيده
212	🗨 الله تعالیٰ کے متعلق دوسراعقیدہ

13 V ² ²³ ₂₃ 24	مضامین کشمید در
214	 الله تعالى اور رسول الله عَلَيْمَ كَمتعلق افكار وعقائد
216	■ ختم نبوت كا مطلب
217	■ تمام مسلمانوں کے اسلام کے متعلق
218	 محمد علائظ کی شریعت میں تغیر و تبدل کا جواز
220	■ قرآن عبوری دور کے لیے
220	 ایمان بالآخرت کامعنی
221	■ جنت،جہنم اور میزان اعمال کا مطلب
223	■ فرشتوں پرایمان
225	🔳 عقیدهٔ تقدیر ہے انکار
226	■ نظریئهٔ ارتقا
228	■ آدم ملیکا کی ذات سے اٹکار
230	■ معجزهٔ معراج سے انکار
232	 پرویزی اسلام میں صرف چار چیزیں حرام ہیں
233	■ اركانِ اسلام كى غلط تاويلات اورمسخره بين
234	■ نماز کے متعلق پرویزی خیالات
236	■ زکاۃ کے متعلق پرویزی خیالات
240	 انفرادی ملکیت سے انکار اور پرویزی دلائل
243	 انفرادی ملکیت کے اثبات میں قرآنی دلائل
248	💂 احادیث کا انکاراوران ہے تمسخر
256	 پرویزی معیارات پر تقیدی بحث

14	Company of the Compan
256	🍁 مطابقتِ قرآن
258	🍁 نی مُناقِقًا کی سیرت پر داغ نه آئے
259	🏓 صحابهٔ کرام کی سیرت پر داغ لگنا
261	 ♦ حدیث علم کے خلاف نہ ہو
262	 حدیث عقل کے خلاف نہ ہو
	باب 10
265	منکرین حدیث کے شبہات اوران کے جوابات
265	 پہلاشبہ: کتابتِ حدیث کی ممانعت کے متعلق روایات
267	🖷 جوابات
270	🏿 طلوع اسلام کا کتابت ِ حدیث کے متعلق اعتراف
271	🗷 دوسراشبه
277	■ تيسراشبه
279	🛚 چوتھا شبہ
284	🗷 پانچوال شبه
286	🛚 چھٹاشبہ آیات قرآنیہ سے استدلال
290	■ ساتواں شبہ: بذریعهٔ قرآن تحمیلِ دین
291	🗯 آ څوال شېه: عدييثِ قرطاس
299	 نوان شبه نی اگرم منگاتیم کا صرف ایک مجلد کتاب کا چیموژنا
300	🗯 دسوال شبه: احاديث ظني مين

15	مضامين
300	•
300	♦ يقين
301	♦ خلن
302	 قرآنِ كريم ميں لفظ طن كا استعال
302	💠 ظن جمعنی یقین
302	💠 خلن بمعنی گمان
303	🍁 ظن بمعنی غیراختیاری خیال
303	🏶 خطن بمعنی جیموٹ
304	💠 ظن بمعنی اجتهاد
304	💠 ظن بمعنی تبهت
304	🛚 خلنِ غالب پروین کی بنیاد
306	 رسول الله مثالیم کی سنت سے استدلال
308	 گیار ہواں شبہ: منافقین کی عدم ِمعرفت
308	💂 مومن کی صفات
311	■ منافق کی صفات
314	 بارهوان شبه: احادیث کا اخبار آحاد مونا
314	■ قرآن سے خبرِ واحد کی جمیت کا ثبوت
319	🗷 احادیث سے خبرِ واحد کی جمیت کا ثبوت
320	■ عهدِ صحابه میں خبرِ واحد کی جیت
322	■ تیرهواں شبہ: کثرتِ احادیث

16	مضایین در میرون
3	🛚 کثرت ِ احادیث کے اسباب
4	🛚 چودهواں شبہ: موضوع احادیث کی عدم ِمعرفت
5	∰ وضع حديث كي حكمت
6	🛚 صْعِ حدیث کی ابتدا اوراس کے اسباب
7	🗯 موضوع روایات کی حجمان بین کے بارے میں علائے امت کی محنت
0	🐡 نظری طریقه
1	»
2	🕮 پندرهواں شبہ: تمام راویانِ حدیث کامطعون ہونا
4	🛎 سولہواں شبہ: حدیث کو قر آن پر پیش کرنے کے متعلق حدیث
6	🏾 ستر هواں شبہ: عذابِ قبر
6	پ ېلافرىق ♦
7	🏶 دوسرا فراق
8	<i>⇒ تيسرافريق</i>
9	🛎 احوال قبر ہے متعلق آیات
1	🛎 اثباتِ عذابِ قبراوراحوالِ برزخ
2	🚸 مفصل جواب
4	﴿ ایک واقعہ
6	🛎 اٹھارہواں شبہ: تعد دِ ازواج
0	🛚 تعددِ از واج کے اثبات پر قرآنی دلائل
3	🗯 انیسوال شبہ:سنِ بلوغ سے پہلے نکاح

i 0	مصاحن	18
	- حدیث12: حالتِ استحاضہ میں اعتکاف کرنا	394
	حديث 13: دورانِ روزه بيوي كا بوسه لينا	395
M	۔ حدیث 14: رمضان میں جنابت سے غسل کیے بغیر روزہ رکھنا	395
	حدیث 15: صحابہ کا نبی مَالِّیْنَمُ کے تھوک مبارک کو اپنے چہروں	396
	حدیث16:عزل کرنا	397
醚	حدیث17:بعض مسلمانوں کے ارتداد کی پیشین گوئی	398
	حدیث 18: جوازِ لواطت کے بارے میں منکرین حدیث کا جھوٹ	399
8	حدیث19: متعه کرنا	400
聯	حدیث20: سورج کا عرش کے نیچ سجدہ کرنا	405
#	حدیث 21: چہنم کے سانس لینے سے سردی اور گرمی کا موسم بدلنا	408
虁	حدیث22: تین چیزوں: گھر ،عورت اور گھوڑے میں نحوست ہے	409
雕	حدیث23: بیل اور بھیٹریے کا با میں کرنا	411
藝	حدیث 24: شیطان کا اذ ان من کر ہوا خارج کرتے ہوئے بھا گنا	412
罐	مدیث25: قبر پرسبزشاخ لگانے سے عذاب قبر میں تخفیف	415
NA.	حدیث26: گناہ کبیرہ، مثلاً: زنا، چوری دخولِ جنت سے مانع نہیں	417
	حدیث27: بی اسرائیل چوہے ہیں	420
	حدیث 28: بنی اسرائیل کا گوشت ذخیره کرنا	422
Æ	حدیث29: کھانے پینے کی چیز میں کھی گرجانے	425
	حدیث30: مرغ کا فرشتے کو دیکھنا اور گدھے کا شیطان کو دیکھنا	426
	حدیث31: آفتاب شیطان کے دوسینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے	428



جب الله تعالى نے خاتم النبين جناب محمد الله الله كومنصب نبوت پر فائز كر كے عالم انسانيت كى رہنمائى كى ذمه دارى سونى تو آپ نے كوہ صفاكى بلنديوں سے انسانوں كو پكارا اور قولُوا لا إله إلا الله كى صدا بلندكر كے وہ صراطِ متنقيم أجا كركروى جس كى تلاش ميں انسان صديوں سے بھئك رہا تھا۔

آپ نے خاطبین کو یادولایا کہ میں کہیں باہر سے نہیں آیا۔ ای مکہ مرمہ میں پیدا ہوا ہوں۔
تمھی میں سے ہوں۔ تمھاری ہی بہتی میں رہتا ہوں۔ میں تم سے بھی چھپ کرنہیں رہا۔ تم نے میرا بخین بھی دیکھا ہے، میری جوانی کے دن بھی تمھاری آتھوں کے سامنے گزرے ہیں۔ میری زندگی کھل کتاب ہے۔ تم میں سے کون ہے جو میری بداغ زندگی کا شاہزئیں ہے؟ بتاؤ میری زندگی کھل کتاب ہے۔ تم میں سے کون ہے جو میری بولا ہے؟ سامعین نے بیک آواز بلند کیا میں سالہ زندگی میں بھی کوئی جھوٹ بولا ہے؟ سامعین نے بیک آواز بلند آ ہنگی سے جواب دیا کہ آپ صادق ہیں، آپ امین ہیں، ہم نے آپ کو بھی جھوٹا نہیں پایا۔ یہ تھی محمد مُلِیَّا کی وہ صدافت میں، آپ امین ہیں، ہم نے آپ کو بھی جھوٹا نہیں پایا۔ نیسی میر لگا دی ۔۔۔۔ بیاں بہنچ کر ہم پوری طرح مطمئن ہوجا تے ہیں کہ جس معظم انسان سے زندگی بھر بھی انسانی معاملات میں جھوٹ نہیں کرسکتا، پس حضرت محمد مُلِیَّا کا ہرقول اور ہر عالم آخرت کے بارے میں بھی غلط بیانی نہیں کرسکتا، پس حضرت محمد مُلِیَّا کا ہرقول اور ہر عمل سے ان کا ابدی سرچشمہ اور ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔

پس دین صنیف کی اصل بنیاد ہی ہی ہے کہ محمد رسول الله عَلَيْظِ کی ہر بات جحت ہے۔ ان کا ہر عمل ہمارے لیے واجب العمل ہے۔ حدیث کی روشنی کے بغیر قرآن کریم کے سیح مطالب ومفاہیم بھی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ جولوگ قر آن کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور حدیث کا الكاركرتے ہيں، وہ اپنے دعوے ميں جھوٹے ہيں۔قرآن كريم ميں محمد مَثَالَثَيْمَا كے جو فرائض عظیمہ بتائے گئے ہیں ان میں یعلمهم الكتاب والحكمة كا فرض بھي شامل ہے۔ علائے حق متفق بیں کہ اس آیت میں '' حکمت'' کا مطلب سنت رسول مُناتِیْلِ ہے۔ اس لیے اتباع حدیث کے بغیرا تباع قرآن کی جنتجو دیوانے کا خواب ہے۔ قرآن وحدیث کے نور حقیقت ہے دور ہوکر تاویلات میں بھٹکنے کا راستہ خارجیوں نے ا بی سرکشی کی وجہ سے اختیار کیا۔ بعد ازاں جہم بن صفوان کا فرقہ جہمیہ اور واصل بن عطا کے پیروکار معتزلہ بونانی علوم کی نُدرت سے متاثر ہوکر انکار حدیث کے فتنے میں مبتلا ہوئے۔ گر عالم اسلام کے سواد اعظم نے ان لوگوں کے افکار وعقا ئد کبھی قبول نہیں کیے۔ اگریزوں نے ہندوستان برغلب یایا تو انھوں نے اینے سامراجی مقاصد کی کامیابی کے لیے ہندوؤں اورمسلمانوں کے افکار وعقا کدمنخ کرنے کا پروگرام بنایا۔ ہندو دھرم اخیس بے ضرر نظر آیا اس لیے اس سے انھوں نے کوئی تعرض نہ کیا مگر مسلمانوں کی دینی سپرٹ (Spirit) غیرت وحمیت اور جذبهٔ جہاد سے وہ خوف محسوس کرنے لگے۔انھوں نے اسلام ہے مسلمانوں کاتعلق کمزور کرنے کے لیے اپنے آلہ کار ڈھونڈے تو انھیں سرسیداور مرزا غلام احمد قادیانی جیسے لوگ مل گئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کرکے اسلام میں نقب لگانے کی کوشش کی لیکن برصغیر کے مسلمانوں نے اسے مقارت سے مستر د کر دیا۔ مرسید نے قرآن اور حدیث کےمسلمہ حقائق کواپنی عجیب وغریب تاویلات ہے مسخ کرنے کی مہم شروع کی تو علامہ بلی ، مولا نا حالی ، ڈپٹی نذیر احمد اور دیگر علمائے حق ان سے متفق

نہیں ہوئے اور سواد اعظم نے ان کے گمراہ کن افکار کو تبھی قبول نہیں کیا۔ گر سرسید کی تحریروں کے نتیج میں مولوی چراغ علی، نیاز فتح یوری، اسلم جیراج یوری، علامه مشرقی اورغلام احمد برویز جیسے خودسر اور گمراہ قلمکار پیدا ہو گئے۔ان لوگوں نے حسبنا کتاب الله کے نعرے کی آڑ کیڑی۔عقل کی غلامی کا سبق دیا۔ حدیث کی صدافت کو جھٹلایا اوراین مراہ کن نظریات پھیلانے کے لیے زور دیا کہ حدیث کوعقل کی روشنی میں برکھا جائے۔ جو حدیث عقل کی کسوٹی پر بوری نہ اترے اسے ترک کردیا جائے۔ افسوس! ان لوگوں نے کسی حقیقت کے ماورائے عقل ہونے یا خلاف عقل ہونے کے لطیف فرق کا ادراک و امتیاز بھی نہیں کیا۔ آج امریکہ میں ایک واقعہ ظہور میں آتا ہے تو ہم ٹیلی ویژن پر گیارہ ہزارمیل دور بیٹھے بیٹھے اپنے ہی وطن میں اس واقعے کے سارے مناظر دیکھے لیتے ہیں۔سائنسی رموز سے بے خبرلوگوں کے لیے بہواقعہ ماورائے عقل ہوتو ہومگر کیا یہ خلاف عقل بھی ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسانہیں ہے۔ پس کوئی حقیقت محض اس لیے معدوم نہیں ہوسکتی کہ وہ ہماری عقل ہے بالا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اکثر منکرین حدیث نے ٹھوکر کھائی اور گمراہی کے گڑھے میں گریڑے۔

علائے حق نے فتنہ انکار حدیث کے تباہ کن نتائج کا فوراً اندازہ کرلیا اور زمانے اور زندگی کے ہرموڑ پرمئرین حدیث کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ انھوں نے نا قابل تر دید دلائل و براہین سے ثابت کیا کہ جولوگ صرف قر آن کریم کی انتاع کرنے اور حدیث کونظر انداز کرنے کے علمبردار ہیں وہ فی الحقیقت خود قر آن کریم ہی کے منکر ہیں۔ ایسے جلیل القدر علاء کی کہکشاں میں زیر نظر کتاب کے مصنف مولانا سید عبدالسلام رشمی ﷺ کا نام ایک ناور اضافہ ہے۔ انھوں نے ساڑھے پانچ سوصفحات کی اس مدل کتاب میں چارسوسے زیادہ عنوانات کے انھوں نے ساڑھے پانچ سوصفحات کی اس مدل کتاب میں چارسوسے زیادہ عنوانات کے تحت منکرین حدیث کے موقف کے ایک ایک جُن کا جائزہ لیا ہے اور قر آن کریم ، احادیث

اور تعامل صحابہ ھائیے کی روشنی میں منکرین حدیث کے سارے حربے بے کار کر دیے ہیں۔ محتر م مصنف نے سرسید کی تفسیر قرآن ، اسلم جیراجپوری اور غلام احمد پرویز کی کتابوں کی ا چھوتی با نگیاں بیان کی ہیں، مثلاً سرسید کہتے ہیں کہ اصحاب فیل تنکر یوں سے ہلاک نہیں ہوئے بلکہ وہ اس لیے مر گئے کہ ابر ہہ کے نشکر میں چنجک کی وہا پھوٹ پڑی تھی۔اسی طرح عصائے موٹی علیلہ کا بھی کوئی معجزہ ظہور میں آیا نہ دریائے نیل کا یانی پھٹا بلکہ دریا مدوجزر کی حالت میں تھا۔ یانی اُترا تو حضرت مویٰ علیہ اور ان کی قوم یار اُتر گئی۔ اسلم جراجیوری کا یا کھنڈ یہ ہے کہ جب قرآن نے الیوم اکملت لکم دینکم کا اعلان کرویا تو اس کے بعد حدیث کو ماننے کا کوئی سوال ہی پیدائمیں ہوتا غلام احمد پرویز این معنوی استادوں ہے بھی آ گے نکل گئے۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جبرئیل ملیظا کا کوئی وجود نہیں محض آگہی کی ایک روشی تھی جورسول الله مُلاَثِيْظِ کے روبر وجھلملاتی تھی اور آپ خبر دار ہو جاتے تھے کداب وی اتر نے والی ہے۔ بقول پرویز بس اس کیفیت کا نام جرئیل ہے۔ جلیل القدرمصنف نے برویز کی تفسیر، سلیم کے نام خطوط اور دیگر تصنیفات کے نظریات و خیالات کے حوالے دے کران کی ذہنی آ وارگی کامکمل پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مکرین حدیث کے موقف کی بنیاد یہ ہے کہ عقل ہی ہماری سب سے بڑی رہبر ہے۔ عقل کی کسوٹی پر جو حدیث بوری نہیں اُترے گی، ہم اُسے تسلیم نہیں کریں گے۔ فاضل مصنف نے ان لوگوں کوسلمہ دلائل و براہین کے آجنگ میں مخاطب کر کے ان پر واضح کیا ہے کہ آ یم محض اپنی عقل کے چراغ ہی کو معیار حق مانتے ہیں تو آپ کا اتباع قرآن کا دعویٰ بھی غلط ثابت ہوتا ہے۔ یہاں مصنف نے سور ہ آل عمران کی آیت نمبر 37 اور 47 ، پھر سور ہُ طٰہٰ کی آیت نمبر 21,20 اور 22 اور سورہ قمر کی نہلی آیت کیے بعد دیگرے درج کی ہے۔ان آیات کے مفاہیم علی الترتیب یہ ہیں: ہ مریم میں اس کے ٹھکانے پر کسی خارجی رسد کے بغیر ہی کھانے پینے کی نعمتیں میسر آتی تھیں۔ کا عصاسانپ بنا، آتی تھیں۔ کا عصاسانپ بنا، سانپ بنا، سانپ بنا، سانپ بننے کے بعد دوبارہ عصا بن گیا اور آپ کا ہاتھ" ید بیضا" بن کر جگمگا اُٹھا۔ کا ماند کے دوئلڑے ہوگئے۔

فاضل مصنف نے منکرین حدیث ہے سوال کیا ہے کہ آپ حدیث کو عقل کی روشیٰ میں جانچنے کے دعویدار جیں تو کیا متذکرہ بالا قر آئی آیات آپ کی عقل پر پوری اُتر تی ہیں؟ اگر پوری نہیں اُتر تیں تو پھر آپ کو کیا کہا جائے گا؟

آج کل کے تجدد پیند حضرات کو پیچثم ٹشا کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔ان شاء اللہ! اس کے مطالعے ہے اُن پر قرآن و حدیث کی صراطِ متنقیم اُجا گر ہوگی۔اوران کا ول گواہی دے گا کہ اپنے قول اور عمل ہے قرآن کریم کی احسن و اکمل تشریح اُسی انسانِ کامل سَلَّا ﷺ نے کی ہے جس پریہ آخری آسانی کتاب اُتری تھی۔

اس کتاب کی نظر ثانی، تہذیب اور استدلال کی تھیج کا فریضہ مولا نا عبدالولی خان نے انجام دیا جبکہ معیاری تھیج و تزئین اور حُسنِ طباعت تک کے درجہ بدرجہ مرحلوں پر مدیر دارالسلام لاہور جناب حافظ عبدالعظیم اسد کے آ ثارِ توجہ صاف محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ ان کے ساتھ ادارے کے شعبۂ فقہ ومتفرقات کے انچارج حافظ محمد ندیم، پروفیسر عبدالرحمٰن ناصر، مولانا مشاق احمد، زابد سلیم چودھری، ابومصعب اور خرم شنراد نے بھی بھر پور تعاون کیا ہے۔ اللہ تعالی انھیں اجرعظیم عطافر مائے۔

خادم کتاب وسنت عبدالما لک مجامد منجنگ ڈائر کیٹر دارالسلام الریاض، لا ہور

اگست 2009ء



ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا وَّبَشِيرًا _ وَسُبْحَانَ الَّذِي أَوْلَى عَبْدِهِ فَجَعَلَهُ دَاعِيًا وَّسِرَاجًا مُّنِيرًا، وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَى ذٰلِكَ الْعَبْدِ وَسَلَّمَ الَّذِي أَرْسَلَهُ تَالِيًا وَّشَارِحًا، وَهَادِيًا مُّهْتَدِيًّا، وَاجِبَ الْإِتِّبَاعِ قَاضِيًا وَّحَاكِمًا رَءُوفًا رَّحِيمًا، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ الَّذِينَ بَلَّغُوا عَنْهُ مَا رَأَوْا وَعَلَّمُوا وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا، أَمَّا بَعْدُ:

الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الدِّينِ عِنْكَ اللَّهِ الْاسْلَامُ ﴾

'' بے شک اسلام ہی اللہ کے نزدیک دین حق ہے۔''[®]

اورفر مايا:

﴿ وَمَنْ يُنْبَعِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَكَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ﴾

''اور جو شخص اسلام کے سواکسی دوسرے دین کامتلاشی ہوتو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔''[©]

الله تعالى كے نزديك مقبول اور پينديده دين، دين اسلام ہے، اسى ليے الله تعالىٰ نے

عمر العمر في 19:3. ﴿ ال عمر ن 85:3.

مقدمه

اس کی دعوت اور اشاعت کے لیے ہر دور میں اینے پیندیدہ بندے انبیاء میلی مبعوث فرمائے۔ انھوں نے مشتر کہ طور پر دو باتیں اپنی اپنی امت کے سامنے پیش کیس۔ پہلی ہیہ كه ﴿ فَأَتَّقُوا اللَّهُ ﴿ "اللَّهِ سِيهِ وْرِجَاوَلْ وُوسِرِي ﴿ وَأَطِينَا وَ " اورميري اطاعت كرولْ جبیبا کہ سورۂ شعراء میں نوح، ہود، صالح، لوط اور شعیب ﷺ کے واقعات میں اور سورۂ آل عمران میں عیسی ملیلا کے بیان میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ ﴿ فَأَثَّقُوا اللَّهُ ﴾ میں الله تعالی اورعقیدهٔ توحید کی طرف دعوت، تمام اقسام کفر وشرک سے اجتناب اور تمام اعمال میں ظاہری و باطنی تقوی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ ﴿ وَ اَطِیْعُونِ ﴿ مِیں رسول کے وصف رسالت اور وصف نبوت کی حیثیت سے ان کی مکمل اطاعت کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔اس سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی اور قلعۂ نبوت کی آخری اینٹ محمد مُثاثِیْظ کی ذات گرامی کو بنایا اور انھیں مکمل دین اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو بذربعية وحى دواصولول كاندرمنضبط فرمايا، جس كا ذكر قرآن كريم ميس باربار ﴿ أَطِيعُوا اللَّهُ وَ أَطِيْعُوا الرَّسُولَ ﴾ كے الفاظ سے فرمایا گیا ہے اوران دونوں كامحسوں نقشہ قرآن كريم اور رسول الله مُنَاتِينِهُم کی سنت میں رکھا گیا ہے، جس کا نام وی جلی اور وحی خفی ، یا وحی متلواور وحی غیر تملو ہے۔ صحابہ کرام ہے لے کر آج تک سلف صالحین ، ائمہ محدثین ،مفسرین ، مجتہدین اور علمائے حق نے مختلف انداز سے قرآن کریم اور سنت کی دعوت و اشاعت کا کام کیا۔ انھوں نے خطابت، تالیف وتصنیف، الفاظ و معانی اور لغوی وعرفی شرعی تشریحات کے ذریعے ہے اٹھی دونوں چیزوں کو امت تک پہنچایا۔ ان کے ہاں اصولی طوریر ان دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں رہا۔ ایمانیات اور اصول ادیان، یعنی نماز، روزہ، جج اور زكاة ، نيز اصول محرمات ميں مكمل موافقت موجود ہے۔ صرف چند كيفيات ميں اختلاف ہےجس کوفری اختلاف کہا جاتا ہے جوحقیقت میں اختلاف نہیں، البتہ تعصب اور جہالت کی وجہ ہے بعض لوگوں نے اسے اصولی اختلاف کا رنگ دے دیا ہے جس سے قرآن و حدیث کی صدافت و حقانیت اور فرضیتِ اطاعت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

قرآن وسنت کی مخالفت ہر دور میں کی گئی۔ اجنبی اتوام تو در کنار کچھ اپنوں نے بھی شیطان کے راہتے پر چل کر ان کے مطابق عمل کرنے کے سلسلے میں رکاوٹیں پیدا کیں۔ کسی نے قرآن میں لفظی تحریف کرنے کی کوشش کی،جس کی مثالیں روافض کی کتابوں اور مرزا قادمانی کی تلبیسات میں موجود ہیں لیکن ان کی بدحیلہ گری کارآ مدنہ ہوسکی۔ کسی نے معنوی تحریفات ادر تاویلات کے ذریعے سے اسلام کی اصلی صورت تبدیل کرنے کی بوری کوشش کی جس میں مرزا قادیانی اور تحریک طلوع اسلام کے رئیس برویز احمد سرفہرست ہیں۔ان کی تحریک صرف معنوی تحریفات پر بنی ہے جس کے ذریعے سے وہ جاہل اور کم علم اشخاص کو گمراہ کررہے ہیں۔ اسی طرح اکثر مبتدعین (بدعتی) مثلاً: معتزلہ، جہمیہ، اباضیہ، خوارج اور دیگرعلمی خرافات کھیلانے والے فرقے اس کام میں ملوث ہیں۔ ان سب کا مسلک تاویلات بر مبنی ہے۔ بیاوگ حقیقت کو چھوڑ کر بلاضرورت تاویل اور مجاز کو اختیار كرتے ہيں۔ان ميں سے بعض نے رسول الله طَالِيَّا كي سنت كو اسلام سے عملی طور برختم کرنے کے لیے احادیث کی حجیت ہے انکار کیا اور اپنی عقل وخواہش ہی کوصحت حدیث کے پر کھنے کے لیے حاکم وفیصل قرار دیا۔ اس فطرت کے لوگ زمانۂ قریب میں فرقۂ نیچرہی، چکڑ الوید، سرسید احمد اور علامہ مشرقی کے ناموں اور نسبتوں سے رونما ہوئے کیکن اس تحریک کی ترقی میں پرویز احمدسب ہے آگے ہے۔ دور حاضر میں بیفتنہ زیادہ تر سرماید داروں اور دینی علوم سے محروم لوگوں میں پھیل رہا ہے۔ نبی ٹاٹیٹی نے اس کی پیش گوئی کرتے ہوئے فر مایا:

«أَلَا! إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ

شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِهِذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ وَإِنَّ مَا حَرَّمَ اللهُ»

''سن لوا بے شک مجھے قرآن اوراس کی مثل اس کے ساتھ دیا گیا ہے، سن لو، قریب ہے کہ پید بھر کے کھانے والا کوئی شخص اپنی آ راستہ تکبیددار چوکی (صوفے وغیرہ) پر بیٹھ کر کہے کہ تمھارے لیے بس بیقرآن کافی ہے، لہٰذاتم اس میں جو حلال پاؤ، اسے حلال سمجھو اور تم اس میں جو حرام پاؤ، اسے حرام سمجھو، حالا تکہ بے شک رسول اللہ مُنظِیم نے جو حرام قرار دیا ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔'' ق

ب اوقات کوئی بات، بیان کرنے والے کے بیان کے مطابق واقع ہوتو وہ اس کی صدافت کی دلیل بن جاتی ہے کیونکہ اب بھی انکار صدیث کا عقیدہ زیادہ تر انھی لوگوں میں ہے جو کرسیوں اور صوفوں پر براجمان ہوتے ہیں۔ ہمارے ایک دوست ایک دفعہ لاہور میں پرویز صاحب کے لیکچر میں شریک ہوئے۔ انھوں نے بتایا کہ وہ (پرویز) اوران کے تمام رفقاء کرسیوں پر براجمان سے جبکہ خواتین کو اگلی سیٹوں پر بڑھایا گیا تھا۔ میرے اس دوست نے رُقعے کے ذریعے سے ان خواتین کے بارے میں پرویز صاحب سے سوال کیا تو وہ ناراض ہوگئے اور تکم دیا کہ ان لوگوں کو یہاں سے نکال دو۔

جولوگ مساجد و مدارس میں چٹائیوں پر بیٹی کر دینی علوم حاصل کرتے ہیں ان میں سے چیز نہیں پائی جاتی والاً ماشاء اللہ۔ بید فی الواقع اس حدیث کی صدافت کے لیے صریح ولیل ہے اور بید ہمارے نبی سطی المجرات میں سے ہے۔ اس طرح جولوگ کسی مفسر اور میں است نہیں ہے۔ اس طرح جولوگ کسی مفسر اور میں آبی داود السنة ، باب فی لزوم السنة ، حدیث : 4604 ، وجامع الترمذی ، العلم ، باب مانھی عنه أن يقال عند حدیث رسول الله علی ، حدیث : 2664 .

محدث سے قرآن وحدیث کاعلم حاصل نہیں کرتے بلکہ محض اپنے مطالعے پر اکتفا کرتے ہیں وہ بھی زیادہ تر حدیث کے مفہوم اور مقصد کونہیں سجھتے اور احادیث کواپنی عقل ناقص کی میزان پر جانجتے ہیں، اس لیے وہ حدیث کا انکار کرتے ہیں اور اس وجہ ہے بھی وہ کسی صحابی پر اور بھی کسی محدث اور مؤلف پر دشنام طرازی کا روبیه اختیار کرتے ہیں جبکہ وہ ا پیغ آپ کومنکرین حدیث کے کسی خاص فرقے میں شار کرنا براسمجھتے ہیں۔ایسے طرزِ فکر کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ لوگ اس فتنے کی وجہ ہے نماز، روزہ، زکاۃ اور حج وغیرہ، اصل عبادات حچوڑ کر طلوع اسلام والوں کے طریقے پر چلیں گے جو صحابۂ کرام سے لے کر آج تک کے تمام مسلمانوں کے منبح کوخیر باد کہدکر نیا طریقہ اپنا چکے ہیں۔طلوع اسلام کے نام کا مقصد بھی یہی ہے کہ جو اسلام نبی مَالیَّا اِلمِ اِن کیا تھا اور صحابہ کرام، سلف صالحین نے جس پڑمل کیا تھاوہ اسلام غروب ہو چکا اور اب اسلام نٹی روشنی کے ساتھ طلوع ہوگا کیونکہ طلوع کامعنی کسی نئی چیز کا ظاہر ہونا ہے، للبذا بیرنام (طلوع اسلام) بھی ان کی ضلالت بلکہ ان کے کفریر واضح دلیل ہے۔ اس گمراہی کے پھیلاؤ کے خطرے سے بیخے کے لیے مجھ سے پہلے بہت سے علائے کرام نے مسلمانوں کے مفاد میں پرویزیت اورا نکار حدیث کی تر دید میں بہت سی کتب کھی ہیں۔ میرے چندساتھیوں کا مدت سے بیہمطالبہ تھا کہ اس موضوع پر ایک کتاب تالیف کرنی چاہیے لیکن میں عدم فرصت اور کمزوری صحت کی بنا پر معذرت كرتار ہا، تاہم ان كے براصرار مطالبے كو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے تو فیق و تائید طلب کرتے ہوئے اس موضوع پر مخضر اور جامع کتاب مرتب کرنے کا ارادہ کیا۔ اگرچہ پیرمسئلہ منکرین کے شبہات اور تلبیسات کی وجہ سے تفصیل طلب ہے جس کے لیے ضخیم کتاب کی ضرورت ہے لیکن ان شاء اللہ تعالیٰ قرآ نی طرز پرمشتمل یہ کتاب ضروری پہلوؤں سے کفایت کر سکے گی، وباللہ التو فیق۔



قرآن کریم پرایمان

تمام اہلِ اسلام کا متفقہ اور مسلّمہ عقیدہ ہے کہ قر آن کریم پر ایمان لانا اصول ایمانیات میں سے ایک ضروری اصل اور اہم بنیاد ہے جس کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم میں بہت ہی آیات الی ہیں جن میں قرآن کریم پر ایمان لانے کے لیے امر کا صیغہ موجود ہے، مثلاً: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَامِنُوا بِمَا آنُوَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوۤا اَوَّلَ كَافِيرٍ بِهَ ۖ وَلَا تَشْتَرُوُا بِأَيْتِي ثَمَنًا قَلِيُلاَد وَ إِيَّا يَ فَاتَّقُونِ ۞

"اوراس (کتاب) پرایمان لاؤ جو میں نے نازل کی جبکہ وہ اس کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے جوتمھارے پاس ہے اورتم اس کاسب سے پہلے انکار کرنے والی ہے جوتمھارے پاس ہے اورتم اس کاسب سے پہلے انکار کرنے والے نہ بنو اورتم میری آتیوں کوتھوڑی قیت میں نہ بیچو اور مجھ ہی ہے ڈرو۔"

قررو۔"

اور قرمایا:

﴿ يَايَّتُهَا الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتْبَ امِنُوا بِهَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّهَا مَعَكُمُ مِّنَ قَبُلِ اَنُ نَظْرِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلَى اَدْبَارِهَا اَوُ نَلْعَنَهُمُ كَمَا لَعَنَا اَصْحٰبَ السَّبُتِ ﴿ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۞ ﴾

البقرة 2:12.

"اے لوگوجنمیں کتاب دی گئی! اس (قرآن) پر ایمان لا دُجو ہم نے نازل کیا، وہ اس کی تصدیق کتاب دی گئی! اس (قرآن) پر ایمان لا دُ جو ہم نے نازل کیا، وہ اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمصارے پاس ہے، (تم ایمان لا دُ) اس سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں اور آخمیں چیچے کی طرف بھیر دیں یا ان پر اس طرح است والوں پر لعنت جیجی تھی اور (یا در کھو!) اللہ کا تھم اہل ہے۔"
جس طرح ہم نے سبت والوں پر لعنت جیجی تھی اور (یا در کھو!) اللہ کا تھم اہل ہے۔"
اور فر مایا:

﴿ يَايَيُّهَا الَّذِيْنَ أَمَنُوْا أَمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتْبِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتْبِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتْبِ الَّذِي نَنَزَلَ مِنْ قَبْلُ ﴿ وَمَنْ يَكُفُرُ بِاللهِ وَمَلَيْكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْكَوْمِ الْأَخِرِ فَقَدُ ضَلَّ ضَلِلًا بَعِيْدًا ۞ ﴿

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ، اس کے رسول اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو اللہ نے اپنے نازل کی۔ اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی اور اس کتاب پر بھی جو اس نے پہلے نازل کی۔ اور جو شخص اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا افکار کرے تو وہ یقیناً بہت دور کی گمراہی میں جایڑا۔''®

صرف اتنا ایمان لانا کہ یہ کتاب اللہ ہے یا اللہ تعالیٰ نے اسے محمد مَثَالِیَّا پر نازل فرمایا ہے۔ یہ اجمالی ایمان کافی نہیں کیونکہ سابقہ الہامی کتابوں (تورات، انجیل اور زبور وغیرہ) پر تو مجمل ایمان لانا کافی ہے لیکن قرآن کریم پر مجمل ایمان کے ساتھ ساتھ ایمان مفصل بھی ضروری ہے۔قرآن کریم سے مندرجہ ذیل تفصیلات وعقائد ثابت ہیں:

ورآن وی الهی ہے

قرآن وحي اللي ہے۔ الله تعالیٰ نے قرآن کريم ميں 27 مرتبہ اپنی طرف اس بات کی نبست کی ہے کہ بيد کتاب الله تعالیٰ کی وحی کردہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

 ⁽²⁾ النسآء 47:4.
 (3) النسآء 47:4.

﴿ وَاتُلُ مَّا أُوْجِى إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ا

"اور آپ کے رب کی کتاب میں سے جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے اسے تلاوت کیجیے۔" "

نيز فرمايا:

﴿ ذٰلِكَ مِمَّا ٱوْخَى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ﴾

'' پیروه حکمت کی باتیں ہیں جو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کی ہیں۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ إِنَّا ٱوْحَيْنَا اللَّهِ كُمَّا ٱوْحَيْناً إِلَى نُوْجٍ وَّاللَّهِ بِّنَ مِنْ بَعْدِم ﴿

''(اے نبی!) بے شک ہم نے آپ کی طرف وی کی جیسے ہم نے نوح اور ان کے بعد دوسر نبیوں کی طرف وی گی۔'' ®

اس قتم کی اور بھی آیات ہیں۔ وحی نازل کرنے کے تین طریقے بیان فرمائے ہیں، چنانچیارشاوفر مایا:

﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرِ أَنْ تُكِلِّمَهُ اللهُ اللهُ اللهُ وَحْيًا أَوْ مِنْ قَرَآئِي حِجَابٍ أَوْ يُرُسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْرِي بِإِذْنِهِ مَا يَشَآءُ

"اوربیکسی انسان کے لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے گر وقی کے ذریعے سے یا اللہ تعالیٰ کسی فرشتے کو بھیج دے جواس کے حکم سے جو پھیچ دے جواس کے حکم سے جو پھیچ اسے پہنچا دے۔"

اور فرشتے سے مراد جبریل مالیٹا ہیں جسیا کہ فرمایا:

﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيْلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ ﴿

 ⁽أ) الكهف 27:18. (أ) بني إسراء يل 39:17. (أ) النساء 163:4. (أ) الشورى 51:42.

''آپ فرما دیں کہ جوکوئی جریل علیلا کا دشن ہے، تو ای نے اسے آپ کے دل پرا تارا ہے۔'،'[®] نیز فرمایا:

﴿ وَإِنَّهُ لَتَنْفِيْلُ رَبِّ الْعُلَمِيْنَ أَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿

"اور بلاشبہ بیر قرآن) رب العالمین کا اتارا ہوا ہے، اسے روح الامین (جریل طیال)
کے کرنازل ہوا ہے۔ " ا

سورہ شوریٰ کی آیت میں مذکور تیسرا طریقۂ وحی (بذریعہ فرشت) کا تذکرہ کتب احادیث میں مذکور ہے کہ جبر بل علیا مجھی گھنٹی بجنے کی آواز کی طرح وحی لے کرآتے جس کا اخذ کرنا سخت تھا، پھر بھی نبی ٹاٹیٹی اسے مکمل طور پر اخذ فرماتے اور بھی جبر بل علیا دھیہ کلبی ڈاٹیڈ وغیرہ کی صورت میں نمودار ہوکر نبی مٹاٹیٹی کو وحی سنایا کرتے تھے، یہ آسان طریقہ تھا۔ ®

لہذا نزول وحی کے حار طریقے ثابت ہوئے۔

وحی عربی زبان کالفظ ہے، لغت کے اعتبار سے اس میں بڑی وسعت ہے یہ لفظ قرآن کریم میں مختلف معانی کے لیے استعال کیا گیا ہے:

فطرى تعليم: جيسا كه فرمايا:

﴿ وَٱوْلَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّصْلِ آنِ اتَّخِذِى مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِتّا يَغْرِشُونَ ۞﴾

''اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کوالہام کیا کہ تو پہاڑوں میں گھر (جھتے) بنا،

البقرة 97:22. (أن الشعر آء 193,192:26. (أن صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي، حديث: 2 ، وحير والثور كي نام كي وضاحت كے ليے ويكھيے: سنن النسائي، الإيمان، باب صفة الإيمان والإسلام، حديث: 4994.

درختوں میں اوران (چھپروں) میں جن پرلوگ (بیلیں) چڑھاتے ہیں۔''[®]

شیطانی وسوسه: فرمایا:

﴿ يُوْجِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ رُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ﴾

''وہ ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی ہوئی باتیں دھوکا دینے کے لیے ڈالتے رہے ہیں۔''[©]

ول میں الہام کرنا: فرمایا:

﴿ وَٱوْحَيْنَا ٓ إِلَى أُمِّر مُوْلَى أَنْ ٱرْضِعِيْهِ

"اورہم نے موسی علیظ کی والدہ کے دل میں بیالہام کیا کہ وہ اسے دودھ پلاتی رہیں۔"
اس وقت کوئی اور نبی نہیں تھا جس کے ذریعے سے موسی علیظ کی والدہ کو وہی سنائی گئی
ہو بلکہ صرف ان کے دل میں بیہ بات ڈال دی گئی کہ وہ موسی علیظ کو دودھ پلائیں اور اگر
کوئی بات نبی کے دل میں ڈال دی جائے تو وہ وہی نبوت ہے لیکن پرویز صاحب نے
وہی صرف وہی نبوت کے ساتھ مخصوص کردی ہے اور جبر بل کے ذریعے سے نازل شدہ
وہی صرف وہی نبوت کے ساتھ مخصوص کردی ہے اور جبر بل کے ذریعے سے نازل شدہ
وہی صرف وہی نبوت ہے۔ یہ غلط نظر بیہ
وہی کے علاوہ کا انکار کیا ہے اور بیر تر آن سے اس کی لاعلمی کا ثبوت ہے۔ یہ غلط نظر بیہ
انھوں نے اپنی کتاب قرآنی فیصلے میں 231 پر بیان کیا ہے۔

قرآن مزل من الله ب

قرآن کریم کے متعلق الفاظ إنزال، تنزیل اور نزول کے استعال سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالی نے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم اوپر سے نیچ اتارا ہے۔ اہل زمین میں سے کسی کا اس میں کوئی وخل نہیں۔ اللہ تعالی نے قرمایا:

﴿ وَبِالْحَقِّ ٱنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ﴾

''اورہم نے حق کے ساتھ اسے اتارا ہے اور وہ حق کے ساتھ اترا ہے۔''[®] یعنی راستے میں بھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

قرآن کریم کی بہت سی آیات میں ﴿ نَزَلَ ﴾ کا مادہ استعال کیا گیا ہے اور اس طرح مصدر'' إِنْزَال'' سے ستاون (57) مرتبہ بیالفظ آیا ہے۔ فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِينَ ٱنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ﴾

"وبى ذات ہے جس نے آپ پر كتاب اتارى۔"

عربی لغت میں إنزال کامعنی 'اتارنا''اور نزول کامعنی ''اترنا'' ہے، البتہ إنزال بھی انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے پیدا کروہ چیزوں کے لیے بھی استعال ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا:

﴿ ٱنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا ﴾

"، بم نے تم پرلباس نازل کیا۔"

نيز فرمايا:

﴿ وَٱنْزَلْنَا الْحَدِينَ ﴾

''اور ہم نے لوہا پیدا کیا۔'[®]

نيز فرمايا:

﴿ أَنُزُلَ لَكُمُ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَلْنِيةً أَزُولِجٍ

''اوراس نے تمھارے لیے چو پایوں میں سے آٹھ جوڑے (نراور مادہ) پیدا کیے۔''[®] لیکن پیدائش کے معانی میں مادہُ نزول بالکل مستعمل نہیں جبیبا کہنزول عیسیٰ علیلا، جو

﴿ بِنِيَّ إِسرآ عِيلِ17: 105: ﴿ أَلَ عَمَرُنَ 3: 7. ﴿ الأَعْرَافِ 26: 26: ﴿ الْحِدِيدِ 25: 57. ﴿ الزمرِ 6: 6.

صیح حدیث میں وارد ہے، کامعنی پیدائش سے کرنا غلط ہے بلکہ وہاں اترنے کے معنی میں بيكن مرزا غلام احمد قادياني في تحريف كرك يَنْزِلُ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ كامعَىٰ كيا ب: '' پیدا ہوگا تھارے درمیان (مثیل) ابن مریم۔'' پیہ سراسر جھوٹ اور باطل تاویل ہے۔ وجی کے انزال اور نزول میں عربی لغت کاحقیقی معنی مراد ہے، یعنی اوپر سے اتار نا اوراتر نا اور یمی حق بات ہے کیونکہ انزال اورنزول وی الله تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔اس سے بہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالی اپنی ذات کے لحاظ سے ہرجگہ موجود نہیں بلکہ وہ ساتوں آ سانوں کے اوپر عرش عظیم پرمستوی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں سورہ اعراف، پینس، رعد، طرا ، فرقان ، عبدہ اور حدید میں یہ بات نص صریح سے ثابت ہے۔ اسی طرح الله تعالیٰ کے لیے صفت علو (بلند ہونے کی صفت)، تَعَالٰی کے صفے سے چودہ مرتبہ، عَلِی کے صفے سے آٹھ مرتبہ، أَعْلَى كے صيغے سے وو مرتبہ، عُلُو اور مُنَعَال كے صيغے سے ايك ايك مرتبہ فركور بج جبكه فوق كالفظ تين مرتبه استعال مواج، للذا تيون صيغ استواء عَلَى العَرْش، عُلُوّ اور فوق عربی لغت کے لحاظ سے الله تعالیٰ کے اوپر اور بلند ہونے کی صریح ولیل ہیں۔ نبي مَنْ اللَّهُ إِنَّهُ مِن اللَّهُ كُواس كا كوئي مجازي معنى نبين بتايا جبيها كه تمام سلف صالحين كا یمی ملک ہے کہ بیصفات اللہ تعالیٰ کے لیے حقیقی طور پر مراد ہیں جن میں مخلوق کے ساتھ تشبیہ وتمثیل نہیں، نیز تاویل کرنا بھی تحریف ہے، پس ہر ذی شعور اور مسلمان شخص کے نزدیک انزال کاحقیقی معنی مراد ہے۔صرف ایک پرویز احمد ایسے ہیں، جنھوں نے یہال بھی اپنی کج دہنی اور کج روی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انزال اور نزول کی تاویل کی ہے۔ لكھتے ہں:

'' الله تعالیٰ کی ذات جہت اور سمت کی تمام نسبتوں سے پاک ہے، اس لیے نزول وقی سے بیمرادنہیں کہ کوئی چیز سچ مچ اوپر کی سمت سے پنچے آتی ہے۔ خدا تو رگ ِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے، اس لیے وحی کی خارجیت سے اصل مقصد بیہ بتایا ہے کہ بیہ وحی ذہن انسانی کی پیداوار نہیں اور نہ ہی اس میں صاحب وحی کے سب و ہنر کو کوئی دخل ہے۔ اس بات کے متعلق ہر ذی عقل میہ کہ سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے تو رگ جاں انسان سے خارج نہیں تو وحی کی خارجیت کہاں سے ثابت ہوتی ہے۔'' اُن

التاع قرآن فرض ہے

اتباع قرآن فرض ہے اور اس کے لیے چھمرتبدامر کا صیغداستعال ہوا ہے۔ فرمایا: ﴿ وَآنَّ هٰذَا اِصِرَاحِي مُسْتَقِيْمًا فَالَّهِ عُودُهُ ﴾

''اوریقیناً پیمیراراسته سیدها ہے،لہذاتم ای کی پیروی کرو۔''®

نيز فرمايا:

﴿ وَهٰذَا كِتُكُ ٱنْزَلْنَٰهُ مُلِرَكٌ فَالتَّبِعُومُ ﴾

''اور یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے اتارا (کتاب)ہے، لہذا اس کی اتباع کرو۔''

ای طرح سورهٔ زمر، آیت:55، سورهٔ پینس، آیت:109 اور سورهٔ قیامه، آیت:18 میں بھی امر کاصیغه استعمال ہوا ہے۔

''اتباع کرو''کے الفاظ زیادہ تر''عمل'' کے معنی میں استعال کیے جاتے ہیں، جس کی تفصیل ان شاءاللہ دوسرے باب میں آئے گی۔ پس ان آیات میں مقصدیہ ہے کہ قرآن کریم میں جتنے اوامر، نواہی یا احکامات موجود ہیں ان پڑمل کرنا فرض ہے۔اللہ کے اوامر میں بیآ بیت بھی موجود ہے:

R-10-----

كتاب آدم و الليس؛ ص: 261. (في الأنعام 1536. (في الأنعام 1556.

قرآن کریم پرایمان

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَالَّيْعُونِي ﴾

'' آپ فرمادیں اگر شمصیں اللہ ہے محبت ہے تو پھر میری انتباع کرو۔''[®]

یعنی اللہ تعالی نے قرآن میں نبی طافیہ کے اعمال کی اتباع ہم پر فرض کردی ہے۔ نماز، روزہ، زکا ق، حج اور دیگر عبادات میں آپ طافیہ کے طریقے کی اتباع کرنا ہم پر فرض ہے۔ لیکن پرویزی طلوع اسلام اس کی مخالفت کرتا ہے جسے میں ان شاء اللہ دوسرے باب میں ثابت کروں گا۔

قرآن کی زبان عربی ہے

قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے، جیسا کہ بہت سی آیات میں اس کاذکر ہوا ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿إِنَّا ٱنْزَلْنَهُ قُرْءُنَّا عَرَبِيًّا ﴾

'' بے شک ہم نے اسے عربی قرآن نازل کیا ہے۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ بِلِسَانِ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۞

''واضح عربی زبان میں (نازل کیا گیا۔)''[®]

یعنی اس میں کوئی لفظ مجمی اور مجمی محاورہ نہیں جو الفاظ مجمی معلوم ہوتے ہیں وہ بھی اصل میں عربی زبان کے ہی تھے لیکن اہل مجم نے انھیں استعال کرلیا، نیز اس کے عربی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے معانی اور محاورات کو اہل عرب کے طورطریقے اور قواعد کے مطابق سمجھنا اور استعال کرنا ہوگا۔ قرآن کریم چونکہ وحیِ الہی اور تشریعی کتا ب ہے، لہذا

أل عمران 31:3. ② يوسف 2:12. ③ الشعرآء 195:26.

اس کے معانی کے مصداق کی تعیین میں شرع کا اعتبار ہوگا اور جس لفظ کا معنی شارع نے طے کردیا ہوائی کولیا جائے گا، مثلاً: ''صلاق'' لغت میں اس کے معنی'' دعا یا اطاعت کرنا'' ہیں لیکن شارع نے جہاں اس کے معنی نماز بتائے ہیں تو وہی مراد لیے جائیں گے۔ زکاۃ کا لغوی معنی یا کیزگی ہے لیکن جہاں شارع نے اس کا خاص شرعی اصطلاحی معنی

متعین کیا ہے تو وہاں اسی شرعی معنی کا اعتبار ہوگا، یعنی خاص مالی فریضہ۔ جبکہ انکار حدیث کے فقنے میں ملوث افراد نے قرآن کریم کے لغوی اور شرعی معانی چھوڑ کر اپنی طرف سے دور از کارتا ویلات کیں جیسا کہ پرویز نے صلاق، زکا قاور حج وغیرہ کے ایسے معانی ایجاد کیے ہیں جن سے شریعت کا چہرہ سنح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی طرح سرسید احمد خال نے جنت، شجر ممنوعہ اور ہبوط آ دم کی تاویلات کی ہیں۔ بیساری تاویلات باطل تاویلات ہیں۔ آخری ابواب میں ان شاء اللہ تعالی اس کے پچھنمونے بھی چیش کیے جائیں گے۔

ایمان بالملائكة قرآن سے ثابت ہے

قرآن کریم میں جن اشیاء پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے ان میں فرشتوں پر ایمان لانا بھی شامل ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا تِلْهِ وَ مَلْنِهِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبُرِيْلَ وَمِيْكُلُلَ فَإِنَّ اللهَ عَدُوُّ لِلْكُفِرِيْنَ۞﴾

'' جو شخص الله کا، اس کے فرشتوں ،اس کے رسولوں اور جبریل و میکائیل کا دشمن ہے۔'' اللہ علیہ کا فروں کا دشمن ہے۔''

نيز فرمايا:

﴿ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ امْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْخِيرِ وَالْمَلْلِكَةِ وَالْكِتْبِ وَالنَّبِيِّنَ

''لیکن نیکی تو یہ ہے کہ کوئی اللہ پر، یوم آخرت پر، فرشتوں، کتابوں، اور نبیوں پر ایمان لائے۔''

ندکورہ آیت میں اور بھی بہت می چیزوں کا ذکر ہے اور آیت کے اختام پر فرمایا: ﴿ اُولِیِّكَ الَّذِیْنَ صَدَقُواْ ﴿ وَاُولِیْكَ هُمُ الْمُتَقَوْنَ ﴾

''یبی لوگ سیح ہیں اوریہی لوگ متقی ہیں۔''[©]

لینی ایسے لوگوں ہی کو حقیقی اور سیچ مومن ہونے کا خطاب دیا۔

نيز فرمايا:

﴿ يَانِيُهَا الَّذِيْنَ اَمَنُواۤ اَمِنُوا بِاللهِ وَ رَسُولِهِ وَالْكِتٰبِ الَّذِي نَوَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتٰبِ الَّذِي نَوَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتٰبِ الَّذِي مَنْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكُفُرُ بِاللهِ وَمَلَيْ لِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْكِرْفِ الْأَخِرِ فَقَدُ ضَلَّ ضَلِلاً بَعِيدًا ۞

''اے ایمان والو! اللہ پر، اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لاؤ جواس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو اس سے پہلے اس نے نازل کی اور جو شخص اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت کا انکار کرے تو وہ یقیناً بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔''®

اور فرشتوں پر ایمان لانے میں یہ بھی شامل ہے کہ ان کے ان اوصاف پر بھی ایمان لایا جائے جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ان میں سے بعض اوصاف درج ذیل ہیں:

'' فرشتوں نے آ دم ملیٹا کو سجدہ کیا۔''®

[﴿] اللَّهِ وَ1772. ﴿ اللَّهِ وَ1772. ﴿ النَّاءَ 136:4. ﴿ اللَّقَوْةَ 34:2.

" طالوت کے لیے تابوت اٹھا کرلائے تھے۔" " نرکر یاطیطا کو آواز دے کر بیٹے کی بشارت دی۔" " مریم الیٹا کے ساتھ مکالمہ کیا۔" " نورو کو بدر میں نصرت کے لیے ملائکہ کا نزول ہوا۔" " روح قبض کرنے کے لیے آتے ہیں۔" " بعض فرشتے روح اور وہی لانے والے ہیں۔" " بعض فرشتے عرش اٹھانے والے ہیں۔" " بعض فرشتے عرش اٹھانے والے ہیں۔" " تسان کی طرف چڑھنے والے ہیں۔" " تسان کی طرف چڑھنے والے ہیں۔"

''وہ حق چھیانے والے پر لعنت کرتے ہیں۔''[®]

ان کے علاوہ بھی ان کے اوصاف واعمال ہیں، لہذا ان تمام اوصاف کے ساتھ فرشتوں پر ایمان لانا، ایمان شرعی ہے۔اب ذرامنگرین حدیث کی تاویلات کفریہ ملاحظہ فرمائیں: غلام احمد پرویز لکھتے ہیں:

'' نرشتے کا ئنات کی قوتیں (جن سے رزق پیدا ہوتا ہے) انسان کے تابع ہیں ، وہ سب اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔'،®

انھوں نے اس میں فرشتوں سے مراد زمینی قوت پیدادارلیا ہے اور اپنے استاد سرسید کی تقلید میں واقعۂ سجود آ دم کو ایک ڈراھے کا تصور دیا ہے اگر چہدونوں کی تاویلات میں کچھ

ص البقرة 161:2. ثن البقرة 248:2. ﴿ أَلَ عِمْرُنْ 39:3. ﴿ أَلَ عِمْرُنْ 42:4. ﴿ أَلَ عِمْرُنْ 41:4. ﴿ أَلَ عِمْرُنْ 11,10. ﴿ النَّالَةِ 47.4. ﴿ النَّاعِمُ 93:4. ﴿ النَّاعِمُ 11,10. ﴿ النَّاعُمُ 97:4. ﴾ الانفطار 82: 11,10.

الحاقة 17:69. المعارج 4:70. الزخرف 19:43. الترايليس وآدم، ص:52.

فرق ہے۔ اندازہ کریں! ایسی تاویلات تو یہودی بھی نہیں کر سکتے۔اس سے ثابت ہوا کہ ان لوگوں کا فرشتوں پر ایمان نہیں ہے۔

مسئلهٔ تقدیر قرآن سے ثابت ہے کے

قرآن کریم نے مسئلہ تقدیر کو مختلف تعبیرات سے پیش کیا ہے چونکہ یہ تعبیرات قرآن کریم کی اخبار ہیں، لہذا ان کی تصدیق ہم پر فرض ہے اور تقدیر پر ایمان لانے کا یہی معنی ہے۔ تقدیر اور قضا کیا ہے؟ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق پیدا فرمائی یا مستقبل ہیں جو پیدا فرمائے گا، خواہ وہ اعیان (فوات) ہول یا کیفیات و بیمات، احوال و اعراض، خیروشر، صحت و مرض، تو نگری و فقیری و غیرہ ہول، اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کامل کی وجہ سے انھیں ان کے پیدا کرنے سے پہلے ہی مقرر کر کے لکھ دیا ہے اور اب اس کے مطابق یہ چیزیں وجود میں آتی ہیں۔ پہلے مقرر کرنے کو تقدیر کہا جاتا ہے اور بعد میں اس کا وجود میں آتا قضا ہے۔ بیااوقات تقدیر و قضا ایک ہی معنی میں استعال کیے جاتے ہیں۔ اور یہ ایک بنیادی اسلامی عقیدہ ہے جبکہ معتزلہ، قدر ہی، دہریہ اور مشکرین حدیث وغیرہ اس کا انکار کرتے ہیں: اسلامی عقیدہ ہے جبکہ معتزلہ، قدر ہی، دہریہ اور مشکرین حدیث وغیرہ اس کا انکار کرتے ہیں:

🥏 تعبير اول: ماده "قدر" كا استعال: الله تعالى نے فرمایا:

﴿ وَخَلَقَ كُلُّ شَيْءٍ فَقَلَّارَهُ تَقْدِيدُوا ﴾

''اوراس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھراس کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا۔''[®] اس میں ہر چیز کی تقذیر کا ذکر ہے، نیز فرمایا:

﴿نَحْنُ قَدَّارُنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ﴾

[®] الفرقان 2:25-

' دہم ہی نے تمھارے درمیان موت مقدر کر دی ہے۔''[®]

اس میں صرف موت کی تقدیر کا ذکر ہے، نیز فرمایا:

﴿ وَالشَّمُسُ تَجْرِى لِمُسْتَقَرِّلُّهَا ﴿ ذَٰلِكَ تَقُرِيرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيمِ ﴿ وَالْقَمَرَ قَدَّدُنَّكُ مَنَازِلَ ﴾ مَنَازِلَ ﴾

"اور سورج اپنے ٹھکانے (پر پینچنے) کے لیے روال دوال رہتا ہے، یہ نہایت غالب،خوب جاننے والے (اللہ) کا اندازہ ہے۔اور چاند کی ہم نے (اٹھائیس) منزلیں مقرر کررکھی ہیں۔"

پہلی آیت میں سورج کی تقدیر اور دوسری آیت میں چاند کی منازل کی تقدیر کا ذکر ہے، نیز فرمایا:

﴿ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْكَهُ بِبِقُكَادٍ ٥

''اوراس کے ہاں ہر چیز کی ایک مقدار (مقرر) ہے۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَهُ بِقَدَدٍ ۞

''بلاشبہم نے ہر چیز ایک مقرر اندازے کے مطابق پیدا کی ہے۔''[®] ان دونوں آیات میں ہر چیز کی تقدیر کا ذکر ہے، نیز فرمایا:

﴿ قُلْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدُدًا ۞

'' بے شک اللہ نے ہر چیز کے لیے تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔''® اس میں بھی ہر چیز کی تقدیر کا ذکر ہے، نیز فرمایا:

﴿ وَكَانَ آمُرُ اللهِ قَدَدًا مَّقُدُ وَرَّا ۞

۞ الواقعة 60:56 ۞ يُسَ 39:38:36 ۞ الرعد 8:13. ۞ القمر 49:54. ۞ الطلاق 3:65.

''اورالله کا حکم ایک طے شدہ تقدیر ہوتی ہے۔''[®]

اس میں بھی اللہ تعالی کے تمام امور کی تقدیر کا ذکر ہے۔

الله تعبیر دوم: مادهٔ قضا: قرآن کریم میں ماده ''قضا'' کے ساتھ الله تعالی کے بعض فرامین درج ذبل بن: فرمایا:

﴿ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِلِنِ ۞

''اس معاملے کا فیصلہ کیا جا چکا ہے جس کی بابت تم مجھ سے پوچھ رہے تھے۔''[®] یہاں قضا، بمعنی تقدیر ہے، یعنی ایک شخص کوصلیب پر چڑھایا جانا اور دوسرے کی نجات پہلے ہی سے مقرر کر دی گئی ہے، نیز فر مایا:

﴿ وَكَانَ آمُرًا مَّقُضِيًّا ۞

''اور بیر(عیسیٰ مُلیّلاً) کی ولادت باپ کے بغیر) پہلے سے مقرر شدہ معاملہ تھا۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۞

"(جہنم پر ہر شخص کا وارد ہونا) تیرے رب کے نز دیک فیصلہ شدہ بات ہے۔" ﷺ تعبیر سوم: مادہ کتاب: یعنی ہر بات اللہ تعالیٰ نے پہلے سے لکھ رکھی ہے اور اس کتاب کا نام لوح محفوظ، کتاب مکنون، کتاب مبین اور ام الکتاب ہے۔ اس کے متعلق بہت سی آیات ہیں فرمایا:

﴿ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ﴾

''اوراللّٰہ نے تمھار ہے مقدر میں جولکھ رکھا ہے اسے تلاش کرو۔''[®]

اس سے مراد اولا د ہے، نیز فر مایا:

الأحزاب 38:33. ﴿ يوسف41:12. ﴿ مريم 21:19. ﴿ مريم 71:19. ﴿ البقرة 187:28.

﴿ قُلْ لَّنْ يُّصِيبُنَآ إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا ﴾

"کہ دیجے: ہمیں تو صرف وہ (مصیبت) پہنچ گی جواللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔"
اور فر مایا:

َ مَا اَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَدْضِ وَ لَا فِي آنَفْسِكُمْ اللَّهِ فِي كَتْبِ ﴿

"زمین میں اور تمهاری جانوں پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ تو کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔ "

"کوئی) ہے۔ "

ان دونوں آیتوں کا مضمون میہ ہے کہ انسان کو جومصیبت پہنچتی ہے وہ پہلے سے کسی ہوتی ہے، نیز فرمایا:

وَلُوْ لَا آنَ كُتَبَاللهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ اللهُ

''اوراگرییه نه ہوتا که الله نے ان کا جلاوطن ہونا لکھ دیا تھا۔'' 🌣

لینی بنونضیر کے بہود کی جلا وطنی پہلے ہی ہے کھی ہوئی تھی۔اور فرمایا:

﴿ وَلا رَطْبٍ وَّلَا يَأْبِسِ إِلَّا فِي كِتْبِ ثُمِّينُنٍ ۞

''اور کوئی ترچیز اور کوئی خشک چیز الیی نہیں جو واضح کتاب میں لکھی ہوئی نہ ہو۔''® نیز فرمایا:

﴿كُلُّ فِي كِتْبِ مُّبِيْنٍ ۞

'' ہر چیز واضح کتاب میں ہے۔''[®]

ہر چیز کا رزق، اس کا ٹھکانا اور اس کے وفن ہونے کی جگہ پہلے سے کتاب مبین میں لکھی ہوئی ہے، نیز فرمایا:

﴿لِكُلِّ ٱجَلٍ كِتَابُ۞

 ⁽ع) التوبة (51:5. (ع) الحديد 22:57. (ق) الحشر (3:5. (ع) الأنعام 59:6. (ع) هود (6:11.6.

''ہر وعدے کے لیے لکھا ہوا وقت ہے۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَمَآ اَهۡلَكُنَا مِنۡ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعۡلُومٌ ۞

''اور ہم نے جس ستی کو بھی ہلاک کیا ہے اس (کی نتاہی) کے لیے میعاد مقرر تھی۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتْبِ مَسْطُورًا ۞

'' بیر (فیصله) کتاب (لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے۔''[®] ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہر شخص اور ہر بستی کی ہلاکت پہلے سے کٹھی ہوئی ہے۔ نیز فرمایا:

﴿ وَكُلَّ شَيْءِ ٱحْصَيْنَهُ كِتُبًّا ۞

''اور ہم نے ہر چیز کوایک کتاب میں گن رکھا ہے۔'' [®] نیز فر مایا:

﴿ وَكُلَّ شَيْءً أَحْصَيْنَهُ فِنْ إِمَامٍ مُّبِينٍ ۞

''اور ہم نے ہر شے کو واضح کتاب میں محفوظ کررکھا ہے۔''®

ان دونوں آیتوں میں ہرایک چیز کے متعلق کتابت کا ذکر ہے۔

ان آیات کوغوروفکر کے ساتھ بار بار پڑھنے سے مسئلہ قضا و قدر پر ضرور یقین پیدا ہوجاتا ہے اور یہ چھٹا ایمانی رکن ہے جیسا کہ حدیثِ جبریل میں بنی اکرم سَلَّمْ اِیُمَانی کی ایمان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

«أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ حَلَّا مِنَ

بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ»

''ایمان سے ہے کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پراور آخرت کے دن پرایمان لائے، نیز تو اس کی اچھی اور مُری تقدیر پرایمان لائے۔'' ®

کیکن چونکہ پرویزیت اصل میں ایمان کی جڑیں کاٹنے کا ذریعہ ہے،لہٰذا پرویز صاحب کے نزدیک نقدیر پر ایمان لانا مجوسیت ہے۔ ان کا کہنا ہے:'' اس طرح جب ایک دفعہ فرقہ بندی ہوگئ تو پھراس کے بعد چل سوچل ۔ مجوسی اساورہ [©]نے بیسب پچھاس خاموثی ہے کیا کہ کوئی بھانپ ہی ندسکا کہ اسلام کی گاڑی کس طرح دوسری پٹڑوی پر جایڑی۔ انھوں نے تقدیر کے مسکلہ کو اتن اہمیت دی کہ اسے مسلمانوں کا جزوایمان بنادیا، چنانچہ ہمارے ايمان مين وَالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى كَا يَصِمَّا جَرُواتُكَى كَاوَاخُل كيا ہوا ہے۔''® ا پئی کتاب قرآنی فیصلے میں کمبی بحث کے آخر میں تقدیر، اجل اور موت کے متعلق لکھتے بیں:" پیقسور قرآن کے منشا کے خلاف ہے۔'' پھر فر مانِ الہی ﴿ نَحْنُ قَدَّادُنَا بَيْمَنَكُمُ الْمَوْتَ ﴾ کامعنی لکھتے ہیں:''ہم نے تمھارے درمیان موت کے پیانے مقرر کردیے ہیں۔''[®] یہ رجمہ عجیب وغریب اور فہم سے خالی ہے۔ قرآن میں تحریف کرتے ہوئے بھی کسی قتم کی ججک محسوں نہیں کی گئی۔ آپ کو بیز جمہ کسی بھی لغت میں نہیں ملے گا۔ جہاں تک تقدیر کے متعلق اس سوال کا تعلق ہے کہ کسی چیز کے وجود میں آنے ہے قبل اس کا انداز ہ کیے لگایا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کو جانے والا ہے جبیا کہاس نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پراس کا تذکرہ کیا ہے۔

شحیح مسلم، الإیمان، باب بیان الایمان والإسلام مست، حدیث: 8. (ق) بھرہ میں آباد ہونے والے علیہ میں اللہ میں

بعض ذہنوں میں بیشبہ بھی پیدا ہوسکتا ہے کہ تقدیر ماننے سے انسان مجبور محض بن جاتا ہے۔ اس کا جواب بیہ ہے کہ تقدیر ایک غیبی مسئلہ ہے جس کا انسان کو کوئی علم نہیں، لہذا صرف اسے ماننے پر مجبوری لازم نہیں آتی کیونکہ دوسری طرف انسان کے لیے مشیت اور ارادہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ثابت فرمایا ہے:

﴿ فَكُنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ﴿

''پس جو چاہے (اس پر)ایمان لائے اور جو چاہے منکر رہے۔''[®]

ای طرح سورهٔ فرقان (58:25) اورسورهٔ مرثر (57:78 و 55) میں آیا ہے۔ بلکہ انسان کی اپنی مشیت اور ارادے میں آزادی شاء کے صیغے سے نو مرتبہ، شِنْتَ کے لفظ سے دو مرتبہ، شِنْتَ کے لفظ سے دو مرتبہ، شِنْتُ مُ یا پنی مرتبہ، تَشَاءُ و وَ مرتبہ، یَشَاءُ دو مرتبہ، یَشَاءُ و وَ مرتبہ اور صیغہ نَشَاءُ سے ایک مرتبہ بیان ہوا ہے۔ ان سب آیات میں بندے کے لیے اثبات مشیت کا ذکر ہے اور اسی طرح صفت ارادہ ماضی کے مختلف صیغوں سے بیس مرتبہ اور مضارع کے صیغوں سے اس سے بھی زیادہ مرتبہ وارد ہے، لہذا انسان صاحب ارادہ و اختیار کی اور مضارع کے صیغوں سے متصف شخص کو مجبور نہیں کہا جاسکتا۔ اسی ارادہ و اختیار کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کا مکلف ہے۔ جزاو سزا (مکافات عمل) اسی پرمئی ہے۔ اس مسئلے میں پرویزی اس مسئلے میں نوریزی کرموجود ہے اور اس مسئلے میں پرویزی کی تبہت کی آیات کا صرح و کرموجود ہے اور اس مسئلے میں پرویزی تا ویلات خالص دھوکا دبی ہیں اور عقیدہ کا تقدر کو مجودی تحریک کا نام دینا صرح کی کفر ہے۔ تاویلات خالص دھوکا دبی ہیں اور عقیدہ کا تقدر کو مجودی تحریک کا نام دینا صرح کی کفر ہے۔ تاویلات خالص دھوکا دبی ہیں اور عقیدہ کا تقدر کو مجودی تحریک کا نام دینا صرح کی کفر ہے۔ تاویلات خالص دھوکا دبی ہیں اور عقیدہ کا تقدر کو مجودی تحریک کا نام دینا صرح کی کفر ہے۔



قرآن کریم میں جتنے معجزات اورخرق عادت واقعات کا ذکر ہے اُٹھیں کسی تحریف و مصریحہ میں کا نے 2010ء

تاویل کے بغیر ماننا ایمان بالقرآن کا ایک لازمی جزو ہے۔اس قتم کے امور جوانبیاء عیلیہ کے ہاتھوں یا ان کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ظاہر ہوتے ہیں وہ معجزہ کہلاتے ہیں اور جب اس طرح کے امور اللہ کے کسی ولی سے ظاہر ہوں تو آخیں کرامت کہتے ہیں۔ تمام اہل علم اس بات برمتفق ہیں کہ ان امور کے ظاہر ہونے میں انبیاء قیظ اور اولیائے کرام کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ان سے ایسے امور کا ظاہر ہونا ایسے ہی ہے جیسے قلم سے کتابت۔ اس كتابت مين قلم كاكوئي اختيار نهين _ اضى اموركي چندمثالين درج ذيل آيات مين بين: [1] سورهٔ بقره کی آیات (56,55:2 و 73و 243 و 259,258) میں ای دنیا میں موت کے بعد معجزہ وکرامت کے طور پر دوبارہ زندہ ہونا ثابت ہے جس میں تاویل کی کوئی عُنجائش نہیں اور سورہُ آل عمران (9:3 4) میں عیسیٰ علیلا کے معجز ہے کا ذکر ہے۔ 🗀 یرویزی لا جواب ہو گیا: ایک مجلس میں مجھ سے ایک پرویزیت زدہ شخص نے پوچھا کہ مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ فلاں فلاں واقعے میں انسان اس دنیا میں موت کے بعد دوبارہ زندہ ہوا، حالانکہ بیقرآن کے قانون کے خلاف ہے کیونکہ قرآن کے قانون کے مطابق انسان مرنے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ اٹھایا جائے گا جبکہ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس دنیا میں فوت ہوئے اورای دنیا میں دوبارہ زندہ کیے گئے۔ بیہ تو قانون قرآن کے خلاف ہے۔ میں نے اس سے یوچھا: قیامت کے روز دوبارہ زندہ کیے جانے کوآپ کیوں تعلیم کرتے ہیں؟ اس نے کہا: بیقرآن میں مذکور ہے۔ میں نے کہا: دنیا میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کے واقعات بھی تو قرآن میں مذکور ہیں تو ﴿ اَفَتُونُونُ اللَّهِ مِنْ الْكِتْبِ وَتَكَلَّفُرُونَ بِبَغْضٍ ﴾

^{&#}x27;' کیائم کتاب کے بعض جھے پرایمان لاتے ہواور بعض جھے کا انکار کرتے ہو۔''[®]

ىمحسى (أ) البقرة85:28.

وهڅخص لا جواب ہو کر خاموش ہو گیا۔

2 یجی علیه کی ولادت اس حالت میں ہوئی کہ اس عمر میں والدین عام طور پر افزائش نسل کے اہل نہیں ہوتے۔ [®]

[3] عیسی علیه کا باب کے بغیر پیدا ہونا۔

الے مریم ﷺ کوظاہری اسباب کے بغیر بند کمرے میں رزق پہنچنا۔ ®

اسحاق طیشا کی ولادت اس حالت میں ہوئی کہ اس عمر میں والدین عام طور پر افزائش نسل کے اہل نہیں ہوتے۔

🗟 صالح ملیلیا کے دور میں کسی عام سبب کے بغیر پہاڑ سے اونٹی کا خلاہر ہونا۔ ®

[7] نبي سَنَّالِيَّةِم كا واقعهُ اسراء ومعراج _ ®

🛭 اصحاب کہف کا غار میں دھوپ سے بچنا۔ 🏵

اور کوئی ظاہری سبب ان کا معاون نہیں تھا، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انھیں لوگوں ہے محفوظ رکھا اور 309 سال غار میں سلائے رکھا۔ ®

🗵 موی طیسا کے عصا کا سانپ بن جانا، پھر واپس عصا بن جانا اور ہاتھ کا چیک دار بن جانا۔®

🙉 ابراہیم مَلِیّا کا آگ میں محفوظ رہنا۔ 🌯

🗓 ملکہ سبائے تخت کا ایک ہی لمحے میں حضرت سلیمان ملیلا کے پاس پہنچایا جانا۔ 🏵

🔟 نبی ٹاٹیٹا کے اشارے سے جاند کے دوٹکڑے ہوجانا۔ ®

🗈 اصحاب فیل کوئنگریوں کی بارش کے ذریعے سے تباہ و ہر باد کرنا۔ 🎟

﴾ أل عمران 9:35. ۞ أل عمران 37:3. ۞ أل عمران 37:3. ۞ هود 71:11. ۞ هود 64:11.

﴿ بِنِيَ إِسرآء بِل 1:17 ؛ والنجم 53:13-18. ﴿ الكهف 17:18. ﴿ الكهف 18:18-25.

﴿ وَلَمْ 20:20-22. ﴿ الْأَنبِيا ء 69:21. ﴿ النَّمَل 40:27. ﴿ الْقَمْرِ 1:54. ﴿ الْفَيْلِ
 -5-1:105.

قر آن کریم میں اس قشم کی اور بھی واضح آیات مذکور ہیں جوخرق عادت ہیں ،للہذا انھیں معجزات اور کرامات سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن اس باب میں سرسید نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: ''ہمارامعجزات سے انکار اس بنا پر ہے کہ قرآن مجید سے معجزات اور کرامات، لیعنی ظہور امور کا بطور خرق عادت، یعنی خلاف فطرت یا خلاف جبلّت کے امتناع پایا جاتا ہے جس کو ہم مخضرلفظوں میں یوں تعبیر کرتے ہیں کہ کوئی امر خلاف قانون قدرت نہیں ہوتا۔''[®] سرسید نے اس عبارت میں معجزے ہے انکار کرنے میں دھوکہ دبی سے کام لیا کہ پہلے تویہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ معجزہ خلاف قانونِ قدرت چیز ہوتی ہے اور قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہے کہ کوئی چیز قانون قدرت کے خلاف واقع نہیں ہوسکتی، لہذا معجزہ بھی واقع نہیں ہوسکتا اور اگر بیرمعاملہ قانون قدرت کے تحت ہے، پھر وہ معجزہ نہیں ہے کیونکہ جس شخص کو یہ قانون قدرت معلوم ہوجائے وہ اسے وجود میں لاسکتا ہے۔ یہ اس کے استدلال کی تو منیح تھی۔ اس استدلال میں انھوں نے دھوکہ دہی سے کام لیا ہے، بات یہ ہے کہ مجزہ کسی کے نزدیک بھی قدرت اللہیہ کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ خلاف عادت ہوتا ہے اور مخلوق کی قدرت سے خارج ہوتا ہے، لہذا مٰدکورہ غلط استدلال سے ا نکار معجزات جہالت ہے، پھرانھوں نے قرآن مجید میں مذکور معجزات کی الیی مضحکہ خیز تاویلات کی ہیں جن کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں، مثلاً: ابراہیم ملیلہ کی آگ کی تاویل کرتے ہوئے کہا:'' پہ کفار کی طرف سے مخالف تدبیر س تھیں۔''ﷺ

اصحاب فیل کے متعلق ﴿ تَرْمِینُهِهُ ہِجِهَادَ قَوْمِنْ سِجِیْلِ۞ کامعنی کیا ہے کہ ابر ہہ کے لشکر میں چیک کی وہا پھوٹ پڑی تھی جس کی وجہ سے اس کی فوج ہلاک ہوگئی۔

موی طیا کے عصا اور ید بینا کے متعلق کہا کہ یہ کیفیت جوموی طیا پر طاری ہوئی، یہ

[.] () تفسير القرآن: 37/1 . () تفسير القرآن؛ وياج.: 17/1.

اسی قوت نفس انسانی کاظہور تھا۔ یہ کوئی معجزہ یا فوق الفطرت چیز نہتھی۔ انھوں نے اپنے خیال سے وہ عصا بھینک دیا کہ شاید بیسانپ یا اثر دہا ہے، جبکہ وہ لکڑی تھی اس میں فی الواقع کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ موسی علیا اور ان کے ماننے والوں کے لیے دریا کا خشک ہونا اور اس میں راستے بننے کے متعلق کہا کہ کوئی دریا بھٹا نہ کوئی خلاف عادت معجزہ ظہور میں آیا بلکہ اس دریا کی سمندر کی طرح عادت تھی کہ اس میں مدوجزر، چڑھنا اترنا، آئا فائا ہوا کرتا تھا۔ [©]

اور پھر سے جاری ہونے والے بارہ چشموں کے متعلق لکھتے ہیں کہ حجر سے مراد پہاڑ اور ضرب سے مراد سفر کرنا ہے، لیعنی اپنی لاٹھی کے سہارے پہاڑ پر چل، اس پہاڑ کے برے ایک مقام ہے جہاں یانی کے بارہ چشمے جاری ہیں۔

اسی طرح عیسیٰ علیٹلا کے معجزات کا انکار کر کے ایسی تاویلات کیس جوقر آن کی فصاحت و بلاغت کے یکسرخلاف ہیں۔

یہ تو پرویز صاحب کے مقتدا سرسیداحمد خال کا نظر کیے تھا۔ ان کی اندھی تقلید کرتے ہوئے پرویز صاحب کا انکارِ مجزات کا نیا طریقہ کن لیں۔

وہ کہتے ہیں: ''قرآن میں الفاظ کا ترجمہ نہیں ہوسکتا بلکہ الفاظ کا مفہوم بیان کیا جائے۔'' پھر انھوں نے اس قانون کو قرآنی آیات میں تحریف اور بالحضوص آیات مجزات میں تاویل کرنے کے لیے حیلہ بنا کر مجزات کا انکار کیا۔ پرویز صاحب انکار مجزات میں سر سید کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں، بس طریقۂ کارمختلف ہے۔ آیات مجزات بیان کرنے سے پہلے ہم معنی، مفہوم اور ترجے کے الفاظ کی وضاحت پر اجمالاً نظر ڈالتے ہیں:

تفسيرالقرآن، تُفسير سورة البقرة : 102,101/1، آيت: 47، وتفسير سورة الأعراف، بيان عصائے موسىٰ الله وبيان يدبيضا: 1713-173، آيت: 104.
 تفسير القرآن، تفسير سورة البقرة: 113/1، آيت: 113/1.

- ﷺ لفظی معنی: یہ وہ معنی ہے جو لغت کے لحاظ سے اس لفظ سے مقصود ہوتا ہے اور بھی لفظی معنی کومصداق بھی کہہ دیتے ہیں۔
 - 🖓 مفہوم: وہمقصود ہے جولفظی معنی سے سمجھ میں آتا ہے، اس کی دواقسام ہیں:
 - 1 مفھوم موافق: جولفظی معنی کے ساتھ اثبات کے پہلو سے برابر ہو۔
- 2 مفہوم مخانف: جولفظی معنی کے مخالف سمت، یعنی نفی کے طور پر دلالت کرتا ہولیکن دونوں صورتوں میں شرط رہے ہے کہ وہ اہل لغت کے محاورات کے مطابق ہو، البتہ بھی لفظی معنی کومفہوم بھی کہددیا جاتا ہے۔
- گ ترجمہ: دراصل تعبیراور عنوان کو کہا جاتا ہے، خواہ اس کا معنی ہو یا مفہوم یا مضمون، حبیا کہ ترجمہ: دراصل تعبیراور عنوان کو کہا جاتا ہے، خواہ اس کا معنی ہو یا مفہوم یا مضمون درجیان رابطے کا فریضہ سرانجام دیتا ہے اور دوسرے کو سمجھانے کے لیے ایسی تعبیر کرتا ہے کہ جس سے اس کا مضمون دوسرے کو سمجھ آ جائے۔

ہاں، یہ بات طے ہے کہ جتنی فصاحت و بلاغت عربی الفاظ کے ذریعے سے قرآن میں سمو دی گئی ہے اتنی فصاحت و بلاغت کسی دوسری لغت میں نہیں پائی جاتی، مثلاً:
"الحمد لله" کے جملے میں الف لام کا مقصد، حمد کا پورامعنی اور جملہ اسمیہ لانے میں جتنی فصاحت و بلاغت ہے وہ بمشکل ہی دوسری لغت میں آسکتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب برگزنہیں کہ ہم قرآن کریم کے ہرلفظ و جملے کے حوالے سے یہ قانون لاگو کر دیں اورقطعی فیصلہ صادر کر دیں کے قرآن کریم کا ترجمہ نہیں ہوسکتا۔

اکثر مفردات ایسے ہیں جن کے نفظی معانی اہل لغت کو معلوم ہیں اوراس سے ہراہل لغت اپنی لغت کی تعبیر کرسکتا ہے۔ اس طرح ہم یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ ترجمہ چھوڑ کر مفہوم لینے میں یہ شرط ہے کہ عربی محاورے کے تحت ہولیکن آپ کوآ گے چل کر معلوم ہوجائے گا کہ پرویز صاحب نے منہوم لینے کے بہانے قرآنی الفاظ کے ایسے معانی بیان کے ہیں جن کا مفہوم، محاورہ عرب سے بہت دور ہے کیونکہ عربی زبان والے اب بھی موجود ہیں۔ ان سے پوچھا جائے کہ پرویز صاحب نے فلال لفظ اور فلال آیت کا بیہ مفہوم مراد لیا ہے کیا بیہ مفہوم آپ کے نزد یک عربیت کی بنیاد پر درست ہے؟ تو ان کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔

اب ہم پرویزی مفہوم کی بنا پر آیات معجزات کے حوالے سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہوجائے کہ انھول نے مفہوم کے بہانے کتنے قطعی اور نقینی معجزات کا انکار کیا ہے۔

- ابراہیم علیظا کا آگ میں پھینکا جانا: انھوں نے آگ کامعنی عداوت اور انتقام کی
 آگ کیا ہے۔ سوال ہیہ ہے کہ ایسی آگ کو اللہ تعالی کا بیفر مانا:''سلامتی والی، ٹھنڈی ہوجا''
 کیسے ہوسکتا ہے؟
 - ﴿ الله تعالى كے فرمان:
 - ﴿ فَخُذُ ٱرْبَعَةً مِّنَ الطَّذِرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ﴾

" پھرتو چار پرندے لے اور انھیں اپنے ساتھ مانوں کر لینے کے بعد کھڑے کروے۔"
پرویز صاحب مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: چار پرندے لو، وہ شروع میں تم سے
دور بھاگیں گے۔ انھیں آ ہتہ آ ہتہ اس طرح سدھاؤ کہ وہ تم سے مانوں ہوجا کیں ۔ آخر
میں لکھتے ہیں: بس حق سے نامانوں لوگوں میں زندگی پیدا کرنے کا یہی طریقہ ہے۔
دیکھیں اللہ تعالی مرووں کو دوبارہ زندہ کرنے کا طریقہ بتلار ہاہے جبکہ پرویز صاحب
نے اس کا تعلق جابل قوموں کے ساتھ جوڑ دیا۔ کیا جابل لوگوں کے احیا کا پیطریقہ ہے کہ

اللہ ق ع : 2010

چار پہاڑوں پر برندے رکھ کر ان کو آواز دو؟ اس کی کیا مناسبت ہے؟ ﴿ فَصُرُهُنَ ﴾ کے معنی میں تفصیلی تحقیق ہم نے اپنی تفسیر احسن الکلام میں بیان کردی ہے کہ اس کا معنی مانوس کرنانہیں، اگر ہے تو اس کے ساتھ قطع (کا شنے) کا حکم ضرور لگانا پڑے گا جس کا قرینداس آیت میں موجود لفظ جز ہے کیونکہ اجزاء قطع کرنے سے پیدا ہوئے ہیں۔

③ فرمانِ اللي ہے:

﴿ فَأُوْحَيْنَا إِلَى مُولَنِي أَنِ اضْرِبْ يِعْصَاكَ الْبَحْرَ ﴾

 $^{\odot}$: تب ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا سمندر پر مار۔ $^{\odot}$

ﷺ پرویزی مفہوم: ہم نے مولیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی جماعت کو(فلاں سمت سے) سمندریا دریا کی طرف لے چلواور وہاں اس کواس رائے سے پار لے جاؤ جو خشک ہوچکا ہے۔

﴿ فَانْفَاتَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۞

'' تو وه پچپ گیا، پھر(سمندر کا) ہر فکڑا یوں ہو گیا جیسے قطیم پہاڑ۔''[©]

جب ضبح نمودار ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ دونوں جماعتیں عظیم تودوں کی طرح ایک دونوں جا عتیں عظیم تودوں کی طرح ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑی ہیں۔ ﴿ اَصُول نے ''عصا'' کا معنی'' جا'' ﴿ اَنْفَلَقَ ﴾ کا معنی'' کے جا'' ﴿ اَنْفَلَقَ ﴾ کا معنی''صبح کا نمودار ہونا'' ﴿ فِذْ قِ ﴾ سے مراد''دونوں جماعتیں'' کیا ہے۔ یہ مفہوم سراسرنا قابل فہم اور باطل ہے، یہ واضح طور پر پرویز صاحب کی زبنی اختراع ہے، جوحقیقت سے بالکل دور ہے۔

اں وقت بنی اسرائیل فرعون کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی تاب کہاں رکھتے تھے۔

الله تعالى نے فرمایا:

شعراً -63:26. (2) الشعراً -63:63. (3) تفسير القرآن: 841/1.

المُ فَقُلُنَا اضْرِبُ يِعْصَاكَ الْحَجَرَ اللهِ

"توجم نے کہا: اپن لائھی پھر پر مار۔"

گ پرویزی مفہوم: تو ہم نے اس کی راہنمائی اس مقام کی طرف کردی جہاں بارہ چشم مستور تھے، وہ اپنی جماعت کو لے کر وہاں پہنچا۔ چٹان پرسے مٹی ہٹائی

ویکھیے:قلناکامعنی''راہنمائی کرنا' ﴿ اضْدِبُ ﴾ ''لے جانا'عصا"جماعت' ﴿ اَلْحَجَدَ ﴾ ''چٹان سے مٹی ہٹانا'' اللہ تعالیٰ کے عظیم کلام میں اپنی طرف سے پیوند کاری تحریف معنوی نہیں تو اور کیا ہے؟

﴿ الله تعالى كا فرمان ہے:

﴿ وَمَا تِلُكَ بِيَبِيْنِكَ لِبُوْسَى ﴾

''اوراےمویٰ! بیہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟''®

گ پرویزی مفہوم: اےمویٰ! تم ان امکانات و ہدایات پرقوت اور برکت ہر دو نکات و نگاہ سےغور کرواور بتاؤ کہتم انھیں کیسایاتے ہو؟

﴿ قَالَ هِيَ عَصَائَ ٱتُوَلَّوُّا عَلَيْهَا وَٱهْشُ بِهَا عَلَى غَنَيْنَ ﴾

''اس نے کہا: یہ میری لاکھی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اوراس سے اپنی برائیں کے لیے ہے جہاڑتا ہوں۔''®

ﷺ پرویزی مفہوم: مویٰ نے کہا: یا باراللی! بیاحکام کیا ہیں، میرے لیے سفر زندگی کے لیے بہت بڑاسہارا ہے آخی کے ذریعہ اب میں اپنے ریوڑ (بنی اسرائیل) کو جنجھوڑتا ہوں۔ ﴿ قَالَ اَلْقِهَا لِلْمُوْمِلُنِي ﴾ ﴾ ﴿ قَالَ اَلْقِهَا لِلْمُوْمِلُنِي ﴾ ﴾

''الله نے فرمایا: اے موئی! اسے پھینک دے۔''[®]

® البقرة 2:60. ﴿ طُهُ 10:27. ﴿ طُهُ 18:20. ﴿ طُهُ 19:20.

﴿ پرویزی مفهوم: هم مواکه تم نے ٹھیک سمجھا اب انھیں لوگوں کے سامنے پیش کرو۔ ﴿ فَالْقُلْهِ فَا فِاذَا هِیَ حَیَّلَةٌ تَسُعٰی ○﴾

'' پھر جب اس نے اسے پھینکا، تب وہ دوڑ تا ہوا سانپ بن گیا۔''[®]

ان پرویزی مفہوم: اس کے بعد جب مولی علیہ نے اس مہم پرغور کیا تو معلوم ہوا کہ ان احکام کولوگوں کے سامنے پیش کرنا آسان کام نہیں، انھوں نے ایسامحسوس کیا کہ وہ ضابطہ نہیں اڑ دہا ہے جو بڑی تیزی سے دوڑتا ہے۔

مندرجہ بالا مفہوم کو ذراعقل اور قانون عربیت کے میزان پر تولو، انھوں نے اب ''عصا'' کا معنی احکامات و ہدایت کیا ہے جبکہ پہلے جماعت کا معنی کیا تھا۔ ﴿ اَتُوْلُواْ ﴾ کا مفہوم''سفر زندگی کا سہارا'' ﴿ غَنَيْنى ﴾ سے مراد'' بی اسرائیل'' ﴿ اَلْقِهَا ﴾ کا معنی ''لوگوں کے سامنے پیش کرو۔'' (وہاں لوگ کہاں تھے) ﴿ حَیّاتُهُ ﴾ کا معنی مُشکل کام، تو بیدایک تصوراتی از دہاتھا۔

دیوانے لوگوں کا کلام سوچ اور سمجھ سے عاری ہوتا ہے، اس لیے پرویز صاحب نے ایک جگہ عصائے کلیمی اورا ژد ہا بننے کو حقیقت پر محمول کیا ہے، لکھتے ہیں: ''عصائے موی نے وہ کرشمہ دکھایا کہ خود ساحرین فرعون نے صدافت کے سامنے گردنیں جھکا دیں۔ اسے نہیں اصطلاح میں مجردہ کہا جاتا ہے۔' گئین اس کی مخالفت میں مندرجہ بالاتفسیر خالصتاً معجزے سے انکار ہے۔ بید دیوائگی ،سراسیمگی یا خواہش پرسی نہیں تو اور کیا ہے؟

﴿ فرمان اللهي ہے:

﴿ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهُدِ ﴾

'' وہ جھولے میں لوگوں سے با میں کرے گا۔''[®]

(طه 20: 20. (معراج انسانيت، ص: 703. (ال عمران 6: 46.

پرویز صاحب نے ایک جگہ ''مھد '' کامعنی گہوارہ لکھا ہے [©] لیکن اپنی تغییر میں اس کا معنی'' چھوٹی عر'' کیا ہے، پھر اس کی تغییر اس طرح بیان کرتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیا ان جو کچھ کہا وہ خود اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ بیہ با تمیں پچ مچھ گہوارے میں لیٹے ہوئے نہیں کی گئیں۔ بیاس زمانے کی باتیں ہیں جب حضرت عیسیٰ علیا کو نبوت مل چکی تھی۔ [©] نہیں کی گئیں۔ بیاس زمانے کی باتیں ہیں جب حضرت عیسیٰ علیا کو نبوت مل چکی تھی۔ [©] دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مریم علیا کی باتیں ہازی کے لیے بیہ مجزہ عطا فرمایا کہ بیجے نے ماں کی دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مریم علیا کی باک بازی کے لیے بیہ مجزہ عطا فرمایا کہ بیج نے ماں کی گود میں باتیں کیس تا کہ لوگ مریم علیا گی عفت اور پاک دامنی پریقین کریں جبکہ پرویز صاحب نے بیسارا معاملہ بدل ویا۔

ان اللي ہے: ﴿

﴿ وَأَخِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللهِ ﴾

''اور میں (عیسیٰ) اللہ کے حکم ہے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔''[®]

پرویز صاحب اس کامفہوم یوں بیان کرتے ہیں:''مخضراً یہ کہ ذلت وخواری کی بیموت جواس وقت تم پر چاروں طرف سے چھار ہی ہے ایک نئ زندگی میں بدل جائے گی۔''

یہ علیا کے معزے کا صریح انکار ہے، نیز انھوں نے تحریف کے ذریعے سے

عیسی ملینا کے دوسرے معجزات کا بھی انکار کیا ہے۔

اینس ماینا کے متعلق فرمان الہی ہے:

﴿ فَكُوْ لَاۤ اَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۞ لَكِيثَ فِى بَطُنِهَ إِلَىٰ يَوْمِرِ يُبْعَثُونَ۞ ''پھراگروہ تبیج نہ کرتا تواس کے پیٹ میں قیامت تک پڑار ہتا۔''[®]

الفات القرآن، ص: 1572. (تَفْير القرآن، ص: 129. (أن عمر ن 49:3). (الصَّفَّة الصَّفَة)
 الصَّفَة)

گ پرویزی مفہوم: لیکن اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے اور مچھلی کی گرفت سے اپنے آپ کو چھڑا لیا۔ اگر وہ ایسانہ کرتا اور بہت اچھا تیراک نہ ہوتا تو مچھلی اسے نگل لیتی اور پھر وہ قیامت تک باہر نہ آسکتا، یعنی بھی باہر نہ آسکتا۔

پرویز صاحب نے خیال کیا کہ ﴿ انْهُسَیّجِیْنَ ﴿ سباحة ''پانی میں تیرنا'' سے ماخوذ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یونس الیا کو مجھل نے نہیں نگلاتھا بلکہ وہ دریا میں گر پڑے اور تیرا کی کی وجہ سے اس سے نی گئے، حالانکہ حقیقت سے ہے کہ 'سَابِح '' کامعنی ہے، تیر نے والا جبکہ ''مُسَبِّح '' تو بہر صورت تبیح سے ماخوذ ہے، نیز دوسری جگہ اللہ تعالی نے یونس ایا کے تبیح بڑھنے کا ذکر کیا ہے:

﴿ لاَّ إِلٰهَ إِلاَّ ٱنْتَ سُبُحٰنَكَ ﴿ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّلِيدِيْنَ ﴿ ﴾

''تیرے سواکوئی معبود برحق نہیں ہے، تو پاک ہے، بلاشبہ میں ظالموں میں سے تھا۔'' اگر مچھل نے انھیں نہیں نگلا تو پھر الظلمات''اندھیرے'' کا کیا مطلب؟ اتن تحریف تو یہود بھی نہیں کر سکے!

﴿ الوب عليه كم تعلق قرآن مين بيان كيا كيا ب

﴿ اِذْ نَادَى رَبَّهُ اَنْ مَسَّفِى الشَّيُطُنُ بِنُصُبٍ وَّعَنَابٍ ۞

"جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھے رنے اور تکلیف پہنچائی ہے۔"

پرویزی مفہوم: وہ ایک سفر میں بردی جا نکاہ مصیبتوں میں مبتلا ہوا۔اس کے ساتھی
اس سے بچھڑ گئے، پانی ختم ہوگیا۔ وہ سفر کی تھکان اور پیاس کی شدت سے نڈھال ہور ہا
تھا۔ مزید برآں سانپ نے اسے ڈس لیا۔اس طرح اسے مصائب اور تکالیف کے ججوم
نے گھر لیا۔

[©] الأنبيآء 87:21. ۞ صَ 41:38.

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ ٱزْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلُّ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ۞

"اپنا پاؤل (زمین پر) دے مار (اور لو) یہ ایک ٹھنڈا چشمہ نکل آیا نہانے اور پینے کے لیے۔" اُ

گ پرویزی مفہوم: ہم نے اس کی ایسے مقام کی طرف راہنمائی کردی جہال مختدے پانی کا چشمہ تھا۔وہ وہاں پہنچاتو پانی بیا،نہایا، مارگزیدہ پاؤں کو پانی میں رکھ کر ہلاتا رہاجس سے حدت رفع ہوئی۔

پھراللەتغالى نے فرمایا:

﴿ وَخُذُ بِيَكِ كَ ضِغْتًا فَاضْرِبْ بِّهِ وَلَا تَحُنَثُ ﴾

''اورا پنے ہاتھ میں تیلیوں کا مٹھا لواوراس سے مارواورتشم نہ تو ڑو۔''®

ﷺ پرویزی مفہوم: وہ جڑی بوٹیوں ہے اپنا علاج کرتا رہااس طرح اسے شفا ہوگئ۔اس نے اس تکلیف کو بڑی پامردی سے برداشت کیا اور کہیں بھی ہمارے قانون کی خلاف ورزی نہیں کی۔

پرویز صاحب کا پیش کردہ بیم نہوم ایک گپ کے سوا کچھ نہیں، سفر کا ذکر، شیطان کا معنی سانپ، ساتھی بچھ نا، سفر کی تھکان، ﴿ اُدْکُفْ ﴾ کا معنی ہلانا، جڑی بوٹیوں وغیرہ سے علاج کرنا، بیہ معانی کس لغت سے اخذ کیے گئے ہیں اور اس طرح کی قرآنی خانہ پری انھوں نے کہاں سے سیھی؟ بالفرض ان کا بیمن گھڑت قصہ سیجے ہے جب کوئی ان سے بوجھے کہ پانی کے ذریعے سے مارگزیدہ پاؤں کا شفا حاصل کرنا بھی تو ایک مجزہ ہے کیونکہ دنیا ہیں بہت چشمے ہیں لیکن ان میں تو یہ صفت کمال موجود ہی نہیں۔

<u>* من 42:38</u> صَ 44:38.

ا اصحاب فیل کے قصے میں سرسید صاحب نے ایک خاص طرز سے تحریف کی تھی، جیسا کہ پہلے، ص:51 میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ پرویز صاحب نے اپنے الگ طریقے سے تحریف کی، تاہم دونوں نے کوشش کی کہ اس قصے میں سے مجزے کا پہلوختم کردیا جائے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَ اُدْسَلَ عَکَیْهِهُ طُیْرًا اَبَابِیْلَ ۞ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَ اُدْسَلَ عَکَیْهِهُ طُیْرًا اَبَابِیْلَ ۞

''اوران کے اور جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے۔''[©]

پرویزی مفہوم: چیلوں اور گدھوں کے جھنڈ (جو عام طور پراٹنکر کے ساتھ ساتھ اڑتے ہیں کیونکہ انھیں فطری طور پرمعلوم ہوتا ہے کہ انھیں بہت کی لاشیں کھانے کوملیں گی) ان کے سروں پر منڈلاتے ہوئے آگئے اوراس طرح تم نے دور سے بھانپ لیا کہ پہاڑ کے نیچے کوئی لشکر آرہا ہے، چنانچیتم نے پہاڑ پر چڑھ کران پر سخت پھراؤ کیا۔ ﴿

واہ واہ! کس قدر عجیب فہم ہے۔ نبی سائٹی کے دور میں بے شارجنگیں ہوئیں۔ چیلوں
اور گدھوں نے وہاں یہ فطری علم استعال نہیں کیا بلکہ کسی بھی تاریخی جنگ میں اس کاکوئی
ذکر نہیں ملتا۔ بفرض محال ایسا ہوا بھی ہے تو بھی یہ معجزہ ہوا۔ ﴿ یَسِوِیْنَیْ ﴾ ''اس مٹی کو کہتے
ہیں جوآ گ میں بک کر پھر بن جائے۔'' پرویز صاحب نے بھی لغات القرآن میں اس کا
معنی کنگر لکھا ہے [©] تو ایسے کنگر پہاڑوں کے اوپر کیسے ملتے ہیں، پھر ان کے مارنے سے
ہتی کئر لکھا ہے والے۔ (عقل تسلیم نہیں کرتی) پھر ﴿ تَرْمِیْهُمْ ﴿ مِین ' ترمی '' تو مؤنث کا
صیغہ ہے جس کا فاعل ابائیل کے علاوہ یہاں کوئی اور نہیں ہوسکتا جبکہ پرویز صاحب نے
اسے جمع نہ کرمخاطب کا صیغہ سمجھا۔ تعجب ہے الیی تفسیر یر!

11) واقعہ اسراء میں پرویز صاحب نے معجد اقعلی کا معنی مدینہ کی طرف کشادہ سرز مین کیا ہے اوراس واقعے کو جرت کے ساتھ منسلک کیا ہے۔ کیا کسی عربی لفت یا عجم کے عرف

[﴾] ﴿ الفيل 3:105. ﴿ تَفْسِيرِ القرآنُ ص: 1484. ﴿ لغات القرآنُ ص: 852.

میں یا یہود و نصاریٰ کے نزدیک معجد اقصیٰ سے مراد ' مدینہ کی طرف کشادہ سرزمین' آج تک بھی کسی نے سنا ہے؟ ایس تاویلات تو عقل مندوں کے نزدیک نہایت تعجب کی بات ہوتی ہیں۔

قرآن کریم میں ان کے علاوہ اور بھی نصوص ہیں جو مججزات پر ولالت کرتی ہیں۔ پر دیز صاحب نے ان سب میں تحریف کرکے اعجازی صورت ختم کردی بلکہ انھوں نے لکھا ہے: "رسول الله تَالَّيْمُ کو قرآن کے سوا کوئی معجزہ نہیں دیا گیا۔" **

ایمانیات میں ایک اہم رکن آخرت برایمان لانا ہے۔ ای لیے قرآن کریم میں

آ فرت پرایمان

الله تعالی پرایمان لانے کے ساتھ اکثر مقامات پر آخرت پرایمان لانے کا ذکر آتا ہے۔ قرآن کریم میں اس عقیدے کی تفصیلات میں درج ذیل آٹھ عنوانات ہیں:

آ فخی اولی: پہلی مرتبہ صور پھو کئے سے عالم دنیوی، آسان، زمین اور پہاڑ وغیرہ سب فنا ہوجا کیں گے جبکہ فخت ٹانیے، لیعنی دوسری مرتبہ صور پھو کئے سے مردے زندہ ہوکر قبروں سے باہر نکل آ کیں گے۔ اس کے متعلق بہت می آیات ہیں: (الأنعام 33،5، النمل طہ 20:20، الزمر 39:18، الحقاقة 69:18) اس میں فنا کا ذکر ہے (الکھف 81:99، طہ 20:20، النمل طہ 20:50، النمون 23:10، السرق منون 23:10، السرق کے حالات (الأنبیآء 20:51) اس میں لیت بعد الموت کا ذکر ہے۔ اس طرح آسان کے حالات (الأنبیآء 21:40، الفرقان العث بعد الموت کا ذکر ہے۔ اس طرح آسان کے حالات (الأنبیآء 21:40، الفرقان کے 25:25، الطور 25:25، الطور 25:25، الطور 25:25، الطور 25:25، الطور 25:25، السرق الدی کے حالات (الاکھف 41:18، الزمر 42:50) اس کے حالات (الکھف 41:18) اس کے متعلق اور بہت می آیات ہیں۔ پہاڑوں کے حالات: (الکھف 41:18)

ﷺ ﴿ مَعْوَبات ،سليم كَ نام خط: 36/3 اورتفير معارف القرآن: 731/4.

المزمل 73:73)

طُهُ 105:20 ، النمل 27: 88 ، الطور 10:52 ، الحاقة 14:69) ان كے علاوہ بھى بہت سى آيات ميں ان كا ذكر ہے۔

2 سوال، حساب، عرض اور وزن اعمال: سوال كم متعلق چند آيات: (الأعراف 6:7 الحجر 2:15 النحل 6:75 الأحزاب 5:31 -18)

حاب كم تعلق: (البقرة 284,202:2 أل عمران 199,19:3 المآئدة 4:5 . الأنعام 69,62,52:6)

عرض كم متعلق: (الكهف 48:48 ، الحاقة 69:48 ، هود 11:41 ، الشورى 45:42) وزن اعمال كم متعلق: (الأعراف 9,8:7 ، الأنبيآء 47:21 ، المؤمنون 103,102:23 ، القارعة 106:101)

ونيا مين اعمال كالكها جانا اور آخرت مين نامة اعمال كى تقسيم: اعمال لكه جانے كم متعلق آيات: (أن عمران 3: 181؛ النسآء 8: 81؛ 4، يونس 21:10، مريم 19: 79)
 نامة اعمال كى تقسيم: (بنى إسرآء يل 17: 13, 14 و 71؛ الكهف 49: 48؛ 10 الزمر 29: 39)
 انبياء، فرشتون اورمومنون كى شهادت متعلق آيات: (البقرة 23: 14، النسآء 141: 65؛ المقصص 75: 28، القصص 75: 28، القصص 75: 28

اثبان کے اعضاء کی شہاوت: (النور 24:24، یس 36:36، طم السجدة 20:41)

ا في جان يرشهاوت: (الأنعام 6:130، الأعراف 7:37)

آ نسبی تعلقات ختم ہونا، ایک دوسرے سے بھا گنا، دوستی اور بلا اذ ن شفاعت کا نہ ہونا: ان کا ذکر ان آیات میں ہے: (البقرة 2:84و123و 254 الأعراف 53:73)

الأنبيآء21:23 ؛ المؤمنون 23:101 ؛ الشعر آء 100:26 ؛ الزخرف 67:43 ؛ عبس 34:80)

وأ جنت، ابل جنت ، جهنم ، ابل جهنم اورآ خرت ك تفصيلي احوال: جنت اور ابل جنت: (البقرة 25:25 و 81 و 192؛ الرعد 35:15 و 151؛ النسآء 192؛ الرعد 35:13 و 151؛ النسآء 58:29؛ الرعد 35:13

جہنم اور اہل جہنم: (البقرة 2:92 و 81 و 217 ، أن عمران 3:16: ، المآئدة 72:5)

آخرت كے متعلق: (يونس 26:10 ، هود 21:23 ، الفرقان 24:25 ، يُسَ 55:36)

اہل جنت كا جنت ميں ہميشدر ہنے كا ذكر 40 مرتبداور اہل جہنم كا جہنم ميں ہميشدر ہنے كا ذكر 30 مرتبداور اہل جہنم كا جہنم ميں ہميشدر ہنے كا ذكر 30 مرتبد آيا ہے۔

آ قرآن کریم میں قیامت کے لیے 33 نام آئے ہیں۔ان میں سے ہرایک کے صفاتی نام ہونے پر ایمان لا نا فرض ہے جبکہ جنت کے لیے بارہ اور جہنم کے لیے آٹھ نام ہیں۔ یہ ساری چیزیں ایمانیات میں واخل ہیں۔

آخرت پر ایمان لانا فرض اور حصول جنت کا باعث ہے دیکھیں: (البقرة 2:26 و 177 ، أل عمر ان 3:43 الأنعام 92:6)

ا ثكارِ آخرت كفر اور بميشه كے ليے جہنم ميں داغلے كا باعث ہے: (النسآء 136:4، الأنعام 31:6، الأعراف 7:44، التوبة 29:9، النحل 22:16)

میں نے اضی آیات کریمہ پر تفصیلاً اپنی کتاب''الفرائد الربانیة'' میں روثنی ڈالی ہے۔ یہ آٹھوعنوانات اس لیے بیان کیے گئے ہیں کہ آخرت پر ایمان لانے میں بیساری چیزیں شامل ہیں۔ پس جو شخص میزان، حساب، جنت یا جہنم کا منکر ہوتو اس کا آخرت پر ایمان صحیح نہیں اور ایسے ہی لوگ منکرین حدیث ہیں، لہذا ان کا اس بارے میں عقیدہ جاننا ضروری ہے۔

جنت اورجہنم کے متعلق سرسید کے نظریات

سرسید لکھتے ہیں: ''تمام انسانوں میں، خواہ وہ سرد ملک کے رہنے والے ہوں یا گرم ملک کے، مکان کی آرانتگی وخوبی، باغ کی خوشنمائی، بہتے یانی کی دل ربائی، میووں کی تروتازگی سب کے دل ہر ایک عجیب کیفیت پیدا کرتی ہے۔ اس کے سواحسن، خوبصورتی سب سے زیادہ دل پر اثر کرنے والی چیز،خصوصًا جبکہ وہ انسان میں ہواوراس سے بھی زیادہ جبکہ وہ عورت میں ہو، پس جنت کی''قرۃ أعین'' کو ان کی فطری راحتوں کی کیفیات کی تثبیہ میں اور دوزخ کے مصائب کوآگ کے جلنے لہو و پیپ پلائے جانے اورتھو مرکھلائے جانے کی ممثیل میں بیان کیا ہے تا کدانسان کے دل میں بدخیال پیدا ہوکہ بڑی سے بڑی لذت وراحت یا سخت سے سخت عذاب وہاں موجود ہے اور در حقیقت جو لذت و راحت یا رنج و کلفت وہاں ہے ان کو اس سے کیچھ بھی مناسبت نہیں ہے۔ بیاتو صرف ایک اعلیٰ راحت وا حنظاظ یا رنج وکلفت کا خیال پیدا کرنے کواس پیرا یہ میں، جس میں انسان اعلیٰ سے اعلیٰ احتظاظ اور رنج کو خیال کرسکتا تھا، بیان کیا۔ یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کی پیدا ہوئی ہے، اس میں سنگ مرمر اور موتی کے جڑاؤمحل ہیں، باغ ہیں اور سرسبز درخت ہیں، دودھ ادر شراب کی نہریں بہرہی ہیں، ہرقتم کا میوہ کھانے کوموجود ہے، ساقی اور خادمین نہایت خوبصورت جا ندی کے کنگن سینے ہوئے، جو ہمارے ہاں کی گھوسیں پہنتی ہیں،شراب پلا رہے ہیں۔ایک جنتی حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے،ایک نے ران برسر دھرا ہے، دوسرا چھاتی ہے لپٹا ہوا ہے، ایک نے لب جان بخش کا (باایس ریش دُرَخش) بوسہ لیا ہے، کوئی کسی کو نے میں کچھ کررہا ہے، تو کوئی کسی کونے میں کچھ، (بید سب) بے ہودہ ہے، جس پر تعجب ہوتا ہے ،اگر بہشت یہی ہے تو بے مبالغہ ہمارے

﴿ ابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔

اس تحریراور مسخر واستہزا سے صریح معلوم ہوا کہ سرسید کے زدیک جنت اور جہنم کا کوئی خارجی وجود ہے نہ اس کی کوئی حقیقت ہے بلکہ جنت اور جہنم محض تخیلات کی دنیا کے دو مختلف پہلوؤں کے نام ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اضی آیات (جو جنت اور جہنم کے متعلق ہیں) کی نسبت دو مختلف دماغوں کے خیالات پرغور کرو ایک تربیت یافتہ دماغوں کے خیالات پرغور کرو ایک تربیت یافتہ دماغ متعلق ہیں) کی نسبت دو مختلف دماغوں کے خیالات پرغور کرو ایک تربیت یافتہ دون و اسرسید اس سے اپنے ہم خیال لوگ مراد لیتا ہے) خیال کرتا ہے کہ وعدہ، وعید، دوزخ و مرف اعلی درجے کی خوشی وراحت کوئیم انسانی کے لائق تشبیہ میں لانا ہے ہے۔ اور ایک کوئی مراد لیتا ہے جو قرآن کے الفاظ اور معنی کو اس کے الفاظ اور معنی کو اس کے الفاظ اور معنی کو اصرت بہت میں نہایت خوبصورت معانی کو اصل حقیقت پر سیجھتے ہیں) سیجھتا ہے کہ در حقیقت بہت میں نہایت خوبصورت ان گنت حوریں ملیس گی، شراہیں بئیں گے، میوے کھا کیں گے، دودھ و شہد کی ندیوں میں ان گنت حوریں ملیس گی، شراہیں بئیں گے، میوے کھا کیں گے، دودھ و شہد کی ندیوں میں رات اوامر کے بجالانے اور نواہی سے بینے کی کوشش کرتا ہے۔ ﴿

اس تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جوشخص ان آیات پر، جو جنت اور جہنم کی تفصیلات کے متعلق ہیں، ایمان لاتا ہے اور انھیں حقیقت سمجھتا ہے، وہ سرسید کے نزدیک کوڑ مغز اور شہوت پرست ہے۔ مثل مشہور ہے کہ دیوانے شخص کو صحح الدماغ لوگ بھی دیوانے معلوم ہوتے ہیں۔قرآن حکیم میں ہے کہ بے وقوف اور جاہل اہل عقل و دانش کو سفہاء (نادان، بے وقوف) سمجھتے ہیں۔ سرسید کے اس نظریے سے لازمی طور پر بی ثابت ہوتا ہے کہ گویا اللہ تعالی اور اس کے رسول منافیظ نے ان آیات کے ذریعے سے لوگوں کو ہوتا ہے کہ گویا اللہ تعالی اور اس کے رسول منافیظ نے ان آیات کے ذریعے سے لوگوں کو

تفسيرالقرآن:33/1. (2) تفسير القرآن:1/35

دھوکا دیا ہے (نعوذ باللہ) کہ حقیقت کچھ بھی نہیں، صرف خیالی جنت اور خیالی جہنم کے لیے انھیں اوامر ونواہی پڑمل کرنے کا حکم دیا۔

اس قتم کی بے ہودہ باتوں کے بعد ایسے لوگوں کے کافر ہونے میں کسی مسلمان کے نزدیک شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اب پرویز صاحب کے خیالات من لیں: اللہ تعالیٰ نے فرماہا:

﴿ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَا تِيَةً ﴿

''اور قیامت یقیناً آنے والی ہے۔''

ا پرویزی تفسیر: اس کی تفسیر یول کرتے ہیں: "جس انقلاب کے لیے تم جدوجهد کررہے ہووہ تو آکررہے گا۔"

پرویز صاحب کنزدیک السّاعة سے مرادانقلاب نظام ربوبیت ہے۔ تواس کے خیال کے مطابق ہرنی پرنظام ربوبیت نازل ہوتارہااور وہ آخر بیانقلاب برپا کر کے رہتے۔
﴿السّاعَةُ ﴾ کے اس مفہوم کے لیے کوئی قرین نہیں اور نہ ہی بیم فہوم کسی لغت میں ہے۔
اور انبیاء عَیْظ کو وی کے ذریعے سے دعوت الوہیت مع تو حیدر بوبیت دی گئی جیسا کہ فرمایا:
﴿وَمَا آَدُسُنُنَا مِنْ قَبُلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوجِی الیّنِهِ اَنَّهُ لَاۤ اِللّٰ اَنَّا
فَاعُبُدُونِ ۞

''اور ہم نے آپ سے قبل کوئی رسول نہیں بھیجا مگریہ کہ ہم نے اس کی طرف وحی تھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہذا میری ہی عبادت کرو۔'' کا

ربوہیت (نظام چلانے) کا عقیدہ اکثر مشرکین بھی رکھتے تھے کہ اللہ تعالی خالق اور

مدبرہے جبیہا کہ بہت ی آیات قرآنی اس پر دلالت کرتی ہیں۔ عصصصصص

 ^{(25:21} ق) الأنبيآء 25:21.

پرویز صاحب کے نزدیک قیامت کا مفہوم عام ہے جو ہرآن مسلمان پر طاری رہتی ہے، چنانچہ کہتے ہیں: مسلمان، قیامت کا مفہوم عام ہے جو ہرآن مسلمان پر طاری رہتی ہے، چنانچہ کہتے ہیں: مسلمان، قیامت بھی صرف (مانتا ہے) جو مرنے کے بعد آئے گی وہ اس قیامت ہے۔ اوراس جنت اور دوزخ سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا جو قدم قدم پراس کے سامنے ہے۔ نہ وہ اس میزان کودیکھتا ہے جس میں قوموں کے اعمالِ حیات ہرآن تلتے رہتے ہیں۔ ش

انھوں نے اس عبارت میں قیامت، جنت وجہنم اور میزان کے دنیا میں وجود کا نظریہ پیش کیا ہے مگر قرآن کریم کی اصطلاحات کو مدنظر نہیں رکھا۔ سلیم کے نام اکیسویں خط میں لکھتے ہیں: قرآن ماضی کی طرف نگاہ رکھنے کے بجائے ہمیشہ مستقبل کو سامنے رکھنے کی تاکید کرتا ہے، اس کا نام ایمان بالآخرت ہے اور ﴿ وَ بِالْلَاخِدَةِ هُمْدُ يُوْقِئُونَ ۞ ﴿ كَا كُلُو مُطَلِب ہے۔ ﴿ اَلَّا مُلِب ہے۔ ﴿ اَلَٰ مُطَلِب ہے۔ ﴿ اَلَٰ مُلِلُمُ مُطَلِب ہے۔ ﴿ اَلَٰ مُلِلُهُ مِنْ مُطَلِب ہے۔ ﴿ اَلَٰ مُلِلُمُ مُلَّالِ مُلَّالِ مُلْلِ مُلِلُمُ اِللَّهُ مُنَّالِ اِللَّهُ مُنْ اِللَّا مُنْ اِللَّهُ مُنْ اِللَّا مُنْ اِللَّا مُنْ اِللَّالِمُ اِللَّالِمُ اِللَّا اِللَّالِمُ اللَّالِمُ اِللَّالِمُ اِللَّالِمُ اِللَّالِمُ اِللَّالِمُ اِللَّالِمُ اِللَّالِمُ اِللَّالِمُ اِللَّالِمُ اِللَّالَٰ اِللَّالِمُ اِللَّالِمُ اِللَّالِمُ اِللَّالِمُ اِللَّالِمُ اِللَّالِمُ اِلْلَالِمُ اِللَّالِمِ اِللَّالِمُ اِللَّالِمُ اِللَّالِمُ اِللَّالْمُ اِلْمُ اِللَّالِمُ اللَّالِمُ اِللَّالِمُ اللَّالِمُ الْمُلِيْلِيْ اِللْمُ الْمُلِيْلِيْلِمُ اللَّالِمُ اللَّالْمُ اللَّالِمُ اللَّالْمُولِمُ اللَّالِمُ اللَّالِمُ اللَّالِمُ الْمُلْكِمُ الْمُلْلِمُ الْمُلْكِمُ اللَّال

میزانِ اعمال کے متعلق لکھا ہے: قرآن کہتا ہے کہ اب وہ دور سرمایہ داری گزر گیا۔ اب وہ زمانہ ربوبیت کا آرہا ہے جس میں انصاف کی روسے میزان کھڑی کی جائے گا۔ اس میزان کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی مزدور کی محنت میں کوئی کی نہیں کرسکے گا اور محنت کرنے والے کی محنت کا ذرہ ذرہ نتیجہ خیز ہوگا، اس کا حساب زمیندار یا سرمایہ دارنہیں کیا کرے گا کہ محنت کش کا حصہ کیا ہے اور اس کا حصہ کتنا۔ ®

پرویزیت کے حامی بتلائیں کہ قرآن کریم میں بیمعنی ومفہوم کس آیت اور کون سی سورت میں ہے؟ ان کے نزدیک اعمال کا تول اور حساب کتاب نظام ربوبیت کے دن ہوگا اور اس دن حساب صرف مزدور اور سرمایہ دار کا لیا جائے گا باقی کسی کا کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔

⁽ قرآنى فيلم، ص:332. (البقرة 4:2. (مكتوبات: 124/2. (فظام ربوبيت، ص: 256.

ای طرح پرویز صاحب کے نزدیک یوم الحشر کی حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تمام نوع انسان (ذاتی مفاد کے پیچھے بھا گئے کے بجائے) خدا کی ربوبیت عامہ کے قیام کے لیے اٹھ کھڑی ہوگا۔ ان کے ہاں ﴿ یَوْمَ یَقُوْمُ النّاسُ لِربِّ الْعَلَمِینَ ۞ ﴿ ' جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑ ہے جول گے۔' گ کی یہی تفییر ہے، حالانکہ اس آیت سے بہلے ﴿ اَلْهُوهُ مَنْ بُعُودُونُ نَ وَلِيَعُومِ عَظِيْمِهِ ۞ ﴿ ' بلاشبہ وہ بہت بڑے دن کے لیے اٹھائے بہلے ﴿ اَلَّهُ مُنْ بُعُودُونُ نَ وَلِيَعُ مِن وَلِيل ہے کہ قیام بعث بعد الموت کے بعد ہوگا لیکن پرویز صاحب بہت کی آیات کو ہڑ پ کر لیتے ہیں۔

ای طرح پرویز صاحب کے نزدیک آخرت کی کامیابی کا معیار صرف دنیا کی خوش حالی ہے۔
جب اللہ تعالی کے نزدیک آخرت کی کامیابی ،ایمان اور عمل صالح پرموقوف ہے۔
بہت ی قرآنی آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔

غلام احمد پرویز کے نزدیک جنت اور جہنم کامفہوم

سلیم کے نام گیارہویں خط ،ص:159 میں لکھا ہے: ''جس طرح مسلمانوں نے اللہ تعالی کوعرش پر بٹھا رکھا ہے، ای طرح انھوں نے جنت کو بھی دوسری دنیا کے ساتھ مختص کررکھا ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جنت اور دوزخ ای دنیا سے شروع ہوجاتے ہیں۔' دوسری جگہ لکھتے ہیں: ﴿ فَسُونَ تَعْلَمُونَ ﴾ میں یہ نہیں کہا گیا کہ قیامت میں جاکر دکھے لینا کہ کون جنت میں جاتا ہے اور کون جہنم میں۔ کہا یہ گیا ہے کہ ذرا تو قف کرو ہمارا پروگرام پورا ہولینے دوتم ابھی دکھے لو گے کہ جنت کس کے جھے میں آتی ہے۔ ﴿

^{**} المطففين 6:83. (1) المطففين 5,4:83. (1) نظام ربوبيت، ص:193. (1) نظام ربوبيت، من 193. (1) نظام ربوبيت، من 218.

ینظربہ سراسر قرآنی آیات کے خلاف ہے۔

ای طرح ایک جگد کلھتے ہیں:''بہر حال مرنے کے بعد جنت اور جہنم مقامات نہیں ہیں بلکہ انسانی ذات کی کیفیات ہیں۔''[®]

نوٹ: ہم نے باب اول میں قرآن کریم کے متعلق آٹھ عقیدے بیان کیے ہیں اور سے واضح کیا ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات کیا ہیں اور منکرین حدیث سرسیداور پرویز صاحبان کا عقیدہ کیا ہے۔ یہ فرق ظاہر کر کے واضح کیا ہے کہ منکرین حدیث خصوصًا پرویز صاحب قرآن کریم پر بھی وہ ایمان نہیں رکھتے جو قرآن کریم کا مطلوب ہے۔ اس قتم کی قطعی آیات میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے، لہذا وہ جالل لوگ جو پرویز صاحب کی کتابول کی تعلیمات سے متاثر ہور ہے ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن کریم کا مطالعہ پرویز صاحب کی تعلیمات کی تعلیمات کے مینک سے نہ کریں بلکہ وہ عربی لغت، محاورہ عرب، نبی سُالیم کی تعلیمات اور صحابہ کرام کے فہم کی روشنی میں کریں۔ یہی صراط متنقیم ہے جو انسان کے لیے دنیوی اور اخروی زندگی میں کامیا بی حاصل کرنے کا ذرایعہ ہے۔ فرمایا:

﴿ وَاَنَّ هٰنَا صِرَاطِي مُسْتَقِيْمًا فَأَتَّبِعُوهٌ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهِ ﴾

''اور بے شک یہ ہے میری راہ جوسیدھی ہے، لہذا ای پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو کہ بیرا ہیںتم کو اس راہ سے جدا کردیں گی۔''[®]

لغات القرآن: 449/1. (2) الأنعام 153:6.

اباب 2

محمد رسول الله مَثَالِيَّا مِي ايمان معمد رسول الله مَثَالِيَّا مِي إيمان معمد معمد معمد معمد معمد معمد معمد م

بید مسئلہ اگر چہ ایمان بالقرآن میں داخل ہے اور ایمانیات قرآنیہ کا خاص رکن ہے لیکن دو وجوہ کی بنا پر ہم اسے مستقل باب میں بیان کرنا چاہتے ہیں۔

اس کتاب کا اصل مقصد ہے) کی اساس اس کتاب کا اصل مقصد ہے) کی اساس اسلامیں اسلامیں

■ ایمانیات کا اصل منبع ایمان بالرسول ہے کیونکہ جو شخص محمد تَالِیُمُ کو رسول نہیں مانتا وہ اللہ تعالیٰ کی تو حید اور قرآن کریم میں ندکورہ اعتقادات کیسے اور کہاں سے حاصل کرسکتا ہے۔

ایمان بالرسول کا مطلب میہ ہے کہ اس کی تمام صفات (جو اثباتاً یا نفیاً مذکور ہیں) کو ماننا فرض ہے۔ ان میں سے کسی ایک صفت کا انکار یا غلط تاویل کرنا کفر ہے۔ پرویز صاحب کے نزدیک رسالت محمد میں پر ایمان سے مقصود اس کتاب پر ایمان لانا ہے جو محمد میں لائلے کی وساطت سے امت کو کمی۔ (*)

پرویز صاحب کی نظر میں رسول الله طَلْقُلُ زیادہ سے زیادہ ایک ملّغ کی حیثیت سے تشریف لائے، قرآن پاک امت کے حوالے کیا اور دنیا سے تشریف لے گئے تو پھر آپ کی عملی زندگی جواسوہ حسنہ ہے، وہ کہاں گئی؟ اب ہم قرآن کریم سے محمد طَالَیٰ کی حیثیت،

فردوس مم گشته ، من : 383.

شان اور صفات بیان کرتے ہیں تا کہ پرویز کے مقلدین کو معلوم ہوجائے کہ ایمان بالرسول کے متعلق ان کا دعویٰ زبانی جمع خرچ کے سوا پچھنیں۔

پېلى صفت رسالت اور نبوت

تمام انبیاء پیتی اور رسولوں پر ایمان لا نا فرض ہے۔ان پر ایمان کے متعلق قر آن کریم میں امر کا صیغہ استعال ہوا ہے،اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَأُمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُواْ فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيْمٌ ۞

''لیں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اوراگر ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کروگے تو شخصیں بڑا اجر ملے گا۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ فَأَمِنُوا بِاللهِ وَرُسُلِهِ ﴾

''تم الله تعالی اور اس کے رسولوں پر ایمان لا ؤ۔''[®]

ان آیات مبارکہ میں تمام رسولوں پرایمان لانے کا حکم ہے کیکن اس وقت مقصد صرف آخری رسول پر ایمان لانے کی فرضیت بیان کرنا ہے۔ قر آن کریم میں آپ مُلَّاثِیْم پر ایمان لانے کے لیے سات مرتبہ امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿ يَايَّهُا الَّذِيْنَ امَنُوْآ امِنُوا بِاللهِ وَ رَسُولِهِ

''اے ایمان والو! الله اوراس کے رسول پر ایمان لاؤ۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ قَلُ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَأَمِنُوا خَيْرًا تَّكُمْ ﴾

أل عمران 3:9:3. (2) النسآء 4:171. (3) النسآء 4:136.

''رسول تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے حق لے کر آچکے، پس تم ایمان لے آؤ، بیتمھارے لیے بہتر ہوگا۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَ رَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأَرْقِيُّ ﴾

''پس الله اوراس کے رسول، نبی امی پر ایمان لا وُ۔''®

نيز فرمايا:

﴿ يَقُوْمَنَّا آجِينُهُوا دَاعِيَ اللهِ وَ أَمِنُوا بِهِ

"اے ہاری قوم! اللہ کی طرف وعوت دینے والے (نبی) کی وعوت قبول کرو اوراس پرائیان لاؤ۔ "

نيز فرمايا:

﴿ امِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَ انْفِقُوا مِمًّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخُلَفِيْنَ فِيهِ

"مم الله اوراس كے رسول بر ايمان لاؤ اوراس مال ميں سے جس كا اس نے مصيل جانشين بنايا ہے، خرج كرو،"

نيز فرمايا:

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاٰمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفُلَيْنِ مِنَ رَّحْمَتِهِ

''اللہ ہے ڈرو اوراس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ وہ اپنی رحمت سے مسمیں دگنا اجردےگا۔''®

نيز فرمايا:

-28:57

﴿ فَاٰمِنُواْ بِاللَّهِ وَ رَسُولِهِ وَالنُّوْرِ الَّذِينَّ ٱنْزَلْنَا ﴾

''پس اللہ، اس کے رسول اوراس نور پر جوہم نے نازل کیا ہے۔ ایمان لاؤ۔'' گ ان سات آیات میں سے پہلی آیت میں منافقین کو خالص ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے، دوسری، تیسری اور چھٹی آیت میں اہل کتاب (یبود و نصاری) کو دعوت ہے۔ چوشی آیت میں جنات کی زبان سے اپنے ہم جنسوں کو ایمان لانے کی دعوت ہے جبکہ پانچویں اور ساتویں آیت میں ایمان بالرسول کی طرف عام دعوت ہے۔ اوران ساتوں آتیوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ ٹاٹیٹی کی صفت رسالت اور صفت نبوت کا ذکر فرمایا ہے۔

رسول ادر نبی کامعنی

رسول اور نبی میں لغت کے لحاظ سے بدفرق ہے کہ رسالت کا معنی پیغام پہنچانا اور نبوت ''نبوت'' سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے: نبوت ''نبوت '' سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے: رفعتِ شان۔ رسول اور نبی میں بعض نے اس لحاظ سے فرق بیان کیا ہے کہ جس کو مستقل کتاب اور شریعت دی گئی ہو وہ رسول ہے جبکہ نبی عام ہے، خواہ اس کو مستقل کتاب یا شریعت ملی ہویا نہ ملی ہولیکن اس کی طرف وجی الہی آتی ہو، لہذا ہر رسول نبی ہے، جبکہ ہر نبی رسول نبیں۔

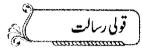
ا را بح قول: لیکن صحیح یہ ہے کہ شرعی طور پر ہر رسول نبی ہوتا ہے اور ہر نبی رسول ہوتا ہے اور ہر نبی رسول ہوتا ہے، صرف اعتباری فرق ہے کہ اللہ کی طرف نسبت ہوتو رسول، لینی اللہ تعالیٰ کا پیغام لانے والا اور بندوں کی طرف نسبت ہوتو نبی، یعنی بندوں کو خبر دینے والا۔ اس لیے سور کا مریم میں موسیٰ اور عیسیٰ علیہ کے لیے رسول اور نبی دونوں صفات بیان کی گئی ہیں اور ہمارے نبی، خاتم النبیین مالیہ کی صفت میں بھی رسول اور نبی دونوں صفات جمع کی گئی ہیں۔

⁽i) التغابن 8:64.

رسول کے شرق معنی میں خصوصیت یہ ہے کہ رسالت کی دوقتمیں ہیں:

- قولی رسالت: یعنی اتوال، کلمات اور الفاظ کا پیغام دینا اور پہنچانا۔
- ② فعلی اور عملی رسالت: یعنی افعال اور کیفیات اعمال کاعملی پیغام دینا۔

ا یمان بالرسالت میں بید دونوں (قولی اور فعلی وعملی رسالت کے) معانی شامل ہیں۔



تولی رسالت کے لیے قرآنی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں 329 مرتبہ لفظ ''قُلْ '' سے آپ کو مخاطب فرمایا ہے، جس کا معنی ہے: فرما دیجے، یعنی یہ پیغام قولی طریقے سے پہنچا دیں۔ اس پیغام میں رسول کی امانت داری اصل صفت ہے، البذا وہ اس بات کی نبیت اپنی طرف بیت کہ میں یہ بات اپنی طرف بات کی نبیت اپنی طرف بیت کہ میں یہ بات اپنی طرف سے کرتا ہوں، البذا رسول کا سارا کلام وحی پر بنی ہوتا ہے اور رسول اور وکیل میں یہی فرق ہے۔ رسول صرف مرسل (جیمنے والے) کا پیغام پہنچا تا ہے، اس پیغام کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا ہے، اس پیغام کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا ہے، البذاعقود (معاہدوں) وغیرہ میں جو وکیل ہوتا ہے حقوق کی ذمہ داری ای پر عائد ہوتی ہے، جبکہ رسول پر حقوق کی ذمہ داری نہیں عائد ہوتی ہے، جبکہ رسول پر حقوق کی ذمہ داری نہیں عائد ہوتی ہے، جبکہ رسول پر حقوق کی ذمہ داری نہیں عائد ہوتی ہے، جبکہ رسول پر حقوق کی ذمہ داری نہیں عائد ہوتی ہے نہیہ رسول بر حقوق کی ذمہ داری نہیں عائد ہوتی ، اس لیے اللہ تعالی نے اپنے رسول مگا گئی سے فرمایا:

﴿ وَمَّا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۞

''اورآپ ان کے ذیے دار نہیں ۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَلا تُسْئَلُ عَنُ آصَحٰبِ الْجَحِيْمِ ٥

ۍ کې الأنعام 6:107.

'' آپ سے جہنمیوں کے بارے میں کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔''[®]

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ طَالَیْمُ کی قولی احادیث اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی پر بنی ہیں جس کا نام وحیِ خفی یا وحیِ غیر مثلو ہے۔ اگر احادیثِ رسول کو وحی سے متنتیٰ کیا جائے جیسا کہ پرویزی نظریہ ہے تو اس سے رسول کو خیانت کی طرف منسوب کرنا لازم آئے گا، (العیاذ باللہ) یا بیدلازم آئے گا کہ جس وقت نبی طَالِیْمُ احادیث بیان کررہے تھے اس وقت ان سے صفت رسالت منقطع ہوگئ تھی، العیاذ باللہ۔

فعلی اورغملی رسالت

اس کا مقصد میہ ہے کہ اللہ تعالی نے رسولوں کو اور خصوصًا آخری رسول مَنْ اللّٰهِ کو بہت ہے اعمال کے متعلق بھی وحی کی کہ فلاں فلال عمل کرتے رہو، لہذا انھوں نے اس کی لازمی پابندی کی ۔ ان اعمال کا تذکرہ اوران کے کرنے کا طریقہ قرآن کریم میں بالنفصیل موجود نہیں، اس کی تفصیل احادیث سے ملتی ہے۔ اگر اسے وحی نہ کہا جائے تو پھر جب رسول اللہ منافی آپ منافی ان پرعمل کر رہے تھے تو کیا اس وقت آپ منافی اس سے صفت رسالت ختم ہوگئی تھی ؟ اس کے متعلق چند آیات ملاحظہ فرما کمیں، فرمان الہی ہے:

﴿ وَلَقَلْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُلُ واللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاعُوْتَ ﴾ " " " " م نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ (وہ دعوت دیں کہ اے لوگو!)الله کی عبادت کرواور طاغوت سے اجتناب کرو۔' " عبادت کرواور طاغوت سے اجتناب کرو۔' "

نيز فرمايا:

﴿ وَمَا ٓ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبُلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْجِئَ اِلَيْهِ اَتَّةُ لَاَ اِللهَ اِلَّا اَنَا قَاعْبُدُونِ ۞ ﴾

البقرة 2:119. (2) النحل 36:16.

''اور ہم نے آپ سے قبل کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی بھیجتے تھے کہ میرے سواکوئی معبود برحق نہیں، لہذاتم میری ہی عبادت کرو۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ يَاكِتُهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّباتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ﴾

"اے رسولو! پا کیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔"[©]

نيز فرمايا:

﴿ إِنَّهَا آمُورُتُ آنَ آعُبُنَ رَبُّ هٰذِهِ الْبَلْنَةِ ﴿

'' مجھے تو صرف یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَأَنْ أَتُلُوا الْقُرُانَ }

''اور په که ميں قر آن کی تلاوت کروں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ يَاكِيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَاۤ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنُ رَّبِّكَ ﴾

"اے رسول! آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف جو کچھ نازل کیا گیا ہے،اسے پنچا و بچے۔"

نيز فرمايا:

﴿ يَا يُنُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللهَ وَلا تُطِعِ الْكَفِرِينَ وَالْمُنْفِقِينَ ﴾

''اے نبی!اللہ سے ڈرتے رہیے، نیز کا فروں اور منافقوں کی بات نہ مانیں۔''[®]

الأنبيا -25:21. (١٤ المؤمنون 51:23) (١٤ النمل 91:27) (١٤ النمل 92:27). (١٤ المآئدة ما الأحزاب 1:33).

نيز فرمايا:

﴿ وَّاتَّبِعُ مَا يُوْخَى إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴾

''اور آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف جو وحی کیا جاتا ہے اس کی ابتاع کریں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ أَثُلُ مَا أُوْمِي إِلَيْكَ مِنَ الْكِتْبِ وَ آقِمِ الصَّلَوةَ ﴾

''جو کتاب آپ کی طرف وحی کی گئی ہےاہے پڑھا کریں اور نماز کی پابندی کریں۔''[©] نیز فر مایا:

﴿ يَا يَنُهُا الْمُزَّمِّلُ وَقُوم الَّيْلَ الِآقَلِيْلَا وَنِصْفَهَ اَوِ الْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلَا وَوْ ذِهُ عَلَيْهِ وَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلُ اللَّهُ عَلَيْلًا وَالْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا وَأَوْ ذِهُ عَلَيْهِ وَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَكَيْهِ وَ اللَّهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَاللَّهِ اللَّهُ وَاللَّهِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاللَّهِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاللَّهِ اللَّهِ عَلَيْهِ اللَّهُ وَاللَّهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَاللَّهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَاللَّهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَاللَّهُ اللَّهُ عَلَيْهُ وَاللَّهُ اللَّهُ اللَّلَا اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّالِي اللَّهُ الللللَّا اللَّالِمُ اللَّلِي اللَّهُ اللَّلْمُ اللَّالِي الْمُعْلِمُ اللَّالِمُ الللَّا ال

نيز فرمايا:

﴿ يَا يَتُهَا الْمُكَاثِّرُ ۞ قُمْ فَانْذِرْ ۞ وَرَبَّكَ فَكَيِّرْ ۞ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرُ ۞ وَالرُّجُزَ فَاهْجُرُ ۞ وَلا تَمُنُنُ تَسُتَكُمْثِرُ ۞ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرُ ۞

''اے لحاف میں لیٹنے والے! اٹھو اور (لوگوں کو اللہ کے عذاب سے) ڈراؤ اور اپنے رہا کہ اللہ کے عذاب سے) ڈراؤ اور ا اپنے رب کی عظمت بیان کرو، اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو، اور نجاست سے دور

رہواوراس نیت سے نہ دو کہ زیادہ کے طالب رہواوراپنے رب کے لیے صبر کرو۔''[®]

ان کے علاوہ اور بھی بہت می آیات ہیں جن میں اعمال کا ذکر ہے۔ ان ہی آیات کریمہ میں رسولوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے کا تھم بھی ہے اور اس (بندگی ہی) میں قلبی ، لسانی، بدنی اور مالی، ہرفتم کی عبادت شامل ہے۔ ان آیات میں یا کیزہ چزیں کھانے، تلاوت کرنے، تبلیغ اور دعوت کا کام کرنے، توکل و تقویٰ اختیار كرنے، اقامت صلاة، قيام الليل، تشهر تشهر كر قرآن يڑھنے، الله تعالى كا ذكر كرنے، سب سے تعلق توڑ کر اس کا ہور ہے، اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرنے ، کپڑے پاک رکھنے، ہرقتم کی نجاست سے اجتناب کرنے اور صبر کرنے کا تھم ہے۔ یہ سارے اعمال ہیں (ان کے علاوہ اور بھی اعمال ہیں جن کا تذکرہ ہم صفات رسول میں بیان کریں گے۔) اگر رسول اللہ نگائی ہے اعمال بجالائے ہیں اور یقیناً بجالائے ہیں تو ان کی كيفيت، ببيئت ، اوقات اورمقدار وغيره ضرور آپ سےمنقول بيں ليكن وه قر آن كريم میں مٰدکور نہیں بلکہ ان کا ذکر احادیث میں ہے۔ ان احادیثِ اعمال کو ماننا ان کی رسالت کو ما نناہے اوران ہے ا نکار ان کی رسالت سے ا نکار ہے۔ پرویز ی مکتب فکر کی اندھا دھند تقلید کرنے والے تو رسول کو صرف ایک ڈاکیے کی حیثیت سے ویکھتے ہیں کہ ڈاک پہنچائی اور پھراینے کام میں لگ گئے۔ ڈاک پہنچانے کے سوا دوسرے اوقات میں اسے ڈا کیانہیں کہا جا سکتا ۔معلوم ہوا ان کی عقل و دانش پر جہل اور تعصب کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ اینے آپ کواہل قر آن کہتے ہیں جبکہ وہ سرے سے قرآن کو بچھتے ہی نہیں ۔

نبي مَالِينِمْ كي صفت تبليغ بقليم اورتز كبيه

الله تعالى نے حضرت ابراہیم علیا کی دعانقل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثُ فِيهُمُ رَسُولًا مِنْهُمُ يَتَلُوا عَلَيْهِمُ الْيَتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُرْكِينُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّينُهُمُ الْكِتٰبَ

"اے ہمارے رب! اضی میں ہے ان میں ایک رسول مبعوث فرما جو ان کو تیری آیات سنائے، انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم وے اور ان کا تزکیه کرے۔"

میر آیت ابراہیم علیا کی دعا ہے اور اس دعا کی قبولیت کا تین آینوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ البقرة 151:2، آل عمر ان 164:3، الجمعة 2:62.

ان جارآیات میں نبی مُنافیاً کی تین صفات کا ذکر کیا گیا ہے:

﴿ مَلِغُ اعظم: آپ کاتبلیغی نصاب قِرآن کریم کی آیات ہیں۔اس کی تائید متعدد آیات کرتی ہیں۔فرمایا:

﴿ وَاتُلُ مَا أَوْجِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ﴾

''اوراپنے رب کی کتاب سے جوآپ کی طرف وحی کی گئی ہے پڑھتے رہا کریں۔''[®] دوسری جگہ فرمایا:

﴿ لِتَتْلُواْ عَلَيْهِمُ الَّذِئَ ٱوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ ﴾

'' تا کہ آپ انھیں پڑھ کرسنا ئیں جوہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے۔'[®] قاعدہ: جب حرف جر''علیٰ'' فعل'' تلاوت'' کامتعلق ہوتو پھر اس کا مطلب ہوتا ہے: دوسروں کو سنانا اور اس کا مقصد دعوت الی القرآن ہوتا ہے۔

القرة 129:2. (2) الكهف 21:18. (3) الرعد 30:13.

﴿ معلّم اعظم: اس کے لیے آپ کا تعلیمی نصاب قرآن کریم اور احادیث ہیں۔
﴿ لفظ حکمت کی تحقیق: بیلفظ قانون عربی میں مصدر ہے تکم یا احکام سے ماخوذ ہے۔ بیہ
لفظ قول اور علم وعمل میں استحکام کے لیے بولا جاتا ہے۔قرآن کریم میں بیلفظ ہیں مرتبہ
استعال کیا گیا ہے۔ اکثر جگہ پر لفظ ' کتاب' کے بعد لفظ ' حکمت' آیا ہے۔سورہ
احزاب 34:33 میں ﴿ ایْتِ اللّٰهِ ﴾ کے بعد لفظ ﴿ وَالْحِلْمَةِ ﴾ آیا ہے اور ﴿ مَا یُتُنْ اُ ﴾ کے
تحت ذکر ہے۔سورہ بقرہ میں فرمایا:

﴿ وَمَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُهُ مِّنَ الْكِتْبِ وَالْحِكُمَةِ ﴾ "اور جواس نے تم یر کتاب اور حکمت نازل کی۔"

اسی طرح فرمایا:

﴿ اتَيْتُكُمْ مِنْ كِتْبٍ وَحِكْمَةٍ ا

''میں شہیں کتاب اور حکمت عطا کروں۔''[®] .

نيز فرمايا:

﴿ وَٱنْزَلَ اللهُ عَلَيْكَ الْكِتْبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾

''اوراللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی۔'[®]

ان آیات سے دو باتیں واضح ہوکیں:

اللہ تھی کتاب کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

[2] حکمت کتاب اللہ سے ماسوا ہے کیونکہ حکمت کا کتاب اللہ پرعطف آیا ہے اورعطف اصل میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغامرت، لیعنی فرق کرنے کے لیے استعال ہوتا ہے اگر جہ مغامرت جزوی ہو۔

@ البقرة 231:2. ② أل عمرُن 81:3. ③ النسآء 113:3.

ابو حیان نے حکمت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے 29 اقوال نقل کیے ہیں اور ان سب
اقوال کا مرجع ایک ہی ہے اور وہ ہے اسرارِ قرآن کا فہم، جس کی لفظ سنت کے ساتھ تعبیر کی
جاتی ہے کیونکہ قرآن کریم میں عام طور پر ظاہری احکام اور اصولی امور کا ذکر ہوتا ہے اور
احادیث میں جزئیات، فروع، کیفیات اور اسرار و دقائق کا ذکر ہوتا ہے۔ اس وجہ سے امام
شافعی ڈٹلٹنے نے اپنی کتاب 'الرسالۂ' میں نقل فرمایا ہے کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ حکمت
سے مراد نبی مَن اللّٰ اللّٰ کی سنت ہے۔

غلام احمد پرویز نے حکمت سے عین قرآن مرادلیا ہے اور بھی عقل، حالا نکہ حکمت سے بید دونوں معانی مراد لینا غلط ہے کیونکہ عقل اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے نہ وہ انبیاء ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے، جب ثابت ہُوا کہ 'دحکمت' سے مرادسنت ہے تو اس سے داضح ہوا کہ احادیث بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔ اس کا تفصیلی ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

﴿ مرشداً عظم: نبی عَلَیْمُ کی تیسری صفت مرشد ہے، یعنی آپ تزکیہ کرنے والے ہیں۔
آیات کی تلاوت اور کتاب وسنت کی تعلیم کے بعد تزکیہ کا مقام ہے اور تزکیہ کتاب وسنت

پمل کرنے، اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق استوار کرنے اور ول کو غیر اللہ

کے افکار سے خالی کرنے سے ہوتا ہے، یہ ساری راہ نمائی احادیث سے ملتی ہے۔ نبی

کریم مَن اللہ نے صحابہ کرام وَی اللہ کو عبادات، معاملات، اخلا قیات، ذکر و اذکار اور حکمر انی

کے طریقے عملی طور پر سکھائے۔ اگر نبی سُل الیہ کی صرف یبی ذمہ داری تھی کہ آپ نے اللہ

تعالیٰ کی کتاب امت کے حوالے کرنی تھی، جیسا کہ 'جناب' غلام احمد پرویز کا زعم باطل

ہے تو پھر تعلیم و تربیت اور تزکیے کا فریضہ ادا کرناکس کی ذمہ داری تھی؟

نی مُلْقُطُ مُبیّن ، یعنی بیان کرنے والے ہیں

الله تعالى في فرمايا:

﴿ وَٱنْزَلْنَا ٓ اِللَّهُ اللَّهُ كُو لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَّهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ

"اور ہم نے تیری طرف بیدذ کر اتارا، تا کہ آپ لوگوں کے لیے خوب واضح کریں جو پھوان کی طرف نازل کیا گیا اور تا کہ وہ غور وفکر کریں۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَا ٓ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتْبَ الاَّ لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيْهِ ﴿

"اور ہم نے آپ پر کتاب صرف اس لیے نازل کی ہے تا کہ آپ ان لوگوں کے لیے وہ چیزیں واضح کردیں جن میں انھوں نے اختلاف کیا۔"

تبیان: کسی چیز کی زیادہ وضاحت اور تشریح کے لیے لفظ' تبیان' جبکہ وضاحت کے لیے لفظ' بیان' استعال ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فر مایا:

﴿ وَإِذْ اَخَنَ اللَّهُ مِيْثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتْبَ لَتُبَيِّنُنَّكُ لِلنَّاسِ وَلَا تُكُتُّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تُكْتُهُونَكُ ﴾ تَكْتُهُونَكُ ﴾

''جب الله نے ان لوگوں ہے، جواہل کتاب ہیں، بیعبدلیا تھا کہتم اسے لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرو گے اور اسے ہر گرنہیں چھیاؤ گے۔''®

اس سے داضح ہوا کہ نبی سُلِیْمُ کا کام صرف کتاب کی تلاوت کرنا ہی نہیں تھا بلکہ اس کی تلاوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ اس کی وضاحت کرنا بھی آپ کی ذمہ داری تھی۔ اوراس کتاب کی وضاحت و تشریح احادیث کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کی تفصیل اور مثالیں ان شاء اللہ اس کتاب کے چوتھے باب میں آئیں گی۔

النحل 44:16. (3) النحل 64:16. (3) أل عمر ن 187:3.

اس بحث سے یہ واضح ہوا کہ صحح وسن احادیث قرآن کی شرح ہیں، موضوع وضعیف نہیں۔ اس سلسلے میں خبر واحد کی بھی اتنی ہی اہمیت ہے جنتی خبر مشہور کی ہے۔ مفردات قرآن یا اس کے جملوں کی تفییر، توجیہ بخصیص یا تقیید احادیث کے ذریعے سے کرنے پر امت کا اتفاق ہے۔ ائمہ اربعہ اور دوسرے ائمہ محدثین نے تصریح کی ہے کہ صحیح خبر واحد سے کتاب اللہ کی شخصیص، تقیید اور تفییر کرنا صحح اور برق ہے۔ ائمہ کا اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اگر کسی نے اختلاف و کر کیا ہے تو وہ صحیح نہیں۔ اس کی عقلی ولیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سی ای اختلاف و کر کیا ہے تو وہ صحیح نہیں۔ اس کی عقلی ولیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سی ایش کرسکتا۔ اقامتِ صلاق مضابِ زکاق ، روزے کے احکام، نی اسیب حج وعمرہ ، آ دابِ جہاد، نکاح وطلاق اور تجارت وغیرہ کے تمام احکام و مسائل کی تشریخ اور وضاحت صحیح احادیث میں موجود ہے۔ اس کی نقلی دلیل سے ہے کہ قرآن و تی الہی تشریخ احادیث میں موجود ہے۔ اس کی نقلی دلیل سے ہے کہ قرآن و تی الہی جب تو احادیث بھی و تی الہی ہیں۔ اس کتاب کے چھٹے باب میں ان شاء اللہ مزید وضاحت کی جائے گی۔

نبی مُلافِیْرٌ حاکم وقاضی بیں

قرآن کریم میں واضح طور پر موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نزول کے ساتھ اپنے نبی شائیٹی کوفیصل اور حَکم (فیصلہ کرنے والے) کی شان بھی عطا فرمائی ہے۔ جبکہ مبلغ کو بیہ اختیار نہیں ہوتا، لہذا رسول اللہ شائیٹیئے کے وصف رسالت میں آپ کا حاکم وفیصل ہونا بھی شامل ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ آنْزَلْنَا ٓ إِلَيْكَ الْكِتْبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمُ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا آرلنكَ اللَّهُ ﴾ ""ہم نے حق وصدافت كے ساتھ آپ كى طرف كتاب نازل فرمائى، تاكماللہ نے آپ کو جوسید هی راه دکھائی ہے آپ اس کے مطابق لوگوں میں فیصلہ کریں۔''[®] نیز فر مایا:

﴿ فَاحُكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا آنْزَلَ اللَّهُ ﴿

"(اے نی!) آپ ان لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جواللہ نے (آپ پر) نازل کیا ہے۔ " (اُپ پر) نازل کیا ہے۔ "

نيز فرمايا:

وَانِ اخْلُمْ بَيْنَهُمْ بِمِنَّا أَنْزَلَ اللَّهُ

''اوریه که آپ اس کے مطابق ان میں فیصلہ کریں جواللہ نے نازل کیا ہے۔''[®] اور فرمایا:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّرَ لَا يَجِدُوا فِيَ ٱنْفُسِهِمْ حَرَجًا قِبَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّبُوا تَسْلِيبًا ۞﴾

''پی قتم ہے تمھاے رب کی! بیلوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے، جب تک اپنے تمام بھڑوں میں آپ کو حاکم نہ بنالیں، پھراپنے دلوں میں آپ کے فیصلے کے بارے میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور (آپ کے فیصلے کو) پوری طرح

سليم کرليں۔''[®]

ان آیاتِ کریمہ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ نبی مُثَاثِیْ ارسالت کے ساتھ فیصلے کرنے پر بھی مامور تھے۔ جسے حاکم اور قاضی کہا جاتا ہے، البتہ فیصلہ کرنے کے لیے ﴿ بِسَآ آنْوَلَ اللّٰهُ ﴾ "جواللہ نے نازل کیا ہے" کی شرط عائد کی ہے جوقر آن و حدیث کو محیط ہے بلکہ پہلی آیت میں ﴿ بِسَاۤ آرٰدِکَ اللّٰہُ ﴾ "(اوراس کے مطابق فیصلہ کریں) جسے اللہ نے آپ کو

النسآء 105:4. (١٤) المآئدة 48:5. (١٤) المآئدة 49:5. (١٤) النسآء 65:4.

دکھایا ہے۔''کا ذکر کیا تو کتاب اللہ کے علاوہ ﴿ بِمِمَّ آدُلْکَ اللّٰهُ ﴾ سے مراد حدیث ہے، جبکہ آخری آیت میں تو رسول اللہ عَلِیْمُ کو حاکم تشلیم کرنا ایمان کے لیے شرط قرار دیا ہے۔ اس میں ان احادیث کی طرف اشارہ ہے جن میں نبی عَلِیْمُ کے مختلف عدالتی اور تعزیری فیصلے ذکر ہیں، مثلًا: چور کا ہاتھ کا ٹنا، شادی شدہ زانی کو سنگ ارکرنا، قاتل پر قصاص کے بدلے دِیئت کا حکم جاری کرنا، قصاص فی الاکھراف (اعضائے جسمانی کے قصاص) کا حکم صادر کرنا، آزاد ہونے والے اور آزاد کرنے والے میں ولاء کے حق کا فیصلہ کرنا، تجارت کی بعض اقسام کو جائز اور بعض کو ناجائز قرار دینا، نکاح اور طلاق میں فیصلے کرنا، کا شت کاری میں پانی کی تقسیم وغیرہ کا فیصلہ کرنا، یہ سارے واقعات احادیث میں فیکور ہیں۔ کاری میں پانی کی تقسیم وغیرہ کا فیصلہ کرنا، یہ سارے واقعات احادیث میں فیکور ہیں۔ کی عَلَیْمُ کو حاکم تسلیم کر کے ان احادیث کو ماننا ایمان بالرسول میں داخل ہے۔

نبي مُلْظِمٌ بحثيت واعي ومبلغ

قرآن کریم کی بہت می آیات میں نبی سگانی کا کھنت دعوت و تبلیغ ، اس کے آ داب اور نصابِ دعوت کامفصل ذکر موجود ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَا يَنُهَا الرَّسُولُ بَلِغٌ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ تَتِكَ ﴿ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلُ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ﴾ رِسَالَتَهُ ﴾

''اے رسول! آپ کے رب کی جانب سے آپ پر جو کچھ نازل ہوا ہے اسے لوگوں تک پہنچا د بیجے۔ اوراگر آپ نے ایس (اللہ) کی رسالت کو نہ پہنچایا۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۞

"پس جس بات کا آپ کو تھم دیا گیا ہے اسے صاف صاف کہد دیجے۔ اور مشرکین سے اعراض سیجے۔"

نيز فرمايا:

﴿ أَدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ فِي آخْسَنَ وَجَادِلُهُمْ بِالَّتِي

''(اے نبی!)آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اورا چھے وعظ کے ذریعے سے دعوت دیجیے اوراحس طریقے سے ان سے بحث سیجیے۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ قُلْ هٰذِهِ سَبِيرُ فَيَ أَدْعُوٓا إِلَى اللَّهِ ۖ عَلَى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ الَّبَعَنِي ﴾

''کہہ دیجیے: یہی میرا راستہ ہے۔ میں (شمصیں) اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور وہ لوگ بھی جومیری اتباع کرتے ہیں۔ہم سب بصیرت پر ہیں۔''® وہ لوگ بھی جومیری اتباع کرتے ہیں۔ہم سب بصیرت پر ہیں۔''® . . .

نيز فرمايا:

﴿ يَاكِتُهَا النَّبِيُّ إِنَّا ٱرْسَلْنُكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لَ وَّدَاعِيًّا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۞

"اے نی! ہم نے آپ کو شاہد، خوشخری سنانے والا، ڈرانے والا، اللہ کی طرف
اس کے تھم سے دعوت دینے والا اور ایک روثن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔"
ان آیات کریمہ میں اللہ تعالی نے نبی علاق کے ذمے دعوت و تبلیغ کا فریضہ عائد کیا
ہے اور ﴿ مَا اَنْذَلَ الله ﴾ "جو کچھ اللہ تعالی نے نازل فرمایا۔" ﴿ مَا تُؤْمَدُ ﴾ "جس کا
آپ کو تھم دیا گیا۔" اور ﴿ سَمِینُ لِ دَیْنِكَ ﴾ "رب کا راستہ" نصاب دعوت مقرر فرمایا اور

الله تعالیٰ نے نی سَائِیْ کے بطور شاہد، بشیر ونذیر، داعی الی الله اور سراجًا منیرٌ ابنا کر مبعوث فرمایا۔ پس ﴿ مَا اَنْزَلَ الله ﴾ ''جو بچھ الله نے نازل فرمایا۔ ''اس میں سنت بطور جزو لازم شامل ہے، کیونکہ رسول الله سَنَیْ اِنْ فریانے کے بیش نظر جو احکامات اور مواعظ وغیرہ بیان فرماتے سے وہ صرف قرآن مجید ہی پر شمل نہیں ہوتے سے بلکہ آپ سَنَیْ اِنْ اَنْ الله ﴿ مِی بیان کیا کرتے سے ، پس وہ بھی ﴿ مَا اَنْذَلَ الله ﴾ میں شامل ہیں۔ الله تعالی اصادیث بھی بیان کیا گئے کے لیے صفات بیان کی ہیں، مثلاً: سورہ اعراف 157:75، سورہ مائدہ 5:16،15 اور سورہ تو بد 128:9 میں بھی آپ کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ اگر ان ساری صفات کو دیکے لیا جائے تو رسول اور نبی ہونے کے لیاظ سے اس کا مصداق قرآن اور صدیث دونوں میں ذکور ہے۔

یہاں تک تو ایمان بالرسول میں دوسری صفات کاملہ کا تذکرہ تھا کہ وہ بھی ایمان بالرسول میں داخل ہیں۔ان میں ہے ایک کا بھی انکار کرنا یا غلط تاویل کرنا موجب کفر ہوگا۔

ایمان بالرسول ہے مشروط و متعلق تقاضے

اب ہم ایمان بالرسالت کے دوسرے تقاضوں کا ذکرکرتے ہیں جن کو مانے بغیر ایمان بالرسول درست نہیں ہوسکتا۔

ايمان بالرسول كاببلا تقاضا

ایمان بالرسول میں رسول الله عَلَيْظِ کی مطلق اطاعت بطور رکن فرض ہے اوراس کی فرضیت کے لیے قرآن کریم میں چارطریقے وارد ہوئے ہیں۔

1] امر (حکم) کا صیغہ: اطاعت رسول کے متعلق چودہ مرتبہ امر کا صیغہ استعال کیا گیا ہے۔ [2] ترغیب: بعنی چودہ طریقوں سے آپ کی اطاعت کی طرف ترغیب دی گئی ہے۔ ان

میں سے بعض کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدُ أَطَاعَ اللَّهَ ﴾

'' جس نے رسول مَثَالِثَةِمُ کی اطاعت کی تو اس نے اللّٰہ کی اطاعت کی۔''[®]

ایسے نہیں فرمایا کہ جس نے اللہ کی اطاعت کی تو اس نے رسول کی اطاعت کی کیونکہ اطاعت کی کیونکہ اطاعت رسول احادیث (وتی خفی) اور قرآن (وتی جلی) دونوں کو محیط ہے، لہذا ان دونوں قسم کی وتی میں رسول اللہ عَلَیْمُ کی اطاعت، اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا بظاہر مصد اِق صرف قرآن ہے جس کی وجہ سے صرف اللہ کی اطاعت، اطاعت رسول کو مستاز منہیں ہوگی۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَكُ وَا ﴾

''اوراگرتم اس (نبی) کی اطاعت کرو گے تو ہدایت یا جاؤ گے۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ وَاقِيْهُوا الصَّلْوةَ وَاتُّوا الزَّكُوةَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۞

"اورنماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرواوررسول کی اطاعت کروتا کہتم پررهم کیا جائے۔" یہاں صرف رسول اللہ طَلِیْظِ کی اطاعت کاذکر کیا گیاہے، یعنی نماز قائم کرنے اور زکاۃ ادا کرنے کے متعلق رسول اللہ طَلِیْظِ نے احادیث میں جس طرح تعلیم دی ہے اس کی پابندی کروتا کہتم پررهم کیا جائے، نیز فرمایا:

﴿ وَمَا آرْسَلُنَا مِن رَّسُوْلٍ إلاَّ لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللهِ ﴾

''ہم نے صرف اس واسطے رسول بھیج کہ اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔'' گلی میں اللہ تعالی کے حکم کی اطاعت کی اطاعت

ہے۔ اس کے علاوہ (سورۂ نساء 69:4ء ال عمران 132:3، سورۂ توبہ 71:9، سورۂ نور 52:24، سورۂ احزاب 71:33 مسورۂ فتح 16:48، اور سورۂ حجرات 14:49) کی ان آیات کا بغور مطالعہ کریں، ان میں اطاعت رسول کے بہت سے فائدے بیان کیے گئے ہیں۔ غلام احمد پرویز کہتے ہیں:

﴿ أَطِيْعُوا اللَّهُ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ ﴾

''الله تعالى كي اطاعت كرواوررسول الله كي اطاعت كروي''

اس آیت سے صرف ایک اطاعت مراد ہے، لینی اطاعت قر آن۔

لیکن بیاستدلال غلط ہے کیونکہ اگر اطاعت رسول سے مرادمتقل اطاعت نہ تھی تو اللہ تعالی کسی بھی آیت میں ﴿ اَطِیعُوا الرَّسُولَ ﴾ کا حکم نہ فرماتا، جیبا کہ''اُولُو الْأَمْرِ''کی اطاعت مستقل نہیں ہے، لہذا وہاں مستقل حیثیت میں ﴿ وَاَطِیعُوا ﴾ کا لفظ دوبارہ استعال نہیں کیا گیا۔

مزید برآں ﴿ اَطِیْعُوا﴾ میں واؤ عطف کے لیے ہے جو مغایرت پر دلالت کرتی ہے اگر چہ بیہ مغایرت مِن وجہِ ہو، لہٰذا اطاعت رسول مستقل ہے اوراللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی مستقل ہے۔اگر چہ دونوں میں مشترک چیز یا تھم ایک ہے۔

علادہ ازیں اگر اطاعت رسول مستقل مقصود نہ تھی تو ﴿ مَنْ یُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدُ اَطَاعَ الله ﴾ میں اس فرمان کے برعکس کیوں نہیں فرمایا جسیا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، نیز بعض آیات میں صرف اطاعت رسول کا تھم ہے، جسیا کہ تیسری آیت میں ہے، پس بیرآیت مستقل اطاعت رسول پر دلالت کرتی ہے۔

الله تعالی نے ایمان کونبی ٹاٹیٹی کی اطاعت اور آپ کا فیصلہ قبول کرنے پر موقوف کیا
 بے، جیسا کہ فرمانا:

﴿ فَلَا وَرَتِكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّبُوكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾

''پس تمھارے رب کی قتم ! یہ لوگ جھی مومن نہیں ہو سکتے حتی کہ اپنے تمام جھگڑوں میں آپ کو جا کم وفیعل نہ بنالیں۔'

☑ الله تعالى نے ان لوگوں كو، جو اطاعت اورا تباع رسول ترك كرتے ہيں، سخت انداز ميں د فيوى و اخروى عذاب كا خوف دلايا ہے، خواہ اطاعت ترك كرنا بطور تكذيب ہويا بطور نافرمانى يا بطور اعراض و خالفت ہو۔ چند آيات ملاحظه فرمائيں:

﴿ وَلَقَالُ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْهُمْ فَكَنَّابُوهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُونَ ﴾

''اوریقیناً اٹھی میں سے ایک رسول ان کے پاس آیا تو انھوں نے اسے جھٹلایا، تو عذاب نے انھیں آ پکڑااور وہ ظالم تھے۔''®

نيز فرمايا:

﴿ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلُ إِنِّي بَرِنِّيٌّ مِّيًّا تَعْمَلُونَ ﴾

''پس اگر وہ لوگ آپ کی نافر مانی کریں تو آپ فر مادیں: بلاشبہ تم جو کچھ کررہے ہو، میں اس سے بری ہوں۔''[®]

اور فرمایا:

﴿ وَمَنْ لَيْغُصِ اللَّهَ وَرَشُولُهُ فَإِنَّ لَهُ نَادَ جَهَنَّمَ لَمَلِينَ فِيْهَا آبَدًا ﴾

''اور جوکوئی اللہ اوراس کے رسول کی نافر مانی کرے گا تو بے شک اس کے لیے جہم کی آگ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔''

اور فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُلْى وَيَتَّبِعُ غَيْرَ سَبِيْلِ

الْمُؤْمِزِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَ نُصْلِهِ جَهَنَّمَ الْمَشْاءَتُ مَصِيْرًا ۞

''اور جو شخص اس بات کے بعد کہ اللہ نے اس پر راہ ہدایت کھول دی ہو، رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ چلنے گئے تو ہم اے اس طرف کی میں کیجیر دیں گے جس طرف وہ پھر گیا ہے اور اسے جہنم میں پہنچا کیں گے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔'' ﷺ

نيز فرمايا:

﴿ ٱلَهُ يَعْلَمُوۡۤا آنَهُ مَنْ يُّحَادِدِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَاَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِمُ اللهِ عَالَمُ عَلَمُ اللهِ عَلَيْمُ اللهِ عَلَمُ اللهِ عَلَيْمُ اللهِ عَلَمُ اللهُ عَلَمُ اللهِ عَلَمُ اللهِ عَلَمُ اللهُ عَلَمُ اللهُ عَلَمُ اللهُ عَلَمُ اللهُ عَلَمُ اللهُ عَلَمُ اللهِ عَلَمُ اللهُ عَلَيْكُ اللهُ اللهُ عَلَيْكُ اللهُ عَلَمُ اللهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللهُ عَلَمُ اللهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللهُ عَلَمُ اللهُ عَلَمُ اللهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللهُ عَلَمُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عِلْمُ اللّهُ عَلَمُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ عَلَمُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ عَلَمُ عَلَمُ عَلَمُ اللّهُ عَاللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلَّهُ عَلّمُ اللّهُ عَلَّهُ عَلّمُ اللّهُ عَلَمُ اللّهُ عَلّمُ ا

"کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جوشخص اللہ اوراس کے رسول کی مخالفت کرے گا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔"

نیز ارشاد الہی ہے:

﴿ فَإِنْ اَعْرَضُوا فَقُلْ اَنْذَارْتُكُمْ طِعِقَةً مِّشْلَ طِعِقَةٍ عَادٍ وَّثَنُودَ ۞ ﴿ وَإِنْ اللَّهِ مِن ا

''پس اگروہ منہ پھیرلیں تو ان سے فرمادیجیے: میں نے شمصیں ایک الی کڑک ہے آگاہ کیا ہے جو عاد اور ثمود کی کڑک کی طرح ہوگی۔''[®]

اور فرمان باری تعالی ہے:

﴿ فَلْيَحْنَادِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُونَ عَنْ اَمْرِهَ اَنْ تُصِيْبَهُمُ فِتُنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمُ عَنَاكٌ اَلِيْمٌ ۞

''پس وہ لوگ جواس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انھیں اس بات سے ڈرنا

چاہیے کہ ان پر کوئی مصیبت آپڑے یا ان پر در دناک عذاب آجائے۔''[©] اور بید امور عام ہیں، خواہ قرآن کے بارے میں ہوں یا احادیث کے بارے میں، سب دنیا و آخرت میں اسباب عذاب ہیں اور بید امراض خصوصًا رسول الله سَّالَیُمُ کی مخالفت، بے رغبتی اور دشمنی منکرین حدیث میں صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔

ايمان بالرسول كا دوسرا نقاضا

آپ سَلَالِیَّا کُے تمام معجزات کو ماننا فرض ہے، خواہ دہ قرآن میں ندکور ہوں یا سیح احادیث میں۔ نبی سَلَیْیُا کے معجزات میں سے معجزہ قرآن تو پرویز صاحب بھی مانتے ہیں کہ اس کی فصاحت ، بلاغت، طریقۂ دعوت و ہدایت اور طریقۂ استدلال کے مقابلے سے آج تک ساری دنیا عاجز ہے اور عاجز رہے گی، لہذا رسول اللہ پر ایمان لانے میں ایمان بالقرآن پہلا رکن ہے۔ اور یہ باب اول میں بالتفصیل بیان ہو چکا ہے۔ لیکن قرآن کریم بالقرآن پہلا رکن ہے۔ اور یہ باب اول میں معجزات بھی گزشتہ انبیاء میں اللہ سے زیادہ ہیں۔ ان کے علاوہ ہمارے نبی سَلَیْمُ کے دوسرے معجزات بھی گزشتہ انبیاء میں اشار تا قرآن کریم میں موجود ہیں۔ فرمایا:

﴿ قُلُ كَانَ لَكُمْ إِيدٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ﴾

''تمھارے لیے دو جماعتوں میں، جب وہ باہم لڑیں، ایک نشانی (معجزہ) ہے۔''[®] لیعنی غزو و کہ بدر میں ایمان والوں کا غلبہ اور فتح ایک معجزہ ہے کہ تعداد بہت تھوڑی اور جنگ کے اسباب و وسائل بھی نسبتا کم تھے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا۔

> دوسرى جگه فرمان الهى ہے: هسست * النور 63:24 ق ال عمران 3:31.

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مطالعہ

﴿ وَمَا تَا تِيْهِمْ مِّنْ ايَةٍ مِّنْ ايْتِ رَّبِّهِمْ اللَّ كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۞

''اوران کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی الیی نہیں آئی جس سے انھوں نے مندنہ موڑا ہو۔''[®]

یہاں بھی آیت (نشانی) سے مراد مجزہ ہے کیونکہ آیات قرآنیہ کے ساتھ اکثر لفظ الله حالت بیان کیا جاتا ہے۔ اور یہاں مادہ (اتیان) استعال ہوا ہے۔ پرویز صاحب کا دعویٰ ہے کہ (اتیان) محسوسات کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ اپنے موقع پر بحث آئے گی تو اس مفروضے کے مطابق یہاں مجزات محسوسہ مراد لینا پڑے گا، اگر چہ پہلے باب میں گزر چکا ہے کہ غلام احمد پرویز ہمارے نبی تا این کے لیے قرآن کے علاوہ کوئی محسوس مجزہ نہیں مانتے، لہذا اس آیت ﴿ وَمَا تَالِیّهُ فِحْ مِّنَ اَیّةِ ﴾ کا مصدات پرویز صاحب اوراس کے مقلدین ہیں کہ بیلوگ نشانیوں کے آنے کے باوجود مانتے نہیں بلکہ اعراض کرنے والے ہیں۔ جبکہ اس آیتِ قرآن ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی مُنافِیْنَ کومُون مجزات بھی عطا کیے تھے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَإِذَا جَاءَتُهُمُ أَيكُ قَالُوا كُنْ نُؤْمِنَ حَلَى نُؤُنِى مِثْلَ مَا أُوْتِى رُسُلُ اللّهِ ﴾ ''اور جب ان كي پاس كوئى نشانى آتى ہے تو كہتے ہيں كہ ہم بھى يقين نہيں كريں گے، جب تك ہميں بھى وہ چيز نه دى جائے جواللّه كے رسولوں كو دى گئ۔'' يعنى بيلوگ (كفار مكه) نبى طَالِيَّا كَمِحْمُونَ مَجْزات كى اس وجہ سے تكذيب كرتے تھے كه آپ بھى سابقہ رسولوں كى طرح مجزات كيون نہيں لائے، جيسا كه فرمايا:

﴿ فَلْيَاتِنَا بِأَيةٍ كُمَّا أَرْسِلَ الْأَوَّلُونَ ۞

''پس اسے چاہیے کہ جس طرح پہلے نبیوں کو بھیجا گیا تھا وہ بھی اس طرح ہمارے

[@]_______ ① الأنعام 4:6. ② الأنعام 6:124.

پاس کوئی نشانی لائے۔''[®]

اس آیت میں وہی تفصیل ہے جواس موضوع کی آیت نمبر2 (سابقہ آیت) میں مذکور ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِفَتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَى الْقَبَرُ ۞ وَإِنْ يَرَوْا أَيَةً يُتُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمهُ ۞

''قیامت قریب آگئ اور چاند بھٹ گیا۔ اور اگر بیلوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو روگردانی کرتے ہیں اور کہتے ہیں (بی) ایک جادو ہے جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔'' چاند کے چھٹنے کا واقعہ ایک محسوں معجزہ تھا، جس کے متعلق متواتر احادیث وارد ہیں۔ اسی لیے دوسری آیت میں اسے ﴿ایکھُ ﴿ (نشانی) کہا جس کے متعلق تاریخ بھی گواہی ویتی ہے، جیسا کہ ابن کثیر راطائیہ نے البدایہ والنہایہ میں بھو پال کے حکمران کا واقعہ تاریخ فرشتہ سے نقل کیا ہے۔ ﴿

الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلِكِنَّ اللَّهَ رَفِي ﴿

''اور جب آپ نے کنگریاں پھینگی تھیں وہ آپ نے نہیں پھینگی تھیں بلکہ وہ اللہ نے سپینگی تھیں بلکہ وہ اللہ نے سپینگی تھیں۔''®

لیعنی نبی مَالَیْظِ نے بدر کے دن صرف ہاتھ سے کفار کی طرف کنگریاں سینیکی تھیں،لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں کفار کی قدرت تھی۔اس میں نبی مَالَیْظِ اللہ تعالیٰ نے انھیں کفار کی آنکھوں تک پنچایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی۔ اس کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ بدر میں کفار کی شکست کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا۔ صحیح احادیث میں بہت سے محسوں معجزات کا ذکر موجود ہے۔جنھیں بعض المل علم نے

① الأنبياء 5:21. ﴿ القمر 2,1:54. ﴿ تَارِيخُ فَرَشْتِهِ: 120/3. ﴿ الأَنفَالِ 17:8.

احادیث کی کتابوں میں علامات النبر ق کے عنوان سے بیان کیا ہے، جیسے تھوڑ ہے سے کھانے کا زیادہ لوگوں کے لیے اور کھانے کا زیادہ لوگوں کے لیے اور ان کے جانوروں کے لیے کافی ہوجانا، تھوڑ ہے سے پانی کا زیادہ لوگوں کے لیے اور ان کے جانوروں کے لیے کافی ہو جانا، نبی سائی کم انگلیوں سے پانی کا نگلنا، کنگر یوں اور کھانے کا تنہ پر جمنا وغیرہ، یہ سارے محسوں مجزات ہیں۔ رسول الله سائی پر ایمان لانے میں سے حادیث سے ثابت مجزات پر ایمان لانا جز وایمان ہے۔ پرویز صاحب کا یہ نظریہ ہیں ہے کہ 'دہم ان احادیث کوئیس مانتے جو قرآن کے خلاف ہوں' (اس نظریے کی تفصیل پرویز صاحب کے بیان میں آئے گی)، تاہم یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجزات والی احادیث قرآن کی خلاف قراردے کرمستر دکی جاسکتی ہیں؟

ايمان بالرسول كالتيسرا قلاضا

انتاع رسول، الله تعالى نے فرمایا:

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِيْ يُخْبِبْكُمُ اللَّهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبُكُمْ

" آپ فرمادی: اگر شمصیں اللہ سے محبت ہے تو پھر میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا۔" ®

اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنی محبت کے لیے نبی طُلِیْم کی اتباع کو معیار قرار دیا ہے اور اپنی محبت اسی میں مخصر کر دی ہے کیونکہ شرط اور جزا جملہ شرطیہ میں اکثر حصر کے لیے آتے ہیں۔ محبت اپنے مشہور معنی میں ہے، یعنی جولوگ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں یا اس کی محبت کو حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، جبکہ اللہ کی محبت اس کی قربت ہے اور یہ محبت ثواب کو مستزم ہے، اپس جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنا چاہتا ہے یا ثواب

ري ال عمران 31:3.

کا متلاثی ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی محبت، اطاعت رسول کو مستلزم ہے، لہذا اس متلاثی پر لازم ہے کہ وہ نبی سَلَّقِیْلِ کی اجباع کرے۔ اسی طرح محبت الٰہی، احکام الٰہی کی پابندی کو مستلزم ہے جو کہ قرآن کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہیں، لہذا جو شخص قرآن مجید پر عمل کرنا چاہتا ہے، اس کے لیے بھی نبی سُلُقِیْلِ کی احادیث پرعمل کرنا لازم ہے، لہذا بیآیت کریمہ جیت حدیث کے لیے قطعی دلیل ہے۔

اتباع اور اطاعت وو الفاظ ہیں اور یہ دونوں الفاظ قرآن کریم میں مختلف مواقع پر استعال ہوئے ہیں۔ جب یہ الفاظ الگ الگ استعال ہوں، تو اطاعت اتباع کو اور اتباع اطاعت کو محیط ہوتا ہے اور جب یہ دونوں الفاظ اکشے استعال ہوں، تو اطاعت کا اطلاق اقوال کی پیروی پر ہوتا ہے۔ اہلِ لغت نے اقوال کی پیروی پر ہوتا ہے۔ اہلِ لغت نے مجمی اتباع کا معنی جس کے نقش قدم پر چلنا اور عمل کرنا۔'' کیا ہے۔ یہ دونوں الفاظ اکشے بھی استعال ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَاتَّبِعُونِيْ وَٱطِيعُوْاۤ ٱمْرِيُ

''پیں میراا تباع کرواور میراحکم مانو۔''[®]

اس آیت میں اتباع اور اطاعت دونوں لفظ استعال کیے گئے ہیں۔ اتباع کے معنی ہیں نبی سُلُیْنِیْم کے ممل کی پیروی کرنا اور اطاعت کا مطلب ہے آپ کے اقوال کو ماننا۔ عمل میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی اتباع (اللہ تعالیٰ حبیباعمل کرنا) ممکن نہیں، اس لیے لفظ اتباع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا گیا، لہذا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے گی اس کے اقوال میں اور اللہ تعالیٰ کا قول قر آن ہے جبکہ رسول اللہ سَلَیْنِیْم کا قول صدیث ہے اور ان دونوں کے بارے میں اطاعت کا تھی دیا گیا ہے۔

٠90:20 طه 90:20

اس تمہید کے بعد بیہ بات واضح ہوگئ کہ جب نبی ٹاٹیٹا کے اعمال کا اتباع ہم پر لازم ہے، تو وہ سارے اعمال قرآن کریم میں مذکور نہیں بلکہ وہ احادیث میں مذکور ہیں، لہٰذا نبی طالیظ کی اتباع کے لیے آپ ٹاٹیل کی احادیث پرعمل کرنا ضروری ہے لیکن جس شخص كے نزديك نبي تَلْقُلُمُ كي احاديث حجت نہيں وہ قرآن كريم كي آيت ﴿ فَاتَّبِعُونِي ﴾ يرايمان نہیں رکھتا جبکہ قرآن کریم کی ایک آیت کا منکر پورے قرآن کا منکر تصور ہوتا ہے اور جو شخص قر آن کریم پرایمان رکھتا ہے اس کا اس آیت پر بھی ایمان ہونا لازم ہے۔اور آیت ﴿ فَالتَّبِعُونِيٰ ﴾ برایمان تب ہوگاجب نبی مُلِّیِّغُ کے اعمال احادیث میں تلاش کیے جا ئیں اور ان كى روثني ميں آپ كا اتباع كيا جائے، مثلًا: ايك شخص قر آن كريم ميں ﴿ وَأَقِينُهُ الصَّلُوةَ ﴾ "نماز قائم كرو" يرايمان ركه كرنماز قائم كرتا ہے۔ نماز قائم كرنا ايك ايساعمل ہے جس كى نی ظالم نے تادم حیات یابندی کی، لہذا احادیث میں نی تالیم کی نماز کی جو کیفیت ،اوقات، ارکان اور شرائط وغیرہ کا ذکر ہے ان پر لازماعمل کرنا ہوگا۔ احادیث میں یانچ اوقات کا تفصیلی ذکر ہے۔ ہرنماز کی رکعتوں کی تعداد، ترتیب، قیام، رکوع و بجود اور قعدہ و سلام کابیان ہے۔ ہر رکعت میں سور کا فاتحد پڑھنا، دوسری سورتیں اور آیات پڑھنے کا ذکر احادیث میںموجود ہے۔

البذا نماز برصف مي فرمان نبوي:

«صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي»

''اس طریقے کے مطابق نماز پڑھوجس طرح تم مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔''[®] کو مدنظر رکھتے ہوئے سنت نبوی کی پیروی فرض ہے لیکن نماز قائم کرنے کے متعلق پرویز صاحب اوران کے مقلدین کے مختلف افکار ملاحظہ فرمائیں۔

صحيح البخاري ، الأذان، باب الأذان للمسافرين إذا، حديث:631.

آ تقریبًا تمیں سال قبل ایک پرویزی سے ملاقات ہوئی۔ بات چیت کے دوران میں اس نے کہا: ''ہر نماز صرف دور کعت ہے۔''اس نے دلیل کے طور پر سورہ نساء کی آیت نمبر:

102 میں نہ کور نماز خوف کا حوالہ دیا اور کہا: ''اس آیت میں خوف کاذکر نہیں'' میں نے کہا: ''اس آیت میں نام کے ساتھ صرف ایک رکعت پڑھنے کاذکر ہے جبکہ امام کے بغیر نماز کا کوئی ذکر نہیں تو پھر عمومی طور پر دور کعت پڑھنے کا تمھارے نزدیک کیا جواز ہے؟'' پھر میں نے کہا:''اس آیت میں اپنے پاس اسلحہ رکھنے کا ذکر ہے اگر تمھارے بقول یہ نماز خوف نہیں بلکہ اس سے عام نماز مراد ہے، پھر ہر نماز کے وقت اپنے پاس اسلحہ ضرور ہونا چاہے۔''

پھر عرصہ بعد پرویزی نظر ہے کے حامل ایک میجر سے ملاقات ہوئی انھوں نے کہا: ''نماز پڑھنے کے لیے شریعت میں کوئی مقرر وقت ہے نہ کوئی متعین طریقہ، جس وقت اور ''نماز پڑھنے کے لیے شریعت میں کوئی مقرر وقت ہے نہ کوئی متعین طریقہ، جس وقت اور جس طریقے سے نماز پڑھ کی جس طریقے سے نماز پڑھ کی جائز ہے۔'' اس نے دلیل کے طور پر بیآیت پیش کی: جس طریقے سے نماز پڑھ کی جائز ہے۔'' اس نے دلیل کے طور پر بیآیت پیش کی: گھر گھرگ گئ علام صکلاتک کو تشیبیت کھی ۔'' اس نے دلیل کے طور پر بیآیت پیش کی:

''یقیناً (اللہ نے) ہرایک کی نماز اور اس کی شیع جان لی ہے۔''[®]

ميجرصاحب نے اس آیت کا بیز جمه کیا:

'' ہر مخص اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ خور سمجھتا ہے۔''

میں نے کہا'' یہ معنی غلط ہے، آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کی بات ہورہی ہے اور علم کی خمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے، یعنی ہرایک کی نماز اور تنبیج اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔' ﴿ پرویز صاحب کا نماز کے متعلق نظریہ بھی اختلافات کا شکارہے۔ایک جگہ سورہ نورکی

آیت:58 لکھ کر فیصلہ کرتے ہیں کہ رسول اللہ علی کے زمانے میں اجتماعاتِ نماز کے

لیے کم از کم دواوقات (نماز فجر،نمازعشاء)متعین تھے۔ ®

﴿ ایک موقع پر لکھتے ہیں: جس اصول کا میں نے اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے وہ قانون اور عبادت دونوں پر منطبق ہے، یعنی اگر جانشین رسول اللہ (قرآنی حکومت) نمازی کی جزوی شکل میں جس کا قرآن نے تعین نہیں کیا (مثلاً:اوقات، تعداد رکعات) اپنے زمانے کے نقاضے کے تحت کچھردوبدل ناگزیر سمجھے تو وہ ایسا کرنے کا اصولاً مجاز ہوگا۔ (*)

﴿ پرویز اپنی کتاب معارف القرآن میں ایک جگہ لکھتے ہیں: قرآن کریم نے نماز پڑھنے کانہیں کہا، قیام صلاق ، یعنی نماز کے نظام کے قیام کا حکم دیا ہے۔مسلمان نماز پڑھتے ضرور ہیں لیکن انھوں نے نظام صلاق کو قائم نہیں کیا۔ ان کی نماز ایک وقت معینہ کے لیے ایک عمارت (مسجد) کی چارد یواری کے اندرایک عارضی عمل بن کررہ جاتی ہے۔ ﴿

ایک جگد لکھتے ہیں: عجم میں مجوسیوں (پارسیوں) کے ہاں پرستش کی رسم کو نماز کہا جاتا تھا۔ یہ لفظ ان کے ہاں کا ہے اوران کی کتابوں میں موجود ہے، البذا صلاة کی جگد نماز نے لئے اور آن کی اصطلاح ﴿ وَلَقِیْبُوا الصّلاَقَ ﴾ کا ترجمہ ہوگیا'' نماز پڑھو۔'' جب گاڑی نے اس طرف پڑی بدلی تو اس کے پہیے کا ہر چکرا سے منزل سے دور لے جاتا گیا، چنانچہ اب حالت یہ ہوچکی ہے کہ ﴿ وَلَقِیْبُوا الصّلاَقَ ﴾ سے ذہن نماز پڑھنے کے علاوہ کی اور طرف منتقل نہیں ہوتا اور نماز پڑھنے سے مراد ہے خداکی پرستش کرنا۔ ﴿

اس کے علاوہ غلام احمد پرویز صاحب کی کتابوں میں صلاۃ کے متعلق متفرق معانی نہکور ہیں۔

نماز ارکان اسلام میں ہے ایک اہم رکن ہے جس کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَاَقِیْهُواالصَّلُوةَ وَلاَ تَکُوْنُواْمِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۞ ﴾

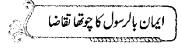
[©] قرآني فيلي، ص: 15,14. ﴿ مَعَارِفِ القرآن: 328/4. ﴿ قرآني فيلي، ص: 27,26.

دیکھیے مکتوبات، سلیم کے نام تیرھواں خط، ص: 409.

"اور نماز قائم کرو، اور مشرکوں میں سے نہ ہوجاؤ۔"

اس اہم رکن کے متعلق آپ نے پرویز صاحب کے خیالات ونظریات ملاحظہ فرمائے،
کھی کہتے ہیں کہ صرف دونمازیں فرض ہیں، حالانکہ سورہ نور آیت: 58 میں اوقات نماز
ہیان کرنامقصود نہیں بلکہ وہ تین اوقات بیان کیے گئے ہیں جن میں انسان عمومًا پردے کا
اہتمام نہیں کرتا، لہٰذا اُنھی تین اوقات میں غلام اور بلوغت کے قریب عمر کے بچول کوبھی
اندر جانے کے لیے اجازت طلب کرنی جا ہیے۔

کبھی کہتے ہیں: جانھین رسول نماز کے اوقات و کیفیات وغیرہ میں تبدیلی کرسکتا ہے تو پھر رسول اللہ علی لیکٹر ہیں : نماز کے اوقات و کیفیات وغیرہ میں تبدیلی کرسکتا ہے تو بھر رسول اللہ علی لیکٹر ہیں کہ لفظ خدا بھی تو انھی کا ہے، آپ بیا لفظ کیوں استعال کرتے ہیں؟ پرویز صاحب کی کتابوں میں لفظ خدا بہت زیادہ استعال کیا گیا ہے۔ میں نے اتباع کی تشریح میں بطور مثال نماز کا ذکر کیا، زکاۃ اور جج وغیرہ کے متعلق ان کے خیالات کا تذکرہ ان شاء اللہ باب نمبر و میں کیا جائے گا۔



رسول الله طاليم كى زندگى كواسوه بناناء الله تعالى فى فرمايا:

﴿ لَقَدُ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسُوقًا حَسَنَةً لِبَنَ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَالْيَوْمَرَ الْالْخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيْرًا ۞

''تمھارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے، (اور مینمونہ) اس شخص کے لیے ہے جواللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہواور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو'' (ڈ)

الروم 31:30. أنه الأحزاب 21:33.

اس آیت کے اندر بہت می تاکیدیں اور شرائط ہیں۔ لام، قد، لکم، فی، رسول الله، أسوة، حسنة، ﴿ لِمُنْ كَانَ يَرْجُواالله وَالْيَوْمَ الْاَخْورَ وَذَكُرَ الله كَثِيرًا ﴾ اور پھر افظ ﴿ لِمَنْ ﴾ جو ﴿ لَكُمْ ﴾ سے بدل ہے) میں تعیم اور ابدیت کی طرف اشارہ ہے، پھر لفظ ﴿ لِمَنْ ﴾ جو ﴿ لَكُمْ ﴾ سے بدل ہے) میں تعیم اور ابدیت کی طرف اشارہ ہے، یعنی بیتم صحابہ کے ساتھ مختص نہیں بلکہ جو شخص بھی اللہ تعالی اور یوم آخرت کی امید اور عقیدہ رکھتا ہے اور وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بندگی اوراس کے ذکر میں مشغول ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ رسول اللہ عَلَیْمُ کی بندگی کو پیش نظر رکھے۔آپ کے اقوال، اعمال، اخلاق، سیرت و کردار، عبادات و معاملات اور جہاد کرنے میں آپ کی ا تباع اپنے اوپر فرض سمجھے۔ اس تعیم سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ عَلَیْمُ کاعملی نمونہ صحابہ کرام کے لیے خاص نہیں تھا جیسا کہ پرویزیت میں بہترین نمونہ ہے۔ اس کی آپ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ اس کی تائید دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّدِيِّنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتُلُواْ عَلَيْهِمْ الْمِيْهِ وَ يُزَكِّيُهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتْبَ وَالْحِلْمَةَ * وَإِنْ كَانُواْمِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالِ مُّبِينِ ۞ وَالْخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَبَّا يَلْحَقُوْا بِهِمُ ﴾

و الحمعة 3.2:62. (1) الحمعة 3.2:62

پس ﴿ اَخَوِیْنَ مِنْهُمُ ﴾ سے وہ تمام لوگ مراد ہیں جو صحابۂ کرام کے دور کے بعد پیدا ہوئے، خواہ وہ عرب ہول یا عجم ۔ ان آیات کی رو سے واضح ہوا کہ آپ مُنْ اَلَّامُ کی اطاعت اوراتباع ابدتک جاری رہے گی۔ کوئی مرکز ملت یا مدعی نبوت اس کی اطاعت کوختم، منسوخ یا تبدیل نہیں کرسکتا۔ اب جناب غلام احمد پرویز کے کچھ کفریہ نظریات ملاحظہ فرما کیں:

یہ بہیں ہیں موجود ہوں جب باب میں جہاں جہاں اللہ تعالی اور رسول طُلِیْقِ کی اطاعت کا تھم دیا گیا ہے۔ اس سے مراد امام وقت، یعنی مرکز ملت کی اطاعت ہے۔ جب تک محمد طُلِیْقِ کی اطاعت کا محمد اللہ است میں موجود تھے تو ان کی اطاعت اللہ ورسول کی اطاعت تھی اور آپ کے بعد آپ کے جانشینوں کی اطاعت اللہ ورسول کی اطاعت ہوگی اور عربی میں اطاعت، زندہ کی فرمان برداری کو کہتے ہیں۔

قرمان برداری کو کہتے ہیں۔

قرمان برداری کو کہتے ہیں۔

"

امام وفت سے مرکز ملت مراد لینے کے لیے کیا دلیل ہے؟ اس طرح اطاعت سے زندہ کی فرماں برداری مراد لینا کس لفت میں ہے؟ پرویزی فرقے سے استدعا ہے کہ بیا ندھی تقلید چھوڑ دیں۔ پرویز صاحب کی بلا دلیل باتیں صرح گمراہی اور کفر ہیں۔

پس آیت میں اسوہ کے بیان سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ نبی تائیم کی پوری زندگی متمام لوگوں کے لیے تاقیامت لاکھ ممل ہے۔ اس پر عمل در آ مد تب ہی ممکن ہے جب ہم قرآن کریم کا مقصد صحح احادیث کی روشنی میں ہم حیں اورا پنے اعمال نبی مکائیلا کے اسوہ حسنہ کے مطابق بجالا میں۔ احادیثِ صححہ کا قرآن کریم کے ساتھ تین قتم کا تعلق ہے۔ پہلی قسم: اس میں وہ احادیث شامل ہیں جوقر آئی احکام کی مؤید اور اجمال وتفصیل میں اس کے مطابق ہیں، یعنی قرآن حکیم میں پہلے سے کوئی تھم موجود ہوتا ہے اور میں اس کے مطابق ہیں، یعنی قرآن حکیم میں پہلے سے کوئی تھم موجود ہوتا ہے اور رسول اللہ مُن اللہ اسلام کے پانچ ارکان

شام حدیث:1/155.

تو حید ورسالت کی گواہی، نماز، روزہ، زکاۃ اور جج، بیامور اور احکام قر آن کریم میں موجود میں اور نبی مُثاثِیْم نے احادیث میں ان کی مزید تائید وتو ثیق فرمادی ہے۔

پرویز صاحب اس قتم کے تعلق کو بظاہر ماننے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن آپ نے پہلے بھی جان لیا اور آئندہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ انھوں نے قر آنی نماز، روزہ، زکاۃ اور جج وغیرہ کے لیے اپنی طرف سے من گھڑت معانی ایجاد کرکے اس پڑمل کیا ہے۔

دوسری قسم: اس میں وہ احادیث شامل ہیں جو قرآنی احکام کی تشریح اور وضاحت کرتی ہیں، یعنی مطلق کی تقیید، مجمل کی تفصیل، عام کی شخصیص اور مبہمات کی توضیح۔اس فتم کی احادیث بے شار ہیں اور ہم نے باب اول میں نبی تالیکی کی صفت شارح میں ان میں سے کچھ مفصل بیان کی ہیں۔اس قتم کی احادیث کے متعلق بھی پرویز صاحب کا رویہ منافقانہ ہے۔

تیسری قسم: اس سم کی احادیث ایسے احکام پر دلالت کرتی ہیں جن کے متعلق قرآن نے پچھ بیان نہیں کیا، مثلاً: وہ احادیث جن میں پھوپھی اور بھیتی اور اس طرح خالہ اور بھانجی کا بیک وقت ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ یا احادیث شفعہ یا شادی شدہ زانی کورجم کرنے کے متعلق احادیث ۔ بعض علماء نے اس سم کوقرآن کے مفہوم کی طرف راجع کر کے جت بنایا ہے لیکن صحیح یہ ہے اس سم کی احادیث مستقل ججت ہیں اور آیت ا تباع رسول اور آیت اسوء حسنہ میں صراحتاً داخل ہیں، لہذا یہ تینوں سم کی احادیث وین میں رسول اور آیت اسوء حسنہ میں صراحتاً داخل ہیں، لہذا یہ تینوں سم کی احادیث وین میں رسول اور آیت اسوء حسنہ میں صراحتاً داخل ہیں، لہذا یہ تینوں سم کی احادیث وین میں حسن ہیں۔

اس باب میں ایمان بالرسول کے شمن میں رسول الله طَالِیْمَ کی بعض صفات اور احوال پر ایمان اور ایمان بالرسول کے چار تقاضے بیان کیے گئے ہیں جو واضح طور پر انتباع احاد یہ صحیحہ اور جمیت حدیث پر دلالت کرتے ہیں۔

باب 3

مسیح احادیث بھی وتی ہیں

اس کے متعلق قرآن کریم کی آیات بینات میں دلالت واشارات ملاحظہ فرما نمیں: [1] الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿ إِنْ هُوَ إِلَّا وَخَيٌّ يُوْخِي ﴾

''وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے بلکہ وہ وق ہے جوان کی طرف کی جاتی ہے۔''[®] قرآن کریم بیں نطق (بولنے) کا مادہ بارہ دفعہ مختلف طریقوں سے مذکور ہے۔ پرندوں کی زبان سے آوازین نکلتی ہیں (النہل 16:27)

روز قیامت انسانی چڑے کی شہادت (خُمَ السجدة 21:41)

روز قيامت هر چيز كا بولنا (خيمَ السجدة 21:41)

بتون كانطق سے عاجز مونا (الصافات 37:92؛ الأنبيا ء 21:64,63)

روز قيامت انسان كاكسى وتت نطق سے عاجز بونا (النمل 85:27 المرسلات 35:77)

نطق كى نسبت اعمال نامه كى طرف (المؤمنون 23:63 الجاثية 45:29)

انسانوں كاعام اوقات ميں نطق (الذاريات 23:51)

ني مَالَيْكُم كا اليي خوابش مع نطق ندكرنا (النجم 53:3)

اس تفصیل ہے معلوم ہوا کہ قرآن کریم پرنطق کا اطلاق حقیقتاً ثابت نہیں۔ انسانوں یا

٠4,3:53 النجم 4,3:53.

پرندوں کے منہ سے جو بات نکلتی ہے اسے نطق کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں لفظ ﴿الْهَوٰی﴾ کا استعال 38 مرتبہ ہوا ہے۔اس کے مختلف معانی ہیں۔

اوير سے آنا اور كرنا (طالم 81:20 ، النجم: 1:53)

مأكل بونا، محبت كرنا (إبراهيم 37:14)

نفس کاکسی چیز کی خواہش کرنا: اس کا استعال بہت ہے اور نفسانی خواہشات شریعت کی مخالف اور بے دلیل چیزیں ہوتی ہیں۔ جب ﴿الْهَوٰی﴾ کے ساتھ لفظ نفس نہ کور ہوتو آخری معنی مراد ہوگا اور جب بید لفظ نفس کے بغیر استعال ہوتو اس کا معنی میلان ہوگا،خواہ بید میلان خیر کی طرف ہویا شرکی طرف۔

اس تمہید کے بعد اس آیت کی تقسیر اور تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنی آیات میں کفار اور مشرکیین کی تر دید کرتا ہے کہ وہ نبی مظافی کو گراہ اور غلط راستے پر بیجھتے تھے۔ بھی انسان خواہشِ نفس کی وجہ سے جہالت کی بنا پر غلطی کر لیتا ہے، چنا نچہ اللہ تعالی نے نبی مٹائیا کی اس وجہ سے غلطی کے ارتکاب کی براء ت فلاہر کرتے ہوئے فر مایا: ﴿ وَمَا خَوٰی ہُ ﴾ اور بھی دیدہ دانستہ غلطی ہوجاتی ہے الیی غلطی کی براء ت کے لیے فر مایا: ﴿ وَمَا خَوٰی ہُ ﴾ بھی دل کا میلان خیراور شیح بات کی طرف ہوتا ہے لیکن وہ اللہ تعالی کی طرف سے نہیں ہوتا تو اس کا میلان خیراور شیح بات کی طرف ہوتا ہے لیکن وہ اللہ تعالی کی طرف سے نہیں ہوتا تو اس خیر بات کی طرف میں آپ کی گفتگو آپ کا خودسا ختہ کلام نہیں اگر چہ خبیں کرتے ' یعنی شریعت کے معالم میں آپ کی گفتگو آپ کا خودسا ختہ کلام نہیں اگر چہ خبی ہو بلکہ وہ کلام وی پر بنی ہوتا ہے ۔ فر مایا: ﴿ إِنْ هُوَ إِلاَّ وَخَیُ اِکُونِی ﴾

یعنی آپ کی زبان سے جوبھی کلمات نگلتے ہیں،خواہ وہ تلاوت قرآن ہو،خواہ دوسری باتیں ہوں، نبی مُن اللہ اللہ تعالیٰ کی وحی کی وجہ سے زبان سے ادا کرتے ہیں۔ جبکہ دوسرے لوگوں کی زبان سے قرآن کریم کی تلاوت کے علاوہ بہت ہی باتیں خواہشات نفس کی وجہ سے زبان سے اوا ہوجاتی ہیں۔ بعض با تیں صحیح بھی ہوتی ہیں لیکن وہ وی نہیں ہوتیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ان آیات میں واضح طور پر ولیل ہے کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ دونوں وی اللی ہیں۔ اگر چہ عام مفسرین نے اس آیت کو قرآن کریم سے نسلک کیا ہے لیکن لفظ نطق کے عموم کی وجہ سے یہ آیت احادیث کو بھی محیط ہے، بلکہ اگر غور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کے متعلق لفظ انزال، تنزیل، تلاوت، قراءت اور تعلیم بیان فرمایا ہے جبہ نطق کا لفظ کسی بھی جگہ قرآن کے لیے استعال نہیں ہوا، لہذا ﴿ وَ مَا یَنْطِقُ ﴾ کے الفاظ حقیقاً احادیث کے لیے ہیں اور قرآن کریم مجازی طور پر اس میں داخل ہے کیونکہ اعمال نامے کی طرف نطق کی نسبت دو آیتوں (سورہ مونون 23:23، سورہ جاشیہ 45:25) میں بیان کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مونون 23:23، سورہ جاشیہ 45:25) میں بیان کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کتاب (اعمال نامے) کی طرف نطق کی نسبت جائز ہے اور بعض مفسرین نے اس تعمیم کو کتاب (اعمال نامے) کی طرف نطق کی نسبت جائز ہے اور بعض مفسرین نے اس تعمیم کو کتاب (اعمال نامے) کی طرف نطق کی نسبت جائز ہے اور بعض مفسرین نے اس تعمیم کو کتاب کتاب (اعمال نامے) کی طرف نطق کی نسبت جائز ہے اور بعض مفسرین نے اس تعمیم کو کتاب کتاب (اعمال نامے) کی طرف نطق کی نسبت جائز ہے اور بعض مفسرین نے اس تعمیم کو کتاب (اعمال نامے) کی طرف نطق کی نسبت جائز ہے اور بعض مفسرین نے اس تعمیم کو کتاب کا خلاصہ ہیں ہے:

اس سے مراد آپ کا کلام یا قر آن ہے اور سیاق کلام سے دونوں معانی معلوم ہوتے ہیں۔''[®]

آلوی بیان کرتے ہیں: ''میری رائے کے مطابق یہ بعید نہیں کہ ﴿ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ﴾ کوعموم پرمحمول کیا جائے حتی کہ امام احمد اورامام ابو یوسف رہائش جیسے لوگ جو نبی سُلُونی ﴾ کوعموم پرمحمول کیا جائے حتی کہ امام احمد اورامام ابو یوسف رہائش جیسے لوگ جو نبی سُلُونی کے لیے اجتہاد کے طور پر جو کلام کیا وہ خواہش نفس سے صادر ہوا۔۔۔۔ اللہ کی پناہ!رسول کی شان ایسے نہیں ہوسکتی ۔۔۔۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ آپ کا کلام اجتہاد اور وحی کے ورمیان واسطہ (وحی خفی) ہوتا ہے۔' ﴿

پس بیآ یتِ کریمہ صرح دلالت کرتی ہے کہ سیح احادیث بھی وی الہی میں داخل ہیں۔ [2] اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا الْتُكُورُ الرَّسُولُ فَخُذُونُهُ ۚ وَمَا نَهْكُمُ عَنْهُ فَانْتَهُوا ﴾

''رسول جو پچھشھیں دیں وہ لے لیا کرواور جس چیز سے شھیں روکیں اس سے رک جایا کرو۔''[®]

اس آیت سے بالکل واضح طور پرمعلوم ہوا کہ رسول الله طالی کی احادیث پرعمل کرنا فرض ہے کیونکہ وہ وحی البی ہیں اورالله تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیالفاظ ﴿فَخُدُوهُ ﴿اور ﴿فَائْتَهُواْ ﴾ امر کے صیغے سے بیان فرمائے ہیں اور بیاعموم پر دلالت کرتے ہیں، پس معلوم ہوا کہ بیبھی وحی ہے۔

نوٹ: یہ آیت اگرچہ مال فے (جو بنونضیر سے حاصل ہوا تھا) کے متعلق ہے کیکن مسلمہ قرآنی قانون ہے کہ خصوصی سبب کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے جبکہ پرویز صاحب تو سرے سے قرآنی آیت میں سبب نزول کے قائل ہی نہیں تو پھراس آیت میں کیوں کر تحضیص کا ذکر کرتے ہیں۔

لفظ ﴿ وَمَا الْنَكُمُ ﴾ عام ہے کہ نبی طَلَیْتُ الله فی ، مال غنیمت اور مال زکاۃ وصدقات کوتقسیم

کرتے ہوئے اس میں سے جو حصہ کسی کو دیں یا امر کے طور پر جو حکم قرآن یا حدیث میں

دیں یا عمل کے طور پر امت کو جو طریقہ اور کیفیت بتا کیں بیسب اس آیت کے زمرے
میں آتا ہے۔ باقی رہ گیا منع کرنا تو اس کے متعلق مستقل فرمادیا: ﴿ وَ مَا لَهُ لَكُمُ مَنْ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهِ الللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهِ الللّٰهِ الللّٰهِ الللّٰهِ اللّٰهِ الللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ

[🗓] الحشر 7:59. "

اوامر، اقوال، اعمال، تروک اور مناہی سب کو محیط ہے، لبندا رسول کی طرف ان الفاظ کی نسبت سے صراحناً معلوم ہوا کہ قرآن کے ساتھ ساتھ احادیث کو ماننا بھی ضروری ہے۔ پرویزی جماعت کا اعتراض ہے کہ لفظ ''آتی'' محسوسات کے ساتھ خاص ہے، لبندا لفظ ﴿الْتُكُمُ ﴾ یہاں صرف مال فے کے متعلق ہے، عام نہیں۔

اس اعتراض کا جواب سے ہے کہ اس مصدر کے مختلف صیغے قرآن کریم میں 129 مرتبہ بیان ہوئے ہیں اور بیرمحسوسات اور غیرمحسوسات دونوں کے لیے استعال ہوتے ہیں۔غیر محسوسات کے لیے چند آیات ملاحظہ فرمائیں،اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَقَالُ النَّيْنَا إِبْرَهِيْمَ رُشُكَاهُ ﴾

''اور ہم نے ابراہیم کواس کی دانائی دی۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَكُلًّا اتَّيْنَا حُكُمًا وَّعِلْمًا ۗ

''اور ہم نے دونوں (داود اورسلیمان ﷺ) میں سے ہرا کیک کوعلم وحکمت عطا کی۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ وَلَقَلُ اتَّيْنَا دَاؤُدُ وَسُلَيْمُنَ عِلْمًا ﴾

''اوریقیناً ہم نے داود اور سلیمان کوعلم عطا کیا۔''®

اورفر مایا:

﴿ وَلَقُدُ اتَّيُنَا لُقُمٰنَ الْحِكْمَةَ ﴾

''اور بلاشبہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی۔'[®] نیز فرمایا:

﴿ وَلَقَدُ اتَّيُنَا دَاؤُدُ مِنَّا فَضُلًّا ﴾

''اور بلاشبہ ہم نے داودکوا پنی طرف سے فضل عطا کیا۔'' نیز فر ماما:

﴿ فَأَتَيْنَا الَّذِينَ أَمَنُوا مِنْهُمُ آجُرَهُمُ

'' بہم نے ان میں سے ایمان لانے والوں کوان کا اجرعطا کیا۔''[®]

مزيد فرمايا:

﴿ وَاتُلُ عَلَيْهِمْ نَبَّا الَّذِي ٓ أَتَيْنَهُ الْتِنَّا﴾

''اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیں جس کو ہم نے اپنی نشانیاں عطا کی تھیں۔''[®]

اورفر مایا:

﴿ وَأَتَيْنَكُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۞

''اور ہم نے اس کو حکمت اور فیصلہ کن بات کا سلیقہ عطا کیا۔'' igotimes

نيز فرمايا:

﴿ وَتِلْكَ حُجَّتُنَّا أَتَيْنُهَا إِبْرَهِيْمَ عَلَى قَوْمِهِ ﴾

''اوریہ ہماری دلیل ہے جوہم نے ابراہیم کواس کی قوم کے مقابلے میں دی تھی۔''® نیز فرمایا:

﴿ سَلْ بَنِي السُوَاءِيلَ كَمْ اتَيْنَاهُمْ مِّنَ ايَةٍ بَيِّنَةٍ ﴾

": بن اسرائیل سے پوچھیں کہ ہم نے اضیں کس قدر واضح دلائل دیے۔"

البقرة 2:11:2.

ان کے علاوہ اور بھی بہت ی آیات کریمہ ہیں جن میں مصدر 'ایتاء' علم و حکمت اور آیات وی کے علاوہ اور بھی بہت ی آیات کریمہ ہیں جن مصدر 'اخذ' محسوسات کے ساتھ خاص نہیں۔فرمان باری تعالی ہے:

﴿ وَ أَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ ﴾

''خلا لموں کو زور کی آواز نے آ پکڑا۔''[®]

نیز ارشادالهی ہے:

﴿ قَلُ أَخَلًا عَلَيْكُمْ مُّوثِقًا مِّنَ اللَّهِ ﴾

''اس (تمھارے باپ) نے تم سے اللہ کی قتم لے رکھی ہے۔''[®] • اللہ ک

اور فرمان الهي ہے:

﴿ وَأَخَذُ تُمْ عَلَى ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ﴾

''اوراس پرمیراعهد قبول کرتے ہو۔''[®]

نیز رب العالمین نے فرمایا:

﴿ وَ اَخَذُنَ مِنْكُمُ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۞ ﴾

''اورانھوں(عورتوں)نےتم سے پختہ عہد لیا ہے۔''[®]

اورارشادالہی ہے:

﴿خُنِوالْعَفُو وَأَمُرُ بِالْعُرْفِ﴾

'' درگز رکریں اور نیکی کا حکم کرتے رہیں۔''[®]

اس کے علاوہ اور بھی آیات کر یمہ ہیں جن میں مصدر ﴿ اَخَانَ ﴾ کے مختلف صینے غیر محصوسات کے ملاق استعال ہوئے ہیں جن میں سے بعض قبولیت کے معنی میں ہیں اور

یہاں پر ﴿ فَعُنُودَهُ ﴾ سے بھی قبولیت کا معنی مراد ہے۔ اس آیتِ کریمہ سے صحابہ کرام نے بہت سے احکام مستبط کرکے وقی قرآنی کی ذیل میں شار کیے ہیں۔ یہاں ان کی تفصیل نقل کرنے کی گنجائش نہیں، بہر حال اس آیت کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ احادیث بھی وقی اللی ہیں۔

3 الله تعالى نے فرمایا:

﴿ إِنْ اَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْخَى إِلَّكَ ﴾

''میں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جومیری طرف وحی کی جاتی ہے۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ قُلُ إِنَّهَا ٱلَّتِبِعُ مَا يُوْتَى إِلَّا مِنْ رَّبِّنْ ﴾

'' کہہ دیجیے: میں تو اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جومیرے رب کی طرف سے میری طرف وحی کی جاتی ہے۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَاتَّبِغُ مَا يُوْخَى إِلَيْكَ ﴾

''اور جو پچھ آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے اس کی اتباع کریں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَاتَّبِغُ مَا يُوْخَى اللَّهُكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴾

"اوراس چیز کی پیروی کریں جوآپ کی طرف آپ کے رب نے وقی کیا ہے۔" ﴿ اَوْرَاسُ چِیْرُ کَا اِنْ اِلْمُ اِلْمَا: فَيْرَ فَرِ مَانا:

﴿ إِنْ ٱلَّتِيعُ إِلَّا مَا يُوْخَى إِلَيَّ ﴾

[﴾] الأنعام 50:6. ﴿ الأعراف2:303. ﴿ يونس10:109. ﴿ الأحزاب2:33.

آپ کے نماز، روزے، جج اور جہاد وغیرہ سے متعلق اعمال احادیث میں مفصل بیان ہو چکے ہیں اور بیا اعمال فدکورہ آیت: ''میں تو صرف اس چیز کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وہ کی گئی ہے۔' کے تابع ہیں۔ اوراگر وہ اعمال اس وحی کے تابع نہیں تو پھرتو (العیاذ باللہ) بیا عمال آپ نے اللہ تعالی کی نافر مانی کرتے ہوئے سرانجام دیے ہیں جس کا آپ عمالی کے متعلق تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ چونکہ آپ عمالی نے وحی کی اتباع کرتے ہوئے تمام اعمال کیے تو پھر لازمی بات ہے کہ آپ کے اعمال کو وحی کا درجہ دیا جائے گا، لہذا ثابت ہواکہ احادیث صححہ بھی وحی ہیں۔

الله تعالى نے فرمایا:

﴿ مَا وَلَّهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوْا عَلَيْهَا ﴾

''کس چیزنے انھیں اس قبلہ (بیت المقدس) سے پھیر دیا جس کی طرف وہ رخ کیا کرتے تھے؟''[®] نیز فرمایا:

﴿ فَلَنُولِيَنَّكَ قِبُلَةً تُرْضُهَا ۗ

" پس ہم ضرور آپ کواس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پہند کرتے ہیں۔ "
ان آیات میں تحویل قبلہ کا مخضر ذکر ہے جس کی تفصیل احادیث میں ہے کہ نبی سائٹی اور صحابہ کرام پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھا کرتے تھے لیکن ہجرتِ مدینہ کے سولہ یا سترہ ماہ بعد اللہ تعالی نے آھیں قبلے کی طرف رخ موڑنے کا حکم دے دیا۔ پہلے قبلے (بیت المقدس) کاذکر قرآن کریم میں تو نہیں ہے، صرف صحیح احادیث میں اس کا تفصیلی ذکر ہے، چنانچہ آپ اور صحابہ کرام حدیث (وحی خفی) پر عمل کرتے ہوئے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھا کرتے شے، اس سے ثابت ہوا کہ احادیث میں احادیث میں جت ہیں۔

الله تعالى نے فرمایا:

﴿ وَإِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ اَزُواجِهِ حَدِيْثًا ۚ فَلَبَّا نَبَّاتُ بِهِ وَ اَظْهَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَ اَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ فَلَبَّا نَبَّاهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاكَ هٰذَا لَا قَالَ نَبَّانِي الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۞

''پس جب نبی نے اپنی کسی اہلیہ سے راز کی ایک بات کی ، پھر جب اس نے وہ بات (کسی ساتھ والی کو) بتادی اوراس چیز کو اللہ نے نبی پر ظاہر کر دیا تو آپ نے کچھ بات بتادی اور کچھ نہ بتائی ، پس جب آپ نے وہ بات اس (اہلیہ) سے کی تو

ألقرة 2:212. (2) النقرة 144:2.

اس نے کہا کہ آپ کوکس نے بتایا؟ تو آپ مُنافِیْم نے فرمایا: مجھے جاننے والے خبر رکھنے والے خبر کھنے والے خبر کھنے والے (اللہ تعالیٰ) نے بتایا ہے۔'' ⁽¹⁾

اس آیت میں وی خفی کی طرف پہلا اشارہ یہ ہے کہ نبی سائٹی نے اپنی ایک اہلیہ سے ایک راز کی بات کی تھی۔ وہ کون می بات تھی جس کا ذکر قرآن کریم میں نہیں۔ بلکہ اس کا ذکر صحیح احادیث میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی سائٹی نے شہد کو نہ پینے پر قتم اُٹھالی تھی تا کہ عائشہ اور حصہ ہے ہیں ، حوجا کیں۔ ﴿ وَی خفی کی طرف دوسرا اشارہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ ﴿ ''اس بات کو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کر دیا۔'اور ﴿ نَبَانِی الْعَلِیْمُ الْخَوِیْدُ ﴿ '' بس بات کو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کر دیا۔'اور ﴿ نَبَانِی الْعَلِیْمُ الْخَوِیْدُ ﴿ '' بھے جانے والے اور باخبر (اللہ) نے بتایا ہے۔' میں وی جلی کے طور پر نہیں ملتی بلکہ وی خفی کے طور پر ملتی ہے۔ اور وی خفی ، اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿ وَ اَضْفَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ ﴾ اور ﴿ نَبَانِی الْعَلِیْمُ الْخَوِیْدُ ﴿ فرما کر دو مرتبہ اس کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔

ك التحريم 3:66. (2) صحيح البخاري، تفسير سورة التحريم.

کرتے ہوئے بھی نہیں ڈرتے اور اپنے مذموم مقاصد کے تحت وی خفی سے انکار کیے جارہے ہیں۔

6 الله تعالى نے فرمایا:

﴿ وَلَقَدُ رَاهُ نَزُلَةً الْخُرَى ﴿ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَلَى ۞ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاوَى ﴿ الْمُنْتَلَى إِذْ يَغْشَى السِّدُرَةَ مَا يَغْشَى ﴿ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى ۞ لَقَدُ رَاى مِنْ ايلتِ دَسِّهِ الْكُيْرَاي۞ ﴿

''اور یقیناً اس (رسول) نے اس (جبریل) کو ایک بار اور بھی دیکھا، سدرۃ المنتهٰی پر چھارہا کے پاس، جس کے قریب ہی جنت الماؤی ہے۔ جس وقت سدرۃ المنتهٰی پر چھارہا تھا۔ آئکھ نے خلطی کی نہ اسے دھوکا ہوا۔ یقیناً اس (رسول) نے اپنے رب کی (بعض) بری بڑی نشانیاں دیکھیں۔''

ان آیات سے سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جبریل علیا سے نبی عَلَیْ کی ملاقات خابت ہوتی ہے۔ اس درخت کو عظیم الشان چیز نے چھپا رکھا تھااوراس کے پاس اور بھی بڑی بڑی نشانیاں نظر آئیں، جن کی تفصیل سیح متواتر احادیث میں واقعہ معراج کی صورت میں فہ کور ہے۔ اگران احادیث سے صرف نظر کرلیا جائے تو اس کلام سے کوئی تفصیلی بات سجھ میں نہیں آتی اور تاویلات باطلہ کی بھی اس میں کوئی گنجائش نہیں بلکہ منکرین حدیث اس میں بوئی گنجائش نہیں بلکہ منکرین حدیث اس باب میں جو تاویلات کرتے ہیں، وہ بالکل تحریفات ہیں جو یہود کی فتیج عادت تھی۔ ان آیات میں اس وی خفی کی طرف اشارہ ہے، جس میں واقعہ معراج تفصیل سے مذکور ہے۔ چونکہ یہ واقعہ نبی عالیات کرتے ہیں، وہ بالکل تحریفات ہیں جو یہود کی فتیج عادت تھی۔ ان نہیں تو لنا جا ہے۔ چونکہ یہ واقعہ نبی عالیات کر اور اس کے لیے ایمان بالغیب کے عقید ہے سے تعلق رکھتا ہے، نہیں تو لنا جا ہے۔ یہ ایمان والوں کے لیے ایمان بالغیب کے عقید ہے سے تعلق رکھتا ہے،

[🗓] النجم 13:53-18.

جس کے بغیر کوئی انسان مومن نہیں ہوسکتا۔

[7] الله تعالى نے فرمایا:

﴿ مَا قَطَعْتُمُ مِّنَ لِيُنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَالِهَةً عَلَى أَصُوْلِهَا فَبِاذُنِ اللهِ وَلِيُخْزِى الْفُسِقِيْنَ ﴾ ﴿

''تم نے (ان کے) تھجور کے درخت جو کاٹ ڈالے یا انھیں اپنی جڑوں پر قائم رہنے دیا تو بیسب اللہ کی اجازت سے تھا اوراس لیے تھا کہ وہ (اللہ) فاسقول کو رسوا کرے۔''[®]

اس آیت میں بونضیر کی جلاوطنی کا تذکرہ ہے۔ اس جلاوطنی کے ساتھ نبی سُلُٹیا نے صحابۂ کرام کو تھم دیا تھا کہ ان کے بعض باغات کاٹ ڈالو اور بعض کو رہنے دو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَهِ اَذْنِ اللّٰهِ ﴾ '' یہ سب اللّٰہ کے تھم سے تھا۔'' جبکہ الله تعالیٰ کا یہ تھم قرآن کریم میں کسی بھی جگہ ندکور نہیں ہے، البذا ثابت ہوا کہ الله تعالیٰ نے یہ تھم وحی خفی کے ذریعے سے اپنے رسول مُنالِثِیم کو دیا تھا جس پر آپ مُنالِثِیم نے عمل کیا۔ جو شخص وحی خفی کو نہیں مانتا وہ نبی مُنالِثِیم تک بیادن اللی پہنچنے کا کون سا ذریعہ بتائے گا؟ فاہر ہے ان کے پاس ضد، عناد اور کیج روی کے سواکوئی دلیل نہیں۔

8 الله تعالى نے فرمایا:

﴿ قَلْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِنَّ إِلَى اللَّهِ ﴾

''یقیناً الله نے اس عورت کی بات من لی جوآپ سے اپنے شوہر کے معاملے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ کے حضور شکایت کررہی تھی۔''

اس آیت میں ایک خاص واقعے کی طرف اشارہ ہے جس میں ایک عورت اپنے

الحشر 5:59. (2) المجادلة 1:58.

خاوند کے متعلق نبی طُلِیْم سے جھگڑرہی تھی اور اللہ تعالی کے حضور فریاد کررہی تھی۔ اس عورت کانام، اس کے خاوند کا نام، وہ بات جواس نے نبی طُلِیْم سے کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد کے الفاظ میہ ساری چیزیں قرآن کریم کی کسی آیت میں مذکور نہیں، البتہ سیح احادیث میں ان کا تفصیلی ذکر ہے۔ اگر احادیث کی کوئی اہمیت اور جحیت نہ ہوتی تو پھراس فتم کی آیات بینات حقیقت سے خالی رہیں، البتہ منگرین حدیث یہاں پینترا بدلتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم اس فتم کی احادیث مانتے ہیں۔ ''بی وضاحت ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں کی جائے گی۔ کا انکار کرتے ہیں۔'' کی وضاحت ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں کی جائے گی۔

🗹 الله تعالى نے فرمایا:

ى ۩ الفتح26:48.

الْكِتْكِ وَتُكَفَّرُونَ بِبَغْضِ ﴾ كا مصداق بن جائيں۔

🗓 الله تعالی نے فرمایا:

﴿ يُرِيْدُونَ اَنْ يُّبَرِّلُوا كَلَمَ اللهِ ﴿ قُلْ لَنْ تَنَبِّعُوْنَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللهُ مِنْ قَبْلُ﴾

''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل ڈالیں ، کہہ دیجیے کہتم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چلو گے۔اللہ نے پہلے ہی سے ایسے فرمادیا تھا۔''[®]

اس آیت میں ﴿ كُلْمَ اللهِ ﴿ اور ﴿ قَالَ اللهُ مِنْ قَبْلُ ﴾ كا مصداق كسى دوسرى آيت ميں نہیں ہے۔ آیت کامضمون اور مقصد یہ ہے کہ جب تم صلح حدیدیہ سے فارغ ہوکر خیبر کی طرف روانہ ہوگے تو منافق لوگ کہیں گے کہ ہم بھی تمھارے ساتھ غزوہ ُ خیبر میں شریک ہونا حاہتے ہیں کیونکہ غزوہ خیبر آسان تھا اوراس میں مال غنیمت زیادہ حاصل ہونے کی توقع تھی، لہٰذا اس موقع بروحی خفی کے ذریعے سے اللہ تعالی کا فرمان یہ تھا کہ جولوگ حدیدیہ کے سفر میں آپ کے ساتھ نہیں تھے وہ غزوۂ خیبر میں آپ کے ساتھ شامل نہیں ہوسکتے کیونکہ غنائم خیبر حقیقت میں ان کے سفر حدیدیہ کی تکالیف اور مصائب کے بدلے مين ايك عمره جزائهي اوريه ﴿ هَـلُ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۞ * ' احبان كا بدله احسان سے دیا جاتا ہے۔' ® کے قانون کے مطابق تھی ،لیکن منافق لوگ کوشش کرتے ، رہے تھے کہ وہ غزوۂ خیبر میں ضرور شریک ہوں۔اگر وہ شریک ہوجاتے تو اس کا یہ نتیجہ نکلتا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان جووجی خفی کی صورت میں تھا، تبدیل ہوجاتا۔ اگر پورے انصاف کے ساتھ اس آیت کےمفہوم برغوروفکر کیا جائے تو بیمعلوم ہوجائے گا کہ وحی خفی کے اثبات اوراس پر کلام الٰہی اور فرمان الٰہی کا اطلاق کرنے میں بیہ آیت کریمہ نص قطعی ہے۔

عد الفتح 15:48. ﴿ الرحمٰن60:55.

جبکہ اس کی مخالفت میں چون و چرا کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہاں تک دس آیات کریم مختصر تشریح کے ساتھ بیان کی گئی ہیں جو کہ وحی حفی کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اور وہ قرآن کی طرح شرعی جب ہیں، یعنی صحیح وحسن احادیث بھی جبت شرعیہ کا درجہ رکھتی ہیں۔

باب دوم میں مذکور الله تعالیٰ کے فرمان:

﴿ وَٱنْزَلْنَآ اِلنَّهِ لَا لِلنَّاكِمُ لِلنَّهِ إِلَّهُ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلنَّهِمُ ﴾

''ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے سامنے بیان کریں جو کچھان کی طرف نازل کیا گیا۔''[®]

ے ثابت ہوتا ہے کہ احادیثِ صحیحہ قرآن کریم کی شرح ہیں، لینی متن سیحضے میں انسان شرح کامختاج ہوتا ہے، لہذا تمام اہل قرآن، قرآن سیحضے کے لیے احادیث کے مختاج ہیں۔
اس باب میں یہ بتانا مقصود ہے کہ صحابۂ کرام نے قرآن کے فہم اور تفسیر کے لیے نبی سٹائیڈ کم کی طرف رجوع کیا، حالانکہ ان کی زبان بھی عربی تھی اوران کی عقل بھی باتی امت کی نبیت کامل تھی اور ﴿ اُولِیا کی هُمُ الوَّشِدُ کُونَ ﴾ ''وہی لوگ ہمایت یافتہ ہیں۔' گی صفت ہے بھی متصف تھے۔ اس کے لیے چندمثالیں پیش خدمت ہیں:

جب به آیت کریمه نازل ہوئی:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيْلِ اللَّهِ ٱمْوَاتًا ۗ بَلِّ ٱخْيَآ ۚ عِنْدَ رَبِّهِمْ

النحل 44:16.
 الحجرات 7:49.

يُرْزَقُونَ ۞

''اوران لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں، مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور انھیں ان کے رب کے ہاں رزق دیا جاتا ہے۔''[®]

آیت کا ظاہر لغت اور عقل کے لحاظ سے مراد نہیں لیا جاسکتا کیونکہ جوشخص قل کیا جائے وہ لازمًا مرجاتا ہے اور مرنے کے بعد اس میں زندگی کا احساس باتی نہیں رہتا وہ کھا پی نہیں سکتا تو اللہ تعالی نے یہ کیسے فرمایا کہ انھیں مردہ مت سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور انھیں روزی دی جاتی ہے۔ اہلِ لغت اور اہل عقل اسے سمجھنے سے عاجز ہیں ، اسی لیے صحابہ کرام میں سے ابن مسعود رفائٹونے نے بی منابی ہے اس آیت کے متعلق استفسار کیا، پھر تا بعین میں سے ابن مسعود رفائٹونے نے ابن مسعود رفائٹونے سے اس آیت کے متعلق استفسار کیا، پھر تا بعین میں جانے کا کیا مفہوم ہے تو ابن مسعود رفائٹونے نے بیان کیا کہ بیبال زندہ ہونے اور روزی دیے جانے کا کیا مفہوم ہے تو ابن مسعود رفائٹونے نے بیان کیا کہ نبی منابی ہے ہے جس کا عقل اور اک نہیں کر کتی ، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَا لِنَ اللّٰ مُنْ عُولُونَ اللّٰ اَسْتُعُولُونَ نَ اللّٰ کے نبی سرخی زندگی ہے جس کا عقل اور اک نہیں کر کتی ، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَا لِنَ اللّٰ مُنْ مُنْ مُنْ سَرِی سِی مُنْ ہُیں سے وہ بیت میں کہا نے واضح تفیر ہے۔

در کی زندگی ہے جس کا عقل اور اک نہیں کر کتی ، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَا لِنَ اللّٰ مُنْ اللّٰ مُنْ وَلَا لَا اللّٰ عُلَا اللّٰ مُنْ اللّٰ اللّٰ مُنْ اللّٰ مِن سَرَی میں سیمے ۔ ، ﴿ ایس سیمے وہ اللّٰ اللّٰ منابی سیمے ۔ ، ﴿ ایس سیمے وہ اللّٰ اللّٰ اللّٰ مُن مُنْ ہُیں سیمے ۔ ، ﴿ ایس سیمے وہ اللّٰ اللّٰ کہ اللّٰ کہ اللّٰ کا منابی سیمے ۔ ، ﴿ ایس سیمے وہ اللّٰ کی ہے جس کا عقل اور اک نہیں کر کتی ، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَا لِنَ اللّٰ کُلُونُ اللّٰ اللّٰ کَا اللّٰ مُنْ اللّٰ کُلُونُ اللّٰ اللّٰ کُلُونُ اللّٰ اللّٰ کُلُونُ اللّٰ اللّٰ کُلُونُ اللّٰ اللّٰ کُلُونُ کُلُونُ اللّٰ اللّٰ کہ کہ کو مُن کی کی وہ کی کیا کہ کی کی اللّٰ کہ کو اللّٰ کے لیے واضح تفیر ہے ۔

اس کے علاوہ بعض دوسری آیات سے بی ثابت ہوتا ہے کہ برزخ کا زبانہ موت سے
لے کر حشر تک کازبانہ ہے۔ اس مدت کی مقدار اللہ تعالی ہی کو معلوم ہے ۔ بی زمانی
دوری (بعد) کے ساتھ مکانی بھی ہے، کیونکہ اس حالت میں بدن ایک جگہ ہوتا ہے
اورروح دوسری جگہ اور یوم حشر دونوں کو اکٹھا کیا جائے گا لیکن پرویز صاحب کے استاد
حافظ اسلم کی متضاد تحریروں میں عذاب قبر سے انکار کی کوشش کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں:

أل عمران 3:1693. ② صحيح مسلم الإمارة بيان أن أرواح الشهداء ---- حديث: 1887.

البقرة2:154.

برزخ کی مدت مرنے والوں کی موت سے لے کر حشر تک ہے کہ وہ اس میں اپنے رب کی حضوری سے آڑ میں رکھے جائیں گے اور جب حشر ہوگا تواللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کردیے جائیں گے۔ [®]

یہ متضاونظریہ ہے اوراس کا مقصد عذابِ قبر اور انعامِ قبر سے انکار کرنا ہے جومعتزلہ (پرانے مئکرین حدیث) کاعقیدہ ہے۔

﴿ ٤٠ اللهُ تعالى نے فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ اَمَنُواْ وَلَمْ يَلْمِسُوٓا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمِ أُولَلِيكَ لَهُمُ الْاَمُنُ وَهُمْ مُّهُتَدُونَ ۞﴾

''وہ لوگ جوایمان لائے ہیں اورانھوں نے اپنے ایمان کوظلم (شرک) کے ساتھ آلودہ نہیں کیا تو اٹھی کے لیے امن ہے اور یہی صحح راستے پر ہیں۔''®

اس آیت میں لفظ ظلم کا ذکر ہے چونکہ عربی لغت اور عرف میں ظلم کے معنی میں بردی

[©] قرآنی فیلے، ص:312. ﴿ قرآنی فیلے، ص:318. ﴿ قرآنی فیلے، ص:322. ﴿ قرآنی فیلے، ص:324. ﴿ الأنعام 82:6.

وسعت ہے۔ خلاف اولی بلکہ اجتہادی خطا سے لے کر کفر اور شرک تک اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے عذاب سے بچنے اور شیح راستے پر ہونے کے لیے ایسان کو شرط قرار دیا ہے جس کے ساتھ ظلم کی آمیزش نہ ہو۔ اس پر صحابۂ کرام نے سمجھا کہ یہاں ظلم اپنے عام مفہوم میں استعال ہوا ہے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ انبیاء پہا ہے سواکوئی شخص بھی گناہ سے معصوم نہیں، لہذا صحابۂ کرام کو خطرہ لاحق ہوا کہ ہم سے گناہ سرز دہوتے ہیں جس کی وجہ سے ہمیں امن اور ہدایت نہیں ملے گی۔ ان کی اس فکر مندی کے پیش نظر رسول اللہ من گھام عظیم مراد ہے جب میں سمجھایا کہ یہاں ظلم سے ایک خاص قسم، یعنی ظلم عظیم مراد ہو جوکہ شرک ہے، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فربایا:

﴿ إِنَّ الشِّرُكَ لَظُلُمٌ عَظِيْمٌ ۞

''بلاشبه شرک بهت براظلم ہے۔''[©]

یعنی یہاں ظلم سے مراد شرک ہے، لہٰذا ایبا ایمان جس کے ساتھ شرک کی آمیزش نہیں ہوگی وہ باعث امن ہے اور امن سے مرادیہ ہے کہ دائمی عذاب اور جہنم سے بچنا۔

بوق المبار کرام اگر چہ اہل زبان سے کین انھوں نے بھی لفظ ظلم کی وضاحت کے لیے نبی سالٹی کی حدیث (وحی حفی) کی طرف رجوع کیا تو انھیں اس کی حقیقت سمجھ میں آئی۔ جبکہ پر دیز صاحب اور ان کے ہم خیال عجمی ہیں آئھیں تو عربی لغت اور گرامر پر بھی عبور حاصل نہیں اور عقل بھی ناقص ہے تو پھرا لیے لوگ حدیث کے بغیر قرآن کریم کیے سمجھ سکتے ہیں۔ اور انھوں نے جو فہم قرآن کا دعوی کیا ہے وہ تفسیر نہیں بلکہ تحریف معنوی ہے جو بہود یوں کا پیشہ ہے۔

3 الله تعالى نے فرمایا:

الله يَايَّيُهَا الَّذِينَ أَمَنُواْ صَلُّواْ عَلَيْهِ وَسَلِّمُواْ تَسُلِيهُا ٥

''اے ایمان والو!تم بھی اس (رسول مَثَاثِیمٌ) پر درودوسلام بھیجو۔''

اس آیت کریمه میں اللہ تعالی نے ایمان والوں پر واجب قرار دیا ہے کہ وہ نبی منافیظ پر صلاح وسلام پڑھیں ۔ افظ صلاق قرآن کریم میں مختلف معانی میں استعال ہوا ہے:

وعا كے معنی ميس (توبة 9:103)

نماز جنازه پڑھنا(توبة 84:9)

وين(هود 87:11)

اهتمام شان اور تعظيم كرنا (الأحزاب 36:33)

انزال رحمت (الأحزاب43:33)

وروو پڙھڻا(الأحزاب56:33)

جبکہ اس آیت میں صلاۃ کا تعلق نبی سُلُیْم کے ساتھ ہے کیونکہ ﴿عَلَیْهِ ﴿ عَلَیْهِ ﴿ مَعْنَى مَعْمِرِ ﴿ ﴿ وَ ﴿ وَ وَ وَ وَ مَلَاةٌ عَلَى النَّبِيّ ﴾ کامعنی نبی سُلُیْم کے لیے خاص وعا کرنا ہے جس کا عرف میں ترجمہ درود کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام شُلُیْم ﴿ صَلَّوا عَکَیْهِ ﴿ کَا مَعْنَى اَسَ کَ الفاظ کیا ہوں ، اس ابہام کو دورکر نے کے لیے صحابہ کرام نے نبی سُلُی اِس کے الفاظ کیا ہوں ، اس ابہام کو دورکر نے کے لیے صحابہ کرام نے نبی سُلُول کی میں سکھلا ویں تو نبی سُلُی اِس نے سیکھ لیالیکن صلاۃ پڑھنا ہم نہیں جانتے ، لبذا وہ ہمیں سکھلا ویں تو نبی سُلُی اِس نے انھیں درود کے وہ الفاظ سکھلائے جومسلمان عام طور پر تشہد میں درود ابراہیمی کے طور پر پڑھتے ہیں۔ ﴿ اس

⁽¹⁾ الأحزاب 33:6:33. (2) صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب:10، حديث:3370، ومسند أحمد: 444/4.

ہے دو باتیں واضح ہوگئیں۔

- ﴿ صحابہُ کرام عبادت اوراس کی کیفیات و ہیئات اپنی طرف سے نہیں بناتے تھے بلکہ وہ اس کے متعلق رسول الله مُثَاثِیُّا سے راہ نمائی حاصل کرتے تھے کیونکہ اپنی طرف سے کیفیاتِ عبادت ایجاد کرنا صریح بدعت ہے۔
- حجابہ کرام تفییر قرآن کے لیے نبی مَثَاثِیم کی طرف رجوع کرتے تھے، حالانکہ وہ اہل لغت اوراہل فہم و فراست تھے، پھر بھی وہ کیفیت درود نہیں سمجھے تھے، اس لیے انھول نے کیفیت درود نہیں سمجھے تھے، اس لیے انھول نے کیفیت درود سمجھنے کے لیے نبی مُثَاثِیم کی طرف رجوع کیا۔

اس ضمن میں اور بھی بہت میں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔اس بات کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام ٹھائی نے قرآن فہی کے لیے اپنی عقل اور فہم و فراست پر انحصار نہیں کیا بلکہ انھوں نے نبی سی لیے کی احادیث کی طرف رجوع کیا ، لہذا ثابت ہوا کہ احادیث صححد دین میں بقینی جت ہیں جن پر قرآن کریم کا فہم موقوف ہے۔



قرآن کریم پڑمل کا انحصارعلم حدیث پر ہے مست

قرآن کریم پڑمل علم حدیث پرموقوف ہے اور بدامر جیت حدیث کے لیے صریح دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن کریم پڑمل کرنا فرض ہے جس کی فرضیت اور جیت میں کوئی شک نہیں۔ چونکہ قرآن کریم پڑمل کرنا فرض ہے جس کی فرضیت اور جیت میں کوئی شک نہیں۔ چونکہ قرآن کریم پڑمل علم حدیث پرموقوف ہے اور فرض کا موقوف علیہ (جس پر وہ مخصر ہو وہ) بھی فرض ہوتا ہے، لہذا علم حدیث برموقوف ہے اور اس باب میں بد ثابت کرنا ہے کہ ممل گیا ہے کہ فہم قرآن علم حدیث پرموقوف ہے۔ گزشتہ ابواب کے شمن میں بیہ بات ثابت کی جا بھی ہے بالقرآن علم حدیث پرموقوف ہے۔ گزشتہ ابواب کے شمن میں بیہ بات ثابت کی جا بھی ہے بالقرآن علم حدیث پرموقوف ہے۔ گزشتہ ابواب کے شمن میں بیہ بات ثابت کی جا بھی ہے بیشر متن ہے اور نبی مُلِیمُ کی صحیح احادیث اس کی شرح اور توضیح ہیں۔ شرح کے بغیر متن ہے اور نبی مُلُیمُ کی صحیح احادیث اس کی شرح اور توضیح ہیں۔ شرح کے بغیر متن کو بھی اور اس پڑمل کرنا مشکل اور بھی محال ہوتا ہے۔ اس موقف کی وضاحت کے بغیر متن کو بھی جا تی ہیں۔

🛈 اقامت صلاة (نماز)

اسلامی اعمال میں سب سے زیادہ اہم عمل اقامت صلاق ہے اوراس کی اہمیت کی ولیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں لفظ صلاق 838 میں ہے کہ قرآن کریم میں لفظ صلاق 838 مرتبہ استعال ہوا ہے۔ گزشتہ باب میں اس کے مختلف(7) معانی بھی بیان کیے گئے ہیں۔ ان مختلف صیغوں میں سے امر کا صیغہ بطور مفرد، جمع ، مذکر اور

مؤنث 20 مرتبہ مذکور ہے۔ لفظ اقامت صلاۃ کے ساتھ مختلف صیغوں کی صورت میں 42 مرتبہ مذکور ہے۔ ان میں سے امر بصیغہ مفرد پانچ مرتبہ، جمع مذکر بارہ مرتبہ، جمع مؤنث ایک مرتبہ اور لفظ 'دمقیمین'' دومرتبہ استعال ہوا ہے۔ اقامت صلاۃ کی ایجابی تشریح سورہ معارج کی آیت 2 تا 7 میں موجود ہے۔ معارج کی آیت 4 تا 7 میں موجود ہے۔ مختلف آیات میں مومنین کی صفات میں صفت اقامت صلاۃ کاذکر ہے۔ جبکہ جہنم میں جانے کے اسباب میں سے ایک سب ترک صلاۃ بھی ہے، چنانچہ ارشادفر مایا:

﴿ مَا سَلَكُكُمُ فِي سَقَرَ ۞ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۞

''(جنتی جہنمیوں سے پوچھیں گے کہ)کون سی چیز شمصیں جہنم میں لے آئی؟ وہ جواب دیں گے ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔''[®]

قرآن کریم میں کثرت سے اقامت صلاۃ کاذکر اس کی اہمیت کی صریح دلیل ہے۔ اس اہمیت کی وجہ سے قرآن کریم میں صلاۃ کے اجزائے ترکیبی بھی الگ الگ بیان کیے گئے میں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اوقات نماز كااثبات

1 الله تعالى نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الصَّلَوةَ كَانَتُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتْبًا مَّوْقُوْتًا ۞

'' بے شک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات میں فرض ہے۔''[®] .

نيز فرماما:

﴿ لَمُفِطُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلَوٰقِ الْوُسْطَى ۚ وَقُوْمُوْا بِلَّهِ قُنِتِيْنَ ۞

"نمازوں کی پابندی کروخصوصًا درمیانی نماز کی اوراللہ کے حضور عاجزی اورادب سے کھڑے ہوجاؤ۔"

اس آیت میں یانچ نمازوں کا تعین کیا گیا ہے۔ قانون عربی کے لحاظ سے لفظ ﴿الصَّلَوْتِ ﴾ جمع ہےاورجمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے۔ ﴿ وَالصَّلُوقَ ﴾ میں واو عاطفہ ہے جس کا لغوی تقاضا مغارت ہے، لیعنی معطوف اینے معطوف علیہ سے غیر ہوگا اگرچہ درمیان میں مناسبت بھی ہو۔ ﴿ الْوُسْطِي ﴾ كالغوى مقتضابيہ ہے كدايك چيز كے دواطراف متساوی ہوں۔ عربیت کے لحاظ سے ان مینوں تقاضوں کو ضرور پورا کرنا ہوتو ادنیٰ سے شروع کریں گے۔وہ پیرکہا گرصلوات کو تین پرمحمول کریں گے تو پھروسطیٰ کا مقتضا پورانہیں ہوسکتا کیونکہ تین عدد کی درمیانی چیز کے دونوں اطراف متساوی نہیں ہوسکتے بلکہ ایک طرف وواور دوسری طرف ایک نماز آئے گی، للبذا الصَّلَوْتِ (جَمَّع) سے لازی طور پر جار مراد لیا جائے گا اور' اَلصَّلاَةُ '' (واحد) یا نجوال عدد ہوگا جو مغایرت کی وجہ سے ہے اوراس طرح ﴿ الْوُسُطَى ﴾ كا تقاضا بھي يورا ہوتا ہے، يعني يانچويں نماز كے دونوں طرف دودو نمازیں ہیں۔اس طرح یانچ کی تعداد بوری ہوگئی،البذالفظ ''صلوات'' میں چار کے عدد ہے ساری مقتضیات یوری ہوگئیں اور حار ہے آگے جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ پانچ نمازیں تب ہوسکتی ہیں جب ان کے یانچ اوقات الگ الگ ہوں۔اس آیت میں ہے بھی بتایا گیا ہے کہ فرض نماز کا ایک رکن قیام ہے۔

2 الله تعالى نے فرمایا:

أَقِيمِ الصَّالُوةَ لِنُ الرُّاكِ الشَّمْسِ إلى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْانَ الْفَجْرِ

"سورج کے ڈھلنے ہے رات کے اندھیرے تک نمازیں پڑھا کرو۔اور فجرییں

البقرة 2:882.

قرآن پڑھا کرو۔''[®]

اس آیت میں اوقات کا طریقہ اثبات اس طرح ہے کہ 'دلوگ' گفت میں زوال اور غروب کے لیے مستعمل ہے۔ اکثر زوال کے لیے آتا ہے، یہاں لاز مازوال کا معنی مراد لیا جائے گا۔ کیونکہ اگر غروب کا معنی لیا جائے تو ﴿ عَمْنِق النّیٰ ﴾ بھی غروب ہے ، تو پھر کلام کا کوئی فائدہ نہیں رہتا۔ زوال آفتاب سے رات کی تاریکی تک نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز ظہر زوال کے فور ابعد اور پھر نماز عصر ، پھر غروب آفتاب کے فور ابعد نماز مغرب اور پھر نماز عصر ، پھر غروب آفتاب کے فور ابعد نماز مغرب اور پھر نماز عشاء جبکہ نماز فجر طلوع فجر کے بعد۔ مئرین حدیث اس آیت کو تو مانتے ہیں لیکن اوقات کا تعین حدیث کی رو سے نہیں مانتے۔ آیت پر عمل کرتے ہوئے ان پر لازم ہے کہ وہ وہ زوال سے لیکن اوقات کا تعین حدیث کی بوری تاریکی چھا جانے تک نماز میں مشغول رہا تو در کنار یہ لوگ درمیان میں وقفہ نہ کریں۔ جبکہ زوال سے عشاء تک نماز میں مشغول رہنا تو در کنار یہ لوگ تو سرے سے نماز پڑھنے کے قائل ہی نہیں ، اس کا فہوت بعد میں پیش کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فر مایا:

وَاقِيرِ الصَّلَوةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلَفًا صِّنَ الَّيْلِ

'' دن کے دونوں سروں اوررات کی کچھ گھڑیوں میں نماز پڑھا کریں۔''[®]

اس آیت میں بھی پانچوں نمازوں کے اوقات کابیان ہے کیونکہ دن کے دو اطراف ہیں۔ زوال سے پہلے نماز فجر اورزوال کے بعد نماز طیر اورنماز محر۔ زوال سے پہلے نماز فجر اورزوال کے بعد نماز طہر اورنمازعصر۔ ڈکلفًا ''ڈ ڈلفَۃ'' سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے نزد کی، لیعنی رات کی وہی گھڑیاں جو دن کے قریب ہیں تو اس سے مراد صرف اول وقت غروب ہے۔ اور دوسرا وہ ہے جب شفق غائب ہوجائے، تو اس طرح مغرب اورعشاء اس وقت میں داخل

نتي إسراء يل 78:17. 2 هود 114:111.

ہوگئیں۔ اس حوالے سے بھی مکرین حدیث سے استفسار کیاجا سکتا ہے کہ جب تم احادیث سے تعین اوقات تسلیم نہیں کرتے تو پھراس آیت پرعمل کرتے ہوئے دن کے دونوں اطراف میں مسلسل نماز پڑھتے رہو اوررات کی ابتدائی ساعات میں مسلسل نماز پڑھوگر عجیب معاملہ سے کہ ان کی سرے سے نماز ہی نہیں، اگر ہے تو وہ بھی ان کی اپنی صوابدید پر۔

1 الله تعالى نے فرمایا:

﴿ وَسَيِّحُ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّنْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ أَنَا آيُ الَّيْلِ فَسَبِّحُ وَٱطْرَافَ النَّهَادِ لَعَلَّكَ تَرْضَى ۞

"سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تنبیج کیا کریں اور دن کے ساتھ تنبیج کیا کریں اور دن کے اطراف میں بھی، تاکہ آپ (اس سے) خوش ہوں۔"

اس آیت میں بھی پانچ اوقات کاذکر ہے۔ طلوع آفتاب سے پہلے نماز فجر اور غروب سے پہلے نماز فجر اور غروب سے پہلے نماز فجر اور غروب سے پہلے نماز عصر ﴿ اَنَا بِيُ الْدِيْلِ ﴾ میں مغرب اور عشاء کاذکر ہے اور اطراف جمع جمعنی تثنیہ ہے اس سے مراد وہ وقت ہے جس میں دن کے دونوں اطراف جمع ہوتے ہیں ، لیعنی وقت ظہر۔

منکرین حدیث اعتراض کرتے ہیں کہ اس آیت میں توشیح اور حمد پڑھنے کا تھم ہے، نماز کا تو ذکر ہی نہیں ہے۔

اس اعتراض کا جواب میہ ہے کہ زبان سے تنبیج وتخمید کرنا ذکر اللی ہے جس کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں کیونکہ ذکر اللی ایس عبادات میں سے ہے جس کے وقت کی کوئی قید نہیں،

ۍ طه 20:130. € طه 20:130.

جیما کہ بہت می آیات سے ثابت ہے۔ اس طرح دل میں شیج وتحمید، یعنی عقید ہ توحید کا دوام ضروری ہے۔ اس کے لیے بھی کوئی وقت مقرر نہیں ہوسکتا، لہذا معلوم ہوا کہ یے ملی شیج وتحمید ہے اور وہ صرف نماز ہے۔

الله تعالى نے فرمایا:

﴿ فَسُبُكُنَ اللهِ حِيْنَ تُمْسُونَ وَحِيْنَ تُصْبِحُونَ ۞ وَلَهُ الْحَمْلُ فِي السَّمَاوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُطْهِرُونَ۞

''پس تم اللہ کی تعیج بیان کرو جب شام کرواور جب صبح کرو۔اورآ سانوں اور زمین میں اس کی ستائش ہے۔اوراس کی تعیج کرو پچھلے پہر بھی اور جب تم ظہر کرو۔''[®] اس آیت میں بھی پانچوں نمازوں کے اوقات کی مکمل تصریح ہے۔ ﴿ تُنْسُونَ ﴿ سے مغرب اور عشاء ﴿ تُصْبِحُونَ ﴾ سے وقت صبح ﴿ عَشِيًّا ﴾ سے وقت عصر اور ﴿ تُنْظِهِدُونَ ﴾ سے وقت ظہر مراد ہے۔

ان آیات سے پوری طرح واضح ہوگیا کہ اللہ تعالی نے نماز کے لیے پانچ اوقات مقرر کیے ہیں۔ لیکن ان اوقات کی پوری وضاحت اوران کی ابتداو انتہا کے بارے میں تفصیل کتب احادیث میں موجود ہے، یعنی ان آیات پرعمل کرنے کے لیے احادیث کی لازمی ضرورت ہے تاکہ اوقات کی ابتداو انتہا کے بارے میں کوئی کمی بیشی نہ ہو۔

قر آن کی روشنی میں نماز کے ارکان وشرائط مصصص

شرائط نماز قرآن کی روثنی میں کے

ﷺ طہارت: اس کی تین اقسام ہیں: وضوعنسل اور تیٹم ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الروم 30:17,18.

﴿ يَاكِنُهَا الَّذِينَ أَمَنُوٓا إِذَا قُمْتُمُ لِلَى الصَّلُوةِ فَاغْسِلُواْ وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيكُمْ لِلَى الْمَوَافِقِ وَامْسَحُواْ بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ لِلَى الْكَعْبَيْنِ ﴾

المهواري والمستحوا پره وسِله وارجله العبين المعبين المهواري والمستحوا پره وسِله وارجله العبين الله المعبين الله والواجب تم نماز کے ليے الطوتو اپنے چہرے اور کہنوں تک ہاتھ دھو ليا کرو، اور اپنے سروں کا مسے کيا کرواور مخنوں تک دونوں پاؤں دھوليا کرو۔ '' اس آيت ميں وضو کا بيان ہے۔ جبکہ احادیث ميں کلی کرنا، ناک ميں پانی چڑھانا، ناک جماز نا، ڈاڑھی کا خلال کرنا، انگليوں کا خلال کرنا اور کا نوں کا مسح کرنا کی تفصيل بطور سخميل فرض بيان کی گئی ہے اور بيتمام چيزيں فدکورہ چاراعضاء سے خارج نہيں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَأَطَّهَّرُوْا ﴿

''اورا گرتم جنبی ہوتو پھرنہا کراچھی طرح پاک ہوجاؤ۔''[®] آیت کے اس جھے میں عسل کا ذکر کیا گیا ہے، نیز فرمایا:

﴿ وَإِنْ كُنْتُمُ مَّرْضَى اَوْ عَلَى سَفَرِ اَوْ جَآءَ اَحَدُّ قِنْكُمْ شِّنَ الْغَآلِطِ اَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَكُمْ تَجِدُوا مَآءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَايُدِينَكُمْ مِّنْهُ ﴾

''اوراگرتم مریض ہویا سفر میں ہویا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہوکر آیا ہویا تم مریض ہویا سفر میں ہویا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہوکر آیا ہویا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہواور شخصیں پانی میسر نہ ہوتو پھر پاک صاف مٹی سے تیم کرلو، پھر اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسلح کرو۔'' آیت کے اس جھے میں تیم کے جواز کے اسباب اوراس کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اس حصے میں تیم کے جواز کے اسباب اوراس کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اس دوام: یعنی ہمیشہ پانچوں نمازیں پڑھنا، کسی وقت کی بھی نماز نہ چھوڑنا۔ ارشاد باری

قرآن کریم پڑمل کا انحصار علم حدیث پر ہے

134

تعالیٰ ہے:

﴿ إِلَّا الْمُصَلِّينَ } الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمُ دَآيِمُونَ)

''مگروہ نمازی، جواپی نمازیں ہمیشہ ادا کرتے ہیں۔''[®]

ا کافظت: لینی ہمیشہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ ارکان اور شرائط کی پابندی کرنا اور سرائط کی پابندی کرنا اور س

كروبات ومفسدات نمازے بچنا۔اللد تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ حٰفِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ ﴾

''نمازوں کی حفاظت کرو۔''[©]

اور فرمایا:

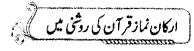
﴿ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۞

''اور جوا پی نماز وں کی حفاظت و پابندی کرتے ہیں۔''®

سورهٔ معارج میں ﴿ دَآلِهِ مُوْنَ ﴾ کے بعد ﴿ یُحافِظُونَ ﴾ کا بیان اس بات کی دلیل ہے

کہ محافظت، دوام سے الگ مستقل صفت ہے اور بید دوام کو بھی محیط ہے، نیز بید دوام اور

محافظت دونوں حقیقت میں اقامت نماز کے ہم معنی ہیں۔



🕾 قیام: الله تعالی نے فرمایا:

﴿ وَقُوْمُوا بِللهِ قُنِتِينَ ۞

''اوراللہ کے حضور عاجزی اورادب سے کھڑے ہوجاؤ۔''[®]

استقبال قبله: ارشادر بانی ہے:

المعارج 23,22:70. (2) البقرة 238:2. (3) المعارج 34:70. (4) البقرة 238:2.

﴿ فَوَكِّ وَجُهَكَ شَطْرَ الْمُسْجِدِ الْحَوَامِرِ " وَحَيْثُ مَا كُنْتُهُ فَوَتُواُو جُوَّهُكُهُ شَطْرَةً ﴾ " " اپناچېره مسجد حرام کی طرف پھیرلواور تم جہال کہیں بھی ہوتو اپنے چېرول کوای کی طرف پھیرو۔ " قطرف پھیرو۔ "

بالاجماع بيآيت دورانِ نماز قبله روہونے کے متعلق ہے۔

الله تعالى نے فرمایا: 🏚

﴿ وَ رَبِّلِ الْقُرُانَ تَرْتِيْلًا ﴾

''اورخوب تقبر کقر آن پڑھا کرو۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ فَأَقُرَءُوا مَا تَيَسَّرَمِنَ الْقُرْانِ ﴾

''جتنا آسانی ہے ہوسکے قرآن پڑھ لیا کرو۔''®

🧁 ركوع وسجود: الله تعالى نے فرمایا:

﴿ يَاكِيُّهَا الَّذِينَ امَنُوا ازْكَعُواْ وَاسْجُنُّواْ وَاعْبُنُّواْ رَبُّكُمْ ﴾

''اے ایمان دارو! رکوع کرو، سجدہ کرواورا پنے رب کی عبادت کرو۔''[®]

الترام كے بارے ميں ارشاد بارى تعالى ہے:

﴿ وَقُوْمُوا بِللهِ قُنِتِينَ ۞

''الله کے حضور عاجزی اورادب سے کھڑے ہوجاؤ۔''[®]

و اخلاص: اخلاص برعبادت کی شرط اوررکن ہے، یعنی دل میں اللہ تعالی کے سواکسی اور کی طرف خیال وقصد نہ ہو، چنانچہ فرمایا:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاقِ وَلُسُكِي وَمَحْيَاكَ وَمَهَاتِنُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَلَمِينَ ۞

٠ البقرة 144:2 ﴾ المزمل 4:73. ﴿ المزمل 20:73. ﴾ الحج 77:22. ﴿ البقرة 238:2.

'' کہد دیجیے: میری نماز ،میری قربانی (عبادت) میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے ہوتمام جہانوں کا رب ہے۔''[®]

﴿ خشوع: ول كى توجه اوراعضاء كا سكون وحركت شريعت كے موافق ہواور آ دمى كو قراءت كافہم ہو۔اللہ تعالى نے فرمایا:

وَ قُلُ اَفْلَحَ النُوْمِنُونَ ۞ الَّذِيْنَ هُمْر فِي صَلَاتِهِمْ خُشِعُونَ ۞

''یقیناً مومن کامیاب ہوئے، جواپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔''® یہاں تک نماز کے اوقات، شرائط اورار کان قرآن کی روشنی میں بیان کیے گئے۔ان شرائط و ارکان کو سیح طور پر ادا کرنے کے لیے احادیث کی طرف عملی طور ہر رجوع کرنا یڑے گا کیونکہ ان کی تفصیل احادیث ہی میں دستیاب ہے اور اسی کونماز نبوی کہا جاتا ہے۔ صیح طریقے سے وضوکرنے کے بعد نماز کی نیت کرکے قبلہ رخ کھڑے ہوں۔ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا شریعت سے ثابت نہیں، پھر کندھوں یا کانوں کی لو کے برابر ہاتھ الله على اور الله أَكْبَرُ كت موئ وايال باتھ بائي باتھ يرركه كرووول باتھ سينے ير بانده لیں، پھراس کے بعد دعائے استفتاح اَللّٰهُمَ بَاعِدْ بَیْنِی باِسُبْحَانَكَ اللّٰهُمُّ وغیرہ یڑھیں، پھر سورہ کا تحداوراس کے ساتھ کوئی سورت یا چند آیات ملا کر پڑھ لیں۔اس کے بعد اللهُ أَكْبَرُ كهدكر رفع اليدين كرت بوئ ركوع مين جائيں - ركوع مين باتھ كمنول پرر کھیں اور کمر اور گرون کو برابر رکھیں۔ رکوع میں کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيم رِدهين، پير سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ كَهِم كرركوع سے سر اٹھائين اور رفع الیدین کریں۔ رکوع کے بعد کھڑے ہوکر اطمینان کے ساتھ رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا وعا يرهين، كهر الله أَخْبَرُ كَتِ موت تجدے ميں جاكيں۔ يبلے باتھ زمين ير

٠ الأنعام 162:6. ﴿ المؤمنون 2,1:23.

لگائیں اوراس کے بعد گھٹے لگائیں۔ سات اعضاء (دو ہاتھ، دو پاؤں، دو گھٹے اور ناک سمیت پیٹانی) پر سجدہ کریں۔ سجدے میں کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّي الْأَعْلَى بِرِهِيں، پھراللَّهُ أَخْبَرُ کہتے ہوئے سجدے سے سر اٹھائیں اور قعدے میں رَبِّ الْأَعْلَى اغْفِرْلِي دعا پڑھیں۔ پھر اللَّهُ أَخْبَرُ کہتے ہوئے دوسرا سجدہ کریں۔ دوسرا سجدہ مکمل اغْفِرْلِي دعا پڑھیں۔ پھر اللَّهُ أَخْبَرُ کہتے ہوئے دوسرا سجدہ کریں۔ دوسرا سجدہ مکمل کرنے کے بعد اللَّهُ أَخْبَرُ کہتے ہوئے جاسم استراحت کے لیے بیٹھیں، پھر کھڑے ہوکہ کہنی رکھت کے دوسرے سجدے کے بعد تشہد میں بیٹھیں، اس میں اکتَّجِیَّات درود شریف اور مسنون دعا کیں پڑھیں اور پھر دونوں طرف سلام پھیر دیں۔ نی اَلَیْ اِللَّهُ اِنْ اِللَّهُ اِللَٰهُ اِللَّهُ اِللَّهُ اِللَّهُ اِللَّهُ اِللَّهُ اِللَّهُ اِللَّهُ اِللَّهُ اِللَّهُ اِللَٰهُ اِللَّهُ اِللَّهُ اِللَٰهُ اللَّهُ اِللَٰهُ اِللَٰهُ اِللَٰهُ اِللَٰهُ اللَٰهُ اللَّهُ اللَّهُ اِللَٰهُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ ا

«صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي»

''نماز ای طرح پڑھو جیسے تم مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔''[®]

قرآن وحدیث کے مطابق تمام مسلمانوں کے لیے نماز کا عام طریقہ یہی ہے۔قرآنِ
کریم میں اجزائے ترکیبی بیان کیے گئے ہیں جبکہ ان اجزاء کی ترکیب وتر تیب احادیث
میں بیان کی گئی ہے۔اگر بعض کیفیات میں اتباع حدیث کی بنا پر اختلاف کیا جائے تو کوئی
حرج نہیں اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے اختلافات کی بنا پر آپس میں تشدد ،تعصب
اور کفر کے فتوے جاری کرنے سے احتراز کریں تا کہ دشمنان اسلام ،خصوصًا غلام احمد پرویز
کی قبیل کے لوگوں کو امت پرطعن زنی کا کوئی موقع نہل سکے۔

اب منکرین حدیث پرویزی گروہ کا اقامت نماز کے متعلق عقیدہ اور چنداستفسارات پیش خدمت ہیں تا کہ معلوم ہوجائے کہ بیلوگ قرآنی نماز کے قائل ہیں نہان کے پاس

شعب البخاري ، الأذان، باب الأذان للمسافرين ----، حديث:631.

نماز پڑھنے کا کوئی طریقہ ہے۔

﴿ اقامت صلاة كے متعلق پرویز صاحب كا ایک نظریہ: وہ سلیم كے نام خط میں سورہُ اعراف كى اس آیت كی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُمَتِّكُونَ بِالْكِتْبِ وَآقَامُوا الصَّلُوةَ ﴿ إِنَّا لَا نُضِيُّعُ آجُرَ السَّلُوةَ ﴿ إِنَّا لَا نُضِيُّعُ آجُرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴾ الْمُصْلِحِيْنَ ﴾

"جولوگ کتاب کومضبوطی سے پکڑتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی، یقیناً ہم اصلاح کرنے والوں کا اجرضا کع نہیں کرتے۔"

'' دمتی وہ ہے جو قانون خداوند کے ساتھ پورا پورا تمسک رکھتے ہوں، یعنی صلاۃ قائم کرتے ہوں۔ یہی وہ ہمواریاں پیدا کرنے والے مصلحین ہیں جن کے اعمال ضرور نتیجہ خیز ہوتے ہیں۔''®

یہاں انھوں نے تمسک قانون خداوندی کو اقامت صلاۃ کہا ہے۔ اگر چہ آیت میں ﴿ وَ اَقَامُوا الصّلٰوۃ ﴾ بطور عطف ﴿ يُنسِّكُون ﴾ پر ہے اور عطف مغایرت چاہتا ہے لیکن پر ویز صاحب نے شاید اس کو عطف تفسیر سمجھ لیا ہے۔ اُن سے پوچھا جاسکتا ہے کہ تمام روئے زمین پر جتنے مسلمان نماز پڑھتے ہیں وہ قانون خداوندی کے ساتھ تمسک اختیار کرتے ہیں یانہیں؟ لیکن پرویز صاحب کے بقول تمام عالم میں قانون خداوندی یا قرآنی نظام نہیں تو کسی مسلمان کی کوئی نماز ہی نہیں۔

﴿ ا قامت صلاة كے متعلق جناب پرویز كا دوسرا نظریه: الله تعالی نے فرمایا:

﴿ قَالُواْ لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۞

''وہ کہیں گے ہم نمازنہیں پڑھا کرتے تھے۔''[®]

اس آیت کی تفییر کرتے ہوئے سلیم کے نام خط میں لکھتے ہیں: وہ کہیں گے ہم ان کے ساتھ شامل نہ ہوئے جنھوں نے نظام صلاۃ کو قائم کیا تھا۔ نظام صلاۃ کیا ہے اس کے متعلق بہت کچھ لکھ چکا ہوں لیکن قرآن نے ان تمام تفاصیل کوسمیٹ کر ایک فقرے میں رکھ دیا ہے، یعنی:

﴿ وَلَمْ نَكُ نُطُعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴾

''ہم مساکین کے رزق کا انتظام نہیں کرتے تھے۔''[®]

یہ قرآن میں سراسرتح بیف ہے، اس لیے کہ مساکین کو کھلانا الگ مستقل صفت ہے۔
لیکن انھوں نے تو مساکین کو کھلانے کے انتظام کو اقامت صلاۃ قراردیا، پھر اللہ تعالیٰ
کے فرمان: ﴿ وَكُنْكَا لُكُنِّ بُ بِيدُومِ اللِّيْنِ ﴾ "اور ہم حساب کے دن کو جھٹلاتے تھے۔"
کی تفییر کرتے ہوئے کہتے ہیں: عملاً حالت بیتھی کہ ہم اسے باور ہی نہیں کیا کرتے تھے کہ
اس غلط معاشرت کا انجام جس میں مسکین کی روئی کا انتظام نہیں ہوتا ہلاکت اور بربادی
کے سوا کچھ نہیں ہمیں اس بر بالکل ایمان نہیں تھا۔ ﴿

یبال''یوم الدین'' کی تفیر مسکین کی روئی کا انظام کرنے سے کی گئ ہے۔ ایسی عقل و دانش پر اظہار جیرت و تعجب کے سواکیا کیا جاسکتا ہے؟

پرویز صاحب نے اقامت صلاۃ کے لیے قرآنی حکومت کوشرط قراردیا ہے۔اس کے بغیر وہ عام نمازوں کورٹی نمازیں قراردیتے ہیں۔سلیم کے نام خط لکھتے ہیں: غور کروسلیم اگر قیام صلاۃ سے مقصودیہ ہماری رسی نمازیں ہی ہوں تو ان کے لیے تَمَکُّنْ فِي الْأَرْضِ لِین ملک میں قرآنی حکومت قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میے نمازیں تو ہم انگریز کی غلامی میں بھی پڑھا کرتے تھے اور آج بھی ہندوستان کے مسلمان اسی طرح پڑھ رہے غلامی میں بھی پڑھا کرتے تھے اور آج بھی ہندوستان کے مسلمان اسی طرح پڑھ رہے

هـ مسين المعادر 44:74. (قالمعادر 46:74. (ق) مكتوبات م 274.

ہیں، پھر یہ بھی سوچو کہ قرآن نے اقامت صلاۃ کا فطری تیجہ''اِسْتِخْلَاف فِی الْأَرْضِ'' بتایا ہے۔ ہماری ان نمازوں میں کب''اِسْتِخْلَاف فِی الْأَرْضِ'' ملا۔ سورہ لللہ میں دیکھو اقامت صلاۃ اورایتائے زکاۃ کا لازمی تیجہ یہ بیان کیا گیا۔ ﴿لَاحَوْفُ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْوَنُونُ وَلَا عُورَكُ مِی کہ ہماری نمازیں اوراڑھائی فی صدرکاۃ یہ تیجہ پیدا کررہی ہے کہ ہمیں کی قشم کا خوف وحزن نہ ہو۔ ﴿

جناب پرویزنے اس تحریر میں مسلمانوں کے دلوں میں کیسے وسوسے اور خدشات ڈال دیے ہیں۔مسلمانوں کی عام نمازوں کو رسی نمازوں سے تعبیر کرکے کہتے ہیں: قرآن نے اقامت صلاۃ کا فطری نتیجہ اِسْتِٹْ لَاف فِی الْأَدْض بتایا ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اس مضمون کی کوئی آیت قرآن کریم میں سے ہمیں بھی بتادہ! اس طرح پرویز صاحب کا یہ جملہ بھی دیکھو جو سورہ بقرہ میں اقامت صلاۃ اورایتائے زکاۃ کا لازی نتیجہ یہ بیان کیا گیا ہے: ﴿لاَحْوَفَ عَلَیْهِمْ وَلاَهُمْ یَخْوُفُ نَ ﴿ بِہِاں بھی ہم وہی سوال کرتے ہیں کہ سورہ بقرہ میں سے ہمیں بھی کوئی الی آیت بتاؤ جو اس مضمون پر دلانت کرتی ہو۔ مثال مشہور ہے' چہ دلا وراست دزدے کہ بحف چراغ دار' الحمداللہ قرآن کریم مسلمانوں کے سامنے موجود ہے اور پرویز صاحب نہایت دیدہ دلیری سے تحریف قرآن کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اللہ تعالی پرجھوٹ باندھنے میں لگے ہوئے ہیں۔ صلاۃ کے متعلق سلیم کے نام خط میں لکھتے ہیں:الصلوۃ صراط متنقیم پر چلنے کانام ہے، پھر لکھتے ہیں: الصلوۃ صراط متنقیم پر چلنے کانام ہے، پھر لکھتے ہیں: "رکوع کامعنی قانون خداوندی کی ملی تصدیق اوراس کے سامنے جھک جانا ہے۔' "اس کے بعد لکھتے ہیں: ' رکوع کامعنی قانون خداوندی کی عملی تصدیق اوراس کے سامنے جھک جانا ہے۔' "اس کے بعد لکھتے ہیں؟ اس نے دیکھا کہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے کیسے کرتب دکھاتے ہیں؟ اس

البقرة 2:88:2 (كتوبات، ص: 211. (كتوبات، ص: 210,209.

ساری کاوش کا مطلب میہ ہے کہ مسلمانوں کے ذہنوں سے صلاق رسول کا نقشہ نکال دیا جائے۔ آخر میں ہم پرویزی جماعت سے درج ذیل سوالات بوچھتے ہیں اور لازم ہے کہ ان کے جوابات صرف قرآنی آیات ہی سے دیے جائیں۔

1 قرآن كريم مين بار بار ﴿ وَأَقِيمُوا الصَّلْوةَ ﴾ كاهم ب، بنا كين الصلاة كيا بي؟

2 اسے کس طرح قائم کریں؟

آی بینماز دن اوررات میں کتنی بار قائم کریں؟

اس کے اوقات کیا ہیں؟

[5] اوقات نماز کی ابتدا اورانتها کی حد بندی کیے ہوگی؟

آ ہرنماز کی کتنی رکعتیں ہیں؟

[7] اور ہررکعت میں کیا پڑھنا جاہیے؟

کیا ان سوالات کے جوابات قر آن کریم سے دیے جاسکتے ہیں؟ یقیناً نہیں دیے جاسکتے اور احادیث کو آپ مانتے نہیں، لہذا نماز سے چھٹی ہوگئی اوریہی آپ کا مقصد ہے۔

ارکان اسلام میں سے صلاۃ کے بعدادائے زکاۃ کا مسکلہ بہت اہم ہے۔اس کی اہمیت کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں مختلف تعبیرات کی کثرت کے ساتھ اس کا تذکرہ موجود ہے۔ زکاۃ،صدقہ، تصدق اورانفاق کے مختلف صیغوں کے ساتھ اس کا استعال ہوا ہے۔ بہلی تعبیر(زکاۃ) فرض کے ساتھ خاص ہے اور باقی تعبیرات فرض اورنفل دونوں کے لیے ستعمل ہیں۔ زکاۃ عربی زبان میں طہارت و پاکیزگی کے معنی میں آتا ہے۔قرآن کے میں یہ لفظ تطہیر معنوی اور روحانی تطہیر کے لیے بھی استعال کیا گیا ہے۔ارشاد

باری تعالی ہے:

﴿ خَيْرًا مِنْهُ زَكُوةً وَّ ٱقْرَبَ رُحْمًا ۞

'' پا کیزگی میں اس سے بہتر اور شفقت میں اس سے قریب تر ہو۔''[®] نیز فی ان

﴿ وَحَنَانًا مِّن لَّهُ نَا وَزُلُوةً ﴾

''اورا پنے ہاں سے رحم دلی اور پا کیز گی عطا کی۔''[®]

یہ مادہ مختلف صیغوں سے اس معنی میں مستعمل ہے اور زکاۃ کا شرعی معنی اللہ تعالی اور رسول تَالِیُّمِ کے عظم کے مطابق مال کا مقرر حصہ اوا کرنا ہے۔ قرآن کریم میں اس کا 30 مرتبہ ذکر ہوا ہے اور مندرجہ ذیل مختلف طریقوں سے اس کی اہمیت بیان کی گئی ہے:

- ﴿ فرضيت كے ليے صيغه امر كے ساتھ 9 مرتبد۔
- خ زكاة مؤمنين كى صفات ميں ہے ہے۔(البقرة 1772و 2777) النسآء 162:4 ،
 المآئدة 55:5 التوبة 71:9 ، المؤمنون 60:23 ، النور 37:24)
- ذكاة سابقة امتوں پر بھی فرض تھی۔سارے انبیاء بیٹھ میں سے ہر ایک کی ملت میں (الأنبیاء 23)، ملت اسماعیل علیہ میں (البقوة (الأنبیاء 23)، المت اسماعیل علیہ میں (مویہ 55:19)، ملت بنی اسرائیل میں (البقوة 43:2) و 83)، (البیّنة 598)، (البیّن
- ﴿ زكاة اداكرنے ك فواكد اور منافع: يه نيك اعمال ميں سے ہے: (البقرة 2:177) يه اسباب اجر ميں سے ہے: (البقرة 2:777) يه اسباب اجر ميں سے ہے: (البقرة 277:2) سيئات اور گناموں كا كفاره اور جنت ميں واضلے كا سبب ہے: (المائدة 2:15)، الله تعالى كى خصوصى رحمت كے حصول كا ذريعہ ہے: (الأعراف 7:156)

- جان و مال کی حفاظت کا باعث ہے۔ (التوبة 9:5)
- ﴿ مال كى زيادتى اور فراوانى كا باعث ہے۔ (الروم 39:30)
 - القمان (4:31) عنات میں سے ہے۔(لقمان 4:31)
- ن کا ق ادانه کرنامشرکین کی صفات میں سے ہے۔ (حمّ السجدة 7:41)

تصدق اور انفاق کے مختلف صیغوں سے بھی مستعمل ہے۔قرآن کریم نے زکاۃ کے آمھ مصارف بھی لفظ صدقات کے ساتھ بیان کیے ہیں، جبیبا کہ سورہ توبہ 60:9 میں فرکور ہیں۔

شریعت میں مال کا ایک خاص حصد ادا کرنے کا نام فرض زکاۃ ہے۔ اس کے لیے دلیل سے کہ قرآن کریم کی اکثر آیات میں مومنوں کی صفت انفاق کے حوالے سے بیان کی گئ ہے، جیسا کدارشادفر مایا گیا:

﴿ وَمِمَّا رَزَقَنْهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿ ﴾

"اور ہم نے جورزق انھیں عطاکیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

عربیت کے لحاظ سے یہاں ﴿ وَمِنّا ﴾ تبعیض کے لیے ہے، یعنی بعض اور پھھ ھے کو

بیان کرتا ہے۔ اس طرح قرآن مجید میں احکام میراث بیان کرنا اور مال کے متعلق وصیت

کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمان زکا ۃ ادا کرنے کے بعد اپنے پاس مال رکھ

سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک مسلمان اس کے پچھ ھے کے بارے میں کسی کے حق میں
وصیت بھی کرسکتا ہے۔

 بعض افراد الیا کر سکتے ہیں جو ان کے لیے کمال کا درجہ رکھتا ہے۔ ای طرح قرآن کریم میں تجارت، صنعت اور ملازمت کے ذریعے سے کمائے ہوئے مال اور زمین کی آمدنی میں انفاق کے فریضے کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿ يَاَيُّهُا الَّذِيْنَ امَنُوْآ اَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبْتِ مَا كَسَبْتُهُ وَمِثَّا اَخْرَجُنَا لَكُهُ مِّنَ الْاَرْضِ ﴾

''اے ایمان والو! اپنی حلال کمائی میں سے اور ان حلال اشیاء میں سے جوہم نے تعمارے لیے زمین سے بیدا کی ہیں ہماری راہ میں خرچ کرو۔''

یہاں تک زکا ۃ کے متعلق قرآنی احکام کی تفصیلات بیان ہو کمیں۔ان احکامات پر پوری طرح عمل کرنے کے لیے احادیث کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔احادیث سے ثابت شدہ تفصیلات کچھ بول ہیں۔

[آ] سونا چاندی اوراس کی مصنوعات پرشرح زکا ہ چالیسوال حصہ ہے۔ جس کو عربی میں ربع العشر کہا جاتا ہے، بعنی اڑھائی فی صد۔

[2] سونے کا نصاب تقریبًا ساڑھے سات تولے جبکہ جاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے۔

آ چاندی کے نصاب کے حساب سے نقد روبوں پرشرح زکاۃ اڑھائی فی صد ہے۔

ا اونٹوں کا نصاب رہے ہے : پانچ اونٹوں پرایک بکری، دس پر دوبکریاں، پندرہ اونٹوں پر تین بکریاں، ہیں پر چار بکریاں اور پچیس اونٹوں پر اونٹ کا ایک سالہ بچہ۔ مزید تفصیل کتب احادیث میں دیکھی جاسکتی ہے۔

🗗 بھیڑ بکریوں میں جالیس پرایک بھیڑیا بکری۔

[6] گائے بیل کی صورت میں تمیں پرایک گائے کا بچہ۔ مزید تفصیل کے لیے کتب حدیث

(1) البقرة 267:26.

ملاحظه فرمائيں۔

🗵 مال تجارت روبول کے حساب سے اڑھائی فی صد، حالیسوال حصر

اس تفصیل کے بغیر قرآن کریم میں ندکور تھم زکاۃ پرعمل نہیں ہوسکتا۔ اب منکرین حدیث پرویزیوں کا نظریۂ زکاۃ ملاحظہ فرمائیں:

اک سلیم کے نام خط میں لکھا ہے: قرآن نے زکاۃ کا تھم دے کراس کی شرح و تیود کوغیر متعین چھوڑ دیا ہے تاکہ ہر دور کی اسلامی حکومت اپنی اپنی ضروریات کے مطابق اسے خود متعین کرتی رہے۔قرون اولی میں اگر خلافت راشدہ نے اپنے زمانے کی ضرورت کے مطابق اڑھائی فی صدمناسب سمجھا تھا اس وقت یہی شرح شرعی تھی۔ اگر آج کوئی اسلامی حکومت کہ کہ اس کی ضروریات کا تقاضا ہیں فی صد ہے تو یہی ہیں فی صد شرعی شرح قرار پائے گی۔ آ

پرویز صاحب کے اس زالے اجتہاد میں پہلی کذب بیانی یہ ہے کہ خلافت راشدہ نے نصاب اڑھائی فی صدمقرر کیا تھا۔ یہ بات جھوٹ کا پلندہ ہے۔خلفائے راشدین او اللہ میں اللہ کیا تھا۔ ہرگز ایسے نہیں کیا تھا بلکہ بیاتو نبی سالی اللہ کیا تھا۔ خلفاء نے اپنی طرف سے قطعًا مقرر نہیں کیا تھا۔

ہم پرویز صاحب سے بیہ بھی پوچھتے ہیں کہ شرح مقرر کرنا اسلامی حکومت کے اختیار میں ہے، بیقر آن کریم کی کون می آیت میں ہے؟

ہم یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ آپ کہتے ہیں کہ ہم وہ احادیث مانتے ہیں جو قرآن کے خلاف نہ ہوں۔زکا ق کی شرح میں وارد احادیث قرآن کریم کی کون می آیت سے متصادم ہیں؟

① مكتوبات مص: 83,82.

آج تک مسلمانوں کا زکا ۃ اور اس کی شرح کے متعلق (جواحادیث صححہ میں نہ کور ہے) اجماع ثابت ہے۔لیکن پرویز صاحب نے خود ساختہ شرح مقرر کرنے کی جسارت کرکے مسلمانوں کے درمیان تفرق اور الحاد پھیلانے کی مذموم وملعون حرکت کی ہے۔ 💸 ایک جگہ لکھتے ہیں: زکاۃ کے لیے قرآن میں حکومت کو تھم دیا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں ہے زکا ق وصول کرے:

﴿ خُذُ مِنَ آمُوالِهِمُ صَدَاقَةً ﴾

''ان کے مالوں سے صدقہ قبول کر۔'' $^{\oplus}$

اس لیے زکا ۃ اس نیکس کے سوا اور کچھ نہیں جواسلامی حکومت مسلمانوں پر عائد کرے۔ اس ٹیکس کی کوئی شرح متعین نہیں کی گئی، اس لیے کہ شرح زکاۃ کا انحصار ضروریات ملی پر ہے حتی کہ وہ ہنگا می صورتوں میں سب کچھ وصول کرسکتی ہے جو کسی کی ضرورت سے زائد ہو۔

﴿ وَيَسْئَلُونَكَ مَا ذَا يُنْفِقُونَ أَهُ قُلِ الْعَفُو ﴾ ''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ کہہ دیجھے: جو ضروریات سے

"لېذا جب کسی جگه اسلامی حکومت نه هوتو ز کا قانجی باقی نهیں رہتی۔"[®]

دیکھیے برویز صاحب نے اس عبارت میں زکاۃ کے لیے اسلامی حکومت کی شرط عائد کردی۔ بیشرط کس آیت میں مذکور ہے؟ زکاۃ اوراس کے معلوم شدہ متعین حق ہونے کا تذکره مکی سورتوں میں ہے، مثلاً: سورۂ معارج، ذاریات،مومنون اورخم سجدہ۔اب سوال یہ ہے کہ کمے میں تو اسلامی حکومت نہیں تھی تو پھر ز کا ق فرض کرنے کا کیا فائدہ تھا؟

مزید برآں پرویز صاحب نے زکاۃ کوئیس کہا ہے۔ یہ ایک اسلامی فریضے کا مداق

ع من المنابع في المنابع المنابع في المنابع

اڑانے اوراسے غیر اسلامی عمل کے ساتھ تثبیہ دینے کے مترادف ہے، حالانکہ شریعت میں زکاۃ مسلمانوں سے وصول کی جاتی ہے، جبکہ ٹیکس تو وہ جزیہ اور خراج ہے جو غیر مسلموں سے وصول کیا جاتا ہے۔

پرویز صاحب نے حکومت کو شرح کی تبدیلی کا بھی حق دیا ہے، حالانکہ یہ اس آیت کریمہ کی صرح خلاف ورزی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ فِي آَمُوالِهِمْ حَقٌّ مَّعُلُومٌ ۞ لِّلسَّآبِلِ وَ الْمَحْرُومِ ۞

''اور ان کے اموال میں معین حصہ مقرر ہے سوال کرنے والوں اور محتاجوں کے لیے۔''[®]

لفظ ﴿ مَعْدُومُ ﴾ دلیل ہے کہ مقادیر زکاۃ کاعلم الله تعالیٰ نے نبی سُلَیْم کو دیا اور وہ علم اصادیث میں موجود ہے۔ جب زکاۃ کا حق معین ہے تو پھر حکومت کو اس کی تبدیلی کاحق کس نے دیا اور کیسے ملا؟

مزید برآل ﴿ قُلِ الْعَفَق ﴾ ''کہ دیجے: جو زائد ہے' گسے استدلال کرتے ہوئے پرویز صاحب کہتے ہیں کہ ہنگای حالت میں اسلامی حکومت سب کچھ حاصل کرسکتی ہے۔
یہ استدلال سراسر غلط ہے۔ سب سے پہلے یہ سوال ذہن میں اجرتا ہے کہ یہاں آیت میں ہنگای صورت کا ذکر کس لفظ سے معلوم ہوتا ہے؟ دوم یہ کہ ﴿ الْعَفْو ﴿ سے مراد ﴿ مِنَ الْعَفْو ﴾ ہے، یعنی اس مال سے جو زائد ہو کچھ خرج کیا کر واوراس کے لیے قرینہ وہی آیات ہیں جن میں ﴿ مِنْ ﴾ تبعیض کے لیے آیا ہے، مثلاً: ﴿ وَمِنّا دَدُقَتُهُمْ ﴾ ﴿ خُذُ مِنْ اُمُوالِهِمْ ﴾ ﴿ میں ﴿ مِنْ ﴾ تبعیض کے لیے آیا ہے، مثلاً: ﴿ وَمِنّا دَدُقَتُهُمْ ﴾ ﴿ خُذُ مِنْ اُمُوالِهِمْ ﴾ ﴿ میں ﴿ مِنْ اللهِ مِنْ اللهِ مِنْ اللهِ مِنْ اللهِ مِن اللهِ اللهِ مِن اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ ال

[🛈] المعارج 25,24.70. ۞ البقرة 2:219. ۞ البقرة 2:3. ۞ التوبة 9:103.

صاحب کا اسلام اس سے یکسرمختلف ہے۔

33

اسلام میں اعمال کے لحاظ سے ایک عظیم فریضہ اور ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن کی حیثیت سے حج کی حیثیت مسلمہ ہے۔ قرآن کریم میں دو مرتبہ اس کا ذکر آیا ہے۔ اور اس کی فرضیت کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَيِلْهِ عَلَى النَّاسِ حِبُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ﴿ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ عَنِي عَلَى اللهَ اللهَ عَنِي الْعَلَمِينَ ۞ ﴾ عَنِيٌّ عَنِ الْعَلَمِينَ ۞ ﴾

''اوراللہ کے لیے اس گھر (بیت اللہ) کا جج کرنا لوگوں پر فرض ہے، جو اس کی طرف راہ چلنے کی طاقت رکھے اور جو کوئی (اس تھم کی پیروی ہے) انکار کرے اسے معلوم ہو جانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔'' جج کی ادائیگی کا طریقہ قرآن کریم کی دوسورتوں (البقرۃ اور الحج) میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

11 ج كا عتبار جاند كحساب سے مردالبقرة 2:189)

ا2 عج اور عمرے كا بوراكر ناصرف الله تعالى كے ليے ہے۔ (البقرة 2: 196)

[3] ای آیت میں جج تمتع، ہدی (قربانی) کا وجوب اور حالت احصار (جج وعمرے سے کسی کوروک ویا جائے تو کس حد تک اسے حج وعمرے کی تحمیل کرنی چاہیے اس کے احکام) کا ذکر بھی ہے۔ [4] احرام حج کے لیے'' اُشھر معلومات'' (معین مہینے، یعنی شوال، ذوالقعدہ، فوالحجہ)

كا وقت مقرر ہے اوراس میں تین منہیات ہیں۔(البقرة 197:2)

أوقوف عرفات اور وقوف مزدلفد (البقرة 2: 199, 198)

أل عمران 97:3.

16 وقوف منى اور ذكر الهي (جمرة عقبه كى رى كے ساتھ تكبير) _ (البقرة 200:2)

آوقوف منی تین دن (گیارهوی، بارهوی اور تیرهوی تاریخ کو) جمرات کی رمی
 (کنگریاں مارنے) کے ساتھ و کر اللی ۔ (البقرة 203:2)

🛭 ذي يوم الخر اورايام تشريق مع ذكر البي _ (الحج 28:22)

و طواف زيارة - (الحج 29:22)

📆 صفاومروه کے درمیان سعی ۔ (البقرة 158:2)

11 طواف وواع (الحج 33:22)

الونٹ کے ذرئے کے متعلق احکام، قربانی کے گوشت کے مصارف، ذرئ ونح کے وقت بھم اللہ اور کہ بیر۔ (المحب 37,36:22)

جج کے متعلق بیقر آنی احکام کی تفصیل ہے۔ اس میں تشریح طلب امور صحیح احادیث میں مذکور ہیں، مثلاً:

- ﴿ استطاعت سبيل (في كراسة) كي شرح كيا ہے؟
 - ﴿ احصاركس چيز سے ہوتا ہے؟
 - ﴿ احرام فح معنوں كے نام كيا بين؟
- 🕁 وقوف عرفات، وقوف مز دلفه اور وقوف مِنْ كادن اور وفت كون ساہے؟
 - 🤄 جمرات کتنے ہیں اور کتنی کنگریاں ماری جا کیں؟
 - ری جمرات کے وقت کون سا ذکر کرنا چاہیے؟
 - ﴿ وَنَحُ كَا كِيا مقصد ہے؟
 - ری جمرات کا کیا مقصد ہے؟
- ﴿ بدى اور قرباني كوذ بح كرنے كے بعد سخت بھوكے فقير، صبر كرنے والوں اور سوال كرنے

والول كوكھلانا ـ

⑩ جنایات کے احکام۔

يهتمام تفاصيل احاديث ميں موجود ہيں۔

لیکن اس کے برعکس پرویز صاحب کے نزدیک تج کیا ہے؟ بظاہر انھوں نے اسے سلیم کیا ہے؟ بظاہر انھوں نے اسے سلیم کیا ہے لیکن حقیقت میں وہ حج کو ایک سیاسی معاملہ سجھتے ہیں بلکہ اسے امراء کی ایک کانفرنس کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ (*) ان کی بعض تحریریں ملاحظہ فرما کیں:

فرماتے ہیں ''جس کامقصود تمام نوع انسانی کوایک برادری تصور کر کے جمعیت اقوام کے بجائے جمعیت آ دم کی عملی تشکیل کرنا ہے اگر چہ اسلام کے تمام احکام اور فرائض اس نقطہ کی طرف قدم اٹھاتے ہیں لیکن اس کی تحمیل جج کے اجتماع میں ہوتی ہے جواسلام کا آخری رکن ہے۔''

آگے فرماتے ہیں: ''اپنے اپنے ملکوں سے اپنے نمائندے چن لیں۔ یہ نمائندے اپنے میں سے ایک منتخب کردہ امیر کی زیر قیادت مرکز وحدت انسانیت، یعنی کعبة اللہ کی طرف روانہ ہوں۔عرفات کے میدان میں ان تمام نمائندگان کا باہمی تعارف ہو، پھر یہ تمام امرائے ملت اپنے میں سے ایک امیر الامراء کا انتخاب کرلیں اور مختلف مما لک کے احوال وظروف کوسامنے رکھ کر باہمی مشاورت سے ایک ایسا پروگرام مرتب کرلیں۔''

آ گے لکھا ہے: ''مقامِ مِنیٰ میں جمع ہوکر اس اصولی پروگرام کی تفصیلات و جزئیات پر غور کریں اور پیسوچیں کہ ایک دوسرے ملک پراس کاعملی اثر اور ردعمل کیا ہوگا۔ وہاں باہمی ندا کرات بھی ہوں، وعوتیں اور ضیافتیں بھی ہوں جس کے لیے قربانی تجویز کی گئ ہے۔'' آ گے لکھا ہے:'' قرآن کریم نے حج کے اس مقصد اور عنایت کو دو مقامات پر دو دو

الفاظ میں بیان کیا ہے۔ایک جگدارشاد ہے کہ فج کے اجتماع سے مقصود یہ ہے: ﴿لِيَشْهَا وُا مَنَافِعُ لَهُمْ ﴾ تاکہ وہ اپنے فوائد کے لیے آموجود ہوں۔'دوسری جگہ فرمایا: ﴿ قِیلمًا لِّلْفَاسِ ﴾ ((بعنی اس سے دنیا میں انسانیت قائم رہے۔' (*)

ان تمام عبارتوں پرغور کریں اور قرآنی آیات بھی سامنے رکھ کرسوچیں کہ آخران آیات بھی سامنے رکھ کرسوچیں کہ آخران آیات اور پرویزی خرافات کے درمیان کیا مناسبت ہے اور بیمفہوم کہاں سے اخذ کیا گیا ہے؟ اور پھر اسے قرآنی فیصلے کا نام دینا بہت بڑی تلبیس اور دھوکا نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ طریقہ پرویز صاحب کا اپنا تجویز کردہ ہے، تاہم جج کے متعلق قرآنی آیات کا یہ مقصد ہرگزنہیں۔

ج کے لیے نمائندگان کا انتخاب کس نے کیا؟ وہاں تو سب لوگ اپنی مالی استطاعت کی وجہ سے جج میں شامل ہوتے ہیں۔ کیا تمام حاجی امرائے ملت ہوسکتے ہیں؟ کیا وہاں کا خطیب انھی حجاج کے انتخاب سے امیرالامراء بن جاتا ہے؟ کیا وہاں حجاج صاحبان آپس میں اپنے ممالک کے متعلق مشورے کرتے ہیں؟ وہ تو اذکار مسنونہ اور ادعیہ ماثورہ وغیرہ میں مشغول رہتے ہیں۔ مقام مِنی میں جمع ہوکر لوگ کون می تفصیلات و جزئیات پرغور کرتے ہیں وہاں تو وہ جمرات کو کنگریاں مارنے، جانوروں کو ذبح اور نح کرنے، بالوں کو کترانے یا منڈوانے اور اذکار کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔

کیامنی میں قربانی کا مقصد باہمی دعوتیں اور ضیافتیں ہے۔ قرآنی آیات میں ﴿ الْبَالِسَ الْفَقِیْرَ ﴾ ''بھو کے فقیر کو' اور ﴿ الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَدَّ ﴾ ''قناعت صفت غرباء اور مانگئے والے فقراء'' کا ذکر کیا گیاہے۔ پرویز صاحب کی بیساری باتیں احکام جج سے اخذ کردہ نہیں بلکہ ان کے اپنے ذہن کی اختراع ہیں۔ اسی لیے انھوں نے جج میں عبادت کا پہلو

⁽¹⁾ الما لدة 97:5 . (2) قرآني فيلي من :67-71.

بیان نہیں کیا اور مقاصد حج میں درج ذیل مقاصد پیش نظر نہیں رکھے، جو مندرجہ ذیل فرامین الہی سے واضح ہوتے ہیں۔فرمایا:

﴿ وَيَنْكُرُوا السَّمَ اللَّهِ فِنْ آيَّامِ مَّعْلُومْتٍ ﴾

''اور تا کہ معین دنوں میں ان چو پائے مویشیوں (کو ذرج کرتے وقت ان) پراللہ کا نام پڑھیں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَ ٱطْعِمُوا الْبَالِسَ الْفَقِيْدَ ۞ ﴿

''اورتم بھو کے فقیر کو (قربانی کا گوشت) کھلاؤ۔''[©]

اورفر مایا:

﴿ فَأَذُكُّرُوا السَّمَ اللَّهِ عَلَيْهَا ﴾

''لہذا اونٹوں (کو ذیح کرتے وقت ان) پراللہ کا نام لو۔''®

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَ ٱطْعِبُوا الْقَالِعَ وَالْمُعُتَرَّ

''اور قناعت کرنے والے اور (مختاج) سوالی کو بھی (ان کا گوشت) کھلا ؤ۔''[®] نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَلَكِنْ يَّنَالُهُ التَّقُوٰى مِنْكُمُ

''بلکہ اللہ تعالیٰ تک تھارا تقویٰ پہنچتا ہے۔''[®]

اورارشاداللی ہے:

﴿ لِتُكَيِّرُوا اللهَ عَلَىٰ مَا هَاللَّهُ ﴾

'' تا کهتم الله کی بردائی بیان کرو که اس نے شخصیں مدایت دی۔''[®]

پرویز صاحب نے ان عظیم مقاصد کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ بالحضوص قابل ذکر بات یہ ہے کہ سائل کے سوال میں یہ جملہ موجود ہے کہ''وہ (جج) کس طرح پوراہوتا ہے۔اس سوال کاجواب ان کی تحریر میں موجود ہی نہیں۔ جج کے ارکان اور وہ اعمال جو قرآن اور احادیث میں مذکور ہیں وہی فریضہ مجج کا اصل مقصد ہیں۔'' کیکن برویز صاحب نے ان اعمال کا تذکرہ نہیں کیا۔ [©]

پرویز صاحب نے جج کا جومقصد بیان کیا ہے وہ تو کسی زمانے میں بھی پورانہیں ہوا اور نہ ہوسکتا ہے۔ ثابت ہوا کہ ان کے نز دیک لوگ صرف رسمی حج ادا کرتے ہیں جن میں ہے کسی کا بھی حج قبول نہیں بلکہ ان کے نزویک مقاصد حج سے صراحتًا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے دین اسلام کے اس انتہائی اہم رکن سے بالکل چھٹی سرلیں۔



دس ذ والحجه کوحسب استطاعت کوئی حلال جانور (اونٹ، گائے، بھیٹر، بکری) ذرج کرنا اور ذریج کے وقت ' بسم اللهِ ، الله أَخْبَر ''رِير هنا اور بيساراعمل اخلاص كے ساتھ كرنا۔ یم کمل، خواہ مِنیٰ میں ہویا ویگرممالک میں بیا لیک مالی عباوت ہے جو مال کی استطاعت کے ساتھ مشروط ہے۔ اس سے قطع نظر کہ بی فرض ہے یا سنت مؤکدہ ، بیہ بات قطعی ہے کہ رسول الله تَالِيْظِ نِهِ ابني مدنى زندگى مين كسى سال بھى اس عباوت كومبمل جان كرنہيں حچوڑا۔قرآن کریم میں اس کے لیے ﴿ وَافْحَدُ ﴾'' قربانی کرو۔''[®] کا لفظ مٰدکور ہے۔

٠٠٠٠ (١٠٥٥) ق قرآني فيطي من 65. (١ الكوثر 108:2.

جبکه دوسری جگه ارشاد فرمایا:

﴿ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَنْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِّنُ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ﴾

''اور ہم نے ہرامت کے لیے ایک قربانی مقرر کی ہے تا کہ وہ ان پالتو چو پاؤں پر اللّٰہ کا نام ذکر کریں جواس نے انھیں دیے ہیں۔''

احادیث میں اس عبادت کے لیے مشروط اوقات اور ذرئے کرنے کا شری طریقہ بیان
کیا گیا ہے۔لیکن پرویز صاحب نے اس قربانی کے متعلق اپنے فریب کارانہ ذہن کی وجہ
سے تمام اہل اسلام کے خلاف فیصلہ دیا ہے۔ وہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: '' یہ
بالکل درست ہے کہ حضرت خلیل اکبر اور حضرت اساعیل کیا ایک تذکار جلیلہ کے شمن میں
قرآن نے کہیں نہیں کہا کہ اس واقعہ عظیم کی یاو میں جانوروں کو ذرئے کیا کروحتی کہ
اساعیل ملی کی جگہ مینڈ ھا ذرئے کرنے کا واقعہ بھی قرآن میں نہیں تورات میں ہے۔'' اساعیل ملی کی اس قربانی کا
یہ سراسر جھوٹ ہے کیونکہ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم واساعیل ملی کی اس قربانی کا
تذکرہ کرتے ہوئے فرمان:

﴿ وَ فَنَايِنْكُ بِذِبْجٍ عَظِيْمٍ ۞

''اورہم نے ایک بڑی قربانی کے عوض اسے (اساعیل کو) بچالیا۔'' لفظ فِدَاء کا معنی ہے کہ کسی کی جانب سے پچھ دے کراسے مصیبت سے بچالینا اور یہاں''ذِبْح'' بمعنی ندبور (ذرنح کیا گیا) ہے۔ یہ بالکل صرتح ہے کہ اساعیل علیا کے بدلے میں ایک عظیم شان والا فدبورح دیا گیا۔ اگر اس فدبورح کے نام کا ذکر قرآن میں نہ ہواور تورات میں ہوتو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟

^{(107:37 ()} قرآني فيطيم ص: 54. () الصَّفَّت 107:37.

یرویز صاحب نے ذبی عظیم کامفہوم تولیت بیت اللہ بیان کیا ہے۔ ⁽¹⁾ کیا کوئی عقل مند مخض یہ ماننے کے لیے تیار ہوگا کہ ذبح کا معنی تولیت ہے۔ بی^کس لغت اور کس محاور ہے میں ہے؟ حقیقت ریہ ہے کہ بیرصا حب تو تحریف میں یہود سے بھی آ گے نکل گئے ہیں۔ مزید لکھتے ہیں:مقام حج کے علاوہ کسی دوسری جگہ (اینے اپنے شہروں میں) قربانی کے لیے کوئی تھم نہیں۔ تاریخ سے پتا چاتا ہے کہ نبی تافیظ نے مدینہ میں قربانی نہیں کی۔ 🕲 پھر مزید ریبھی لکھا ہے:اس لیے بیرساری دنیامیں اپنے اپنے طور پر قربانی کرنا ایک رسم ہے۔ ® اس تحریمیں اعلانیہ اسلام دشمنی کا ثبوت دیا گیا ہے۔ ہم یو چھتے ہیں کہ وہ تاریخ کی کون سی کتاب ہے جس میں لکھا ہو کہ نبی ٹاٹیٹا نے مدینہ میں کوئی قربانی نہیں گی۔ تمام كتب حديث اورخصوصاً كتب سته مين تو صاف مذكور ہے كه نبي مُثَاثِمُ اورصحابهُ كرام جَمَالُتُهُمْ مدینہ میں قربانی کیا کرتے تھے،البتہ پرویز صاحب نے یہاں بھی تلبیس سے کام لیا ہے۔ وہ اس طرح کہ حج کے موقع پر جو قربانی کی جاتی ہے، قرآن و حدیث میں اسے''ہدی'' کہتے ہیں اور وہ حج کے علاوہ کسی دوسری جگہ ٹابت نہیں۔ دیگر شہروں میں جوقربانی کی جاتی ہےائے' اُضْحِیَة'' اور' اََضَاحِی'' کہتے ہیں اور وہ بے ثار احادیث سے ثابت ہے، نیز قرآن کریم میں ﴿ وَافْحَدُ ﴾ ''اور قربانی سیجیے۔'' ﷺ کے لفظ سے ثابت ہے۔

پرویز صاحب مزید لکھتے ہیں:''سارے قرآن میں ایک جگہ بھی نہیں کہ مکہ کے علاوہ کسی اورجگہ قربانی کی جائے گی۔ قربانی کا لفظ بھی قرآن میں نہیں۔''[®] بیتو بالکل جہالت ہے،لگتا ہے پرویز صاحب نے قرآن و یکھائی نہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

ى قرآنى نصلے، ص: 97. ﴿ قرآنی نصلے، ص: 56. ﴿ قرآنی نصلے، ص: 56. ﴿ الكوٹر 2:108. ﴿ قرآنی نصلے، ص: 63.

﴿ إِذْ قَرَّبًا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبِّلُ مِنَ الْاَخْرِ

''جب ان دونوں (آدم ملیٹا کے میٹوں)نے قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قربانی تو قبول ہوگئ مگر دوسرے کی قبول نہ ہوئی ۔''[®]

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

[1] قربانی کالفظ ﴿ فُرْبَانًا ﴾ قرآن کریم میں ہے اور قربانی کالفظ اس کا عجمی معن ہے۔ الا قربانی کاعمل آدم ملیا کے زمانے سے شروع ہوا۔

🗵 صرف مکه میں قربانی کی شخصیص کا کوئی ثبوت نہیں۔

اس آیت کی تفییر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں قربانی کی قبولیت کا طریقہ یہ تھا کہ آپ کے اس آپ کی تعلیم اس کے آپ کی سے آگ آپی اور اس قربانی کو جلا دیتے۔ یہ بظاہر مال کا ضیاع اور بربادی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی جانب سے قبولیت کا ایک اشارہ تھا۔

دوسری آیت میں فرمایا:

﴿ اَكَنِيْنَ قَالُوْا إِنَّ اللهَ عَهِمَ اِلَيْنَا ۚ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولِ حَتَّى يَأْتِينَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ الثَّارُ ۗ قُلْ قَلْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنْتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ ﴾ قُلْتُمْ ﴾

"جولوگ یہ کہتے ہیں کہ بے شک اللہ نے ہم سے عہد لے رکھا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لا کیس حتی کہ ہم اسے پاس ایسی قربانی لے آئے جسے آگ کھا جائے، ان سے کہہ دیجیے: مجھ سے پہلے گئ رسول کھی نشانیاں اور وہ چیز لے کر تمھارے پاس آئے جوتم نے (مجھے) کہی۔"

اس آ بیت میں مندرجہ ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں۔

المآئدة 27:5. (2) أل عمران 183:3.

- ﴿ سابقه امتول میں بھی قربانی کا طریقه تھا۔
- ﴿ يِقُدُبَانِ ۚ (قربانِي) كالفظ قر آن مِين موجود ہے۔
- 📀 قربانی کا تھم اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا جسے انبیاء میلا اوران کی امتیں بجالاتیں۔
- اس کی قبولیت کی علامت ریھی کہ آگ اسے کھا جاتی ۔ بظاہریہ مال کا ضیاع تھا۔

پرویز صاحب مزید لکھتے ہیں:''اگر حکومت عادل کو بیر قم (قربانی کی رقم) اکٹھی کرکے دے دی جائے تو حکومت بڑے مفید کام کر سکتی ہے۔''[®]

یہاں ہم بیسوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ جب آپ قربانی کا تھم ہی نہیں مانے تو پھراس طرح کا مشورہ دینے کی کیاضرورت ہے اور آپ نے بیم موقف قرآن کریم کی کون کی آیت سے اخذ کیا ہے؟ پرویز صاحب کی بیہ بجیب وغریب منطق ملاحظہ فرما کیں کہ ایک طرف نبی مظلیقا کی احادیث کو جمت نہیں مانتے لیکن دوسری طرف اپنے مقصد کے لیے انھوں نے ایک جگہ 'المحلیٰ ''میں فدکور بلال ڈٹائٹ کے سنڈ اضعیف قول سے اور صاحب بدایہ کے قول سے استدلال کیا ہے۔

ان مثالوں سے صریحا ثابت ہوگیا کہ قرآن کے اوامر پھل کرناعلم حدیث پر مخصر ہے۔ ہم نے صلاق، زکاق، فج اور قربانی کے احکام قرآن وحدیث کی روشی میں بیان کیے ہیں۔ اگران احکام کی شرح میں وارداحادیث جمت نہیں تو پھران احکام قرآنی کی تعیل کس طرح ہوگی؟ اب ایک طرف رسول اللہ سکھی شرح موجود ہے اور دوسری طرف پرویز صاحب کی تحریفات اور تاویلات سے ان عبادات کے خود ساختہ معانی اور عملی طریقے ہیں۔ کیا کوئی مسلمان نبی سکھی کے طریقوں پر پرویز صاحب کے دجل وفریب کو ترجی دے سالم من ذلك.

[🗈] قرآنی فیصلے بص: 112.



قرآن کریم کی رو سے سنت نبوی کامحفوظ ہونا سیست

قرآن کریم سے بیٹابت ہے کہ رسول اللہ مُٹاٹیٹم کی احادیث محفوظ وقی ہیں۔اس باب میں دونصلیس ہیں۔ پہلی فصل میں حفاظت قرآن کا بیان ہے جبکہ دوسری فصل میں احادیث صححہ کی حفاظت کا اثبات بیان کیا جائے گا۔ان شاءاللہ!

فصل اول

قرآن کریم کی حفاظت

دوسری الہامی کتابوں (تورات، زبور، انجیل اور صحیفوں) کی نسبت قرآن کریم کی سے خصوصیت ہے کہ اللہ تعالی نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری بذات خود کی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ إِنَّا نَحُنُ نَزَّلُنَا النِّيكُرُ وَ إِنَّا لَهُ لَحْفِظُونَ ۞

'' بے شک ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔'' دوسری کتابوں بالخصوص تورات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتْبِ اللهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ ﴾

''ان علمائے یہود کی حفاظت میں اللہ کی کتاب دی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے۔''[®]

(1) الحجر 9:15. (2) المآئدة 44:5.

یعنی یہود کے علاء کو تورات کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔اس کی وجہ بیتھی کہ بید
کتاب ایک مدت تک رہنے والی تھی اور اس مدت تک علائے یہود اس کی حفاظت کر سکتے
تھے۔ دوسری وجہ بیتھی کہ تورات، زبور، اور انجیل کتابی (لکھی ہوئی) صورت میں انبیاء بیتی اللہ کوعظا کی گئی تھیں، اس لیے مکتوب چیز کو تو علم اور کتابت سیجھنے والے ہی محفوظ کر سکتے تھے
جبکہ عام لوگ اس سے بے خبر رہتے۔ ان دو وجوہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں کی
حفاظت کی ذمہ داری انبیاء بیتی اور علاء کے سپر دکی تھی جبکہ قرآن کریم قیامت تک باتی
رہنے والی کتاب تھی اور اس کے اولین مخاطب ان پڑھ لوگ تھے۔ وہ بطور کتابت اس کی
حفاظت نہیں کر سکتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ واری بذات خود قبول
فرمائی۔ نبی مُن الیک مقام پروگرام کے تحت کا تین وقی کا تقرر ہوا اور انھوں
نے تحریری طور پرقرآن کریم کو محفوظ کیا۔

قر آن کریم کی صفات میں اس کا محفوظ ہونا بھی شامل ہے، لہذا قر آن کریم میں لفظاً و معنا کسی بھی طریقے سے تبدیلی واقع نہیں ہوسکتی۔ارشاوالہی ہے:

﴿ وَتَنَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ﴿ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمْتِهِ ﴾

'' آپ کے رب کی بات صدق وعدل کے اعتبار سے کامل ہے اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والانہیں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَاثُلُ مَّا أُوْرِى إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ اللَّهُ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمْتِهِ ﴾

''اوراپنے رب کی کتاب پڑھتے رہیں جو آپ کی طرف وی کی گئی ہے، اس کے کلمات کوکوئی تبدیل کرنے والانہیں۔''®

⁽²⁾ الأنعام 6:115. (2) الكهف 27:18.

نيز فرمايا:

﴿ قُلْ مَا يَكُونُ لِنَ أَنْ أَبَدِّ لَهُ مِنْ تِلْقَاَّىٰ نَفْسِي ﴾

'' کہدد یجیے کہ مجھے بیرتی نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل ڈالوں۔''[®] نیز فر مایا:

﴿ لَّا يَأْتِيلُهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ﴾

''اس تک باطل (تبدیلی) کوآگے ہے رسائی ہے نہ پیچھے ہے۔''[®] مجاہد رشاشنے اس آیت میں''باطل'' کامعنی'' تبدیلی'' کیا ہے۔

البذا قرآن کریم کی حفاظت کا معنی ہے ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ میں کوئی تغیر وتبدل آسکتا ہے نہ اس کے معانی میں کوئی تحریف و تغییر ہوسکتی ہے، البتہ کچھ باطل پرست لوگ یہ ناپا کہ کوشش کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیات و الفاظ یا معانی و مفاہیم میں تبدیلی لیے آئیں، جیسا کہ ہم نے پرویز صاحب کی سازش کوآشکار کیا۔ ان کی یہ کوشش و سازش ان شاء اللہ مسلمانوں میں کا میاب نہیں ہوسکتی۔ ہر دور میں مسلمانوں نے اس قبیل کے باطل پرستوں کی ہر کوشش کو ناکام بنایا۔ اب بھی منکرین حدیث اس اسلام سے جو باطل پرستوں کی ہر کوشش کو ناکام بنایا۔ اب بھی منکرین حدیث اس اسلام سے جو تاویل نے بیش کیا تھا مسلمانوں کو بہکانے کے لیے مختلف قتم کی معنوی تحریفات و تاویلات کرتے رہتے ہیں لیکن اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کی سازشوں اور جعل سازیوں نے امت کو آگاہ کرنے کے لیے ہر دور میں علائے حق پیدا فرمائے جو آخیں ان کے خصوٹے جال کے امت کو آگاہ کرنے کے لیے ہر دور میں علائے حق پیدا فرمائے جو آخیں ان کے خصوٹے جال میں تھنے نہیں دیتے۔

يونس 15:10. (2) حُمَّ السجدة 42:41.

حفاظت قرآن کے مراحل

الله تعالى نے فرمایا:

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْانَهُ ۞

''اس کو جمع کرنا اوراس کو پڑھانا ہمارا کام ہے۔''[®]

ابن عباس وللشخاف اس آیت کی تفییر میں فرمایا: "اس کتاب کا آپ منافیا کے سینتہ مبارک میں جمع کرنا اور جبریل ملیا کی وساطت سے اس کا پڑھنا یا نبی منافیا کی زبان مبارک پراس کی قراءت کو چلانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔"

اس تفسیر کے لحاظ سے قرآن کریم کو جمع کرنے کا بیہ پہلا دور ہے لیکن اس لفظ کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والے ادوار (جنھیں ہم بیان کریں گے) میں بھی جمع کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

جمع قرآن کے ادوار

﴿ وورنبوی: اس دور میں قرآن کی حفاظت کے دوطریقے تھے، حفظ اور کتابت ، نبی مَثَاثِیْمُ نے ان دونوں میں سے حفظ قرآن برزیادہ زوردیا تھا، اس کی چندوجوہ تھیں:

آ قرآن کریم کتابی شکل میں نہیں بلکہ بواسط بجریل علیہ صوتی انداز میں (آواز کے ذریعے سے) نازل ہوا، بعن جس طرح جریل علیہ نے نبی مٹائی کو پڑھایا ویسے ہی نبی مٹائی نے صحاب کرام کو سنایا اور حفظ کرایا۔ اس طریقے میں کسی رسم الخط، نقطوں اور اعراب وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ یہ بالکل سادہ اور فطری طریقہ تھا۔

🗵 اہل عرب کا حافظ بہت قوی تھا اوران میں پڑھے لکھے لوگ پانچ فی صدیے بھی کم تھے۔

^{(17:75} القيامة 17:75.

[3] تورات لکھی ہوئی صورت میں نازل ہوئی تھی، لہذا یہ پڑھے لکھے لوگوں کے ساتھ خاص ہوئی۔ رفتہ رفتہ انھوں نے اس میں تحریف کر ڈالی اور عوام کو اس کاعلم بھی نہ ہوا کیونکہ تورات کو حفظ کرنے والے نہیں تھے۔ جبکہ قرآن کریم میں حفاظت قرآن بذریعہ حفظ کا خصوصی طور پر ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ بَلْ هُوَ النَّكَ بَيِّنتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ ٱوْتُوا الْعِلْمَ ﴾

"بلکہ یکھی اورروش آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جنھیں علم دیا گیا ہے۔"
اس لیے نبی منافیا کی وفات کے وقت سینکڑوں حفاظ کرام موجود تھے۔معر کہ بر معونہ جو 4 ہجری میں ہوا اس میں تقریباً ستر حفاظ شہید ہوئے اور ابو بکر صدیق ٹافیا کے ابتدائی دورِخلافت میں لڑی جانے والی جنگ میامہ میں تقریباً سات سوحفاظ قرآن شہید ہوئے تھے۔
کتابت کا طریقہ میرتھا کہ جب بھی نبی تافیل پرکوئی آیت یا کوئی سورت نازل ہوتی تو آپ منافیل نرید بن ثابت والی کہ دوسرے کا تب وی کو بلا کر فرماتے کہ بیرآیت فلال جگہ اور بیرآیت فلال جگہ کے دو۔ ﴿

چنانچہ صحابۂ کرام حفظ کے ساتھ ساتھ کتابت بھی کررہے تھے۔ اس دور میں کتابت کے لیے درج ذیل چیزیں استعال کی جاتی تھیں :

🗓 د باغت دی ہوئی باریک کھال۔

2 پتر کی سلیں۔

[3] اونٹ کے شانے۔

4 کھجور کی شاخوں کے چھلکے۔

العنكبوت29:29. (2) سنن أبي داود الصلاة باب من جهربها حديث: 786 وجامع الترمذي تفسير القرآن باب ومن سورة التوبة حديث: 3086.

5 اونٹ کے کجاوے کی حچھوٹی لکڑیاں۔

خلاصۂ کلام ہیہ ہے کہ رسول الله طَائِیُّا کے دور میں سارے کا سارا قرآن، آیات اور سورتیں، ترتیب کے ساتھ کلڑوں کی صورت میں محفوظ تھالیکن کتابی شکل میں ایک جگہ جمع نہیں تھا۔ حفاظ کرام نے بھی اس مجموعے کو حفظ کیا تھا اور یوں مجموعی طور پر تمام قرآن کریم کے حفاظ موجود تھے۔ اس کے علاوہ جریل علیہ بھی ہر سال رمضان میں نبی طَائِیْلاً کے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے۔

© دور صدیقی بیل جمع قرآن کا ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جنگ بیامہ میں تقریبًا صدیقی میں جمع قرآن کا ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جنگ بیامہ میں تقریبًا سات سوحفاظِ کرام شہید ہوگئے تو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ایبا نہ ہو کہ ان حفاظ کے ختم ہونے ہوئے کہ سارے کا سارا یا اس کا پچھ حصہ ضائع ہوجائے۔ عمر بڑا ہوئے نے ابو بکر بڑا ہوئے کو رائے گئے ہم کرنے کی ابو بکر بڑا ہوئے کو رائے بیش کرتے ہوئے قرآن کریم کو کتابی شکل میں ایک جگہ جمع کرنے کی اشد ضرورت ہونے پر زور دیا۔ ابو بکر بڑا ہوئے نے ابتدا میں عمر بڑا ہوئے کی مخالفت کرنے کے بعد ان کی رائے پر رضامندی ظاہر کردی، پھر زید بن ثابت دواہؤ کو اس کام پر آمادہ کیا۔ صحابہ کرام کے پاس قرآن کریم کا جو جو حصہ لکھا ہوا تھازید بڑا ہوئے کی موات عام پر آمادہ جدو جہد سے اسے دودو حافظوں کی شہادت وگوائی کے بعد اکھا کیا اوراس مجموعے کوالیک جدو جہد سے اسے دودو حافظوں کی شہادت وگوائی کے باس رہا اور ان کے بعد عمر فاروق بڑا ہوئے کے پاس رہا اور ان کے بعد عمر فاروق بڑا ہوئے کے پاس رہا اور ان کے بعد عمر فاروق بڑا ہوئے کے پاس رہا اور ان کے بعد عمر فاروق بڑا ہوئے کا پاس رہا۔ عمر بڑا ہوئے کی شہادت کے بعد یہ مصحف ام المؤمنین حصصہ بنت عمر فرائی ہوئی ہوئے ہیں رہا۔ عمر ہوئا ہوئی کی شہادت کے بعد یہ مصحف ام المؤمنین حصصہ بنت عمر فرائی ہوئی کے پاس رہا اور ان کے بعد عمر فاروق بڑا ہوئے کے پاس رہا اور ان کے بعد عمر فاروق بڑا ہوئے کے پاس رہا اور ان کے بعد عمر فاروق بڑا ہوئی کے پاس رہا اور ان کے بعد عمر فاروق بڑا ہوئی کے پاس رہا اور ان کے بعد عمر فاروق بڑا ہوئی کے پاس رہا اور ان کے بعد عمر فاروق بڑا ہوئی کے پاس رہا۔ اور کو میا ہوئی کو بعد عمر فاروق بڑا ہوئی کو بیاں رہا۔ سال معرف کو بیاں رہا کو برائی کو برائی کی بیس رہا ہوئی کو برائی کو بر

(صحيح البخاري تفسير القرآن باب قوله تعالى: لَقَدُ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ، حديث: 4679.

کے پاس تھا اسے زید بن ثابت ڈٹاٹیئ کی نگرانی میں اکٹھا کرکے ایک کتابی صورت میں جمع کیا گیا۔ آیات اور سورتوں کی ترتیب وہی تھی جو رسول اللہ مُٹاٹیئی کے دور میں تھی۔اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

③ دورِعثمانی: ائمهٔ حدیث اور مؤرخین اسلام نے دورِعثمانی میں جمع قرآن کا تذکرہ بھی ا بنی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے، جب عثان ڈٹٹٹ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر روم اور ایران کے دور دراز علاقوں تک پہنچ چکا تھا۔ ہر نئے علاقے کے لوگ جب مسلمان ہوتے تو وہ ان مجامدین اسلام یا ان تاجروں سے قرآن کریم سکھتے جن کی بدولت انھیں اسلام کی نعمت حاصل ہوئی تھی۔ اور یہ بات تو آپ کے علم میں بھی ہے کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا تھا اور مختلف صحابہ کرام نے اسے نبی تَلَاثِيَّةً سے مختلف قراء توں کے مطابق سیکھا تھا، اس لیے ہر صحابی نے اپنے شاگر دوں کو ای قراءت کے مطابق بڑھایا جس کے مطابق خود اس نے نبی تالیکی سے بڑھا تھا، اس طرح قراءتوں کا یہ اختلاف دور درازممالک تک پننچ گیا۔ جب تک لوگ اس حقیقت سے واقف تھے کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے اس وقت تک اس اختلاف ہے کوئی خرابی پیدانہیں ہوئی لیکن جب بیداختلاف دور دراز ممالک میں پہنچا اور یہ بات ان میں یوری طرح مشہور نہ ہوئکی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہُوا ہے۔ تو اس وقت لوگ آپس میں جھگڑنے لگے، بعض لوگ اپنی قراءت کو صبح اور دوسرے کی قراءت کو غلط قرار دینے لگے، ان جھگڑ وں سے ایک طرف تو پہ خطرہ تھا کہ لوگ قر آن کریم کی متواتر قراءتوں کو غلط قرار دینے کی تنگین غلطی میں مبتلا ہوں گے، دوسرے سوائے زید جانٹیؤ کے کھے ہوئے ایک نسخے کے جو مدینہ منورہ میں موجود تھا، پورے عالم اسلام میں ایسا کوئی اور معیاری نسخہ موجود نہیں تھا جو پوری امت کے لیے تھیج کا معیار بن سکے، کیونکہ دوسرے

نیخ انفرادی طور پر لکھے ہوئے تھے اور ان میں ساتوں حروف کو جمع کرنے کا کوئی اہتمام نہیں تھا، اس لیے ان جھڑوں کے تصفیہ کی قابلِ اعتاد صورت یہی تھی کہ ایسے نیخ پورے عالمِ اسلام میں پھیلا دیے جائیں جن میں ساتوں حروف جمع ہوں اور آخیس دیکھ کریہ فیصلہ کیا جاسکے کہ کوئی قراءت صبح ہے اور کوئی غلط؟ عثان ڈٹٹٹ نے اپنی نگرانی میں یہی عظیم الثان کارنامہ انجام دیا۔

(ترتيب قرآن

ترتیب قرآن کی تین قشمیں ہیں:

کا آپس میں کوئی ربط و تناسب نہیں ہوتا تھا، اس لیے تر تیب نزولی میں بھی ربط و تناسب کا کا آپس میں کوئی ربط و تناسب کا کا آپس میں کوئی ربط و تناسب کا کا نہیں ہوئی تو کوئی مدینہ میں ،کوئی سفر میں تو کوئی حضر میں اورکوئی رات کے وقت نازل ہوئی تو کوئی دن کے وقت ۔

ﷺ ترتیب کتبی: اس سے مراد قرآن کریم کے لکھنے کی ترتیب ہے۔ نزول کے وقت نبی گالی ہے اہتمام کیا کہ فلال آیت فلال آیت کے بعد فلال سورت میں اور فلال سورت فلال سورت کے بعد فلال سورت کی بعد کھی جائے۔ اگر چہ یہ مختلف فکڑے تھے گر حقیقت میں ان میں پوری ترتیب تھی۔ حفظ کیا تھا۔ اور جبر بل ملی بھی رمضان میں نبی گالی کے ساتھ ای ترتیب کے ساتھ دور کیا کرتے تھے، اہذا ترتیب آیات بالا جماع توقیق ہے اور سیح قول کے مطابق سورتوں کی ترتیب بھی توقیق ہے۔ اس کے دلائل درج ذبل ہیں۔

🛽 امام بیمیتی برطشهٔ فرماتے ہیں: نبی نگالٹا کے دور میں قرآن کریم کی سورتیں اورآ بیتیں،

قرآن کریم کی رو ہے سنت نبوی کامحفوظ ہونا

سورة انفال اورسورة توبه کے سواسب اسی (موجوده) ترتیب کے ساتھ مرتب تھیں۔ ﴿ اِن مِنْ اللَّهِ اللَّهِ مِنْ اللَّهِ اللَّهِ عَلَى اللَّهِ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهِ الللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ الللَّهِ اللَّهِ الللَّهِ اللَّهِ اللللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ الللَّهِ الللَّهِ الللَّهِ الللَّهِ الللَّاللَّهِ الللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ الللَّهِ الللَّهِ اللَّاللَّهِ الللَّهِ اللَّهِ اللَّ

آنی مناشی ناسی مرتبه ایک رکعت میں سات لمبی سورتیں (بقرہ، آل عمران، نساء، انعام، اعراف اور انفال مع التوبه) پڑھی تھیں۔مصنف ابن ابی شیبه

ابن مسعود رہائے فرماتے تھے: سورہ بنی اسرائیل، کہف، مریم، طما اور انبیاء (مرتب طریقے ہے) کھری کھری پرانی سورتوں میں سے ہیں۔

5 نبی ٹاٹیٹا سونے سے پہلے اپنے بستر پر (ترتیب دار) سورۂ اخلاص اور معوذ مین پڑھا کرتے تھے۔ ®

6 ابوجعفر نحاس نے کہا: مختار قول ہے ہے کہ سور توں کی بیر تیب رسول اللہ مُثَالِّیْخِ سے ثابت ہے۔ استدلال کیا ہے جس میں درج ہے کہ مجھے تو رات کے بنصوں نے حدیث واثلہ ڈٹاٹٹؤ سے استدلال کیا ہے جس میں درج ہے کہ مجھے تو رات کے بدلے میں سبع طوال (سات کمبی سورتیں) دی گئی ہیں۔ ﴿

[7] ابن حجر الملك نے مند احمد اور سنن ابو داودكى اوس بن ابى اوس اللظ سے مروى حدیث سے استدلال كيا ہے كہ سورتوں كى ترتیب توقیفى ہے۔ انھوں نے كہا: صحابة كرام نے قرآن كريم كوسات منزلوں میں تقسیم كیا تھا۔

ﷺ تين سورتي<u>ن</u> ﷺ يا نچ سورتيل

وقت صحابه كرام ك وَبُول سے ان كى بي هيق ترتيب او بهل ربى) ﴿ صحيح مسلم صلاة المسافرين و قصرها ، باب فضل قراء ة القرآن وسورة البقرة ، حديث : 804. ﴿ صحيح البخاري ، فضائل القرآن ، باب تأليف القرآن ، حديث : 4994. ﴿ صحيح البخاري ، الطب النفث في الرقية ، حديث: 5748. ﴿ صديد البخاري ، الطب النفث في الرقية ، حديث: 5748. ﴿ صديد : 1710 مسند أحمد: 4/71 مديث : 1826. ﴿ مسند أحمد: 4/8 مديث : 1826. ﴿ و مسند أحمد: 4/8 مديث : 1826. ﴿ و مسند أحمد: 4/8 مديث : 1826. ﴿ و مسند أحمد: 4/8 مديث : 16266.

﴿ نُوسورتين

∜ سات سورتیں

🤏 تيره سورتيل

🕸 گياره سورتيس

اور جزب المفصل (سورة ق سے ناس تک)

پھر انھوں نے کہا کہ بیاس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کریم کی سورتوں کی موجودہ ترتیب نبی منافظ کے زمانے میں تھی۔

امام سیوطی بطشیئنے فرمایا: سات حوامیم ''خمّ '' اور تبین طواسین ''طسّمَ '' کو ایک ترتیب سے لکھا گیا اورمُسَبّحات سورتوں کو ایک ترتیب سے نہیں لکھا گیا۔ اگر پیرتیب اجتہادی ہوتی تو حوامیم کی طرح مسجات کوبھی اکٹھا رکھنا مناسب تھا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ سورتوں کی موجودہ ترتیب نبی سُالیٹیم کے زمانے میں موجود تھی، نیز آپ سُالیٹیم اور صحابۂ کرام ای ترتیب سے قر آن کریم پڑھا کرتے تھے۔

یہاں میسوال پیدا ہوتا ہے کہ پرویز صاحب کا بھی یہی نظریہ ہے تو پھر فرق کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ پرویز صاحب کے نظریے اور مذکورہ بیان میں بہت فرق ہے۔
انھوں نے لکھا ہے: ''اس کتاب کی ایک متند کا پی معجد نبوی میں ایک ستون کے قریب
صندوق میں رکھی رہتی تھی۔ یہ وہ نسخہ تھا جس میں نبی منافیا مسب سے پہلے وحی لکھوایا کرتے
تھے۔اسے ام یا امام کہا کرتے تھے۔اور اس ستون کو استوانہ مصحف کہا جاتا تھا۔صحابہ اس
ستون کے پاس بیٹھ کر نبی منافیا کی زیر نگرانی اس مصحف سے اپنے اپنے مصاحف نقل کیا
کرتے تھے۔ آئی یہ ویز صاحب مزید لکھتے ہیں: اس کتاب کے متعلق عمر والشؤنے نبی منافیا

پرویز صاحب کے اس کلام پرایک ناقدانہ نظر ڈالتے ہیں۔

ك حيات طيبه كآ خرى لمحات مين كها تما: حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ.

پ سیست می اسلام، فروری، 1982 ء، ص: 112. ۱۵ طلوع اسلام، فروری، 1982 ء، ص: 112.

- ﴿ وہ لا کھوں افراد جن کے پاس اس کا لِی سے نقل شدہ مصاحف موجود تھے ان میں سے چند اصحاب کا نام تحریر کرنا چاہیے۔
- ﴿ امام دراصل وہ متندم صحف ہے جو عثمان رُلاَتُونُ نے سات کی تعداد میں نقل کروا کر مختلف شہروں میں ارسال کیے۔
- عثان ڈٹٹٹؤ کے زمانے میں جونسخہ مدینہ میں رکھا گیا تھا اسے انھوں نے اس استوانہ
 (ستون) کے ساتھ رکھا تھا، جو بعد میں استوانہ مصحف کے نام سے مشہور ہوا۔
- ﴿ عمر وَ اللهُ كَوْلُ ' حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ " مِن كتاب سے مراد الله اوراس كے رسول مَلَّالِيَّمُ اللهُ كتاب مائى ميں استعال ہوا ہے، مثلًا:
 - النسآء 4:103)
 - ﷺ جمت اور وليل (الصَّفَّت 37:37)
 - 🯶 موت كامقرر شده وقت (الحبجر 4:15)
 - شام اورلونڈی کومکاتب بنانا (النور 33:24)
 - النيا 78:29)
 - اعمال نامه (بنى إسرآء يل17:13)
 - الوح محفوظ (الواقعة 56:86)
- عمر ڈلٹٹؤ کے قول سے مراد وہ مکتوب ہے جوصحابۂ کرام کے پاس مختلف رفعات وغیرہ میں لکھا ہوا تھایا قرآن کا وہ حصہ جومختلف صحابۂ کرام کے سینوں میں جمع تھایا وہ احکام مراد ہیں جوقرآن وسنت میں فرض قرار دیے گئے ہیں۔
- ا تر تیب تلاوت: اگر چداس میں علاء کا اختلاف ہے کہ بیتر تیب ضروری ہے یانہیں، تاہم سیح یہ ہے کہ تلاوت کے وقت قرآن مجید کی موجودہ تر تیب کی پابندی کرنا ضروری

نہیں، خواہ تلاوت نماز میں ہویا نماز کے علاوہ عام اوقات میں۔ امام بخاری وطلقہ نے بہت سے صحابۂ کرام اور سلف صالحین سے نقل کیا ہے کہ وہ سورتوں کی ترتیب کے مطابق تلاوت کرنا ضروری نہیں سبجھتے تھے۔

ای طرح ابن مسعود و النین کی تالیف سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ نی منافقہ بھی تلاوت کے وقت موجودہ ترتیب کتی کا لحاظ نہیں کیا کرتے تھے۔ اگر چدا کثر حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی منافیۃ سورتوں کی ترتیب سے تلاوت فرمایا کرتے تھے، (جیسا کہ ترتیب کتبی کے اثبات کے لیے دلائل پیش کیے گئے) لیکن آپ منافیۃ کبھی بھی اس ترتیب کو اس لیے چھوڑ دیا کرتے تھے کہ یہ لازمی نہیں، البتہ امر مستحب ہے اور ترتیب کا لحاظ نہ کرنے میں کوئی کراہت نہیں، تاہم اس ترتیب کے متعلق یہ کہنا کہ اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں (جیسا کہ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رشوش نے کہا ہے) درست نہیں۔ یہ کسی فلنے کا پیش خیمہ بن سکتا ہے اوراس وجہ سے عوام الناس کے دلوں میں مرتب شدہ قرآنِ کریم کے متعلق شکوک وشبہات پیدا ہوجانے کا خطرہ ہے۔

پرویز صاحب نے اپنے اس نظریے (کہ نبی سُالیُنیُّا کے پاس پورا مرتب شدہ قرآن کا بی شکل میں موجود تھا) کے اثبات کے لیے صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن کے حوالے سے ابن عباس ڈائٹنا سے مروی حدیث پیش کی ہے کہ کسی نے ان سے بوچھا: نبی سُلُٹیُنَا نے امت کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:

«مَا تَرَكَ إِلَّا ما بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ»

'' آپ نگاٹیٹرا نے صرف بید دو گتوں کے مابین (مجلد) کتاب چپوڑی ہے۔''[©] اس کا جواب بیہ ہے کہ رسول اللہ مَنْائِیْرُم کی وفات کے وفت ابن عباس چھٹھا کی عمر تیرہ یا

عبد المسام على المساملة المساملة المساملة المسام المسام المسام المسام المسام المسام حديث: 5019.

چودہ برس تھی۔ آپ نے خلفائے راشدین کا زمانہ پایا اور 65 ہجری میں وفات پائی۔ ان
کے فذکورہ جواب کا مطلب ہے ہے کہ ابو بکر رہائیڈیا عثمان ڈھٹیڈی کے دورِخلافت میں قرآنِ کر یم
کو کتابی شکل میں جمع کیا گیا اور وہ دوگتوں کے مامین مجلدصورت میں تیار ہوگیا۔ ابن
عباس بھٹی نے اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ آپ سٹیڈی نے یہی کتاب چھوڑی تھی۔ اس کا
بیمطلب نہیں کہ قرآنِ کریم نبی سٹیڈی کے دور میں اس طرح مجلدصورت میں موجود تھا۔
عثمان ڈھٹیڈے کہ دور سے لے کر آج تک قرآنِ کریم کسی تغیرو تبدل کے بغیر تمام اہلِ
مسہوًا کوئی لفظ غلط پڑھے یا قرآن کی طباعت میں کوئی لفظی غلطی آجائے تو پھر اس قراء ت
اور طباعت کی غلطی درست کرنے کے لیے ہر طرف سے آواز بلند ہوجاتی ہے۔ طباعت
کرنے والے کو تنبیہ کی جاتی ہے اور اس غلطی کی تھیج کی جاتی ہے۔ یہ ہاللہ تعالیٰ کی
طرف سے قرآنِ کریم کی حفاظت اور یہی:

﴿ وَإِنَّا لَهُ لَحْفِظُونَ ۞

''اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔'' کا مصداق ہے۔

فصل دوم

حفاظت إحاديث

حفاظت مدیث کے اثبات کے لیے قرآن کریم سے استدلال

الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴾

''پھراس کو بیان کرنا بھی ہماری ذمدداری ہے۔''[®] نیز فرماما:

﴿ وَٱنْزَلْنَآ إِلَيْكَ النِّكُو لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ﴾

"اور ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے لیے واضح کردیں ا جوان کی طرف نازل کیا گیا۔" ®

ان آیات سے استدلال اس طرح سے ہے کہ قرآن کریم بالاتفاق الفاظ اور معانی کا نام ہے۔معانی اس وجہ سے کہ اگر معانی نہ ہوں تو سارے الفاظ مہمل رہ جاتے ہیں اور مهمل چیز الله تعالیٰ کی کتابِ مدایت نہیں بن سکتی۔الفاظ اس وجہ سے قرآن ہیں کہ نازل مونا الفاظ کی صفت ہے۔ پہلی فصل میں بی ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کی ہے، کر رہا ہے اور کرتا رہے گا، لہذا اس سے الفاظ اور معانی دونوں کی حفاظت مراد ہے، پھر ہر لغت میں ہر لفظ کے معنی کے لیے متقل لفظ استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً: ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ كَامِعَىٰ الحمداللة نهيس بلك عربي لغت مين اس كامعى "الثَّنَاءُ الْحَسَنُ" اردو میں'' تعریف اور صفت بیان کرنا'' جبکہ فارسی میں''ستودن''یا''ستاکش کردن'' ہے۔ بیہ معانی بھی الفاظ ہیں۔ سورہ قیامہ کی فدکورہ آیت میں الله تعالیٰ نے قرآن کا بیان این ذے لیا ہے، لینی بیان کے مقصد معنی اور مفہوم کو واضح کرنا بھی اینے ذمدلیا ہے۔ جبکہ سورہ تحل کی مذکورہ آیت میں تبیان کی ذمہ داری نبی منافظ کوسونی گئ ہے اور تبیان کا مطلب ہے'' تشریح کرنا'' اس طرح الله تعالی نے قرآن کریم کا مفہوم اور معنی رسول الله مَنْ اللهُ مَنْ اللهُ عَلَيْهُمْ كَى احاديث كى صورت مِين محفوظ فرمايا _ قرآن كريم كى شرح جورسول الله مَنْ شَيْمُ کے ذمیے لگائی گئی وہ رسول الله تَاثِیْنِ کی احادیث میں ہے، مثلاً: قرآنِ کریم میں اقامت و القيامة 19:75. (2) النحل 44:16.

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مطالعہ

صلاۃ اور ایتائے زکاۃ کا تذکرہ اجمالی طور پر ہے اوران کی شرح اور مفہوم نبی مُنْ اَلَّمْ کَا اَلَٰهُ عَلَیْ کِی شرح اور معانی کے لحاظ سے حفاظت، حفاظت مدیث سے عبارت ہے، لینی حفاظت قرآن، حفاظت مدیث کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا اللِّيكُرُ وَ إِنَّا لَمْ لَحْفِظُونَ ۞

''بلاشبہ ہم نے اس ذکر کو نازل فر مایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''[®] اس آیت سے حفاظتِ حدیث کے لیے دوطرح سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

آ آیت میں لفظ ﴿ اَلنِّاکْر ﴾ استعال کیا گیا ہے جس کامعنی قرآن ہے۔ عام مفسرین نے یہ معنی لیا ہے اور پرویز صاحب بھی ای معنی کے قائل ہیں، چنانچہ آیت میں حفاظت قرآن کاوعدہ کیا گیا ہے اور پہلے یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ قرآن الفاظ اور معانی دونوں کا نام ہے اور معانی احادیث کی صورت میں موجود ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالی نے حدیث کی حفاظت کا بھی وعدہ کیا ہے۔

2 ﴿ اَلنِّ الْحَدَى ہے مراد صرف قرآن نہیں بلکہ ﴿ اَلنِّ الْمَنَ وَی ہے اور یہ بھی ثابت کیا جا چکا ہے کہ احادیث بھی وتی الٰہی ہیں، لہذا آیت مذکورہ حفاظت حدیث کے لیے بھی نص کا درجہ رکھتی ہے۔ اور ﴿ اَلنِّ اللّٰہِ کَی ہے مطلق وتی مراد لینے کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس سے مراد صرف قرآن ہوتا تو پھر ﴿ اَلنّٰ اللّٰهُ كُو ﴾ جائے قرآن یا فرقان یا کتاب کا لفظ استعال کرنا چاہیے تھا کیونکہ حفاظت کا مسئلہ بہت اہم ہے اور اہمیت کے مقام میں صرت کلفظ استعال کرنا خروری ہوتا ہے، لہذا معلوم ہوا کہ یہاں ﴿ اَلنّٰ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ کَا ہے متعدد معانی ہیں۔ امام المحلق وتی مراد ہے۔ قرآن کریم میں لفظ ﴿ اَلنِّ اللّٰهُ کُو ﴾ متعدد معانی ہیں۔ امام المحد 20:6 اللّٰہ اللّٰهُ اللّٰهُ کُو ﴾ کے متعدد معانی ہیں۔ امام المحد 20:6 اللّٰهِ اللّٰهُ کُو ﴾ کے المحد 20:6 اللہ اللہ اللّٰهُ کُو ﴾ کے المحد 20:6 اللہ اللّٰهُ کُو ﴾ کے المحد 20:6 اللّٰه ہیں۔ امام المحد 20:6 اللہ اللّٰهُ کُو اللّٰہُ کُو ﴾ کے اللہ اللّٰه ہیں۔ امام اللہ المحلق وتی مراد ہے۔ قرآن کریم میں لفظ ﴿ اَلنّٰ اللّٰ اللّٰ اللّٰ اللّٰ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہُ کُو ﴾ کے متعدد معانی ہیں۔ امام المحد 20:6 ۔ وہ وہ اللّٰہ اللّٰہُ کُو ﴾ کے متعدد معانی ہیں۔ اللّٰہ اللّٰہ کہ اللّٰہ اللّ

سیوطی ﷺ نے اپنی کتاب'' اَلاِ تَقَانُ فِی عُلُومِ الْقُرْ آن'' میں اس کے 22 معانی نقل کیے ہیں جبکہ ان سے ایک معنی رہ گیا ہے اور وہ ہے'' ذکر'' بمقابلہ نسیان، یعنی''یاد کرنا''۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿ فَاللَّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۞

''پس ان کی قتم جو ذکر (وجی، قرآن) کی تلاوت کرتے ہیں۔''[©] پھر فر مایا:

﴿ فَسُتَكُوۡۤا اَهۡلَ الذِّبۡكُرِ ۗ

''پس اہلِ ذکر (وحی والوں) سے پوچھو۔''[®]

ان آیات میں ذکر جمعنی وقی ہے تو سورہ جمری آیت کا معنی ہے ہے کہ ہم نے وقی نازل فرمائی ہے اور ہم ہی اس وقی کی حفاظت کرنے والے ہیں اور بیٹابت کیا جا چکا ہے کہ احادیثِ سیحہ بھی وقی اللی ہیں، لہذا ٹابت ہوا کہ اللہ تعالی نے جس طرح قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے؟ اس طرح حدیث کی حفاظت کا بھی ذمہ لیا ہے اور جس طرح قرآن کی دو طریقوں، حفظ اور کتابت کے ذریعے سے حفاظت کی گئی اسی طرح حدیث کی حفاظت بھی انھی دوطریقوں سے کی گئی ہے۔

حفاظت مديث بذريعه سماع اور حفظ

اگرغور کیاجائے تو کسی بات، خبر اور قصے وغیرہ کی حفاظت کی پہلی بنیاد حفظ ہے، لیمنی اسے اسے اپنے ول و دماغ میں محفوظ کرکے یاد کرلینا جبکہ ضبط تحریر میں لانے کی اہمیت اس کے بعد ہے۔ حفظ میں تغیر آنے کا امکان کم اور کتابت میں زیادہ ہے، اسی لیے نبی مَثَاثِیْمُ کتابتِ حدیث کی نبیت حفظ حدیث کی زیادہ ترغیب دیا کرتے تھے، چنانچہ وفد عبدالقیس کتابتِ حدیث کی النجاء 3:3:

کے واقعے میں ہے کہ نبی سُلِیَّا اُنے جب انھیں جار چیزوں کا تھکم فرمایا اور جار چیزوں سے منع کیا تو ارشاد ہوا:

> "اِحْفَظُوهُنَّ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ مَنْ وَّرَاءَكُمْ" "اسے یادکرواوراپنے پیچےوالےلوگوں کواس کے متعلق بتاؤ۔" اورآپ ٹاٹیٹانے نرغیب کے طور پرفرمایا:

«نَضَّرَ اللهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا ثُمَّ أَدَّاهَا إِلَى مَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا» "الله اس بندے کوخوش وخرم رکھے: جس نے میرے فرامین سنے، پھر انھیں یاد کیا اور پھر جنھوں نے نہیں سنا ان تک پہنچا دیا۔"

اورایک روایت میں ہے:

«رَحِمَ اللهُ امْرَءًا سَمِعَ مِنِّي حَدِيثًا فَحَفِظَهُ»

''اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جس نے مجھ سے حدیث س کر یادی۔'' اٹھی اوامر اور تر غیبات کی وجہ سے صحابہ کرام نے نبی تا این این کا این کا اور تر غیبات کی وجہ سے صحابہ کرام نے ب بعد یاد کیا اور آپ کے ہر فعل کو دکھ کر اس کے مطابق اپنی عملی زندگی بنائی اور تمام افعالِ نبوی ذہن نشین کر لیے۔

قوتِ حافظ اور صحابة كرام

عرب کے باشندے قدرتی طور پر توی الحافظہ واقع ہوئے ہیں۔ ان کے شعراء اور خطباء کے بہت سے ایسے واقعات ہیں جنھیں سن کر انسان جیرت میں پڑ جاتا ہے۔ اہلِ

⁽¹⁾ صحيح البخاري الإيمان، باب أداء الخمس من الإيمان، حديث: 53. (2) مسند أحمد: 82/4، وجامع الترمذي، العلم، باب ماجاء في الحث على تبليغ السماع، حديث: 2657.

③ صحيح ابن حبان:1/270 عديث: 67.

عرب ہزاروں اشعار، قصیدے اور امثال ایک ہی وقت میں زبانی سنادیا کرتے تھے۔ ابن عبدالبرنے لکھاہے:

''اہلِ عرب میں سے بعض لوگ ایسے بھی تھے جو کسی کے اشعار صرف ایک ہی دفعہ بن کریاد کرلیا کرتے تھے۔''

صحابۂ کرام کی قوتِ حافظہ کے دوخصوصی اسباب تھے: ایک ظاہری اور طبی سبب، لینی کم کھانا، کم سونا اور کم گوئی، ان معمولات سے انسان کی قوتیں مزید بیدار ہوجاتی ہیں کیونکہ زیادہ کھانا اور زیادہ سونا بہت سے امراض کا سبب بنتا ہے۔ دورِ حاضر میں سے بات روز روثن کی طرح واضح ہو چکی ہے۔ مزید برآس دنیوی مشاغل اور کثرتِ اموال بھی صحابۂ کرام کی صفت نہیں تھی جو حافظے کے لیے نقصان دہ ہے۔

ایک اور معنوی اور روحانی سبب تقوی ہے۔ اس کے علاوہ نبی سُلُیْم کی وعائیں، آپ

گی بابر کت مجالس، دین داری اور گناہوں سے بچنا قوتِ حافظہ کے لیے انتہائی اہم
اسباب ہیں۔ گناہ گارتم کے لوگ زیادہ تر نسیان کے مریض ہوتے ہیں جبکہ صحابہ کرام کی دیانت اور تقویٰ تو ساری امت کے لیے عظیم نمونہ ہے۔ قر آنِ کریم اور رسول اللہ طُلُیْم کی منت کے انتہائی قوت میں بے پناہ اضافہ کردیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ نبی طُلُیم کی مجالس مبار کہ سے مستقیض ہوتے رہتے تھے۔ بسااوقات برکاتِ نبویہ کا بطور نبی طاقیٰ کی مجالس مبار کہ سے مستقیض ہوتے رہتے تھے۔ بسااوقات برکاتِ نبویہ کا بطور خرقِ عادت ظہور بھی ان کے لیے ہوتا تھا، چنانچہ ابو ہریرہ ڈھٹیئنے ان لوگوں کے جواب خرقِ عادت ظہور بھی ان کے لیے ہوتا تھا، چنانچہ ابو ہریرہ ڈھٹیئنے ان لوگوں کے جواب میں جضوں نے ان پر کثرت روایات کا طعن کیا تھا، فرمایا: میں اس لیے کثرت سے روایات بیان کرتا ہوں کہ ایک دفعہ نبی طُلُیم نے ایک مجلس میں فرمایا:وہ کون شخص ہے جو اس مجلس میں اپنا کیڑا بجھائے اور پھر اختتا م مجلس پر وہ اپنا کیڑا جمع کر کے اپنے سینے اس مجلس میں اپنا کیڑا بجھائے اور پھر اختتا م مجلس پر وہ اپنا کیڑا جمع کر کے اپنے سینے سے لگالے۔ ابو ہریرہ ڈھٹیئیان کرتے ہیں: یہ سعادت مجھے نصیب ہوئی کہ میں نے جلدی

سے چادر بچھائی اورمجلس کے اختیام پر وہ چادرا پنے سینے سے لگانی ۔اس کے بعد مجھے کوئی حدیث نہیں بھولی۔ [®]

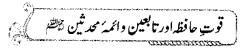
محدثین نے بیان کیا ہے کہ ابو ہر برہ ڈٹاٹٹٹ نے 5374 احادیث نقل کی ہیں۔ امام بخاری ڈللٹہ نے صیح بخاری میں ابو ہر برہ ڈٹاٹٹ کی امتیازی شان میں ابو ہر برہ ڈٹاٹٹ کا اپنے بارے میں قول نقل کیا ہے۔

«يَحْفَظُ مَا لَا يَحْفَظُونَ»

''ابوہریرہ ڈائٹوُنوہ احادیث بھی یاد کرتے تھے جو دوسر نہیں یاد کرتے تھے۔''[®] دوسرا قول ہے:

«حَفِظْتُ مِنْ رَّسُولِ اللهِ رَبِي وَعَائَيْنِ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَنَثْتُهُ» دوانواع حفظ كى بين، جن مين سے ايك كو ميں نے رسول الله مَنْ اللهِ علم كى دوانواع حفظ كى بين، جن مين سے ايك كو مين نے ليك كو مين نے ليك كو مين نے ليك كو مين نے ليك كو مين الله الله ہے۔ ' ق

ان کے علاوہ باقی صحابہ کرام نے بھی اپنی استطاعت کے مطابق رسول اللہ مَا اللّٰهِ مَا اللّٰهُ مَا اللّٰهِ مَا اللّٰهِ مَا اللّٰمِ مَا اللّٰهِ مِنْ اللّٰهِ مِنْ اللّٰهِ مِن اللّٰهِ مِن اللّٰهِ مِنْ اللّٰهِ مَا اللّٰهِ م



حفظ حدیث کا سلسلہ جاری رکھنے کے لیے تابعین میں بھی بڑے بڑے علماء اور حفاظ حدیث پیدا ہوئے جفول نے حفاظت حدیث میں بہت محنت کی ہے۔ان میں سے چند حفاظ حدیث درج ذیل ہیں:

صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي هريرة، حديث: 2492.
 صحيح البخاري، العلم، باب حفظ العلم، حديث: 118. أن صحيح البخاري، العلم، باب حفظ العلم، حديث: 120.

ابرائیم بن بزید تیمی، ابرائیم نخفی، احنف بن قیس، اساعیل بن ابو خالد، اسود بن بزید، عروه ابن زبیر، سلیمان بن مهران اعمش ، اولیس قرنی، ابوب بن ابوتمیمه، بسر بن سعید، مکر بن عبدالله قرنی، ثابت بن اسلم، جابر بن زید، جعفر بن محمد، حسن بن حسن، حسن بصری، خالد بن معدان ، سعید بن جبیر، سعید بن مسیتب اور سالم بن عبدالله میسید بن جبیر، سعید بن مسیتب اور سالم بن عبدالله میسید بن جبیر، سعید بن مسیتب اور سالم بن عبدالله میسید بن جبیر، سعید بن مسیتب اور سالم بن عبدالله میسید بن جبیر، سعید بن مسیتب اور سالم بن عبدالله میسید بن جبیر، سعید بن مسیتب اور سالم بن عبدالله میسید بن جبیر، سعید بن مسیتب اور سالم بن عبدالله میسید بن جبیر، سعید بن مسیتب اور سالم بن عبدالله میسید بن جبیر، سعید بن مسیتب اور سالم بن عبدالله میسید بن مسید بن مسید

ان کے علاوہ بے شارتا بعین اصاغروا کابر نے حفظِ حدیث کا اہتمام کیا۔ ان میں سے ایک امام ابن شہاب زہری وطلقہ ہیں۔ امام ذہبی وطلقہ نے ان کی قوت حافظہ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے امام ابن شہاب زہری کی قوت حافظہ کا امتحان لین کے ارادے سے انھیں کہا: میرے بیٹے کے لیے پچھ احادیث لکھ کر بھیج دیں۔ ابن شہاب نے کا تب سے چارسواحادیث تحریر کرائیں اور مسودہ خلیفہ کو بھیج دیا۔ پچھ مدت بعد ابن شہاب خلیفہ سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے تو خلیفہ نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا: آپ نے جو احادیث بھیجی تھیں ان کا مسودہ گم ہوگیا ہے۔ امام زہری نے فرمایا: پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ اس وقت کا تب کو بلوایا اور وہی چارسواحادیث دوبارہ کی موادیث نے برک ان کے معودے کے اس معلوم ہوا کہ امام زہری وطلقہ کے اس نئے مسودے کے محدودے سے موازنہ کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ امام زہری وطلقہ نے کہیں بھی کوئی غلطی نہیں گی۔ ش

قوت حافظه اورتج تابعين

الحفاظ :84,83/1.

اوزاعی، عبداللہ بن مبارک، سفیان بن عینیہ، کیٹ بن سعد، شعبہ بن تجاج، محمد بن حسن، امام احمد بن حنبال، اسحاق بن راہویہ، ابن الی شیبہ، امام محمد بن ادریس الشافعی، امام مسلم، امام ابوداود، امام ترفدی، امام نسائی، امام ابن ماجه اور امام داری رابسته قابل ذکر ہیں۔ مسلم، امام ائمہ کرام حفاظ حدیث کے ساتھ ساتھ مولفین کتب بھی تھے جس کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔ ان میں سے سفیان ٹوری رابستا کو تعمیں ہزار، شعبہ کو دس ہزار، بزید بن ہارون کو چوہیں ہزار اور اسحاق بن راہویہ رابستا کو چوہیں ہزار اور اسحاق بن راہویہ رابستا کو ایک لاکھ احادیث یاد تھیں۔ **

ابن کثیر رشط نے لکھا ہے کہ امام شافعی رشط نے فرمایا:'' میں نے دس سال کی عمر میں موطا امام مالک رشط شد حفظ کرلی تھی۔''

گذشتہ صفحات میں حفظ وساع کے ذریعے سے حفاظتِ حدیث پرروشیٰ ڈالی گئی ہے۔ اس سے داضح ہوا کہ ساع اور نقلِ حدیث کا سلسلہ مذکورہ قرون میں بھی بھی منقطع نہیں ہوا۔ عرب وعجم کے تمام اطراف میں حفظِ حدیث، ساعِ حدیث اور دروسِ حدیث کا چرچا اور دور دورہ قعا۔

كتابت اور تالف وتدوين كے ذريع سے حفاظت ِ حديث

حفاظتِ حدیث کا بید دوسرا طریقہ ہے، لیعنی نبی مُنَاتِیْنِ کے دور سے لے کر قرونِ ثلاثہ (جس کے بھلائی پر ہونے کی خبر نبی اکرم مُناتِیْنِ نے دی تھی) میں بیسلسلہ جاری تھا۔ ہر کا تب وموّلفِ حدیث نے اپنی سند کو ساعِ صحابہ کی سند سے نبی مُناتِیْنِ کک پہنچایا ہے۔

دور نبوی میں کتابت حدیث

امام بخارى الطفير في "كتاب العلم ،باب كتابة العلم" مين حارا حاويث ورج كي

ئىد. ۞ تذكرة الحفاظ:153/1و2321.

ہیں جن سے نبی مَالیّے کم دور میں کتابت حدیث کا ثبوت ماتاہے۔

- ﴿ ابوہریرہ وَ وَاللّٰہُ عَلَیْہُ ہے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللّٰه طَالِیّہُ نے فتح کمہ کے موقع پر بہت لمبا خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں بہت ہے آداب واحکام بیان فرمائے۔ایک یمنی مخص ابوشاہ نے آپ کے قریب آکر عرض کیا: یہ احکام میرے لیے لکھوا دیں تو نبی طَالِیُّہُ نے فرمایا: ''ابوفلاں، یعنی ابوشاہ کولکھ دو۔'' ﷺ فرمایا: ''ابوفلاں، یعنی ابوشاہ کولکھ دو۔''
- ﴿ ابوہریرہ رُفَاتُونَّ سے مروی دوسری حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن عمر و رُفاتُنِا کے سوا مجھ سے زیادہ احادیث لقص کرنے والا کوئی نہیں ہے کیونکہ وہ احادیث لکھ لیا کرتے تھے جبکہ میں نہیں لکھا کرتا تھا۔ ﴿
- ابن عباس ڈٹائٹیا ہے مرومی حدیث ہے جس میں نبی سکٹٹیٹی نے مرض الموت میں فر مایا تھا: ''ایک کتاب لاؤ تا کہ میں تمھارے لیے ایسی چیز لکھوں جس کے بعدتم گمراہ نہیں ہوگے۔''[®]

یمی چیز جو صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے آپ نے ندائھی زبانی طور پر صحابہ کو بیان فرما دی:

^{**} صحيح البخاري ، العلم، باب كتابة العلم، حديث: 111. ﴿ صحيح البخاري ، العلم، باب كتابة العلم، باب كتابة العلم، حديث: 113. ﴿ صحيح البخاري ، العلم، باب كتابة العلم، حديث: 113. ﴿ صحيح البخاري ، العلم، حديث: 114.

[1] جب کوئی وفد آئے تو اس کا احترام کرو۔

🗵 مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔

آ میری قبرکووٹن (ایبابت جس کی عبادت کی جائے) نہ بنانا کہاس کی عبادت کی جائے۔
 آ امام بخاری شرائش نے کتاب الجہاد والسير میں باب کتابة العلم للناس کے

ز برعنوان بیان کیا ہے کہ پندرہ سوصحابہ کے نام رجس میں لکھے گئے تھے۔ اوراس وقت میہ ضروری تھا کہ بورا نام مع ولدیت اور کنیت لکھا جائے۔

بخاری کے علاوہ ویگر کتب میں کتابتِ حدیث کے علم کا ثبوت

5 عبدالله بن عمروبن العاص والنه كاليك بزار احاديث برمشمل الصحيفة الصادقة يا الرسالة الصادقة تقار ()

 اوافع والثلا کی روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم آپ سے احادیث سنتے ہیں تو کیا انھیں لکھ لیا کریں؟ آپ نے فرمایا:

«أُكْتُبُوا وَلَا حَرَجَ»

' ککھ لیا کروکوئی حرج نہیں۔''[®]

فتح الباری اورسیرت ابن بشام میں ہے کہ رسول الله طَالِيَّا نے ثمامہ بن اثال رہا تھا ہے۔
 نام خط بھیجا کہ اپنے ملک ممامہ سے اہلِ مکہ کوغلہ بھیجنا بند نہ کریں۔

8 عبدالله بن عليم كى روايت ميں ہے كه

"نبى سَلَيْمَا نِي وفات سے ایک ماہ قبل أهل جهینه كو خط لكها جس ميں لكها مواقعا: "مردار سے نفع حاصل نه كرو_" فق

أسدالغابة:346/3. (2) المعجم الكبير للطبراني:276/4. (3) سيرت ابن هشام:269/4.

@ سنن أبي داود، اللباس، باب من رولي أن لا يستنفع، حديث: 4128، وجامع الترمذي، ٩

ٰ 19 نبی مُثَاثِیْ نے بیمن کے شہر جر ش کے لوگوں کو محبور اور کشمش کو اکٹھا بھگونے سے لکھ کر منع کیا تھا۔ [©]

اسی طرح نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ نے ایبا ہی خط أهل هجو کے نام بھی لکھا تھا۔

معاذر الشيئ يمن ميں بطور گورنر مقرر تھے۔ مدينہ ميں ان كے بيٹے وفات پاگئے تو ني شائيل نے انھيں تعزيق خط لكھا۔

ا نبی منگانی نام در داخی در الله در در الله در در الله در وعورت (الله دمه) سے ایک دینار جزید لیس دید کی شرح سے عشر لیس اور ایک دینار جزید لیس دینار جزید لیس دینار جزید لیس دینار کنویں وغیرہ سے سیراب کی جائیں ان کی پیداوار سے بیسوال حصد وصول کریں، نیز گندم، جو، تھجور اور شمش سے زکاۃ لیا کریں۔ ان

این میں میں عمروں ہے کہ ایک مرتبہ ابو ہریرہ ڈٹائٹۂ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر
 نبی مُٹائٹیڈ کی حدیثوں کی بہت می کتابیں دکھا ئیں اور فر مایا کہ یہ میرے پاس کھی ہوئی کتاب ہے۔

حديث:3646.

''میری حدیثیں لکھا کرو۔اس ذات کی قتم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس منہ سے صرف حق ہی نکاتا ہے۔''®

﴾ اللباس، باب مأبًّا، في جلود الميتة إذا دبغت، حديث:1729. ۞ صحيح مسلم، الأشربة، باب كراهة انتباذ التمروالزبيب مخلوطين، حديث: 1990. ۞ سنن النسائي، الأشربة، باب خليط البسر والتمر، حديث: 9 555. ۞ تاريخ بغداد: 2 / 89، وحلية الأولياء: 1 / 307. ♦ مراسيل أبي داود، ص: 134,133، حديث: 117، والمحلى لابن حزم: 20/22/5. ۞ فتح الباري: 1/207، تحت حديث: 1.1 ۞ سنن أبي داود، العلم، باب كتابة العلم،

- الله معبد بن ہلال فرماتے ہیں: ہم حضرت انس بن مالک وٹاٹٹؤے بکثرت مسائل پوچھتے سے، پھر ایک دفعہ انھوں نے ایک رجٹر نکال کر فرمایا: یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے رسول اللہ تَالِیْتُمْ ہے سی تھیں اور پھر لکھ کرآپ کو پیش کی تھیں۔
- 🗈 ابوسعید خدری وہائی کی روایت ہے کہ ہم رسول الله منافیا کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور جو کچھ آپ سے سنتے اسے لکھ لیا کرتے تھے۔
- الله انصاری (صحابی) احادیث سنتے مگر انھیں یادنہیں رہتی تھیں۔رسول الله طَالِیَّا نے انھیں فرمایا: 'اپنے دائمیں ہاتھ سے مددلیا کرو'' الله نعنی آپ نے لکھنے کی طرف اشارہ فرمایا۔ محکرین حدیث نے بھی ان احادیث کا سہارالیا ہے جن میں حدیث لکھنے کی ممانعت ہے۔وہ روایات درج ذیل میں:
- ﴿ ابوسعید خدری واثن کی روایت ہے کہ رسول الله مَنْ اللهِ عَنْ اللهِ مَنْ اللهِ عَنْ اللهِ عَلَيْ اللهِ عَنْ اللهِ عَلَا عَلَا عَلَا عَلَي عَنْ اللهِ عَنْ اللهِ عَنْ اللهِ عَنْ اللهِ عَنْ اللهِ عَلَيْ اللّهِ عَنْ اللهِ عَنْ اللهِ عَنْ اللهِ عَلَا عَل
- ② صحابہ ڈٹائٹٹم فرماتے ہیں کہ ہم نے (قرآن کریم کے علاوہ) مکتوبات جمع کر کے جلادے۔
- ﴿ نِي سَلَيْظُ اللَّهِ مرتبه باہر تشریف لائے تو فرمایا:''کیا لکھتے ہو؟'' ہم نے عرض کیا: احادیث جو آپ سے سنتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:''کیا الله تعالیٰ کی کتاب کے علاوہ دوسری کتاب؟

⁽أ) المستدرك للحاكم: 574,573/3 حديث: 6452. (أ) مجمع الزوائد: 150/1 حديث: 672. (أ) مجمع الزوائد: 150/1 حديث: 672. (أ) جامع الترمذي، العلم، باب ماجاء في الرخصة فيه، حديث: 2666. (أ) مجمع الزوائد: 151/1، مسلم، الزهد، باب التثبت في الحديث، حديث: 3004. (أ) مجمع الزوائد: 151/1، حديث: 672.

تچھی امتیں اسی وجہ سے گمراہ ہوئیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ دوسری کتابیں الکھتے تھے''[®]

﴿ زید بن ثابت مُحالِثُهُ ہے مروی حدیث ہے اس میں بھی کتابت حدیث ہے منع کرنے کا تعکم دیا گیا ہے۔ ﴿)

اسی طرح پرویز صاحب نے ابوبکر دھائی سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے اپنے مکتوبات احادیث جلادیے تھے۔ عمر وہائی بھی استخارہ کرنے کے بعد احادیث کا مجموعہ لکھنے سے رک گئے۔ علی وہائی نے اپنے خطبے میں احادیث مٹانے کا حکم دیا تھا۔ ان تمام روایات سے رک گئے۔ علی وہائی نے اپنے خطبے میں احادیث مٹنوع ہے اور جو کتابت ہو چکی تھی اسے مٹایا یا جا دہا گیا۔

آآ منکرین حدیث کی یہ عجیب منطق ہے کہ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ احادیث جمت نہیں اور دوسری طرف اپنائمذ عا ثابت کرنے کے لیے احادیث ہی سے استدلال کرتے ہیں۔

[2] ہم نے کتابتِ حدیث کے اثبات کے لیے جو روایات بیان کی ہیں وہ احادیث ممانعتِ کتابت کے ساتھ متعارض ہیں۔ علم اور عقل کا تقاضا یہ ہے کہ تعارض کے وقت جب ایک روایت کی ضرور کوئی توجیہ یا وجہ ترجیح بیان کی جب ایک روایت پرعمل کیا جائے تو ووسری روایت کی ضرور کوئی توجیہ یا وجہ ترجیح بیان کی جائی ہے کہ کا ن روایات سے جن میں کتابتِ حدیث کا ذکر ہے بالک صرف نظر کیا ہے۔ ان احادیث کا ان کے پاس کوئی جواب بھی نہیں۔ یہ بڑی علمی بالکل صرف نظر کیا ہے۔ ان احادیث کا ان کے پاس کوئی جواب بھی نہیں۔ یہ بڑی علمی خیانت ہے ہاں، ان کے پاس ایک عذر لئگ ہے۔ پرویز صاحب کے مطابق صحابہ کرام خیانت ہے ہاں، ان کے پاس ایک عذر لئگ ہے۔ پرویز صاحب کے مطابق صحابہ کرام سے جو کتابتِ حدیث کی روایات نقل ہیں ان کے ساتھ نبی علی ان کے ساتھ نبی علی تھدیق نہیں۔ یہ تو

^{*} تقييد العلم للخطيب بغدادي:34,33/1. ﴿ سَنَ أَبِي داود العلم ، باب كتابة العلم ، حديث:3647.

سراسر جہلِ مرکب کی بات ہے۔ اثباتِ کتابتِ حدیث کے بارے میں جوروایات ہیں ان میں سے بعض کے لیے نبی طَافِیْا کا حکم موجود ہے۔ بعض میں صحابہ کرام کا اپنے تحریری و خیرہ احادیث کو آپ طَافِیْا کی خدمت میں پیش کرنے کا ذکر ہے اور بعض میں نبی طَافِیْا کی طرف سے تشریعی احکام کا تذکرہ ہے۔ اس سے زیادہ تصدیق کی کیا ضرورت ہے؟ ای علمائے امت اور شارمین حدیث نے اتفاق کیا ہے کہ احادیث کی کتابت سے ممانعت کا حکم شروع میں دیا گیا تھا تا کہ لوگوں کو قرآنِ کریم کے متعلق کوئی اشتباہ نہ ہو، تاہم بعد میں وہ حکم منسوخ ہوگیا۔ [©]

احادیث لکھنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اکثر ضعیف ہیں جبکہ اثبات کتابت کے متعلق احادیث اکثر صحیح ہیں۔

ابو بکر ڈلٹٹؤ کے متعلق روایت، کہ آپ نے اپنی تحریری احادیث کوجلا دیا، کی سند میں علی بن صالح مجہول، محمد بن موی ضعیف اورمویٰ بن عبداللہ متکلم فیدراوی ہے۔

عمر والثقر کی روایت، کہ انھوں نے اپنی احادیث جلا دی تھیں، بھی سند کے لحاظ سے منقطع ہے۔ اس کے مقابلے میں عمر والثقر کی صحیح روایت موجود ہے۔ جس میں منقول ہے کہ عمر والثقر کی لکھی ہوئی احادیث، ان کی اولاد کی طرف منتقل ہوئیں ، نیز عمر بن عبدالعزیز والثقر نے اس کتاب سے احادیث نقل کرکے ان پر عمل کیا۔ امام دار قطنی نے فرمایا: بدروایت سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔ ﴿

علی ڈاٹنڈئے اس فرمان' مکتوب احادیث مٹادو' والی روایت کا راوی جابر جعفی ، کذاب ہے۔ اس کے مقابلے میں علی ڈاٹنڈ سے مروی صحیح حدیث پہلے بیان کی گئی ہے کہ ان کے پاس صحیفہ تھا جس میں بعض احکام تحریر تھے، لہذا منعِ کتابت کے متعلق اس حدیث کو صحیح

[﴾] فتح الباري: 1/208، تحت حديث: 113. ﴿ الموطأ للإمام مالك، ص: 109. ﴿ سنن الدارقطني، ص:200.

روایت کے مقالبے میں پیش کرنا جہل اور حمافت کے سوا کیچینہیں۔

حدیث مسلم جوابوسعید خدری واقتیا ہے مردی ہے، وہ اگر چہ امام مسلم والیہ کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن امام بخاری والیہ نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔ اس لیے کہ بیان کی شرط کے مطابق نہ تھی۔ بہر صورت اس کا اصل جواب وہی ہے جو پہلے ذکر ہُوا کہ احادیث کے لکھنے سے ممانعت کا تھم ابتدا میں تھا بعد میں منسوخ ہوگیا۔

عہد صحابۂ کرام کے بعد مذوین حدیث

جس طرح حفظ حدیث کاتسلسل جاری رہاائی طرح کتابت حدیث بھی مسلسل جاری رہا ہی میہاں تک کہ تدوینِ حدیث کا شائد، مسانید، رہی یہاں تک کہ تدوینِ حدیث نے مختلف اقسام کی کتب، مثلاً: مصنفات، مسانید، جوامع، سنن اور معجمات وغیرہ کی صورت اختیار کی اور امت کو احادیث رسول کا مجموعہ محفوظ طریقے ہے بینے گیا۔ ذیل میں جمعِ احادیث کے چند اووار بیان کیے جاتے ہیں۔

تدوینِ حدیث کا پہلا دور (صحابۂ کرام ٹنائٹیم) مصحب

صحابهٔ کرام کے تحریری مجموع

﴿ صحیفہ صادقہ: عبداللہ بن عمرو بن عاص وہ اللہ کا ہزار احادیث پر شمل صحیفہ صادقہ۔ یہ اب مند احمد میں کلمل طور پر موجود ہے۔ اس صحیفے کی ردایت عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عاص کے توسط سے پوری طرح منقول ہے ادر اکا بر محدثین نے اس روایت پر اعتاد کر کے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ ﴿

نوت المحديث والمحدثين ، ص: 210.

- کو صحیفہ عمر بن خطاب و النظیٰ: اس میں صدقات اور زکاۃ کے احکامات درج ہیں۔ امام مالک و میں۔ امام مالک و میں: میں نے بیں: میں نے بیر صحیفہ پڑھا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز و مطلقہ نے جب تدوین حدیث کا کام شروع کیا تو بیر صحیفہ انھیں عمر و النظیٰ کے خاندان سے موصول ہوا۔
 حصیفہ عثمان و النظیٰ: اس صحیفے میں زکاۃ کے احکام درج تھے۔ اس کے متعلق امام
- ﴿ صحیفهٔ عثمان ولائفۂ: اس صحیفے میں زکاۃ کے احکام درج تھے۔ اس کے متعلق امام بخاری وشلشے نے کتاب الجہاد میں واقعہ بیان کیا ہے۔
- ﴿ صحیفہ علی والنَّفَهُ: اس میں زکا ق مدقات، دیت، قصاص، حرمت مدینه، خطبه ججة الوداع اور اسلامی دستور کے نکات درج تھے۔ بیصیفہ حضرت علی والنَّهُ کے بیٹے محمد بن حنفیہ کے پاس تھا، پھر امام جعفر کے پاس آیا اور انھوں نے حارث کولکھ کردیا۔ (1)
- ﴿ مندِ ابو ہرمِرہ رُفَاقَدُ: اس کے بہت سے نسخ عہدِ صحابہ میں لکھے گئے تھے۔ اس کی ایک نقل عمر بن عبدالعزیز کے والدعبدالعزیز بن مروان والی مصر کے پاس تھی۔عبدالعزیز بن مروان نے کثیر بن مرہ کولکھا تھا کہ آپ کے پاس صحابۂ کرام کی جنٹی مرویات ہیں وہ ہمیں لکھ کر بھیج دیں مگر ابو ہریرہ رُفاقَدُ کی مرویات بھیجنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ پہلے ہی ہمارے یاس موجود ہیں۔ ﴿

اس کے علاوہ صحیفۂ انس، خطبہ فتح کمہ (جو ابوشاہ کے لیے لکھا گیا تھا)، صحیفۂ جاہر بن عبداللہ، مرویات ابن عباس، مرویات عائشہ اور صحیفۂ عمرو بن حزم (جب نبی عَلَیْظُم نے یمن کا گورز مقرر کیا تو انھیں بیلکھ کر دیا گیا۔ اس صحیفے میں فرائف ، سنن، صدقات و دیات اور دیگر21 فرامین نبویہ شامل ہیں۔) مزید براں رسالۂ سمرہ بن جندب، رسالۂ سعد بن عبادہ اور صحیفۂ عبداللہ بن مسعود ٹھائڈ جس کے بارے میں ان کے بیٹے عبدالرحمٰن نے حلفا کہا

[©] الموطأ للإمام مالك، ص: 100. ﴿ تُدوين صديث بربان وقل، و صحيح البخاري، العلم، باب كتابة العلم، حديث:111. ﴿ الطبقات الكبرى لابن سعد:448/7.

تھا کہ بیان کے باپ (عبداللہ بن مسعود رہائی) نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ اُ بیتمام صحیفے ،رسالے اور کتب صحابہ کرام کی تحریریں تھیں جن میں انھوں نے مرفوع احادیث جمع کی تھیں۔

تدوین حدیث کا دوسرا دور

خلفائے اربعہ ڈیائٹٹاکے زمانے میں کثرت سے غزوات کے وقوع اوربعض فتنوں کے ظہور کی بنا پر وہ تدوینِ احادیث کی طرف توجہ نہ کر سکے۔صرف انفرادی طور بران کے پاس مندرجہ بالا صحیفے موجود تھے۔خلافت راشدہ کے بعد عمر بن عبدالعزیز پڑللٹۂ صفر99 ہجری میں خلیفہ ہے جنھیں خلفائے راشدین میں شار کیا جاتا ہے۔ آپ نے دین کی حفاظت کے لیے تدوین اور جمع حدیث کی طرف توجہ مبذول فرمائی، چنانچہ آپ نے مدینہ طیبہ کے حاکم ابو بكر محمد بن عمرو بن حزم كے نام خط لكھا كہ عمرة بنت عبدالرحمٰن اور قاسم بن محمد (دونوں عائشہ را بھا کے شاگرد تھے اور قاسم بھتیج بھی تھے۔) کے پاس جواحادیث کا ذخیرہ ہے اسے قلم بند کرلیں۔ ابوہریرہ ڈاٹھ کی مرویات ہارے یاس موجود ہیں انھیں لکھنے کی ضرورت نہیں۔آپ نے اس کام کے لیے بارہ ماہر محدثین کی ایک سمیٹی بنائی جس کا سربراہ ابن شہاب زہری کو مقرر کیا، اس لیے انھیں مدوّنِ اوّل کہا جاتا ہے۔ ان بارہ محدثین نے احادیث کے الگ الگ مجموعے تیار کر کے عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھیج دیے۔ چونکہ ان كازمانة خلافت مخضرتها، اس ليے آپ ان مجموعات كى تنقيح و تدوين اورائھيں اطراف ميں تقتیم کا کام نہ کرسکے۔جس طرح زید بن ثابت ڈٹاٹنڈ نے بذات خود تمع قر آن کو نا گوار سمجھا قعا،لیکن پھراس کام کے سربراہ رہے،اس طرح کہا جا تا ہے کہامام زہری ڈللتہ جمع حدیث

عبر المعلم: 1/300.

کو پیند نہیں کرتے تھے لیکن بایں ہمدیبی کام انھوں نے بہت محنت سے سرانجام دیا۔اس کے بعد سلسلۂ تدوین جاری رہا یہاں تک کہ 101 ہجری سے 190 ہجری تک متعدد کتب حدیث تیار ہوئیں جن میں سے موطأ امام مالک، جامع سفیان توری، جامع ابن مبارک، جامع امام اوزاعی، جامع ابن جریج، کتاب الخراج از امام ابو پوسف اور کتاب الآثار از امام محمہ بن حسن شیبانی زیادہ مشہور ہیں اور ان میں سے موطاً اور آخری دو کتب تو اب بھی محفوظ ہیں ۔ جب موطأ امام ما لک تیار ہوئی تو مدینہ کےستر علاء اور فقہاء نے اس کی صحت یرا نفاق کیا، اس لیےاس کا نام موطأ رکھا گیا، پھرییہ کتاب امام ما لک ٹ^{رایش} سے تقریبًا ایک ہزار شاگر دوں نے سنی اور اسے ضبط تحریر میں لائے۔ فی الونت وہ تمام مسودات موجوز نہیں بلکہ ان میں سے صرف 16 باتی رہ گئے ہیں۔اب جو متداول نسخہ ہے وہ سب نسخوں سے زیادہ قابل اعتاد ہے۔ یہ کی بن کی مصمودی کا مرتب کردہ ہے۔ دوسری صدی ہجری میں چندمسانیدمنظرعام پر آئیں: مندابی ہر رہو، بیمنداحمہ میں کمل موجود ہے۔منداحمہ، مند شافعی ،مندالبز ار،مندامام موسیٰ کاظم بن جعفر،مندابوسفیان وکیع بن جراح اورمند امام اوزاعی جومندالشامین کے نام سےمشہورہے۔ بیرمسانید وہ بیں جو دوسری صدی ہجری کے اختیام سے پہلے مرتب ہوچکی تھیں۔

تیسری صدی ہجری کادور

دوسری صدی میں مرفوع اور موقوف دونوں قتم کی احادیث کو جمع کیا گیا تھالیکن تیسری صدی میں الیے اہل علم اور ائمہ کہ حدیث پیدا ہوئے جضوں نے اس بات کا اہتمام کیا کہ مرفوع احادیث کو مستقل حیثیت دی جائے، چنانچہ انھوں نے اپنی کتابوں میں صرف مرفوع احادیث کو جمع کیا۔ان ائمہ کرام میں سے چند درج ذیل ہیں۔

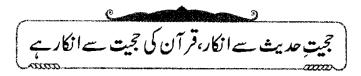
امام احمد بن حنبل (متوفی 231 ہجری)، عبداللہ بن مویٰ، مسدد بھری، اسحاق بن راہویہ، عثان بن ابی شیب، امام محمد بن اساعیل بخاری (متوفی 256 ہجری) آپ کے شاگر درشید امام مسلم (متوفی 261 ہجری) امام ابوداود (متوفی 275 ہجری) امام تر ندی (متوفی 275 ہجری) امام تر ندی (متوفی 275 ہجری) اور متوفی 279 ہجری) اور امتوفی 279 ہجری) اور امام ابن ماجہ (متوفی 255 ہجری)۔ اس دور میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں چھوٹی بری کتابیں کھی گئیں۔

دوسری اور تیسری صدی ہجری میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ائمہ بھی پیدا فرمائے جنھیں اللہ تعالیٰ نے ایسے ائمہ بھی پیدا فرمائے جنھیں اللہ تعالیٰ نے نفذو جرح کی بوری استعداد سے نوازا۔ انھوں نے حدیث کے راویوں کی بوری جانچ پر کھ کرتے ہوئے سیجے اور ضعیف احادیث کو الگ الگ کر دیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بے شار محدثین پیدا فرمائے جنھوں نے ضعیف اور موضوع روایات کو الگ الگ جمع کیا۔

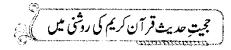
الله حاصل بحث: اس تفصیل سے واضح ہوا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت، حفظ اور کتابت کے ذریعے سے فرمائی، اسی طرح احادیث کی حفاظت بھی اضی دوطریقوں سے فرمائی۔ فرق صرف بیہ ہے کہ ہم قرآن کریم کے الفاظ کی تلاوت کے مکلف ہیں، جیسا کہ لفظ 'وُفَراً'' 'اُقُلُ '' ' رُبِّلُ '' اور ' اُقُلُو الْقُرْآنَ' اس پر دلیل ہیں۔ قرآنی الفاظ کی جگہ معنی ادا کرنا اور دوسری لغت میں تبدیل کرنا جائز نہیں۔ اس کے برعس احادیث کی جگہ معنی ادا کرنا اور دوسری لغت میں تبدیل کرنا جائز نہیں۔ اس کے برعس احادیث کے الفاظ کی تلاوت کے ہم مکلف نہیں کیونکہ یہ ایک استجابی حکم ہے، لبذا الفاظ حدیث کی جگہ روایت بالمعنی اکثر محدثین کے نزدیک جائز ہے لیکن اس کے لیے خاص شرائط ہیں۔ اصولی حدیث تبدیل کرنا مور نہیں۔ مضمونِ حدیث تبدیل کرنا ور وائز نہیں۔

پرویزی فرقے سے سوال کیا جاسکتا ہے کہ قرآن کی حفاظت، اس کا جمع کرنا اور اس
کی تدوین، احادیث سے ثابت کرنا درست ہے تو پھر احادیث کی حفاظت بذریعہ حفظ و
کتابت کیوں قابل اعتراض ہے؟ اس کی مثال ایک عالم نے اس طرح پیش کی ہے کہ
کوئی شخص کسی کنویں سے ایک ڈول پانی نکال کر پے اور کہے کہ پانی صاف اور میٹھا ہے
لیکن جب وہ دوسرا ڈول اس کنویں سے نکالے تو کیے کہ پانی گندا اور کھارا ہے۔ کیا بیشض
دیوانہ اور پاگل نہیں کہلائے گا؟ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ جب ثابت ہوا کہ قرآن اور
حدیث دونوں محفوظ ہیں اور اللہ تعالی نے ان کی حفاظت کی ہے تو پھر حفاظت کا مقصد
صرف تلاوت ہی نہیں بلکہ اس کو جمت سمجھ کر اس کے احکام پڑئل کرنا مسلمانوں کے لیے
صرف تلاوت ہی نہیں بلکہ اس کو جمت سمجھ کر اس کے احکام پڑئل کرنا مسلمانوں کے لیے





گزشتہ ابواب میں ثابت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ طَافِیْم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ رسول اللہ طَافِیْم قرآن کریم کے شارح ہیں، اور قرآن کریم کی طرح صدیث بھی محفوظ ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ رسول اللہ طَافِیْم کی احادیث دین میں جست ہیں اور یہ جیتِ حدیث تہیں مانتا وہ دراصل قرآن کریم کونہیں مانتا۔



1 الله تعالی نے فرمایا:

﴿ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِعَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللهِ حُجَّةً ا بَعْلَ الرُّسُلِ ﴾

''ان سب رسولوں کو ہم نے خوش خبری دینے اور (منکروں کو عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تا کہ رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے خلاف کوئی اعتراض باتی ندر ہے۔'' ®

آیت کا ظاہری مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالی رسول نہ بھیجنا تو اللہ تعالی اوراس کے

① النسآء 165:4.

احکام کے مشکر لوگ اللہ تعالی کے خلاف اعتراض کرتے کہ اس نے رسول نہیں بھیجا تھا جس کی وجہ سے ہم گمراہ ہوگئے، لہذا آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو لوگوں پر ججت بنا کر بھیجا لیکن رسولوں کی ذات بطور ذات ججت نہیں بلکہ وہ رسالت کی جس صفت سے متصف ہیں وہ جحت ہے اور آپ کی رسالت میں آپ کی تمام احادیث داخل ہیں۔ مذکورہ آیت میں کتاب اللہ کا ذکر نہیں کیونکہ رسالت، وہی جلی اور وجی خفی دونوں کوشامل ہے، لہذا معلوم ہوا کہ جوشض احادیث رسول کو ججت نہیں مانتا وہ اس آیت کر بھی منکر ہے۔

2 الله تعالى في فرمايا:

﴿ وَمَا كَانَ لِيُؤْمِنِ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ لِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُوْلُةً اَمُرًّا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمُ ﴾

''اورکسی مومن مرداورکسی مومن عورت کے لیے جائز نہیں کہ جب اللہ اوراس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کردیں تو وہ اپنے کسی معاطع میں اپنی طرف سے کوئی اعتبار استعال کریں۔'' ®

اس آیت میں اللہ تعالی نے رسول اللہ عُلَیْم کے حکم و فیصلہ کو مسلمانوں کے اختیارات پر حاکم اور غالب قرار دیا، لینی آپ عُلَیْم کے حکم کے سامنے کسی کا اختیار نہیں چلتا۔ اس حاکمیت اور غلبے کا مقصد جیت ہے، لہذا رسول اللہ عُلیْم کا حکم و فیصلہ لوگوں پر جمت ہے اس سے نافر مانی کرنے کی کوئی اجازت نہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے زید بن حارثہ ٹاٹھ کے ساتھ زینب ٹاٹھ کے نکاح کا تذکرہ کیا ہے۔ نبی مُلیّق کا حکم تھا کہ زینب ٹاٹھ کا نکاح زید بی تا تھا کہ نہیں ہے۔ نبی مُلیّق کا حکم تھا کہ زینب ٹاٹھ کا نکاح زید ٹاٹھ کے اور یہ حکم حدیث ہے جس کو اللہ تعالی نے جمت قرار دیا علی ہے۔ اس کو اللہ تعالی نے جمت قرار دیا علیہ کا نکاح دیا۔ 36:38

ہے،لہذا جوشخص جمیتِ حدیث کونہیں مانتا وہ اس آیت کریمہ کوبھی نہیں مانتا۔ [3] اللہ تعالیٰ نے فر مایا:

﴿ وَمَا كُنَّا مُعَزِّبًا إِنْ حَتَّى نَبُعَثَ رَسُولًا ۞

''اور ہم ہرگز عذاب نہیں بھیجتے حتی کہ کوئی رسول بھیجے دیں۔''

یعنی اللہ تعالیٰ پہلے رسول مبعوث کرتا ہے اور اگر کوئی قوم رسول کی نافر مانی کرتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس نافر مان قوم پر عذاب بھیجنا ہے۔اللہ تعالیٰ رسول کی رسالت کوان پر جمت بناتا ہے۔ اگر وہ اس جمت سے اٹکار کردیں تو اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرتا ہے۔ سابقہ آیت میں کتاب اللہ کا ذکر نہیں فر مایا بلکہ صرف رسول کا ذکر کیا ہے۔ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ رسول کی صفت ِ رسالت میں وہی جلی اور وہی خفی وونوں شامل ہیں، لہذا اس سے جاچکا ہے کہ رسول اللہ من اللہ من اللہ کا اور آپ کی احادیث پوری امت پر جمت ہیں اور جوفض اس کی جمیت ہیں اور جوفض اس کی جمیت سے اٹکار کرتا ہے وہ دراصل اس آیت کا منکر اور عذاب کا مستحق ہے۔

﴿ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَكَّنَ لَهُ الْهُلٰى وَيَتَّبِعُ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ ثُولِّهِ مَا تَوَكَّى وَ نُصْلِهِ جَهَنَّمَ ﴾ الْمُؤْمِنِيْنَ ثُولِّهِ مَا تَوَكَّى وَ نُصْلِهِ جَهَنَّمَ ﴾

''اور جوکوئی رسول کی مخالفت کرے۔اس کے بعد کہ اس کے لیے سیدھا راستہ خوب واضح ہو چکااورمومنوں کی راہ کے علاوہ کسی دوسری راہ پر چلنے لگے تو ہم اسے اس طرف پھیردیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور اسے جہنم میں داخل کریں گے۔'،'[©]

اس آیت میں صرف رسول اوراس کی ہدایت کا ذکر کیا گیا ہے، کتاب اللہ کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، کتاب اللہ کا ذکر نہیں کیا گیا گیا گئے ہو کیا گیا گئے ہو کیا گیا گئے ہو کہا جاتا ہے، لیتن رسول اللہ ٹاٹی ہی جو

ا عمال کیے اگر کوئی شخص ان کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کے لیے وعید اور تخویف ہے۔
رسول اللہ عَلَیْم کے اعمال احادیث میں فرکور ہیں۔ لفظ ﴿ الْهُلَّى ﴾ بھی عام ہے اور
کتاب اللہ اور حدیث دونوں ہدایت کے سرچشے ہیں۔ اس ہدایت کی مخالفت جہنم میں
داخل ہونے کا سبب بنتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ عَلَیْم کے اعمال اور ہدایت کی
مخالفت کرنے والا اس کی جیت ہے انکار کرتا ہے، لہذا منکرین جیت حدیث اس آیت
کے منکر ہیں۔

[5] الله تعالى نے فرمایا:

﴿ فَلْيَحُلَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُونَ عَنُ اَمْرِةَ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتُنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابُ الِيُمْ ۞

''پی وہ لوگ جواس (رسول) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انھیں اس بات سے ڈرنا جا ہے کہ ان پر کوئی مصیبت آ پنچے یا انھیں وردناک عذاب آ پنچے۔'' ®

اس آیت میں لفظ آمُرِ آ پی خور فرما کیں۔ ابن کثیر را اللہ نے فرمایا کہ بید لفظ نبی سُلُیْ اللہ کا کُر را اللہ کی سُلُیْ نے فرمایا کہ بید لفظ نبی سُلُیْ کُل شریعت ، سنت اور آپ کی احادیث تولیہ و فعلیہ سب کو شامل ہے۔ یہاں بھی کتاب اللہ کی شخصیص نہیں فرمائی ، لہٰذا اس آیت کا مقصد بیہ ہے کہ جو شخص بھی آپ کے امر ، لینی آپ تر سُل سنت یا حدیث کی مخالفت کرے گا وہ ضرور کس نہ کسی آفت اور عذاب ہے دوچار ہوگا۔ امرِ رسول سُلُیْمُ (حدیث وسنت) دین میں جمت نہیں تو پھر اس کی مخالفت عذاب کا باعث کیونکر ہوسکتی ہے؟ شابت ہوا کہ رسول اللہ سُلُمُمُمُمُمُ کی احادیث دین میں جمت بیں اور جو شخص اس جمیت کا منکر ہے ، وہ اس آیت اور قر آن کا منکر ہے۔

اها الله تعالى نے فرمایا:

ى (1) النور 63:24.

﴿ لَقُلُ كَانَ لَكُمْرُ فِي رَسُولِ اللّهِ أَسُوةٌ حَسَنَةٌ لِّبَنُ كَانَ يَرْجُوااللّهَ وَالْيَوْمَ الْأَخِرَ ﴿ رَبُولُ كَانَ بَرُجُوااللّهَ وَالْيَوْمَ الْأَخِرَ ﴾ (بيروى كے ليے اسول (عَلَيْمَ) كى زندگى ميں بہترين نمونہ ہے، (بيروى كے ليے) ايسے خص كے ليے جوالله تعالى اور روزِ آخرت پر ايمان ركھتا ہے۔ ' اس آيت ميں لفظ ﴿ رَسُولِ اللّهِ ﴾ ايك جامع لفظ ہے جو نبى عَلَيْمَ كى سارى زندگى كوميط ہے۔ اس ميں آپ كى تولى اور فعلى تمام احاديث شامل بيں۔ آيت كا مطلب يہ ہے كہ جو خص الله تعالى اور روزِ آخرت پر ايمان ركھتا ہے، اس پر يه لازم ہے كہ وہ رسول كہ جو خص الله تعالى اور روزِ آخرت پر ايمان ركھتا ہے، اس پر يه لازم ہے كہ وہ رسول الله عَلَيْمَ كى بورى زندگى كونمونه بنائے اور بيت ممكن ہے كہ وہ نبى عَلَيْمَ كى احادیث كو جت كى حيثيت سے مان لے۔ اگر وہ اضيں جمت تسليم نہيں كرتا يا اپنى خواہش كے تا بع جت كى حيثيت سے مان لے۔ اگر وہ اضيں جمت تسليم نہيں كرتا يا اپنى خواہش كے تا بع

🛭 الله تعالى نے فرمایا:

﴿ وَيَوْمَرُ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَكَ يُهِ يَقُولُ لِلْيُنَتِينَ اتَّخَذُتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۞ ' ''اورجس روز نافر مان شخص اپنے ہاتھ کا لئے گا اور کے گا: اے کاش! میں نے رسول اللہ (سَالِیْنِ) کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔''

اس آیتِ کریمہ میں اس شخص کے افسوں اور حسرت کا ذکر کرکے اسے ظالم قرار دیا جس نے اپنی زندگی میں رسول الله طاقیم کا راستہ چھوڑ دیا۔ یہاں سبیلِ رسول کا ذکر کیا گیا ہے جو آپ کی تمام زندگی کو محیط ہے اور آپ کی اس زندگی کی تفصیلات آپ کی احادیث میں موجود ہیں۔ میصریح دلیل ہے کہ سبیلِ رسول جمت ہے لیکن جس نے اسے جمت تسلیم نہیں کیا اور اس کا اتباع نہیں کیا وہ جمیتِ احادیث کا منکر ہے اور اس آیت کا منکر اور ظالم ہے، نیز ارشا دفر مایا:

﴿ يُوَيْكُتِّي لَيْتَنِي لَمْ التَّخِذْ فُلَا نَّاخَلِيلًا ۞

'' ہائے میری کم بختی! کاش! میں نے فلاں کو دوست نه بنایا ہوتا۔''

'' فلال'' ہے وہ مخص مراد ہے جس نے رسول الله ﷺ کی حدیث کی جمیت سے انکار کر کے لوگوں کو گمراہ کیا۔

جیت حدیث عقلی دلاکل کی روشنی میں

ہم نے نقلی دلائل کے طور پر چند آیات کریمہ پیش کیں، اب کچھ عقلی دلائل ملاحظہ فرمائیں:

است تک پنجایا، اسے سلمایا اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔ اب سوال بہ ہے کہ بیم کی تفسیر جو احت تک پنجایا، اسے سلمایا اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔ اب سوال بہ ہے کہ بیم کی تفسیر جو ذخیرہ احادیث میں موجود ہے اللہ تعالیٰ کے منشا کے مطابق تھی یا مخالف؟ اگر مخالف ہوتو پہلا اعتراض اللہ تعالیٰ پر وارد ہوتا ہے کہ اس نے ایسا رسول کیوں بھیجا جس نے عمد ایا اعتراض اللہ تعالیٰ کے منشا کے خلاف کام کیا؟ اس طرح تمام مسلمان بھی اس کی زدیس آتے ہیں کہ جب ان کے دین اسلام کی بنیاد غلط ہے تو کیا اسلام صحیح وین ہوسکتا ہے؟ لہذا جمیں لازمًا کہنا پڑے گا کہ عملی تفسیر اللہ تعالیٰ کے منشا کے عین مطابق ہے۔ اب جو شخص ہمیں لازمًا کہنا پڑے گا کہ عملی تفسیر اللہ تعالیٰ کے منشا کے عین مطابق ہے۔ اب جو شخص جمیں سے عاری اور پاگل ہے۔ وہ اپنی جمت شاری ہوا تا ہے بیا اسے جو تا تاویلات کی بنا پر امت میں اختشار پیدا کرتا ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ احادیث قرآن کریم کی تفسیر ہیں، لہذا وہ حجت ہیں اور ان کا انکار قرآن سے انکار ہے۔

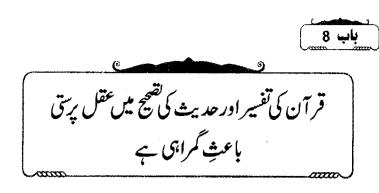
تعامل امت یا اجماع امت: مطلب یہ ہے کہ دور نبوی سے لے کر آج تک ہر دور میں کروڑوں مسلمان احادیثِ نبویہ پرعمل کرتے چلے آئے ہیں۔ ان کے درمیان اصول و مبادی میں کوئی اختلاف ہے تو وہ اجتہاد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، یعنی ایسے مسائل میں اختلاف جو کتاب وسنت سے نص صریح کے ذریعے سے ثابت نہ ہوں یا احادیث کے دفعِ تعارض میں مجتہدین میں اختلاف ہے کہ کس نے ایک حدیث کومعمول برقر اردیا تو کسی نے دوسری حدیث کولیکن وہ سب جیتے حدیث میں متفق ہیں۔

﴿ موضوع احادیث کا وجود: موضوع احادیث کا وجود جیتِ احادیث کے لیے ایک قوی دلیل ہے جس کا مکرینِ حدیث بھی انکارنہیں کرسکتے۔ وہ اس طرح کہ اگر احادیث شری جمت نہ ہو میں تو پھر احادیث گھڑنے کا کیا فاکدہ؟ جب اصلی سکے کی بازار میں قدرو قیمت ہوگی تو کھوٹے سکے بنائے جا کیں گے۔ مکرینِ حدیث بھی اس بات کوتسلیم کرتے ہیں کہ ایک دور ایبا آیا کہ جب موضوع روایات کا سیلاب اٹر آیا تھا جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس وقت تک امت کی اکثریت جیتِ احادیث کی قائل تھی، ابتدائی دور میں مکرینِ حدیث کا مشہور خطیب جاحظ معتزلی موضوع احادیث گھڑا کرتا تھا تا کہ اس کے ذریعے سے اپنا بدی عقیدہ ثابت کرے۔ اس طرح اب ادارہ طلوع اسلام نے اپنی غلط باتوں کو متند بنانے کے لیے گئ من گھڑت احادیث کا سہارا لیا ہے کہ رسول اللہ من اللہ اوں کو متند بنانے کے لیے گئ من گھڑت احادیث کا سہارا لیا ہے کہ رسول اللہ من اللہ کا اللہ کا اللہ من کی متند بنانے کے لیے گئ من گھڑت احادیث کا سہارا لیا ہے کہ رسول اللہ کا اللہ کا اللہ مناز منام رہو بیت کا حامل تھا۔ ﴿

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مطالعہ

صاحب نے کہا: یہ قرآن بعینہ ای شکل وتر تیب میں جواس وقت ہمارے پاس موجود ہے لاکھوں مسلمانوں کے پاس موجود تھا اس کی متند کا پی معجد نبوی میں ایک ستون کے قریب صندوق میں رکھی رہتی تھی جس میں آپ سب سے پہلے وی لکھوایا کرتے تھے۔ اس مات کا ذکر تاریخ اسلام یا حدیث کی کس کتاب میں ہے؟ یہ من گھڑت اور بے سرویا بات اپنی طرف سے وضع کر کے نبی تالیج کی طرف منسوب کردی، لہذا ہے ہی موضوع روایت ہے۔

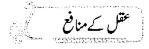
ه مسلوع اسلام، فروري 1982ء من: 112.



عقل الله تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم نعمت ہے جس کی وجہ سے انسان دوسرے حیوانات سے خاص امتیاز رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو بھی پچھ تبجھ ہو جھ دے رکھی ہے جے شعور کہتے ہیں، لیعن ظاہری حواس سے چیزوں کو معلوم کرنا۔ ان چیزول میں تو انسان دیگر حیوانات کے ساتھ شریک ہے لیکن حواس سے ماورا چیزوں کومعلوم کرناعقل کا کام ہے جو حیوانات میں موجود نہیں۔ اس طرح الله تعالیٰ نے ہر نعمت کے استعال کا طریقہ بھی بتادیا ہے۔اگر اسے صحیح طریقے سے استعال کیا جائے تو وہ چیز فائدہ مند ہوجاتی ہے اورانسان اس نعمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا شکرگز اربن جاتا ہے اوراگر استعال میں بتائے ہوئے طریقے سے انحراف کیاجائے تو وہ حقیقت میں اس نعمت کا ضیاع بن جاتا ہے۔اس وقت اس نعمت کا صرف نام ہی باقی رہ جاتا ہے بلکہ بھی تو اللہ تعالی اس نعمت کو سلب بھی کرلیتا ہے۔عقل کے استعمال کے دوطریقے ہیں۔ایک وہ طریقہ ہے جس سے عقل کے منافع وفوا کد حاصل کیے جاتے ہیں جبکہ دوسرا طریقہ وہ ہے جس میں مفاسد عقل کا ظہور ہوتا ہے۔ پہلا طریقۂ استعال یہ ہے کہ عقل کو آسانی وحی کے تابع بنایا جائے بلکہ یہ عادت الہیہ ہے کفشی قوتوں کوآ فاقی قوتوں کے ساتھ مربوط کیا ہے جبیبا کہ آواز سننے کا تعلق ہوا کے ساتھ ہے، یعنی ہوا کے ذریعے سے آواز کان تک پہنچتی ہے اوراگر ہوا بند

ہوجائے تو قوت سامعہ کام نہیں کر سکتی۔ ای طرح آنکھ کے ذریعے سے چیزوں کو دیکھا جاسکتا ہے لیکن شرط میہ ہے کہ بیرونی روشی حاصل ہو۔ دن میں سورج کی روشی کے ساتھ اور رات میں چاند ستاروں یا مصنوعی روشی کے ساتھ ہی دیکھا جا سکتا ہے۔ اگر بیرونی روشی نہ ہوتو آنکھ کی قوت بھر بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

ای طرح عقل بھی ایک نفسی قوت ہے جو بصیرت اور باطنی روشنی کا کام دیتی ہے بشرطیکہ اسے وقی اللہی کا تعاون حاصل ہو، یعنی عقل روشنی کا کام دے سکتی ہے بشرطیکہ وجی کی روشنی میں استعال کیا جائے تو بہت فائدہ ہے اور اگر اسے وجی کے بغیر استعال کیا جائے تو اس پر بہت سے مفاسد مرتب ہوتے ہیں۔ اب یہاں دوعنوان قائم کر کے اس مسئلے کو مزید واضح کیا جاتا ہے۔



الله تعالی نے قرآن کریم میں تعقل، تفکر اور تدبری طرف بہت ی ترغیبات دی ہیں۔
تعقل کا مطلب یہ ہے کہ عقل سے کام لیاجائے، تفکر کا مطلب یہ ہے کہ عقل استعال
کرنے کے پچھ نتائج برآمہ ہوں اور تدبر یہ ہے کہ ان برآمہ ہ نتائج کے تمام اطراف و
جوانب، پس و پیش ،عواقب اور حکمتوں کو ظاہر کیا جائے۔ درج ذیل آیات میں اللہ تعالی
نے تعقل کی ترغیب دلائی ہے۔

1 فرمایا:

﴿ وَيُرِيُكُمُ اليِّهِ لَعَلَّكُمُ تَعْقِلُونَ ۞

''وہ شمصیں اپنی آیات (نشانیاں) دکھا تا ہے تا کہتم عقل سے کام لو۔''[®]

آ) البقرة 73:2.

یعنی وہ تہمیں بعث بعد الموت کے لیے دنیوی زندگی میں سے بعض نمونے دکھا تا ہے تا کہتم عقل سے کام او۔

[2] فرمایا:

﴿ ذَٰلِكُمْ وَطَّلَكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعُقِلُونَ ۞

'' بیروہ باتیں ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ شمصیں حکم دیتا ہے تا کہتم سمجھو۔''[®] [3] نیز فرمایا:

﴿إِنَّا اَنْزَلْنَهُ قُرُوانًا عَرَبِيًّا لَّعَكَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۞

''بے شک ہم نے اس قر آن کوعر بی زبان میں اتاراہے تا کہتم سمجھو۔''[®]

🗗 نيز فرمايا:

﴿ كَذَٰ لِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْأَيْتِ لَعَلَّكُمْ تَعُقِلُونَ ﴾

"ای طرح الله تمهارے لیے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم سمجھو۔"
ان آیات اوران کے سیاق وسباق سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آیات اللہ یہ دکھانے،
د نی احکام بتانے، انسانی آ داب بیان کرنے اور قرآن کریم نازل کیے جانے کے بعد
انسان اپنی عقل استعال کرے، یعنی وحی کی حدود میں رہتے ہوئے عقل سے کام لیا جائے۔
درج ذیل آیات کریمہ میں اللہ تعالی نے فکر کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔فرمایا:

﴿ كَنْ لِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْأَيْتِ لَعَلَّكُمْ تَتَغَلَّرُونَ ۞

''ای طرح الله تمھارے لیے اپنے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہتم غورو فکر کرد۔''[®]

لینی الله نعالی نے شراب اور جوئے کے منافع اور مفسدات خود بیان کیے، پھرمفسدات

کی کثرت بیان کی اور اس کے بعد منافع ومفیدات کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے تفکر کی طرف ترغیب ولائی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْرَعْلِي وَالْبَصِيْرُ اللَّهُ لَكُلَّا تَتَقَلَّدُونَ ۞ ﴿

''کہہ دیجیے: کیا اندھا اور بینا برابر ہوسکتے ہیں؟ تو کیاتم غور وفکر نہیں کرتے؟''[®] لیعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کا فروں اور مومنوں کے احوال کا تقابل فرمایا ہے۔ ابتمھاری ذمہ داری ہے کہ فکر کرو اور کا فروں کے طرزعمل سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ایک جگہ فرمایا:

﴿ وَٱنْزَلْنَاۚ إِلَيْكَ النِّكُو لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اللَّهِمُ وَلَعَلَّهُمُ يَتَفَكَّرُوْنَ ۞ ﴿ "اورہم نے آپ پر ذکر (قرآن) اتارا تا کہ آپ لوگوں کے لیے واضح کردیں جو کھوان کی طرف نازل کیا گیااورتا کہ وہ غور وفکر کریں۔"

الله تعالی نے اس آیت میں ترتیب کے ساتھ تمین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے: قرآن کریم، نبی طالی کی طرف سے اس کی تشریح، یعنی قولی اور فعلی احادیث اورغوروفکر، یعنی اجتہاد۔

ان ساری آیات میں اللہ تعالیٰ نے وی کے بعد فکر کرنے کی دعوت دی ہے اور بیعقل استعال کرنے کا دوسرا مقام ہے۔

درج ذیل آیات کریمه میں الله تعالی نے تدبر کرنے کی ترغیب دی ہے۔فرمایا:

﴿ كِتْبُّ ٱنْزُلْنَاهُ اِلِيْكَ مُلِرَكُ لِيَكَّبَرُوْاَ الْمِيهِ وَلِيَتَنَكَّرُ ٱولُواالْأَلْبَابِ

"هم نے یہ بابرکت کتاب آپ کی طرف نازل کی ہے تا کہ وہ (لوگ) اس کی آیات میں تد بر کریں اور عقل مندلوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔" ﴿

أنعام 3:50. أن النحل 4:16. أن ص 29:38.

یعنی قرآن کریم کی آیات پر یقین کرکے تذبر کریں اور صرف تذبر پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ اس سے نصیحت قبول کریں۔مزید فرمایا:

﴿ أَفَلَا يَتَنَبَّرُونَ الْقُرُانَ ﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْدٍ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَاقًا كَا كَثِيْرًا ۞ ﴿

''تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؟ اور اگر اللہ کے سواکسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ یقیناً اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔''®

یعنی قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت، حق گوئی و کمال ہدایت، اس کے معانی اور غیر متناقض مقاصد میں تدبر کرنے سے یقینًا واضح ہوتا ہے کہ بیداللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ مزید فرمایا:

﴿ أَفَكُمُ يَكَّ بُّرُوا الْقَوْلَ ﴾

'' کیا پھر انھوں نے اس کلام میں تدبر نہیں کیا؟''[®] نیز فرمایا:

﴿ اَفَلَا يَتَكَبَّرُونَ الْقُرْانَ ﴾

'' کیا پھر بیلوگ قرآن میں تدبرنہیں کرتے؟''[®]

مندرجہ بالا آیات سے واضح ہوا کہ نظر اور تدبر کے لیے عقل سے کام لینا آیات الہید کی حقانیت، قرآن کریم اور رسول الله منگار کی صدافت کے لیے یقیناً مفید کام ہے لیکن سورہ محل کی آیت نمبر 44 کی ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، یعنی قرآن کریم کی شرح (حدیث وسنت) سلیم کرنے کے بعد سمجھ ہو جھ اورغور وفکر مفید ہوگا اور بیعقل کا جائز اور

مناسب مقام ہے۔

النسآء 82:4. أن المؤمنون 68:23. أن محمد 24:47.

عقل کے مفاسد

وحی کے بغیر اگر عقل کا استعال ہوتو ایسی عقل کو مفسد (نقصان دہ) عقل کہا جا سکتا ہے کیونکہ جب بھی کسی نے عقل کو وحی کی روشن کے بغیر استعال کیا تو اس کے نتیجے میں بہت سے مفاسد ظاہر ہوئے۔اس کی کئی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔

﴿ جب نص صریح کے ذریعے اہلیس کو حکم دیا گیا کہ آدم ملیٹا کو سجدہ کروتو اس نے وحی پر عمل کرنے کے بجائے اپنی عقل کو استعال کرتے ہوئے کہا:

﴿ أَنَا خَنْرٌ مِّنْهُ * خَلَقْتَنِي مِنْ نَّادٍ وَّخَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ ۞

''میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اوراسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔''[®]

اوراس عقلی استدلال کا دوسرا جملہ پوشیدہ ہے اور وہ بیرکہ'' آگ مٹی سے بہتر ہے۔'' جبکہ بید دلیل حقیقت کے خلاف اور منانی ہے کیونکہ اگر آگ اور مٹی کے منافع کا تقابل کیا جائے تو یقیناً معلوم ہوگا کہ مٹی کے منافع وفوائد آگ سے زیادہ ہیں، نیز اس کی بید دلیل اس وجہ سے بھی باطل ہے کہ بینص الہی کے مقابل اور مخالف ہے۔ پس وحی کے مقابل اس عقل استعال کرنے کی وجہ سے ابلیس ذلت اور لعنت کا مستحق تھہرا۔ اس وجہ سے علماء نے لکھا ہے:''سب سے پہلے ابلیس نے نقس کے مقابلے میں قیاس سے کا م لیا۔''

ے ملا ہے۔ سب سے بہہ اس سے مطالبہ کیا کہ جہاد کرنے کے لیے ان کا امیر مقرر فرما دیں تو اللہ تعالیٰ نے اس نبی کی وساطت سے طالوت کوان کا امیر مقرر فرمایا لیکن دیں تو اللہ تعالیٰ نے اس نبی کی وساطت سے طالوت کوان کا امیر مقرر فرمایا لیکن بنی اسرائیل نے اس نص شرعی کے مقابلے میں اپنی عقل کواستعال کیا اور کہا کہ ہم نسب اور مال کے لحاظ سے طالوت کی نسبت امارت کے زیادہ اہل ہیں، لینی ان کے نزدیک امارت عدد سے وہ سے است اللہ میں۔ اللہ میں ایک کے اللہ میں۔ اللہ میں اللہ کے اللہ میں اللہ کے اللہ میں۔ اللہ میں۔ اللہ میں اللہ کے اللہ میں۔ اللہ میں اللہ میں اللہ کے لیادہ اللہ میں۔ اللہ میں الل

[🛈] الأعراف 12:7.

اور سیاست کا تعلق سرمایہ داری کے ساتھ تھا، جیسا کہ ان کے ہاں اب بھی یہی نظام رائج ہے۔ نص شری کے مقابلے میں اپنی عقل استعال کرنے کی وجہ سے یہی لوگ نہر عبور کرتے وقت پانی نہ پینے کی آزمائش میں ناکام ہوکر ذلیل اور گناہ گار بن گئے۔

وقت پای نہ پینے کی از ماس میں نا کام ہولر ذیل اور لناہ کاربن گئے۔

﴿ یہ بات مسلمہ اور تاریخ سے ثابت ہے کہ بونان کے حکماء بڑے سائنس دان اور فلفی سے طبیعیات اور ریاضی کے امام سمجھے جاتے تھے لیکن اس کے باوجودان میں سے اکثر کفرو شرک میں مبتلا تھے جن میں سے ارسطو کا نام مشہور ومعروف ہے۔اس طرح اب بھی بڑے برے ایسے سائنس دان موجود ہیں جھوں نے عقل کے ذریعے سے دنیوی زندگی میں ترقی کرے ایسے سائنس دان موجود ہیں جھوں نے عقل کے ذریعے سے دنیوی زندگی میں ترقی کے لیے نمایاں کردار اوا کیا ہے لیکن ان میں سے جولوگ وی اللی کی روشنی سے محروم ہیں وہ کفر وشرک اور گراہی میں بتلا ہیں۔ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَعْكُمُونَ ظَاهِرًا قِسَ الْحَلِوةِ الدُّنْيَا ۗ وَهُمْ عَنِ الْإِخِرَةِ هُمْ غَفِلُونَ ۞ ﴿

''وہ دنیا وی زندگی کے ظاہر ہی کو جانتے ہیں اور وہ آخرت کی طرف سے یکسر غافل ہیں۔''[®]

اس طرح الله تعالى نے اس قتم كے لوگوں كے بارے ميں فرمايا:

﴿ فَصَدَّهُمُ مُ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِدِيْنَ ﴿

'' شیطان نے انھیں سیدھی راہ سے روک دیا، حالانکہ وہ (دنیوی ترقی میں) بہت ہوشیار تھے۔'، ③

لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو عقل مند قرار نہیں دیا کیونکہ حقیقت میں عقل وہ ہے جو وی کے تالع ہو جبکہ ان لوگوں نے وی کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے دوطریقوں سے ایسے لوگوں کی عقل کی نفی فرمائی۔

** وَلَيْصِي: البقرة 247:2 - 252. ﴿ الروم 7:30. ﴿ العنكبوت 38:29.

مطلق نفي عقل

الله تعالى نے عام كافروں كے متعلق فرمایا:

صُمَّ بُكُمْ عُنِيُّ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ·

''وہ بہرے، گونگے، اندھے ہیں،لہٰذا وہ عقل نہیں رکھتے۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ قُلِ الْحَمْدُ لِللهِ طَبَلَ ٱلْتُرَّهُمُ لَا يَعْقِلُونَ ۞ ﴿ قُلِ الْحَمْدُ لَا يَعْقِلُونَ ۞ ﴿

'' کہہ دیجیے: تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ بلکہ ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔''[®]

اہل کتاب کے متعلق فرمایا:

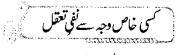
﴿ تَحْسَبُهُمْ جَمِينًا وَ قُلُوبُهُمْ شَتَّى ﴿ ذِلِكَ بِالنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ ۞ ﴿

''تم ان کومتحد خیال کرتے ہو، حالانکہ ان کے دل جدا جدا ہیں، اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ایسے لوگ ہیں جوعقل نہیں رکھتے۔''[®]

منافقوں کے متعلق فرمایا:

﴿ إِنَّ شَرَّ الدَّوَآتِ عِنْدَ اللَّهِ الصُّدُّ الْبُكُمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُونَ ۞

''بے شک اللہ کے نزدیک بدترین حیوان وہ بہرے گو نگے لوگ ہیں جوعقل نہیں رکھتے۔''[®]



الله تعالیٰ نے فرمایا:

البقرة 2:171. (\$) العنكبوت 63:29. (\$) الحشر 14:59. (\$) الأنفال 22:8.

﴿ اَتُأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِيرِ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتَلُونَ الْكِتْبَ طَ اَفَلَا تَغْفُونَ الْكِتْبَ طَ اَفَلَا تَغْفَاوُنَ ۞

"كياتم لوگوں كوتونيكى كاتحكم كرتے ہواور اپنے آپ كو بھلا دیتے ہو، حالانكه تم كتاب الى پڑھتے ہو، حالانكه تم كتاب الى پڑھتے ہوكياتم عقل نہيں رکھتے ؟"

اس آیت سے واضح ہوا کہ ملم رعمل نہ کرنا بے عقلی ہے۔ایک موقع پر فرمایا:

﴿ يَاهَلَ الْكِتْبِ لِمَ تُحَاجُّوُنَ فِي ٓ اِبْرَهِيْمَ وَمَاۤ ٱنْزِلَتِ التَّوْزُلَةُ وَالْإِنْجِيْلُ الْأَفِيلُ الْأَوْلِينَ التَّوْزُلَةُ وَالْإِنْجِيْلُ اللَّهِيْمَ وَمَآ ٱنْزِلَتِ التَّوْزُلَةُ وَالْإِنْجِيْلُ اللَّهِيْمَ وَمَا ٱنْذِلَتِهُ مِنْ اللَّهُ وَالْإِنْجِيْلُ اللَّهُ وَالْإِنْجِيْلُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ وَالْإِنْجِيْلُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّ

''اے اہل کتاب! تم ابراہیم (علیلاً) کے بارے میں کیوں جھڑتے ہو؟ حالانکہ تورات اورانجیل تو ان کے بعد نازل کی گئتھیں کیا تم عقل نہیں رکھتے ؟''[®] یعنی ملت ابراہیمی کے متعلق جھگڑنا بے عقلی ہے۔اور فرمایا:

﴿ وَلَلدَّارُ الْأَخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِيْنَ يَتَّقُونَ ﴿ أَفَلا تَعْقِلُونَ ۞ ﴾

''البتہ آخرت کا گھر ان کے لیے بہت بہتر ہے جومتی ہیں تو کیاتم عقل نہیں رکھتے ؟''® یعنی دنیا کو آخرت اور جنت کے مقابلے میں پسند کرنا بے عقلی ہے۔

ای طرح اختصار کے ساتھ چند آیات کے حوالے پیش کیے جاتے ہیں جن میں پچھ افعال اور صفات مذمومہ کو بے عقلی ہے تعبیر کیا گیا ہے۔

رسول كا انكاركرنا (يونس1:16) قرآن كريم كا انكاركرنا (الأنبية 12:10) بتول كو الله تعالى كي ساته الته تعالى كي ساته الته تعالى كي ساته الته تعالى كي ساته الته تعالى كي مخلوق برغوروفكر نه كرنا (الله تعالى كي مخلوق برغوروفكر نه كرنا (المسترة 336) اوررسول الله مَنْ الله عَنْ الله كي كرنا (الحجورات 4:49)

پس معلوم ہوا کہ ذکورہ اعتقادات واعمال کا، جو بذریعہ ُ دحی ثابت ہیں، تسنحراڑانا اوران

(a) البقرة 44:2 (الله عمران 65:3). (الأنعام 32:6.

پر عمل ترک کر کے صرف اپنی عقل و دانش کو کافی سمجھنا بے عقلی اور احمق پن کے مظاہر ہیں۔ ﴿ حاصل بحث: الله تعالیٰ نے عقلِ انسانی کو وقی اللی کے تابع بنایا اور جس نے عقل کو وقی کے وقی کے تابع رکھا اس کی عقل نے ، عقل نافع کا کر دار اپنایا اور جس نے عقل کو وقی کے مقابلے میں استعال کیا وہ گراہ ہوگیا اور بیعقل فاسد کا نتیجہ ہے۔

پرویزیت اور عقل

پرویزی لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہوجاتا ہے کہ ان کے ہاں عقل کو وقی پر تفوق حاصل ہے۔ اگرچہ وہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم وحی کوعقل سے برتر سجھتے ہیں، حالانکہ بیسراسر دھوکا ہے۔ عقل کو وحی پر تفوق دینے کا ثبوت ان کے نام نہاو طلوع اسلام کے تحریکی لٹریچر کے مطالعے سے مل سکتا ہے۔ درج ذیل سطور میں اس کی جھک دیکھی جاسکتی ہے۔

آآ مسئلۂ تقذیر اور جزا وسزا کے متعلق پرویز کا نظریہ معتزلہ کے عین مطابق ہے۔ لکھتے ہیں: خدا نے کا نئات پیدا کرکے ہر چیز کے پیانے یا قوانین مقرر فرمائے ہیں۔ اب وہ خود (اللہ تعالی) ان قوانین کا پابند بن گیا ہے۔ ہر عمل کا ایک لازمی نتیجہ ہے جوان قوانین کے تحت ظہور میں آتا ہے۔ ان نتائج کو روکنا یا ختم کرنا اللہ تعالیٰ کے قوانین کی خلاف ورزی ہے۔ ©

انھوں نے تقدیر کامعنی پیانے کیا ہے اور ان کے عقیدے کی رو سے جہاں انسان کو اپنے اعمال کا مختار کل قرار دیا گیا ہے وہاں خدا کی مغفرت اور انبیاء وصالحین کی شفاعت کا عقیدہ بھی باطل قرار پاتا ہے۔ یہی معتزلہ کا عقیدہ ہے وہ انسان کو اپنے اعمال کا خالق

برور. (آ) کتاب التقدر .

(مختار کل) سمجھتے ہیں، نیز پرویز کے عقیدے سے محسوں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کی مغفرت نہیں کرسکتا اور وہ انبیاء وصالحین کی شفاعت کا بھی منکر ہے۔ یہ معتزلہ سے بڑھ کر باطل عقیدہ ہے۔

2 معجزات سے انکار کے سلسلے میں پرویز صاحب سرسید احمد خان کے مقلد ہیں کہ وہ خلاف فطرت کوئی بات سلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ سابقہ انبیاء بیٹا کے معجزات کے بارے میں جتنی آیات وارد ہیں ان سب کی اپنی عقلی روش کے مطابق تاویل کی ہے اور آخری نبی مظافی کے بارے میں صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ آپ مظافی کوکوئی حسی معجزہ نہیں دیا گیا۔ ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن کریم سے محمد مظافی کاکوئی حسی معجزہ خابت نہیں ہوتا اور جن آیات سے معجزات ثابت ہوتے ہیں ان میں بے جاتا ویلات کی گئی ہیں۔

3 نظریة ارتقائے مسلے میں سرسید ہے آگے بڑھ کراس نظریے کو قرآن ہے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ [©] فرشتوں، ابلیس اور آ دم طینا کے بارے میں دوراز فہم تاویلات کرکے ارتقا ثابت کرنے کے لیے راستہ کھول دیا ہے۔

الح طاہرہ کے نام خط لکھ کر عائلی نظام میں مرد کے تفوق کو یکسر ختم کردیا ہے اور اپنی ناقص عقل کے ذریعے سے اس نظریے کو قرآن کریم سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔
 اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی جگہ مرکز ملت کا تصور قرآن سے ثابت کرنے کی سعی باطل کی ہے اور تشریعی احکام کے جملہ اختیارات مرکز ملت کو تفویض کے جیں۔

 آ قرآن کریم کی مروجہ اصطلاحات کو نئے معانی و مفاجیم عطا کیے۔ عبادت ، ملائکہ، صلاق، زکاق، قیامت، جنت اور جہنم کا مروجہ شرعی مفہوم یکسر بدل دیا ہے۔ بیرتمام غلط عقائد عقل کو وجی پر تفوق دینے کا نتیجہ ہیں۔ چونکہ وہ سیجھتے ہیں کہ ان کا بینظر بیر سلمانان عالم کے عقائد سے صریح متصادم ہے، اس لیے سلیم کے نام سولہویں خط میں لکھا ہے: '' میرا اندازہ ہے کہ قرآن (پرویز صاحب کی قرآنی بھیرت) کو سیجھیں گے تو مغرب کے مفکرین سیجھیں گے تو مغرب کے مفکرین سیجھیں گے۔'' (کیونکہ وہ لوگ شریعت سے واقف نہیں بلکہ اس کے دشمن ہیں۔)

اور ستر ھویں خط میں لکھتے ہیں '' مجھے مغربی اقوام کی سرزمین قرآنی پیغام کے لیے زیادہ سازگار معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہاں عقل ہے مُلَّا ازم کی جہالت اور تنگ نظری نہیں ہے۔'' (اس فتم کے پرویزی افکار پر ہنی بہت سے پراگندہ خطبات و خیالات کی مثالیس پیش کی جاسکتی ہیں۔)

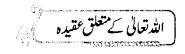
ٹابت ہوا کہ پرویز صاحب نے اپنے اس طرزعمل سے اہل مغرب کوخوش رکھنے کا تہیہ کر رکھا تھا، جیسا کہ ان کے ہم نوا مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اہل مغرب کے ساتھ تعاون کرنے میں تمام کوششیں صرف کی تھیں۔

ایک منکر حدیث کی توبہ: ایک منکر حدیث کے ساتھ میرا مکالمہ ہوا جو کیسٹ میں ریکارڈ ہے۔ اس نے کہا: ہم قرآن کی تفسیر کے لیے عقل کو کافی سیحظے ہیں۔ میں نے اسے کہا: ہم اس وقت چارآ دمی موجود ہیں اور ہم چاروں کی عقل میں ضرور فرق ہے۔ قرآن فہمی کے لیے ہم میں ہے کس کی عقل معتبر ہوگی ؟ اور اگر ہر شخص کی عقل معتبر ہوگی تو پھر قرآن کر میم لوگوں کی عقل کے سامنے ایک تھلونا بن جائے گا اور ہر شخص اپنی عقل کے مطابق اخذ کردہ خیالات کو قرآن کی طرف منسوب کرے گا، نتیجنًا اس شخص نے ہمارے سامنے این نظریے ہے تو بہ کرلی۔



منکرین حدیث کا ایمانیات،عبادات اوراحادیث کے متعلق عقیدہ

گزشتہ ابواب میں متفرق طور پر مناسب جگہوں پر منکرین حدیث کے بعض عقائد بیان کیے گئے ہیں۔ اس باب میں ان کے تمام معروف عقائد ونظریات تفصیل سے بیان کیے جائیں گئے تاکہ نبی سُلُیمُ کے حقیقی اسلام اور پرویزی اسلام کے درمیان فرق واضح موجائے۔



پرويز لکھتے ہيں:

''لکین خدا کے تصورکا ایک مفہوم وہ ہے جسے خدا نے متعین کیا ہے اور جو قرآن کے حروف ونقوش میں جگمگ جگمگ کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اس تصور کی رو سے ان مقامات پر خدا سے مفہوم ہے وہ نظام جو اس کے متعین فرمودہ ابدی قوانین کی بنیادوں پر قائم ہوتا ہے۔'' ق

یہاں پرویز صاحب پر لازم تھا کہ خدا نے جن آیات میں مفہوم متعین کیا ہے وہ ان آیات کا ذکر کرتے اور قرآن کے وہ حروف ونقوش بھی بیان کرتے جن میں خدا کا تصور عصب

علیم کے نام خط،ص: 226 بحوالہ"ضرب حدیث"،ص: 131.

جگمگ جگمگ كرتا وكھائى ديتا ہے۔

انھوں نے اس عبارت میں خدا کامفہوم نظام کو قرار دیا جوابدی قوانین پر قائم ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ پرویز صاحب کے بقول جب مدنظام قائم ہوجائے تو اس وقت خدا موجود ہوگااور جب ایبا نظام نہیں ہوگا تو خدا کا وجود بھی نہیں ہوگا۔ کیا خدا کے وجود کا پیہ معنی کسی رسول نے بیان کیا یا قرآن کی کسی آیت میں مذکور ہے؟ ایک جگد لکھتے ہیں: ''چونکہ خدا عبارت ہے ان صفات عالیہ سے چھیں انسان اینے اندر منعکس کرنا چاہتا ہے، اس لیے قوانین خداوندی کی اطاعت درحقیقت انسان کی اپنی فطرت عالیہ کے نوامیس کی اطاعت ہے۔''[®]

پیرخدا کا دوسرا عجیب وغریب معنی نکالا گیا ہے۔

الله تعالى كے متعلق دوسراعقيده

یرویز لکھتے ہیں: ندہب نے جس خدا کو کا ئنات سے ماورا عرش پر بٹھا رکھا ہے وہ واقعی کسی انسان کے رزق کی ضانت نہیں وے سکتا۔ اس کے رازق ہونے کے دعویٰ کے باوجود اس کی خدائی میں کروڑوں بندے بھوکے سوتے اور لاکھوں انسان فاقوں سے مرتے ہیں۔اس کے اس بلندآ ہنگ اعلان کے باوجود کہ

﴿ وَمَا مِنْ دَآبُّةٍ فِي الْاَرْضِ اللَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا ﴾

''زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری خدا رینہ ہو۔''[®] (ترجمه يرويز)

آج آدھی دنیا کو پیپ بھر کر روٹی نصیب نہیں ہورہی، لہٰذا انسانوں کے خوو ساختہ

شعارف القرآن: 420/2. (ق) هو د 11:6.

ندہب کے پیدا کردہ خدا پر ایمان لانے اوراس کے دعاوی پر تو کل رکھنے سے وہ یقین کسی طرح پیدائہیں ہوسکتا جوانسان کواحتیاج کی فکر سے بےخوف کردے۔''[®]

طرح پیدائمیں ہوساتا جوانسان کو احتیاج کی فلر سے بے خوف کرد ہے۔ '' پرویز صاحب صرف منکر حدیث ہی نہیں بلکہ وہ قرآن کے بھی صریح طور پر منکر ہیں۔ خدا کو کا نئات سے مادرا عرش پر بٹھانے کی نسبت ندہب کی طرف کی ہے اورآخر پر کہا: ''خود ساختہ ندہب کے پیدا کردہ خدا۔'' العیاذ باللہ۔ اتنی خود سری! انھوں نے بی بھی نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ ثُمَّ اسْتَوْى عَلَى الْعَرْشِ ﴾

" پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔"®

نيز فرمايا:

﴿ ٱلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾

"وہ رحمان ہے،عرش پر مستوی ہے۔"[®]

رجمان کے عرش پرمستوی ہونے کے متعلق اللہ تعالی نے خود صریح آیات کی روشی میں واضح کیا ہے۔ بینات پر بنی ہے۔ قرآن کی واضح کیا ہے۔ بیکوئی خود ساختہ تصور نہیں بلکہ قرآن کی آیات بینات پر بنی ہے۔ قرآن کی صریح آیت میں ہے:

﴿ وَمَا مِنْ دَآبَةٍ فِي الْأَرْضِ اللَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا ﴾

''اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار نہیں مگر اس کی روزی اللہ کے ذمے ہے۔''[®] پرویز نے بیہ آیت نقل کرکے اس کا متسخراڑایا ہے۔ ان کا مقصد بیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ روی نظام (مساوات) کا تابع ہوکر سب کو یکسال روزی فراہم کرے لیکن بیہ اللہ تعالیٰ کا

ﷺ مسلم کے نام خطاع میں: 226 بحوالہ''ضرب حدیث'' بص: 122. ﴿ يونس 3:10. ﴿ طَلَّهُ 5:20.

🕏 هود 11:6.

قانون نہیں بلکہ اس نے فرمایا:

﴿ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ بَيْشَاءُ وَيَقُدِرُ ﴾

''وہ جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کردیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے تنگ کردیتا ہے۔''[®] اور فر مایا:

﴿ وَاللَّهُ فَضَّلَ بَغْضَكُمْ عَلَى بَغْضٍ فِي الرِّزْقِ ﴾

''اللہ نے روزی کے معاملے میں بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے۔' لیعنی روزی' کی تقسیم کے معاملے میں اس کا نظام مساوات پر بمنی نہیں۔ اس فرق کی حکمت بہان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ لِيَتَّخِنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ﴾

'' تا کہان میں سے بعض (مال دار) بعض (مزدور) سے خدمت لیں۔''[®] زندگی گزار نے اور نظام چلانے کا یہ بدی_کی طریقہ ہے۔

پرویز صاحب کے فرکورہ مکتوبات پڑھنے کے بعد کسی عقل مند شخص سے یہ بات مخفی نہیں رہ جاتی کہ وہ قرآن اور اللہ تعالیٰ کی قرآنی شان کے مکر ہیں۔جس سے ان کے کفر میں کوئی شک باتی نہیں رہ جاتا۔

الله تعالى اوررسول الله مَالِيَّةُ كِيم تعلق افكاروعقا كد

پرويز لکھتے ہيں:

''الله اور رسول سے مراد ہی مرکز ملت ہے اور اولواالا مرسے مراد افسران ماتحت۔'' ®

مزيدلکھاہے:

... ① بنيّ إسرآء يل 17:30. @ النحلّ 71:16. @ الزخرف 32:43. @ معارف القرآن:626/4. ''قرآن کریم میں جہاں اللہ اور رسول کا ذکر آیا ہے اس سے مراد مرکز نظام حکومت ہے۔''[®]

مزیدلکھاہے:

'' بالكل واضح ہے كەاللەاوررسول سے مراد مركز حكومت ہے۔''[®] اور لكھتے ہيں:

''الله اور رسول سے مرادمسلمانوں کا امام ہے۔''[®]

ایسے بی خیالات کا اظہار معارف القرآن: 631,630/4 پر بھی کیا ہے۔ ایسے صرت کے کفر کا اظہار کرنے پر تعجب ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے وصف الوہیت، وصف ربوبیت اور وصف اساء وصفات پر، نیز رسول اللہ میں اللہ کی صفت رسالت ونبوت پر ایمان لانے کو درمیان سے نکال دیا۔ اس باطل عقیدے کا خلاصہ بیہ ہے کہ اگر نظام حکومت ہے تو اللہ اور اس کارسول بھی ہیں اور اگر نظام حکومت نہیں تو پھر اللہ اور اس کے رسول کا وجود بھی نہیں ہیں اور اگر نظام حکومت نہیں تو پھر اللہ اور اس کے رسول کا وجود بھی نہیں ہے۔ العیاذ باللہ۔

ایمان بالرسول کے متعلق لکھا ہے:

''رسالت محمدید پر ایمان سے مقصود اس کتاب پر ایمان لانا ہے جو حضور مُنَّاثِیْلِ کی وساطت سے دنیا کوملی۔''®

اس كا مطلب يہ ہے كہ كتاب الله (قرآن) پر ايمان لانے كے بعد رسول پر ايمان لانے كى بعد رسول پر ايمان لانے كى كوئى ضرورت نہيں، حالانكہ بہت مى آيات ميں ايمان بالرسول اور ايمان بالقرآن

کوالگ الگ بیان کیا گیا ہے۔

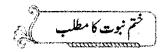
القرآن: 623/4. (ق) معارف القرآن: 623/4. (ق) معارف القرآن: 623/4.
 أفردول مم كثير، ص: 383.

رسول سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

' دعملی نظام کی سہولت کے لیے امت اپنے میں سے بہترین افراد کو اپنا نمائندہ بناکر' فینگُم دَسُولُه' کے سلط کو قائم رکھتی ہے۔ اور بیک درسول کی زندگی کے بعد' فینگُم دَسُولٌ' سے مراو لمت کی مرکزی اِتھار ٹی ہے۔' ق

طلوع اسلام کے ایک رکن محمر علی خان بلوچ بی اے آنرز (پیجھا ختلاف کی وجہ ہے)
فرماتے ہیں: غالبًا ہماری طرح آپ حضرات میں بہت سوں نے محسوس کیا ہوگا کہ اب پیجھ
عرصہ سے اس وجہ اشتراک کے پردہ میں کہ جس طرح رسول اکرم مُنافیظ نے اپنی زندگ
میں نوع انسانی کو قرآن کی دعوت دی تھی، برعم خوایش آج کل اسی طرح گلبرگ لا ہور ک
کوشی نمبر 25 ۔ بی میں جناب پرویز بھی قرآن کی دعوت دے رہے ہیں۔ جناب پرویز
نے اپنی تحریروں میں عموماً اپنے آپ کو آں حضرت مُنافیظ کے بلند مقام پر فائز کر کے ان
تمام آیات کو جو آں حضرت سے متعلق ہیں اپنی ذات پر منطبق فر مالیا۔'' ©

ویکھا آپ نے! پرویز کے ہم مجلس نے بیہ تأثر لیا ہے کہ پرویز صاحب اپنے آپ کو رسول کے درجے میں رکھنا چاہتے ہیں۔



لکھتے ہیں: ''ختم نبوت سے مرادیہ ہے کہ اب دنیا میں انقلاب شخصیتوں کے ہاتھوں نہیں بلکہ تصورات کے ذریعے رونما ہوا کرے گا اور انسانی معاشرہ کی باگ ڈوراشخاص کی بجائے نظام کے ہاتھوں میں ہوا کرے گے۔''[®]

ایک جگدلکھا ہے:" تم نے دیکھ لیاسلیم! ختم نبوت کا مفہوم اس جیسا تھا کہ اب

﴾ طلوع اسلام، 9 جون، 1959ء. ﴿ حديث درگزارے، ص: 20، بحواله آئينهٔ پرويزيت، ص: 807. ﴿ سَلِيمِ كَ نَامِ خط: 15، م 250، طبع اول اگست 1953ء.

انسانوں کو صرف اصولی راہ نمائی کی ضرورت ہے۔ ان اصول کی روشن میں تفصیلات وہ خود متعین کریں گے لیکن ہمارے ہاں میہ عقیدہ پیدا ہو گیا ہے (اور اس عقیدے پرمسلمان کا عمل چلا آر ہاہے) کہ زندگی کے ہر معالمے کی تفصیل بھی پہلے سے متعین کردی گئی ہے اوراب ان تفاصیل میں کسی قتم کا ردو بدل نہیں ہوسکتا ۔ بیہ عقیدہ اس مقصد عظیم کے منافی ہے جس کے لیے ختم نبوت کا انقلاب عمل میں لایا گیا۔''[©]

یہ ختم نبوت کی ایک نرالی تعبیر ہے جسے کوئی عقل مندمسلمان ماننے کے لیے تیار نہیں۔ یہ کہنا کہ زندگی کے ہر معاللے کی تفصیل بھی پہلے سے متعین کردی گئی ہے، جیسا کہ قرآن کی آیت:

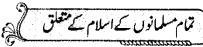
﴿ لَقُدُ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ ٱسُوةً حَسَنَةً ﴾

''بلاشبہتمھارے لیے رسول اللہ (عَلَّاثِیُّا) کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔''[®] اور

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَالَّيْعُونِي ﴾

'' کہہ دیجیے: اگرتم اللہ سے محبت کرتے ہوتو میری امتباع کرو۔'' ®

کا اصل معنی بھی یہی ہے اور تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے گر چونکہ پرویزی اسلام، نبوی اسلام سے مطلقاً مختلف ہے، اس وجہ ہے اس نے ان آیات کا مقصد اپنے مزعوم مقصد کے منافی قرار دے دیا۔



" آج جواسلام مسلمانوں میں مروج ہے وہ زمانۂ قبل از قرآن کا مذہب ہوتو ہوقر آنی

دین سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ [©]

ایک جگه لکھاہے:

''یہی مجمی اسلام ہے سلیم! جو ہزار برس سے ہمارے رگ و پے میں اس طرح سرایت کرچکا ہے کہ ہم میمحسوں کرتے ہیں کہ اگر بینکل گیا تو اس کے ساتھ ہماری جان بھی نکل جائے گی۔''[®]

جناب پرویز نے ہزار برس تک کے تمام مسلمانوں کے اسلام پر کاری ضرب لگائی ہے۔ وہی بتا کمیں کہ اُنھوں نے قرآن اور اسلام کہاں سے سکھ لیا جبکہ ان کا کہنا ہے کہ ہزار برس تک کے مسلمانوں میں کوئی ایک بھی''مسلمان''نہیں گزرا۔

محمد منافیظ کی شریعت میں تغیر و تبدل کا جواز

کلصے ہیں: ''دین کی ضیح بنیاد قرآن اور فقط قرآن ہے جو ابدالآباد کے لیے واجب العمل ہے۔ روایات (احادیث) اس عہد مبارک کی تاریخ ہیں کہ رسول اللہ مٹائیڈ اورآپ کے ساتھ ایمان لانے والوں (صحابہ) نے اپنے عہد میں قرآنی اصول کو کس طرح متشکل فرمایا فقا، یہ اس عہد مبارک کی شریعت ہے۔ (آگے لکھا ہے:) اب یہ حق صرف ضیح قرآنی خطوط پر قائم شدہ مرکز ملت اور مجلس شور کی کا ہے کہ وہ قرآنی اصول کی روشنی میں صرف ان جزئیات کو مرتب اور مدون کر سکے جن کی قرآن نے کوئی تصریح نہیں گی۔ پھر یہ جزئیات ہر زمانہ میں ضرورت پڑنے پر تبدیل کی جاسمتی ہیں، یہی اپنے زمانہ کے لیے شریعت ہیں۔ '' ق

[﴿] سَلِيمِ كَ نَامِ خُطْءُصِ: 252 بحواله ضرب حدیث ۔ ﴿ سَلِيمِ كَ نَامِ خُطْءُصَ: 123 ، بحواله ضرب حدیث ۔ ﴿ مَام حدیث ۔ (291/1 .

مزیدلکھاہے:

"قرآن کے ساتھ انسان کو بصیرت عطا ہوئی ہے، اس لیے جن امور کی تفصیل قرآن نے خود بیان نہیں کی ان کی تفصیل قرآنی اصول کی روشی میں ازروئے بصیرت متعین کی جائے گی۔ یہی رسول اللہ نے کیا اور ہمارے لیے بھی ایبا کرنا منشائے قرآنی اور سنت رسول اللہ کے عین مطابق ہے۔ اس باب میں اخلاق، معاملات اور عبادات میں کوئی تفریق اور شخصیص نہیں اگر تفریق شعود ہوتی تو عبادات کی جزئیات قرآن خود ہی متعین کردیتا۔ "
مزید لکھا ہے:" جس اصول کا میں نے اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے وہ قانون اور عبادت دونوں پر منظبق ہوگا، یعنی اگر جانشین رسول اللہ (قرآنی حکومت) نماز کی کسی جزئی شکل میں جس کا تعین قرآن نے نہیں کیا، اپنے زمانے کے کسی تقاضے کے ماتحت پکھردو شکل میں جس کا تعین قرآن نے نہیں کیا، اپنے زمانے کے کسی تقاضے کے ماتحت پکھردو بدل ناگر بر سمجھے تو وہ ایبا کرنے کی اصولاً مجاز ہوگی۔ "گ

ان تحریروں سے واضح ہوا کہ شریعت پرویزی کے عقیدے کے مطابق ہرانسان اپنی صوابدید کے مطابق شریعت محمد میر میں نشخ اور تبدیلی کرسکتا ہے۔ یہاں تک کہ نماز کا طریقہ بھی ایجاد کرسکتا ہے۔

جب چودہ سوسال سے تواتر کے ساتھ ثابت شدہ مسلمانوں کی عبادات کے دہ طریقے جو سی احدیث میں مروی ہیں اور اسلامی احکام وقوا نین جو سی احادیث میں موجود ہیں ان کو'' قرآنی حکومت مرکز ملت' کی جانب سے منسوخ کیا جاسکتا ہے تو کیا پھر بیٹام نہاد قرآنی حکومت کا محومت کا تصور قرآنی حکومت کا تصور صرف گلبرگ لاہور میں موجود ہے، اس کے سوا عالم اسلام کے کسی بھی خطے میں اس کا وجود نہیں، لہذا یہ بزی جہالت اور جہالت کا مظہر ہے۔

شام حدیث: 434/1. ﴿ قُرآن نصلے: 15/3، بواله کتاب فتنهُ انکار حدیث۔

قرآن عبوری دور کے لیے

پرویز کلصے ہیں: ''اب رہاسوال کہ اسلام میں ذاتی ملکیت نہیں تو پھر قرآن میں وراخت وغیرہ کے احکام کس لیے دیے گئے ہیں؟ سواس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن انسانی معاشرہ کو اپنے متعین کردہ پروگرام کی آخری منزل تک آہتہ آہتہ بندر تن پہنچا تا ہے، اس لیے وہ جہاں اس پروگرام کی آخری منزل کے متعلق اصول اوراحکام متعین کرتا ہے وہاں عبوری دور کے لیے ساتھ ساتھ رہنمائی دیتا چلا جاتا ہے۔ وراخت ، قرضہ لین دین، صدقہ و خیرات کے احکام اس عبوری دور کے متعلق ہیں جن میں سے معاشرہ گزر کر انتہائی منزل تک پہنچا ہے۔ '' قرآن میں صدقہ و خیرات وغیرہ کے لیے جس قدر ترغیبات و مزید کھواہے: ''قرآن میں صدقہ و خیرات وغیرہ کے لیے جس قدر ترغیبات و

تحریصات یا احکام وضوابط آتے ہیں وہ سب اس عبوری دور ہے متعلق ہیں۔ ' ®

ریہ ہر ویزیت کی اصل حقیقت کہ جناب پرویز صرف حدیث کے ہی منکر نہیں کیونکہ
انکار حدیث تو صرف ابتدائی منزل ہے وہ تو قرآن کے احکام سے انکار کرتے ہیں
اور دھوکا دینے کے لیے اس کا نام عبوری دور رکھا، یعنی قرآن کا زیادہ حصہ صرف زمانت
رسول اور عربوں کے لیے خاص ہوا۔ تو پھر ﴿ هُنَّى لِلنَّاسِ ﴾ (قرآن) لوگوں کے لیے
ہمایت ہے۔ ' ® اور ﴿ لِیکُوْنَ لِلْعُلَمِیْنَ نَلِیْدُونً ﴾ " تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے
والا بن جائے۔ ' گی ہیں آیات کا کیا مطلب ہوگا؟ معلوم ہوا کہ پرویز صاحب کا مقصد
قرآن سے انکار ہے تو پھر اس کے کفر میں کون ساشک وشبہ باقی رہ جاتا ہے؟

ايمان بالآفرت كامتى

پرویز لکھتے ہیں: ' قرآن ماضی کی طرف نگاہ رکھنے کے بجائے متقبل کوسامنے رکھنے ۔ سے ا

نظام ربوبيت، ص: 25.
 شظام ربوبيت، ص: 167.
 الفرقان 185: الفرقان 125.

کی تاکید کرتا ہے، اس کا نام ایمان بالآخرۃ ہے اور یہ بجائے خویش بہت بڑا انقلاب ہے جے رسالت محمد یہ نے انسانی نگاہ میں پیدا کیا، یعنی ہمیشہ نگاہ مستقبل پر رکھنی۔

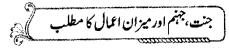
﴿ وَ بِالْاخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُونَ ۞ ﴾

''اس زندگی میں مستقبل پر اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی ۔''[®]

آخرت کے بارے میں قرآن کریم میں مختلف نام مذکور ہیں قرآن نے اسے حشر کا دن، بوم الحساب، بوم الدین وغیرہ قرار دیا ہے۔ ان میں و نیوی مستقبل کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں تو اس سے صرف دنیاوی مستقبل مراد لینا لوگوں کو ایسان بالآخرۃ کے سجے مفہوم ومصداق سے غافل کرنا ہے۔

مزیدلکھا: 'اصل سوالات تویہ ہیں کہ قرآن کے نزدیک حیات کے کہتے ہیں؟ موت کے کیامغنی ہیں؟ قامت کا تصور کیا ہے؟ عذاب وثواب سے کیامفہوم ہے؟ وَقِسْ عَلٰی هٰذَا، مسلمان کو چونکہ اس زندگی سے کوئی رابطہ نہیں رہا، اس لیے اس نے ان اہم سوالات کو قیامت برملتوی کررکھا ہے اور قیامت بھی صرف وہ جومرنے کے بعد آئے گی۔ وہ اس قیامت سے کوئی تعلق نہیں رکھتے جوان کی ایک ایک سائس میں یوشیدہ ہے۔' ®

۔ ذراغور فرمائیں پرویز صاحب نے قیامت کا کیا معنی سمجھ لیا! آخر سانس لینے کا قیامت کے ساتھ کیا تعلق ہے؟



پرویز لکھتے ہیں:''بہرحال مرنے کے بعد کی جنت اور جہنم مقامات نہیں ہیں، انسانی ذات کی کیفیات ہیں۔''®

® سليم كے نام اكيسوال خط: 124/2 ، بحواله فتنهُ انكار حديث. ﴿ قرآنی فيصلے، ص: 332. ﴿ لغاتِ القرآن از برویز: 449/1، بحواله فتنهُ انكار حدیث.

قرآن كريم ميں جنت كا نام مَقَامٌ أَمِينٌ اور مَقْعَدَ صِدْقِ بتايا كيا جَبِه جَهُم كو مَكَانًا ضَيِّقًا كا نام ديا كيا مَّر پرويز صاحب اس سے مطلق طور پر انكار كرتے ہيں۔اس طرح وہ قرآن سے انكار كرتے ہيں۔ ايك مقام پر لكھا ہے:

"دمسلمان اس جنت اور دوزخ سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا جو قدم قدم پر اس کے سامنے ہے نہ وہ اس میزان کو دیکھتا ہے جس میں قوموں کے اعمال حیات ہر آن تلتے رہتے ہیں۔"

ایک جگه لکھا ہے: ''قرآن کہتا ہے کہ اب وہ دور سرمایہ داری گزر گیا۔ اب وہ زمانہ نظام ربوبیت کا آرہا ہے۔ جس میں انصاف کی روسے میزان کھڑی کی جائے گی۔ ﴿ وَنَصَعُ الْهُوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِرِ الْقِیْمَةِ ﴾

''اورہم قیامت کے دن ایسے تراز ورکھیں گے جوعین انصاف ہوں گے۔' ® اس میزان کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی مزدور کی محنت میں کوئی کمی نہیں کر سکے گا اور محنت کرنے والے کی محنت کا ذرہ ذرہ نتیجہ خیز ہوگا۔اس کا حساب زمینداریا سرمایہ دارنہیں کیا کرے گا کہ محنت کش کا حصہ کیا ہے اوراس کا حصہ کتنا۔' ، ®

قرآن کریم میں فرکور میزان اعمال کے ساتھ اس طرح استہزا کرنے پر افسوس صد افسوس! قرآن کریم میں فرکور میزان اعمال کے ساتھ اس طرح استہزا کرنے پر افسوس موتا افسوس! قرآن نے کس آیت میں کہا ہے کہ دورس مایہ داروں کے لیے میزان ہے تو کیا تاجروں اور پیشہ وروں یا عورتوں کا کوئی حساب اور میزان نہیں ہوگی؟ یہان قرآنی آیات سے جن میں میزان، وزن اور میزان کے ملکا اور بھاری ہونے کا تذکرہ موجود ہے، صراحنا انکار اور اپنی طرف سے بے سرویا تاویلات کا انبارلگانا ہے۔

① قرآنی نصلے مِن : 332. ﴿ بنتي إسراَء بل:47:21. ﴿ نظام ربوبيت مِن : 256.

فرشتوں پرایمان

پرویز لکھتے ہیں:''اس سے ظاہر ہے کہ ان مقامات (واقعہ خلافت آ دم و مجود آ دم) میں ملائکہ سے مراد وہ نفساتی محرکات ہیں جوانسانی قلوب میں آثار مرتب کرتے ہیں۔'' $^{\odot}$ ایک جگه لکھا ہے:" سوال یہ ہے کہ ملائکہ پر ایمان کے معنی کیا ہیں؟ اس کے معنی بیہ ہیں کہ ملائکہ کے متعلق وہ تصور رکھا جائے جو قرآن نے پیش کیا ہے اور انھیں وہی پوزیش دی جائے جو قرآن نے ان کے لیے متعین کی ہے۔ ملائکہ کے متعلق قرآن میں ہے کہ انھوں نے آ وم کو سجدہ کیا، لینی وہ آ دم کے سامنے جھک گئے، جیسا کہ آ دم کے عنوان میں بتایا جا چکا ہے۔ آ دم سے مراوخود آ ومی یا نوع انسان ہے، لبذا ملائکہ کے آ دم کے سامنے جھکنے سے مرادیہ ہے کہ بیقوتیں وہ ہیں جنھیں انسان منخر کرسکتا ہے۔انھیں انسان کے سامنے جھکا ہوا رہنا جاہیے۔ کا ئنات کی جو تو تیں ابھی تک ہمارےعلم میں نہیں آئیں اخیں چھوڑیے اور جو قوتیں ہمارے علم میں آچکی ہیں ان کے متعلق صحیح ایمان یہ ہوگا کہ ان سب کوانسان کے سامنے جھکنا چاہیے۔اب ظاہر ہے کہ جس قوم کے سامنے کا کناتی قوتیں نہیں جھکتیں وہ قوم قرآن کی روسے صف آ دمیت میں شار ہونے کے قابل ہی نہیں، چہ جائیکہ اسے جماعت مومنین کہا جائے کیونکہ مومن کا مقام عام آ دمیوں کے مقام ہے کہیں اونچاہے۔''

ایک جگہ جبریل ملیٹا کے متعلق لکھا ہے:''انکشاف حقیقت کی روشی (ذریعہ یا واسطہ) کو جبریل سے تعبیر کیا گیا ہے۔''[®]

الجيس وآ وم، ص: 195. (١) لغات القرآن: 1/244. (١) الجيس وآ وم، ص: 283.

نفسانی محرکات ہیں۔وہ اس کے متعلق ہر گز کوئی آیت پیش نہیں کر سکتے۔قرآن کریم میں ملائکہ کے متعلق چندآیات ملاحظہ فرمائیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ عَلَيْهَا مَلَلِكَةً غِلَاظٌ شِكَادٌ لَآيَعُصُونَ اللهَ مَا آمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۞ ﴾

''اس (جہنم) پرایسے فرشتے متعین ہیں جو سخت مزاج اور زبردست ہیں، اللہ نے انھیں جو تھم دیا ہے وہ اس کی نافر مانی نہیں کرتے بلکہ وہ وہ ی کام کرتے ہیں جس کا انھیں تھم دیا جاتا ہے۔'' ®

نيز فرمايا:

﴿ وَجَعَلُوا الْمَلَيْكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبْلُ الرَّحْنِ إِنَاثًا ﴿ اَشَهِدُوا خَلْقَهُمُ ﴾ " اور انھوں نے فرشتوں کو جو کہ رحمان کے بندے ہیں،عورتیں قرار دے رکھا ہے۔ کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے؟" ، ﴿

ذرا غور فرما ئيں: اللہ تعالی نے فرشتوں کو ﴿ غِلاظٌ شِكَادٌ ﴾ ، ﴿ لَا يَعْصُونَ ﴾ اور ﴿ عِبْكُ الرِّحْمُن ﴾ جیسی صفات سے متصف کیا ہے۔ کیا ان صفات کے ساتھ پرویز کے عقیدے' نفسانی محرکات یا کا کناتی قو تیں جنمیں انسان منخر کرسکتا ہے' کی کوئی مناسبت یا تعلق ہوسکتا ہے، نیز کیا نفسانی محرکات اور جے انسان منخر و تابع کرسکتا ہے وہ مؤنث ہو گئی ہیں؟ اس طرح پرویز صاحب کا عقیدہ جاہلیت کے مشرکوں کے قریب ہے جو ملائکہ کومؤنث کہتے تھے۔ پرویز صاحب الی بے سرو یا باتوں میں قرآن کا حوالہ دیتے ہیں لیکن قرآن اللی سے وہ اپنے نظریات کے لیے کوئی جوت پیش نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پرویزی قرآن کوئی الگ کتاب ہے۔

التحريم 66:66. ألزخرف 19:43.

عقيدهٔ تقدير ب انكار

پرویز لکھتے ہیں: ''جموی اساورہ نے یہ سب پھھ اس خاموثی سے کیا کہ کوئی بھانپ ہی نہ سکا کہ اسلام کی گاڑی کس طرح دوسری پڑئی پر جاپڑی۔ انھوں نے نقدیر کے مسئلے کو اتنی اہمیت دی کہ اسے مسلمانوں میں جزوایمان بنا دیا، چنانچہ ہمارے ایمان میں [وَالْقَدْرِ حَمْدُو وَشُرِّهِ وَشُرِّهِ مِنَ اللَّهِ تَعَالٰی] کا چھٹا جزاضی کا داخل کیا ہوا ہے۔'' اللہ تَعَالٰی کا چھٹا جزاضی کا داخل کیا ہوا ہے۔'' اللہ میں اسلامی کا چھٹا جزاضی کا داخل کیا ہوا ہے۔'' اللہ میں اللّٰہ میں اسلامی کے داخل کیا ہوا ہے۔'' اللہ میں اسلامی کا داخل کیا ہوا ہے۔'' اللہ میں اسلامی کیا ہوا ہے۔'' اللہ میں اسلامی کیا ہوا ہے۔'' اللہ میں کہانے کا جھٹا جزائی کیا ہوا ہے۔'' اللہ کیا ہوا ہے۔'' اللہ میں اسلامی کیا ہوا ہے۔'' اللہ میں کیا کہانے کہانے کیا کہانے کیا کہانے کیا کہانے کی کہانے کیا کہانے کیا کہانے کیا کہانے کا کہانے کیا کہانے کا کہانے کا کہانے کیا کہانے کا کہانے کیا کہانے کیا کہانے کیا کہانے کیا کہانے کیا کہانے کیا کہانے کا کہانے کا کہانے کا کہانے کیا کہانے کا کہانے کا کہانے کیا کہانے کیا کہانے کیا کہانے کا کہانے کیا کہانے کیا کہانے کا کہانے کا کہانے کیا کہانے کا کہانے کیا کہانے کیا کہانے کیا کہانے کیا کہانے کا کہانے کیا کہانے کہانے کیا کہ

تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں انسان کو جو کوئی مصیبت یا راحت پہنچی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور یہ تکلیف و راحت اللہ تعالیٰ نے پہلے سے مقرر کر کے لکھ دی ہے۔ یہ عقیدہ قرآن کریم میں واضح طور پرموجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُوْلُواْ هٰذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۚ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ ۖ يَقُوْلُوا هٰذِهِ مِنْ عِنْدِكَ لَا قُلْ كُلُّ مِّنْ عِنْدِ اللهِ ﴾

'' اور اگر انھیں کوئی بھلائی پیش آئے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انھیں کوئی تکلیف پہنچے تو کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے،ان سے کہہ دیجیے: سب اللہ کی طرف سے ہے۔'،®

نيز فرمايا:

﴿ قُلْ لَّنْ يُصِيبُنَّا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا وَهُوَ مَوْلَهُ مَا ﴾

'' کہہ دیجیے کہ جو کچھ اللہ نے ہمارے لیے مقرر کر دیا ہے ہمیں وہی ملے گا۔ اللہ ہی ہمارا کارساز ہے۔'، ®

وَ رَآنَ نَصِلَهِ صُ: 190. ﴿ النّسَاء 78:4. ﴿ التوبة 51:9.

الله تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے نبی مُنَافِیْمَ سے میہ بات کہلوائی ہے کہ ہرمصیبت پہلے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ اور لکھی ہوئی ہے، نیز فر مایا:

﴿ مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِئَ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِى كِتْبٍ مِّنُ قَبْلِ اَنْ تَنْبَرَاهَا ﴿ ﴾

''کوئی مصیبت نه زمین پر پہنچتی ہے اور نه تمھاری جانوں پر مگر وہ ایک کتاب میں ہے، اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں۔''[©]

ریکھیں یہ آیات عقیدہ تقدیر کے اثبات اور اس کی تفصیل کے بارے میں کتنی صریح ہیں۔ ان کے علاوہ بھی قرآن کریم میں بہت کی ایک آیات فرکور ہیں جن سے بیعقیدہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے لیکن شاید بیآیات پرویز صاحب کے قرآن میں نہیں ہیں، اس لیے انھوں نے اس عقیدہ تقدیر کو مجوس کی طرف منسوب کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ پرویزی قرآن الگ۔
قرآن الگ ہے اور الہی قرآن الگ۔

نظرية ارتقا

پرویزکا بیسوال کہ دنیا میں سب سے پہلا انسان کس طرح وجود میں آگیا ذہن انسانی کے لیے وجہ ہزار جیرت واستعجاب رہا ہے، چنانچہ ان نداہب میں جن میں توہم پرتی نے حقائق کی جگہ لے رکھی ہے اس عقیدے کے حل میں عجیب وغریب افسانہ طرازیوں سے کام لیا ہے لیکن قرآن کریم نے اس کے متعلق جو پچھ بتایا ہے وہ بالکل وہی ہے جس کی طرف علم وبصیرت کے جدید انکشافات راہ نمائی کر رہے ہیں۔ سائنس کے انکشافات کی روسے خاک ذرے سے مختلف ارتقائی منازل طے کر کے قرن ہا قرن کے بعد انسانی صورت میں متشکل ہوگئ، یعنی سب سے پہلے کوئی ایک فرد صورت انسانی میں جلوہ گر نہیں ہوا

[£] الحديد 22:57.

بلکہ ایک نوع وجود پذیر ہوئی ان متنوع مراحل کی تفصیل قرآن کریم کی آیات جلیلہ میں عجیب انداز میں سمٹی ہوئی ہے۔ ³

پرویزی عقل پر ہزار تف ہو کہ ایک نوع کا وجود تو تسلیم کرتی ہے مگر فرد کا وجود نہیں کرتی ہے مگر فرد کا وجود نہیں کرتی ہے عقل والوں سے پوچھوتو سہی کہ کیا نوع کا وجود فرد کے بغیر ہوسکتا ہے؟ کیا انسان کا وجود بغیر افراد کے ہوسکتا ہے؟ پھر انھوں نے بینظر بیرقر آن کی طرف منسوب کر دیا! آئیں قرآن کریم پڑھیں کہ اللہ تعالی نے انسان کے وجود کے متعلق کیا کچھ ذکر فرمایا اور پھراسی انسان کو آ دم کا نام دیا، چنانچہ ارشاد فرمایا ہے:

وَاذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَيْهِ كَةِ إِنِّى خَالِقٌ بَشَرًا قِنْ صَلْصَالِ قِنْ حَمَا مَّسَنُوْنِ ۞ "اور جب تمهارے رب نے فرشتوں سے کہا: بے شک میں ایک بشر بجنے والی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں، جو بد بودار، سیاہ کیچیڑ سے ہوگی۔" فینز فر مایا:

﴿ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالِ كَالْفَخَّادِ ٥

''اس نے انسان کو مھیکری کی طرح تھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ إِنَّ مَثَلَ عِيْسُى عِنْدَ اللهِ كَمَثَلِ أَدَمَ الْحَلَقَةُ مِنْ ثُوَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۞﴾

'' دراصل عیسیٰ (طیلا) کی مثال بھی اللہ کے نز دیک آ دم (طیلا) کی مثال کی طرح ہے اللہ نے اسے مٹی سے بنایا ، پھراسے کہا: ہو جا تو وہ ہوگیا۔''[®]

نيز فرمايا:

[🏵] الجيس وآ وم م ص: 63 -64. ﴿ الحجر 21:35. ﴿ الرحمَٰنِ 14:55. ﴿ أَلَ عَمَرُنَ 39:3.

﴿ وَبَكَا خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۚ ثُمَّرَ جَعَلَ نَسُلَهُ مِنْ سُلَلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنِ ﴾

''اور انسانوں کی پیدائش کومٹی سے شروع کیا، پھر حقیر پانی کے جوہر (نطف) سے اس کی نسل چلائی۔''[®]

ندکورہ بالا تمام آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان آ دم علیلا کومٹی سے بنایا۔ آ دم ایک خاص شخص اور فرد کا نام ہے جونوع انسانی کے باپ بیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیفہ بنایا، اساء کی تعلیم دی، فرشتوں سے سجدہ کرایا، جنت میں بسایا اور آپ کے ساتھ کلام فر مایا۔ یہ سارے فضائل آپ (حضرت آ دم علیلا) کی نبوت کے دلائل ہیں، لہذا وہ پہلے نبی ہیں۔ ان آیات میں خلق انسان پر قرن ہا قرن کے گزرنے کا کوئی ذکر نہیں۔ اگر پرویزی قرآن میں کسی جگہ ہوتو ہو، اللہ کے قرآن میں کہیں بھی نہیں۔

آدم مليا كى ذات سے انكار

پرویز صاحب لکھتے ہیں: "ہارے ہاں عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ (آدم) جس کے جنت سے نکلنے کا قصہ قرآن کریم کے مختلف مقامات پرآیا ہے، نبی تھے۔ قرآن سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ قرآن کریم نے مختلف مقامات پر قصۂ آدم کی جو تفاصیل بیان کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت سے نکلنے والا آدم کوئی خاص فرد نہیں تھا بلکہ انسانیت کا تمثیلی نمائندہ تھا۔ بالفاظ دیگر قصۂ آدم کی خاص فرد (یا جوڑے) کا قصہ نہیں بلکہ خود (آدمی) کی داستان ہے جسے قرآن نے تمثیلی انداز میں بیان کیا ہے۔ اس داستان کا آغازانسان کی اس حالت سے ہوتا ہے جب اس نے قدیم (Primitre)

[🗓] السجدة 8,7:32.

انفرادی زندگی کی جگه پہلے پہل تیدنی (Social Life) زندگی شروع کی۔''[®]

الله تعالی نے قرآن کریم میں آوم کا لفظ 25 مرتبہ بیان فرمایا ہے: ﴿ عَلَمَ الْاَسْمَاءَ ﴾ ، ﴿ اللّٰهُ اللّٰهُ عَلَىٰ اللّٰهُ عَنْ اللّٰهِ كَا اللّٰهُ الدُمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِبْتِ ﴾ ﴿ اللّٰهُ اللّٰهِ الدَمَ وَ نُوحًا ﴾ ، ﴿ إِنَّ مَثَلَ عِيلْنِي عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثُلِ الدَمَ طَفَقَهُ مِنْ تَوْلِهِ كَلِبْتِ ﴾ ﴿ وَلَقَدُ عَهِدُ نَا إِلَىٰ الدَمَ مِنْ قَبْلُ ﴾ اور بن آوم كا لفظ ان 25 مقامات كے علاوہ ہے۔ ان تمام آیات كريمہ ميں سے كوئى ایک جگدایی بتلاؤ كه اس ميں لفظ مثل آیا ہو، يا ايا كوئى لفظ ہوجس كا معنى اور مفہوم تمثیلی نمائندہ ہو يا اس ميں كوئى تمثیلی انداز ہو۔ پرویز صاحب اور اس كے مقلد بن پورى كوشش كے باوجود بھى ايسا كوئى لفظ قرآن كريم ميں بتا كئے۔

سیبھی ذہن نشین رہے کہ آ دم کوتمثیل اس وقت کہا جاسکتا ہے جب آ دم کی خلقت ظاہر میں موجود ہوتی یا اس کا کوئی تصور ہوتا کیونکہ مثال کے لیے کسی خارجی یا ذہنی وجود کا ہونا ضروری ہے۔ مزید برآں اگر آ دم کو ایک فرد (جسیا کہ حقیقت ہے) کہاجائے تو اس سے کون سی آفت آن پڑتی ہے۔ اس کی مثال پرویز صاحب کے پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر اور عقیدے میں موجود ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے آپ کومٹیل مسیح کے خطاب اور صفت سے نوازا ہے اور استدلال کے لیے آخی احادیث کا سہارا لیا ہے جن میں نزول عیسیٰ علیا کا ذکر ہے۔ ان سب احادیث میں برکھا ہے:

«يَنْزِلُ فِيكُمْ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ»

''تم میں عیسلی بن مریم نازل ہوں گے۔''[®]

لغات القرآن، ص: 14/12.
 الله صحيح مسلم، الإيمان، باب نزول عيسى ابن مريم مسلم، الإيمان، باب نزول عيسى الإيمان، باب نزول عيسى ابن مريم مسلم، الإيمان، باب نزول عيسى الإيمان، باب نزو

مرزانے اپنی طرف سے اس میں لفظ مثیل کا اضافہ کیا اور یَنْزِلُ کا معنی یَخْلُقُ ''پیدا ہوگا۔' کر دیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہتم میں عیسی علیا کا شہبہ پیدا ہوگا۔ مرزا قادیانی کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ إِنْزَال ''پیدا کرنے'' کے معنی میں بھی استعال ہوتا ہے۔ لفظ نزول (جو مجرد ہے) کسی بھی جگہ ''پیدا ہونے'' کے معنی میں نہیں آیا۔ لغت کی کتاب یا نص قرآن و حدیث اور اشعار عرب میں اس کے معنی کا کوئی ثبوت نہیں ماتا۔ لفظ مثل بھی مرزا صاحب کی طرف سے بڑھایا گیا ہے۔ اس طرح پرویز صاحب بھی آ دم علیا کے متعلق قرآنی کی طرف سے بڑھایا گیا ہے۔ اس طرح پرویز صاحب بھی آ دم علیا کے متعلق قرآنی ان کی این عقل کی اختراع ہے۔

معجزة معراج سانكار

پرویز لکھتے ہیں: ''سورہ بنی اسرائیل کی آیت ﴿ اَسُدٰی ﴾ میں کہا گیا ہے کہ خدا اپنے بندے کورات کے وقت مسجد حرام سے مسجد انصلی کی طرف لے گیا تا کہ وہاں اسے اپنی آیت وکھائے۔ خیال ہے کہ اگر یہ واقعہ خواب کا نہیں تو یہ حضور کی شب ہجرت کا بیان ہے اس طرح مسجد اقصلی سے مراد مسجد نبوی ہوگی جے آپ نے وہاں جا کر تغییر فرمایا۔'' آس تاویل بلکہ تحریف میں پرویز صاحب کی بے عقلی یا ہے دھری کا کھلا شبوت موجود ہے۔ ان کا کہنا ہے: '' خیال ہے' یعنی قرآئی مقاصد کو اپنے '' خیال' کا تابع بنا کر جرم عظیم کا ارتکاب کیا جا رہا ہے۔ پہلے تو خیال کے حوالے سے کہا کہ یہ خواب کا واقعہ ہے۔ اگر خواب ہے تو بھراس میں اتنا بڑا کمال کیا ہے جو نبی من الی کے خواب کا واقعہ ہے۔ اگر خواب ہے تو بھی مدینہ طیبہ اور بھی وہ امریکہ کے خواب میں تو عام انسان بھی بھی مکہ مکرمہ جاتا ہے تو بھی مدینہ طیبہ اور بھی وہ امریکہ کے خواب میں تو عام انسان بھی بھی مکہ مکرمہ جاتا ہے تو بھی مدینہ طیبہ اور بھی وہ امریکہ کے خواب میں تو عام انسان بھی بھی مکہ مکرمہ جاتا ہے تو بھی مدینہ طیبہ اور بھی وہ امریکہ کے میانہ اللہ آن : 736/4

چکرلگاتا ہے تو بھی برطانیہ کے۔خیال وہ ہوتا ہے جو ذہن کی اختراع ہواوراس کے اثبات کے لیے کوئی دلیل نہ ہو، پھر پیر کہا ہے کہ''شب ہجرت کا بیان ہے۔'' اب ملاحظہ فرما کیں قرآن کریم کی متعلقہ آیت:

﴿ سُبُطِنَ الَّذِي آسُوٰى بِعَبْدِهٖ لَيُلاَ مِنَ الْمُسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا ﴾ " پاک ہے وہ ذات، جواپنے بندے (محمد مَالَيْظِ) کوراتوں رات مجدحرام سے معجداقصیٰ لے گئے۔ " ا

آیت برغور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ایک رات کا ہے، یعنی ایک رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصلی لے گیا جبکہ جمرت کے واقعے کے بارے میں تو معلوم ہے کہ وہ ایک رات کانہیں بلکہ آپ ٹاٹیٹل تقریبًا دس راتوں میں مکہ مکرمہ سے مدینہ طیب یہنچے تھے، لہٰذا پرویز صاحب کا پیہ خیال حقیقت سے متصادم ہے، پھر پیہ کہنا کہ''مبحداقصٰیٰ' ہے مراد''مسجد نبوی'' ہوگی انتہائی بے وتو فی کا اظہار ہے۔کیامسجد نبوی اس وقت تعمیر ہوئی تھی؟ کیاکسی زمانے میں مسجد نبوی کا نام مسجد اقصلی بھی رکھا گیا تھا؟ کیا یہ نام لغت کے لحاظ سے مسجد نبوی کے لیے موزوں ہے؟ جبکہ اس روز روئے زمین پر مسجد اقصیٰ دمثق میں موجودتھی جو جاز سے تقریبًا ایک ماہ کی مسافت برتھی۔مجد نبوی کا تو اس وقت نام ونشان بھی نہیں تھا۔مزید برآں اس سورت (بنی اسرائیل) کا تمام مضمون کمی سورتوں جیسا ہے اور ييسورت كى ہے۔اس وقت تك نبى مَنْ الله الله على من الله على الله تعالى كابيفرمان: ﴿ أَسُلاك بِعَبْدِهِ﴾ ''وه اینے بندے کو لے گیا۔'[©]فعل ماضی ہے، ینہیں فرمایا کہ''وہ لے جائے گا۔'' ہم کہتے ہیں کہ بیآ یت کریمہ معجز و معراج کے ایک جھے پر مشتل ہے جو مکہ مرمہ ہے مجداتصیٰ (دمثق) کی طرف رات کے ایک جھے میں رونما ہوا۔

[©] بنتي إسر آءيل 1:17. ۞ بنتي إسر آءيل 1:17.

مشرکین مکہ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اس واقعے کا انکار بھی کیا۔ اور معراج کا دوسرا حصہ، لینی آسانی معراج،''سورۂ نجم'' میں واضح طور پر مذکور ہے۔ واقعہُ معراج سے انکار کرنا قرآن کریم سے انکار کرنا ہے، جو کہ کفر ہے۔

پرویزی اسلام میں صرف جار چیزیں حرام ہیں

یہ سے کر آن کریم میں کھانے کی چیزوں میں سے صرف اٹھی چار کی تخصیص کی گئی ہے۔
ہے لیکن اولا ہم الزامی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ ان چار کے علاوہ انسانوں اور حیوانات کا پیشاب اور گندگی، بعض جانور بشمول سانپ، بچھواور چھکلی وغیرہ اور خود انسان کا بدن بھی حرام ہیں۔ شاید پرویزی حضرات ان تمام چیزوں کو حلال مجھ کر استعال کرتے ہوں۔ ہم یہ بوسکتا ہے دنیا یہ بوسکتا ہے دنیا میں جوآ دم خورموجود ہیں، وہ بھی پرویز صاحب کے مُقلِّد ہوں۔

جبكة تحقیق طور پر ہم یہ كہتے ہیں كہ جس آیت میں ان مذكورہ چار چیزوں كا تذكرہ ہے

علیہ استامہ طلوع اسلام منگ 1952ء۔

اس میں تمام حرام کھانوں کا بیان مقصود نہیں بلکہ صرف بیہ مقصود ہے کہ یہ چار چیزیں بیان کی جائیں جو تمام ادبیان ساویہ میں بالا تفاق حرام ہیں۔ ان کے علاوہ ہر دین میں الگ الگ حرام چیزیں یقیناً موجود ہیں لیکن اختلاف ادبیان کی وجہ سے ان چیزوں کو مطلق حرام نہیں کہا جاتا، البتہ نہ کورہ بالا چار چیزوں کے علاوہ بھی بعض دیگر اشیاء اللہ تعالی نے نبی سُلُھُم کی وساطت سے حرام شہرائی ہیں جو درج ذبی آیت میں اجمالی طور پر نہ کور ہیں۔

﴿ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَيِثَ

''اور وہ (نبی تَالَیْمُ اِن اِلک چیزوں کوان کے لیے حرام تھرائے گا۔'' اُن کے خیروں کو صحیح احادیث میں جن چیزوں کو صحیح احادیث میں اس اجمال کی تفصیل موجود ہے۔ صحیح احادیث میں جن چیزوں کو کھانے ہے منع کیا گیا ہے اگر عقل سلیم ہے ان کا جائزہ لیا جائے اور ڈاکٹروں ہے بھی ان کے متعلق پوچھا جائے تو وہ بتا کیں گے کہ ان اشیاء میں فلاں فلاں خبائث اور معزات موجود ہیں، یعنی نبی تنافی نے احادیث میں جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، عقل سلیم بھی ان کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے تو عقل کے اندھے پرویزی الی احادیث کا کیوں کرا نکار کرتے ہیں جو عقل کے مین مطابق ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا عناد صرف احادیث کے ساتھ ہے، خواہ وہ عقل کے موافق ہوں یا نہ ہوں۔

ارکانِ اسلام کی غلط تاویلات اورمسخر ہ پن

[﴿] الأعراف 7:157.

نماز کے متعلق پرویزی خیالات

سورہ نور کی تفسیر میں لکھتے ہیں:''اس سے داضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اجتماعاتِ صلاۃ کے لیے کم از کم دواوقات متعین تھے (فجر وعشاء) تب ہی تو قرآن کریم نے ان کا ذکر نام لے کر کیا ہے۔''[©]

مزیدلکھا ہے:''اگر جانشینِ رسول (قرآنی حکومت) نماز کی کسی جزئی شکل میں جس کا تغین قرآن نے نہیں کیا، اپنے زمانے کے کسی تقاضے کے تحت کچھ ردو بدل ناگزیر سمجھے تو وہ ایسا کرنے کی اصولاً مجاز ہوگی۔''[®]

اس کے جواب میں فرمان اللی ملاحظہ فرمائیں۔ارشاد ہوا:

﴿ حٰفِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلَوٰةِ الْوُسُطْي ﴾

''نمازوں کی حفاظت اور پابندی کروخصوصًا درمیانی نماز کی۔''[®]

 وجہ سے اس آیت کا اطلاق پانچ سے کم نمازوں پرنہیں ہوتا۔ اس موضوع پر پہلے بحث گزر چکی ہے۔ [©]

ای طرح اس آیت

اَقِيمِ الصَّالُوةَ لِلُ أُولِكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ الَّذِلِ السَّمْسِ إِلَى غَسَقِ الَّذِلِ الْ

''سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نمازیں پڑھا کرو۔''[®]

کی تشریح بھی گزر چکی ہے۔ کیا ﴿ لِدُ لُؤكِ الشَّمْسِ ﴾ اور ﴿ عَسَقِ الْدُلِ ﴾ نماز فجراور نماز عشاء كوكها جا سكتا ہے؟ ہر گزنہیں! كيونكه دلوك كامعنى ''زوال ' ہے یا ''غروب'' زوال معنى کیا جائے تو معنی کیا جائے تو اس میں نماز مغرب شامل ہوں گی اور اگر غروب معنی کیا جائے تو اس میں نماز مغرب شامل ہوگی۔

ببرصورت صَلَاة كوصرف دواوقات كے ساتھ خاص كرنا اور بيعقيده ركھنا كه صرف دو نمازيں (فجر اورعشاء) فرض ہيں ، بيان كى جانب سے كفر كا اختلاط ہے كيونكه ايك آيت مانا اور دوسرى آيات سے انكار كرنا ﴿ اَفَتُوْمِينُونَ بِبَعْضِ الْكِتْبِ وَتَكَفَّرُونَ بِبَعْضٍ ﴾ كا لازم مصداق بنما ہے۔

ای طرح نماز کا طریقہ بھی صرف اور صرف رسول الله طُالِیْم سے منقول ہے اس طریقے میں کسی جانشین رسول کو بھی ردو بدل کرنے کا اختیار دینا اجرائے رسالت کا دروازہ کھولنا ہے۔عبادات میں ردو بدل مستقل تشریعی کام ہے اور تشریعی کام الله تعالی کی اجازت سے صرف رسول الله طُالِیم کے ذمے ہوتے ہیں، کسی غیر رسول کو تشریعی اختیار دیناعین شرک ہے۔الله تعالی نے فرمایا:

﴿ اَمْرِ لَهُمْ شُرَّكُواْ شَرَعُواْ لَهُمْ صِّنَ الدِّينِينَ مَا لَمْ يَأْذَنَّ بِهِ اللَّهُ ﴾

'' کیا ان کے پچھشریک ہیں جضوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ نکالا ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے تکم نہیں دیا۔''[®]

اور بیا جرائے رسالت کا فاسد نظریہ در حقیقت مرزا غلام احمد کی موافقت اور تقلید کا اثر ہے پرویز لکھتا ہے:

'' سجدہ سے مراد ہی قانون خداوندی کی اطاعت ہے، یعنی سجدہ پر غیرخداوندی قانون کی اطاعت سے انکار، رکوع کے معنی قانون خداوندی کی عملی تصدیق اور اس کے سامنے جھک جانا ہے۔''[©]

اگر سجدہ اور رکوع کا یہی معنی ہے تو پھر ﴿ اَطِیْعُوا اللّٰهِ ﴾ کا کیا معنی ہے؟ جس کا ذکر بار بار قرآن کریم میں موجود ہے۔ زمین پر ایک خاص ہیئت کے ساتھ پیشانی اور ناک رکھ کر سجدہ کرنا اطاعت الٰہی ہے اور رکوع میں گردن اور کمر خاص ہیئت میں جھکانا اطاعت الٰہی ہے لیکن اس کے برعکس بیمراد لینا بالکل غلط اور باطل ہے کہ زمین پر پیشانی رکھے اور کمر جھکائے بغیرصرف قانونِ الٰہی کی اطاعت ہی سجدہ اور رکوع ہے، یعنی کسی انسان نے صبح کے وقت اور عشاء کے وقت اطاعت بالہی کی تو پرویز کی اسلام کے مطابق اس شخص کی نماز ہوگئ، حالانکہ سجدہ اور رکوع کا یہ معنی لغت میں ہے نہ شرع میں۔ پرویز یول سے کوئی بیاتو پوچھے کہ آپ کے نزد یک میاطاعت قانونِ خداوندی ہے کیا چیز؟

ز کا ق کے متعلق پرویزی خیالات

الشورى 21:42. ﴿ سليم كَ نَام قط، ص : 210,209.

متعین کرتی رہے۔ قرونِ اولی میں اگر خلافتِ راشدہ نے اپنے زمانے کی ضرورت کے مطابق اڑھائی فی صد مناسب سمجھا تھاتو اس وقت یہی شرح شری تھی۔ اگر آج کوئی اسلامی حکومت کہے کہ اس کی ضروریات کا تقاضا ہیں فی صد ہے تو یہی ہیں فی صد شرع شرح قراریائے گی۔'' ®

ایک شخص کے جواب میں لکھا ہے:'' زکا ۃ کے متعلق قر آن میں حکومت کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں سے زکا ۃ وصول کرے فرمایا:

﴿خُنُ مِنْ آمُوالِهِمْ صَلَاقَةً ﴾

اس لیے زکا ۃ اس نیکس کے سوا اور کچھ نہیں جو اسلامی حکومت مسلمانوں پر عائد کرے۔ اس نیکس کی کوئی شرح متعین نہیں کی گئی، اس لیے کہ شرح زکاۃ کا انتھار ضرویات ملی پر ہے حتیٰ کہ ہنگامی صورتوں میں وہ سب کچھ لے سکتی ہے جو کسی کی ضرورت سے زائد ہو۔

﴿ وَيَسْتَكُونَكَ مَا ذَا يُنْفِقُونَ أَهُ قُلِ الْعَفْوَ ﴿ اللَّهِ اللَّهِ الْعَفْوَ اللَّهِ اللَّهِ

لبندا جب كسى جگه اسلامي حكومت نه موتو زكاة بھى باقى نېيى رہتى _ ®

پرویز صاحب کاس کلام سے چند باتیں سامنے آتی ہیں:

﴿ " قرآن نے زکاۃ کی شرح متعین نہیں کی۔ " میں کہتا ہوں یہ غلط ہے، الله تعالیٰ فضر مایا:

﴿ وَمَا الْنَكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُونًا ﴾

''اور جو کچھتھیں اللہ کے رسول دیں وہ لے لو۔''®

الله عليم ك نام خطاء ص: 82-83. التوبة 103:9 البقرة 2: 219. (ق) قرآ في فيطيم، ص: 35. (ق) الحشر و7: 55.

﴿ ''خلافتِ راشدہ نے زمانہ کی ضروت کے مطابق زکاۃ کی مقدار (اڑھائی فی صد) متعین کی تھی۔'' اس کا جواب یہ ہے کہ کیا خلفائے راشدین نے نبی مُلَّاتِیْا کی مقرر کردہ مقدار سے انحراف کر کے اپنی طرف سے کوئی مقدار متعین کی تھی؟ ہر گرنہیں! انھوں نے بعینہ وہی مقداریں مقرر کی تھیں جو صحیح مرفوع احادیث میں مذکور تھیں۔ انھوں نے ان مقداروں میں کوئی رد و بدل نہیں کیا تو پھران کے بعد کسی شخص کو ان مقداروں میں رد و بدل نہیں کیا تو پھران کے بعد کسی شخص کو ان مقداروں میں رد و بدل کرنے کا اختیار دینا خلافت راشدہ کے طریق سے انحراف ہوگا اور یہ انحراف قطعًا ملم ہوگا۔

﴿ ''اگر آج کوئی اسلامی حکومت کیے کہ اس کی ضرورت کا تقاضا بیں فی صدیہ تو بیس فی صدیم رہ بی شرح ہی شرعی زکاۃ ہوگی۔'' پرویز صاحب کے اس فاسد نظریے کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی حکومت کو نبی مُنافِیْم اور خلفائے راشدین کا طریقہ بدلنے کا اختیار حاصل ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ نبی مُنافِیْم کے بعد کوئی دوسرا شارع بن سکتا ہے اور وہ تب ہی شارع بن سکتا ہے دور منصب رسالت پر فائز ہو، لہذا پرویز صاحب نے رسالت کا دروازہ کھول دیا اور یہی مرزائیت ہے۔

﴿ ''زکاۃ کی وصولی کے لیے اسلامی حکومت لازمی ہے۔'' بہت می وجوہات کی بنا پر بیہ نظریہ بھی باطل ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ مکی سورتوں (مومنون، ذاریات اور معارج) میں نظریہ بھی باطل ہے۔ پہلی وجہ یہ نکاۃادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے تو کیا مکہ میں اسلامی حکومت موجود تھی؟ دوسری وجہ یہ ہے کہاللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ فِي آمُوالِهِمْ حَتُّ مَّعْلُومٌ ۞ لِّلسَّا بِلِ وَ الْمَحْرُومِ ۞

^{&#}x27;'اوریہ وہ لوگ ہیں جن کے مالول میں سائلین اور محروم لوگوں کے لیے متعین حق ہے۔''[®] ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

المعارج 24:70.

اس آیت میں ﴿ حَقُّ مَعْدُومُ ﴾ کا لفظ استعال کیا گیا ہے۔ قرآنی اصطلاح میں معلوم وہی چیز ہے جس کا علم وی کے ذریعے سے وہی مقداریں طے شدہ ہیں جو نبی سُلِیْنِ کی احادیث میں موجود ہیں۔ اگر کوئی حکومت ان مقداروں میں تبدیلی کرتی ہے تو وہ ﴿ حَقُّ مَعْدُومُ ﴾ کو بدلتی ہے جو قرآن کریم کی صرح مخالفت ہے۔

🤄 ''اسلامی حکومت ضرورت کے تحت سب کچھ لے سکتی ہے۔''

یہ نظریہ قرآن کی ان آیات سے متصادم ہے جن میں لفظ ﴿مِنْ ﴿ استعال کیا گیا ہے۔ اور ﴿مِنْ ﴿ تَعِیضَ مَال خَرجَ کَرنا، لِمِنْ ﴿ الْعِیْ اللّٰ اللّٰ

﴿ وَمِتَّا رَزَقُتْهُمْ يُنُفِقُونَ ۞

"اور جوہم نے انھیں رزق دیا ہے وہ اس میں سے پھوخرج کرتے ہیں۔"
اور ﴿ الْعَفُو ﴿ کا یہ مطلب نہیں کہ کل مال خرج کر دیا جائے یا سارا مال صدقے میں
لے لیا جائے کیونکہ اس لفظ کے معنی ہیں: ' زائداز ضرورت' یعنی اضافی ، تو یہ لفظ کہ ' فضرورت سے زیادہ ہو' اس ضرورت سے زائد مال کی مقدار کے تعین کے لیے پرویز صاحب کے پاس کیا ولیل ہے؟ اور اگر استدلال میں لفظ مِنْ پیش کیا جائے تو ضرورت اور جعیض سے مراد وہ مقدار ہے جو شریعت نے مقرر کی ہے کیونکہ انسانوں کی ضروریات میں لازی طور پرفرق ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میرے پاس میری ضرورت سے زائد کی طور پرفرق ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میرے پاس میری ضرورت سے زائد کے جو شریعت نے دیا دہ خور نیادہ نے مراد وہ زیادہ ہے شریعت نے ذیادہ کیا کہا جائے گا؟ ''لیس ضرورت سے زیادہ'' سے مراد وہ زیادہ ہے شریعت نے زیادہ کہا، یعنی مقررہ نصاب سے زیادہ خرج کرنا۔

① البقرة 2:3.

روزه، جج اور قربانی کے متعلق پرویزی عقیدہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

انفراوی ملکیت ہے انکار اور پرویزی دلائل

[1] ﴿ قُلِ الْعَفْو ﴾ '' كهه و يجي كه جو زائد از ضرورت ہے۔' اس دليل كا جواب پہلے ديا جاچكا ہے، اس كے علاوہ بيآيت ذاتى ملكيت كے اثبات ميں دليل ہے كيونكه ذبن ميں بيہ سوال اٹھتا ہے كه جو چيزيں اس شخص كى ضروريات پورى كرنے كے ليے ہيں كيا وہ اس شخص كى ذاتى ملكيت نہ ہوں گى؟ كيوں نہيں! ضرور ہوں گى۔

﴿ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمُ عَلَى بَعْضِ فِى الرِّرْقِ عَ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوا بِرَادِّى رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ اَيْمَا نُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاءٌ ﴿ ﴾

'' اور اللہ نے روزی کے معاملے میں بعض کو بعض پر فضیلت و بے رکھی ہے، پس وہ لوگ جن کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنی روزی انھیں نہیں ویتے جو ان کے غلام ہیں کہ وہ اس (روزی) میں برابر ہو جائیں۔''[®]

رویز صاحب نے اس کے ترجے میں تحریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

'' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رزق سے مراد اکتسانی استعداد ہے جس کی وجہ سے ماحصل میں فرق ہوتا ہے، پھر یہ معاشی فضیلت حاصل کرنے والے کم استعداد والوں کواپٹی زائد پیداوار نہیں لوٹاتے کیونکہ یہ لوگ معاشرہ کی برابری کے منکر ہیں۔''[©]

🛈 النحل 71:16. 🏖 قانون ربوبيت، ص: 139.

المُخُذُمِنُ آمُوالِهِمُ صَلَاقَةً

''ان کے مال میں سے صدقہ لے لیں۔''[®] پنہیں فرمایا کہ ان کا سارا مال لے لیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس آیت کا جومفہوم پرویز صاحب نے لیا ہے وہ تو سراسر تحریف ہے۔ آیت کے سیاق وسباق کا بغور مطالعہ کریں، اللہ تعالیٰ مشرکین کی تر دید کرتے ہوئے فرما تا ہے کہ انسانی فطرت کے لحاظ سے مالک اپنے ملازم کو اپنے ساتھ سرمایہ داری میں بنافظی میں برابر کا شریک نہیں کرتا اور ایسا کرنا ممکن بھی نہیں کیونکہ پھر مالک اور ملازم میں لفظی فرق بھی بے مقصد ہوگا۔ جب مالک اور ملازم ایک کاروبار میں برابر شریک نہیں ہو کتے تو یہ مشرک کس طرح عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو اتنی قدرت اور افتیار دے رکھا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی قدرت مستقلہ کی صفت میں شریک ہو جا کمیں اور وہ مخلوق کی حاجت روائی کریں۔ اگر آیت میں پرویزی خیال کے مطابق جا کمیں اور وہ مخلوق کی حاجت روائی کریں۔ اگر آیت میں پرویزی خیال کے مطابق مساوات قائم کرنا مراد ہوتو پھر مشرک لوگ کیوں کرقابل خدمت قرار پا کمیں گے؟

حاصل کلام یہ ہے کہ جس آیت میں شرک کی تر دید مقصود ہوتی ہے تو پرویز صاحب اس آیت سے شرک کا درست ہونا ثابت کرتے ہیں۔

تیسری بات ہے کہ پرویز صاحب کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے رسول الله طَالِیْمْ کی ذاتی ملکیت کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ حدیث میں وارد ہے:

[🗓] الته به 103:9.

﴿إِنَّا لَا نُورَثُ نَحْنُ مَعْشَرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُورَثُ مَا تَرَكُنَا صَدَقَةٌ»

''ہم انبیاء کی جماعت نہ وارث بنتے ہیں نہ مورث بلکہ ہمارا متروک مال صدقہ ہے۔''[®]

تبصره: الله تعالى في قرآن كريم مين في مَاليَّا كي ذاتي مليت كا ذكر فرمايا ب:

﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَتَّمَا غَنِمُتُو مِّن ثَني إِنَّاكَ لِللَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ ﴾

"اور جان لو کہ جو چیز بطور غنیمت تمھارے ہاتھ آئے تو اس میں سے پانچواں حصد اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ "

نيز فرمايا:

﴿ مَا ٓ اَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ اَهْلِ الْقُرْى فَيِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ ﴿

''اوران دیبهات والول سے اللہ نے اپنے رسول کو جو دلوایا ہے تو وہ اللہ اور رسول کے لیے ہے'۔ ®

تو کیا ان دونوں آیوں میں ﴿ وَلِلزَّمُونِ ﴿ 'رسول کے لیے' سے رسول عُلَیْمُ کَ وَاتّی مَلَیت ثابت فابت ثابت ثابت ثابت ثابت کا ملکیت ثابت ہوئی اور حدیث میں ذاتی ملکیت کی نفی نہیں بلکہ وراثت کی نفی ہے اور یہ انبیاء ﷺ کی خصوصیت ہے کیونکہ امت کے لیے قرآن کریم میں آیات میراث موجود ہیں۔

اِسی طرح باغِ فدک، جو اہلِ سنت و اہلِ تشکیع، دونوں کے نزدیک مشہور ہے، وہ بھی

() بيرحديث الرح يحتيمين ميل موجود به ليكن وبال اس كه الفاظ مختفر بين اور پرويز صاحب كه الفاظ بيح مبيل مل سكه (ناصر) صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة خيبر، حديث: 4241، وصحيح مسلم، الجهاد، باب قول النبي النهاز (لانورث مسلم، الجهاد، باب قول النبي النهاز (لانورث و 1758. (الله المال 1758) المال 1758.

نی مُنَافِیْم کے زیر تصرف تھا۔ آپ مُنَافِیْم کی وفات کے بعد فاطمہ رہا نے اسے ور شہ سمجھتے ہوئے اس میں سے وراثت کا مطالبہ کیا تھا جبکہ ابو بکر دہا نی سے صدیث کے ذریعے سے نبی مُنَافِیْم کی خصوصیت بیان کی تھی کہ انبیاء میں اللہ جو تر کہ چھوڑیں وہ ورثاء کونہیں ملے گا بلکہ وہ صدقہ ہوگا۔

انفرادی ملکیت کے اثبات میں قرآنی دلاکل

۞ الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَهُوَ الَّذِيٰ جَعَلَكُمْ خَلَيْفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَغْضَكُمْ فَوْقَ بَغْضٍ دَرَجْتٍ لِيّنَبْلُوكُمْ فِي مَآ التّٰكُمُ ﴾

''الله وبی ہے جس نے شخصیں زمین میں جانشین بنایا اور تم میں سے بعض کو درجوں میں بعض پر فضیلت دی تاکہ جو کچھ شخصیں دیا ہے اس میں شخصیں آزمائے۔''[®]

اس آیت میں دو جملے ہیں پہلے جملے میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زمین پر بسایا اور ان کی معیشت کے لیے مختلف اسباب پیدا کیے۔ دوسرے جملے میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فہم و فراست اور مال وعزت کے لحاظ سے بعض انسانوں کو بعض پر فوقیت دی ہے اور کھر یہ چیزیں عطاکر کے اللہ تعالیٰ آخیس آزما تا ہے اور یہ آزمائش تب ہی ممکن ہے کہ یہ چیزیں انسان کی ملکیت ہوں۔

﴿ الله تعالى في فرمايا:

﴿ وَكُذَٰ اِكَ فَتَنَّا بَعُضَهُمْ بِبَغْضٍ لِّيَقُولُوۤا اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ اللهَ عَلَيْهِمْ مِّنَ اللهَ عَلَيْهِمْ مِّنَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنْ

[⊕] الأنعام £:165.

''اوراسی طرح ہم نے بعض انسانوں کے ذریعے بعض کوآ زمائش میں ڈال رکھا ہے تا کہ بیلوگ کہیں کہ کیا ان لوگوں کو اللہ نے ہمارے درمیان میں سے فضل و احسان کے لیے چن لیا ہے۔''[©]

اس آیت کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ کا فرلوگ مال دار سے جبکہ صحابہ کرام میں سے اکثر مسکین تھے۔ کا فر کہنے لگے: یہ کیسے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان مسکینوں ہی پر (نعمت اسلام کا) احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آز مائش کی نسبت اپنی طرف فرمائی جو لفظ ﴿فَتَنَا﴾ ''ہم نے آز مائش کی' سے ظاہر ہے۔

﴿ الله تعالى في مايا:

﴿ وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَغْضٍ فِي الرِّرْقِ ﴿

''اور اللہ نے روزی کے معاملے میں بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے۔'[®] اس آیت کی تشریح چند صفحات پہلے گزر چکی ہے بلکہ آیت کے اندر ہی مالک اور مملوک کا تقابلی ذکر ہے، پس مملوک مالک کے لیے ایک ذاتی ملکیت ہے۔

﴿ الله تعالى نے فرمایا:

َضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنَ اَنْفُسِكُمْ طَهَلُ لَكُمْ مِّنْ مَّامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِي مَا رَذَقْنَكُمْ

"اس (الله تعالى) نے تمھارے لیے (توحیدی) ایک مثال تمھی میں سے بیان کی ہے کہ کیا جن (غلاموں) کے تم مالک ہوان میں سے کوئی ہے جواس روزی میں جو ہم نے تمھیں دے رکھی ہے تمھارے برابر کا شریک ہو۔"

اس آیت میں بھی مالک اور مملوک کا بطور مثال تقابل پیش کیا ہے تو مملوک وہ ہے جو

الأنعام 3:53. (2) النحل 71:16. (3) الروم 28:30.

مالک (مولیٰ) کی ذاتی ملکیت ہو۔

﴿ الله تعالى نے فرمایا:

﴿ اَهُمْ يَقْسِبُونَ رَحْتَ رَبِّكَ 'نَحُنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيْوةِ النَّ نَيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًا ﴾ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًا ﴾

'' کیا وہ آپ کے رب کی رحمت کوتقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے ان کی روزی دنیا میں ان کے درمیان تقسیم کر رکھی ہے اور بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے تا کہ وہ ایک دوسرے سے کام لیتے رہیں۔''[®]

آیت کے شروع میں مشرکین کے اس زعم کا رد کیا ہے کہ وہ محمد مگا ﷺ کو نبوت ملنے پر اعتراض کرتے تھے کہ یہ مسکین شخص ہے، اس کے مقابلے میں طائف اور مکہ کے کسی مال دار شخص کو نبوت ملنی چاہیے تھی۔ اللہ تعالی نے جواب دیا کہ نبوت اللہ تعالی کی رحمت ہے اور اللہ تعالی اپنی رحمت خود تقسیم کرتا ہے کسی کو اس کی تقسیم کا اختیار نہیں دیتا۔ یہ تو نبوت ہے اللہ تعالی نے دنیوی وسائل و اسباب کی تقسیم اپنے ہاتھ میں رکھی ہے کہ اس نے اس میں اللہ تعالی نے دنیوی وسائل و اسباب کی تقسیم اپنے ہاتھ میں رکھی ہے کہ اس نے اس میں بھی بعض کو بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے اور اس فضیلت کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: مال دار لوگ مزدوروں سے خدمت لے سکیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو مال عطا فرما کر انھیں ذاتی ملکیت کا حق عطا فرمایا۔

﴿ الله تعالى نے فرمایا:

﴿ وَأَقَى الْمَالَ عَلَى حُيِّهِ ذَوِى الْقُرْبِي وَالْيَتْلَى وَالْمَسْكِينَ ﴾

''اور اس شخص نے اللہ کی محبت میں قریبی رشتہ داروں، بتیموں اور مسکینوں کو مال دیا۔''®

الله تعالی نے اس آیت میں اعمال خیر کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنے مال میں سے پچھ حصہ رشتہ داروں ، بتیموں اور مسکینوں کو دیتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ جوشف جو مال دیتا ہے وہ اس مال کا ذاتی مالک ہے۔ اگر وہ مال اس کی ذاتی ملکیت میں نہ ہوتو وہ کیسے خرچ کرسکتا ہے؟ اس سے بھی واضح ہوا کہ معاشرے میں الله کی تقسیم کے مطابق بعض لوگ مال دار ہوتے ہیں اور بعض مختاج۔

﴿ الله تعالىٰ نے فرمایا:

﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِينُقُوْنَهُ فِلْ يَتَّ طُعَامُ مِسْكِيْنٍ ﴾

''اورجواس کی طاقت رکیس کہ فدیہ دے سکیس تو ان کے ذمہ ایک مسکین کا کھانا کھانا کے نامہ ایک مسکین کا کھانا کھانا کے ان

اس سے معلوم ہوا کہ فدریہ دینے والا ذاتی ملکیت رکھتا ہے اور معاشرے میں مسکین بھی موجود ہے جوفد ریہ لینے کا مستحق ہے۔

الله تعالى نے فرمایا:

﴿ فَكُفَّارَتُكُ ۚ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسْكِينَ ﴾

''پس اس (قسم توڑنے) کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔''[©] معاشرے میں قسم اٹھائی جاتی ہے اور بعض اوقات قسم توڑنی پڑتی ہے تو قسم توڑنے کی صورت میں کفارہ مقرر کیا گیا ہے اور اس کی پہلی صورت دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ اگر کسی کی ذاتی ملکیت ہی نہ ہوتو کچھروہ اس کفارے کی ادائیگی کیسے کرےگا؟

﴿ الله تعالى في فرمايا:

﴿ فَمَنْ لَّهُمْ يَسْتَطِعُ فَإِطْعَامُ سِتِّينِينَ مِسْكِينَا ﴾

عبر المرابع عبر المرابع عبر المرابع عبر المرابع عبر المرابع عبر المرابع المرا

''پس جواس کی استطاعت نہ رکھے تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔'' اس آیت میں بھی ذاتی ملکیت کا ثبوت ملتا ہے۔ ملکیت ہوگی تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا یا جائے گا اور ظہار کا کفارہ ادا ہو سکے گا۔

قرآن کریم میں زکاۃ کا تھم دیا گیا ہے اور بدارکان اسلام میں سے ہے اگر چہ پرویزی اسلام میں اس کا نام حکومتی ٹیکس ہے۔ زکاۃ تبھی ادا ہوگی جب کوئی شخص کسی مال کاذاتی طور پر مالک ہوگا۔ اگر اسلام میں ذاتی ملکیت کا تصورنہ ہوتو پھر زکاۃ کا تھم عبث معلوم ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی تھم عبث نہیں۔ تاریخ اسلام میں فدکور ہے کہ ابوبکر ڈاٹھؤنے محکرین زکاۃ کے ساتھ جہاد کیا تھا۔

جَحِ بھی ارکان اسلام میں سے ہاس سے اٹکار کفر ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَيِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِبُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ﴿ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَلِيئِينَ ۞ ﴾

''اوراللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے لوگوں پر جج کرنا فرض ہے جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو شخص انکار کرد ہے تو اللہ تمام دنیا سے بے نیاز ہے۔'' استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ جج کا ارادہ رکھنے والے شخص کے پاس اتنا مال ہوجو اس کے زادِراہ اوراس کے اہل وعیال کے اخراجات کے لیے کافی ہوتو یہ تب ہی ممکن ہے جب وہ اس مال کا ذاتی طور پر مالک ہو۔ اگر ذاتی ملکیت کا تصور ختم ہوجائے تو پھر حج کا رکن ساقط ہوجائے گا کیونکہ کوئی شخص انفرادی طور پر اتنا مال نہیں رکھ سکے گا جو اس کے زاوراہ اورائل وعیال کے لیے کافی ہو۔

اسلام میں میراث کا معاملہ بوری طرح کار فرما ہے۔ مرنے والے کے وارثوں کے

 ⁽عمرن 87:3) المجادلة 4:58

لیے ورثے کے جصے مقرر ہیں۔ سورہ نساء (4 آیت 12,11 و 176) میں اس معاملے کی تفصیل آئی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان ذاتی طور پر ہر مال کا مالک ہوسکتا ہے تبھی تو اس کے مرنے کے بعد اس کا مال وارثوں میں تقسیم ہوگا، نیز بیجھی ثابت ہوا کہ انفرادی ملکیت میں نظریہ مساوات غلط ہے۔

ان دلاک سے ثابت ہوا کہ انفرادی اور ذاتی ملکیت سے انکار کرنا قرآن کریم اور ارکانِ اسلام کا ممل طور پر مدمقابل ارکانِ اسلام سے انکار کرنا ہے، لہذا پرویزی اسلام یقیناً نبوی اسلام کا ممل طور پر مدمقابل اور خالف ہے۔

احادیث کا انکار اوران ہے تمسخر

چونکہ بیمسئلہ پرویزیت کی بنیاد ہے اس بارے میں غلام احمد پرویز کی بے شارتلبیسات اور عبارات ہیں ہم ان میں سے بعض نقل کرنے پراکتفا کریں گے۔

[1] ککھا ہے: ''مسلمانوں کو قرآن سے دور رکھنے کے لیے جوسازش کی گئی ہے اس کی پہلی کڑی بیعقیدہ پیدا کرنا تھا کہ رسول اللہ کو اس وحی کے علاوہ جو قرآن میں محفوظ ہے ایک اور وحی بھی دی گئی تھی جو قرآن کے ساتھ بالکل قرآن کے ہم بلہ ہے۔ یہ دحی روایات میں اور وحی بھی دی گئی تھی جو قرآن کے ساتھ بالکل قرآن کے ہم بلہ ہے۔ یہ دحی روایات میں

ملتی ہے، اس لیے روایات عین دین ہیں۔ بیعقیدہ پیدا کیا گیا اوراس کے ساتھ روایات سازی کا سلسلہ شروع کردیا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے روایات کا ایک انبار جمع ہوگیا۔ اس طرح اس دین کے مقابل جو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا ایک اور دین مدون کر کے رکھ ویا اوراس

کوا تباع سنت رسول الله قرار دے کرامت کواس میں الجھا دیا۔''[®]

تبصرہ: اس سے پہلے ثابت کیا گیا ہے کہ وقی (غیر ملو) قرآن کریم کی آیات سے صراحت کے ساتھ ثابت ہے انکار کرنا

مقام حدیث: 1/121 از پرویز۔

ابلیسی سازش ہے اور یہ کہنا کہ روایات سازی کا سلسلہ شروع کیا گیا، پرویز صاحب نے اس اقتباس میں ساری احادیث کوموضوع قراردے دیا، حالانکہ انھوں نے خوداعتراف کیا ہے کہ وہ احادیث جوقر آن کے مطابق یاعقل کے موافق ہوں میں انھیں مانتا اور تسلیم کرتا ہوں۔ ایسی تضاد بیانی باطل پرستوں کا کام ہے اور ان کا یہ کہنا کہ وقی کے ذریعے سے ایک اور دین مدون کر کے رکھ دیا، یہ بھی ہرزہ سرائی ہے کیونکہ وقی غیر متلوقر آن کے مقابل نہیں بلکہ اس کی شرح اور تفصیل ہے، جبیبا کہ گذشتہ ابواب میں ثابت کیا گیا ہے۔ نامیس بلکہ اس کی شرح اور تفصیل ہے، جبیبا کہ گذشتہ ابواب میں ثابت کیا گیا ہے۔ ایک مزید لکھا ہے: '' بہر حال جھوٹ کہلی سازش کے تحت بولا گیا یا بعد میں ابلہانِ مسجد نے نئیک کاموں کے لیے اس جھوٹ کی جمایت کی، نتیجہ دونوں کا ایک ہے، یعنی یہ جھوٹ نیک کاموں کے لیے اس جھوٹ کی جمایت کی، نتیجہ دونوں کا ایک ہے، یعنی یہ جھوٹ

یں مسلمانوں کا مذہب بن گیا۔ وحی غیر مثلواس کا نام رکھ کراسے قرآن کے ساتھ قرآن کی مثل طہرایا گیا۔''[®]

پرویز صاحب نے اس اقتباس میں بیت صریح کی ہے کہ سلمانوں کا مذہب (حدیث) جھوٹ ہے۔ علمائے حدیث کو اہلہان معجد کا خطاب دے دیا۔ بیہ بات باعث شرم ہے کہ دین کے علم برداروں کو اہلہان کہا جائے اور دین کے مفسدین اور منکرین حدیث کو مصلحان۔ بیصاحب تو اس آیت کریمہ کا مصدات قرار پاتے ہیں:

﴿ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُغْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوْآ إِنَّهَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۞

''اور جب نھیں کہا جاتا ہے کہتم زمین میں فسادمت پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔''[®]

آ پرویز صاحب کی کتاب مقام حدیث پڑھیے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ احادیث کا کتا تمسخراڑ ایا گیا ہے۔ چندنمونے ملاحظہ فرما کیں:

١٤٠٤ عام حديث: 2/122. ١٤ البقرة 11:2.

''اور (احادیث) جو ملاکی غلط میکہی اور کوتاہ اندیثی سے ہمارے دین کا جزبن رہی ہے دیکھیے کہ آخی احادیث کی رو سے وہی جنت جس کے حصول کا قرآنی طریقہ پر مذکور ہے کتنے ستے داموں ہاتھ آجاتی ہے؟ لیجے اب روایات کی رو سے جنت کے مکٹ خرید بے ویکھیے کتنی سستی جارہی ہے۔''

"سب سے پہلے السلام علیم سیجے اور ہاتھ ملاسیے، جنت مل گئی۔"

ابو داود کی روایت میں ہے کہ حضور مُنَاتِیْمُ نے فرمایا:''کہ جب دومسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے اللہ تعالی انھیں بخش دیتا ہے۔''[®]

''اب متجد میں چلیے اور وضو سیجیے جنت حاضر ہے۔ مسلم کی حدیث ہے کہ وضو کرنے والے کے تمام گناہ پانی کے ساتھ ٹیکتے جاتے ہیں یہاں تک کہ پانی کا آخری قطرہ ہر عضو کے آخری گناہ کوساتھ لے کر ٹیکتا ہے۔'،®

کہے کس قدرستی رہی جنت! وضوکیا تو تمام گناہ اس کے پانی میں بہہ گئے اوراگر ساتھ دور کعتیں نفل پڑھ لیے تو خودرسول اللہ سکھیا ہے بھی آ گے آگے جنت میں پہنچ گئے۔

اس سے بھی آسان مسلم کی حدیث ہے کہ''جو شخص مؤذن کے جواب میں اذان کے الفاظ دہراتا ہے تو یہ جنت میں جائے گا۔'' جسے قانون کی اصطلاح میں جرم کہا جاتا ہے اسے فدہب کی زبان میں گناہ کہتے ہیں۔ جرم ایک مرتبہ کا بھی کم نہیں ہوتا لیکن ہا حادی مجرم کے لیے سوسائٹی میں کوئی جگہ ہی نہیں اس کے برعکس ملا کے فدہب نے جرائم کے لیے ایسا لائسنس دے رکھا ہے کہ جسج سے شام تک جرم پر جرم کیے جاؤلین ساتھ کے لیے ایسا لائسنس دے رکھا ہے کہ جو اکین ساتھ کے ایسا لائسنس دے رکھا ہے کہ جو جائیں گے۔ ترفدی کی حدیث ہے کہ چالیس

شن أبي داود الأدب باب في المصافحة حديث:5212. (أن صحيح مسلم الطهارة باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء حديث:244. (أن صحيح مسلم الصلاة باب استحباب القول مثل قول المؤذن حديث:385. (أن جامع الترمذي الصلاة ، باب ماجاء في فضل للا

دن تک تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنے والا دوزخ اور نفاق دونوں سے بری کردیا جاتا ہے۔ لیجے ایک چلہ پورا کر لیجے اور عمر بھر کے لیے جو جی میں آئے سیجیے، دوزخ میں آپ بھی نہیں جاسکتے۔

نبوی اسلام والو! ذرا دیکھو! نبی مَثَاثِیْنَ کی احادیث کا کیسے تسنحراڑایا گیا ہے۔ قرآن کریم کی درج ذیل آیات کا مطالعہ کریں۔

الله تعالى نے فرمایا:

﴿ ذَٰلِكَ جَزَآ وَهُمْ جَهَنَّهُ بِهَا كَفَرُوا وَالتَّخَذُ وَآلَيْقَ وَرُسُلِي هُدُوًا ۞ ﴿ ذَٰلِكَ جَزَآ وَهُمُ هُدُوا ۞ ﴿ ذَٰلِكَ جَزَآ وَهُمْ ان كَى سزا ہے كيونكه انھوں نے كفر كيا اور جمارى آيتوں اور رسولوں كا ذاق اڑايا۔ ' ﴿

ان دونوں آیات پرغور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پرویزی ان ارشادات ربانی کے مصداق ہیں۔ پہلی آیت میں رسول کا کام خوشخری سنانا اور عذاب سے ڈرانا بیان کیا

کے لیے ویکھیے ، مقام صدیث: 241. ﴿ اَن عَبَارات کے لیے ویکھیے ، مقام صدیث: 96/2-100.

② الكهف 56:18. ۞ الكهف 106:18.

گیاہے۔ پرویز صاحب نے جو احادیث بیان کی ہیں وہ سب خوشخبری کے زمرے میں آتی ہیں مگر انھوں نے ان احادیث کا استہزا کیا، ان کی باطل تاویلات کیں اوران کا تمشخر اڑایا ہے تا کہ یہ احادیث حق ثابت نہ ہوں۔

اس آیت میں ﴿ وَمَا أُنْنِ دُوْلِ ﴿ الْمَاتِ ﴾ الفاظ ﴿ الْمِتِی ﴾ العدآئے ہیں، لہذا یہ الفاظ الحادیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں کیونکہ ﴿ الْمِتِی ﴾ کامعنی ہے ' میری آیات' اور ﴿ وَمَا أُنْنِ دُوْلِ ﴾ کے معنی ہیں: ' جس کے ذریعے سے وہ ڈرائے گئے' اب میری آیات تو قرآن کریم ہوا اور جس چیز کے ذریعے سے وہ ڈرائے گئے، بقینی بات ہے کہ اس سے مراد احادیث ہیں، لہذا یہ لوگ قرآن اور حدیث کا متسخر اڑاتے ہیں۔ مزید برآل پرویز صاحب سے بھی بوچھا جاسکتا ہے کہ یہ احادیث قرآن یا عقل سے بھی متصادم نہیں جبکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ جو حدیث قرآن اور عقل سے متصادم نہ ہو وہ صحیح ہوتی ہے، پھر تو خو خبری والی یہ احادیث قرآن اور عقل سے متصادم نہ ہو وہ صحیح ہوتی ہے، پھر تو خو خبری والی یہ احادیث مطابق صحیح ہیں۔ قرآن کریم سے بھی یہی مفہوم واضح ہوتا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ إِنۡ تَجُتَنِبُوا كَبَآ إِرَ مَا تُنْهَوُنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰ تِكُمْ وَنُلُخِلُكُمْ مُّلُخَلًا كَرِيْمًا ﴾

''اگرتم ان بڑے بڑے گناہوں سے جن سے معصی منع کیاجا تا ہے باز رہوتو ہم ضرورتمھارے قصور (چھوٹے گناہ) معاف کردیں گے اور تمصیں ایک باعزت جگہ (جنت) میں داخل کریں گے۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَآءُ ﴿ ﴾

⁽آ) النسآء 4:31.

''بِ شک اللہ بیر (جرم) نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کوشریک تظہرایا جائے اوراس کے سواوہ جس کے گناہ جاہے گا بخش دے گا۔''[®] نیز فر مایا:

﴿ وَاقِيمِ الصَّلُوةَ طَرَفِي النَّهَادِ وَزُلَقًا صِّنَ الَّيْلِ ۚ إِنَّ الْحَسَنْتِ يُنْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ ﴾

''دن کے دونوں سروں اور رات کی گھڑیوں میں نماز پڑھا سیجیے۔ یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کردیتی ہیں۔'،®

الله تعالی نے بہلی آیت میں صغیرہ گناہوں کی بخشش کے لیے بمیرہ گناہوں سے اجتناب کی شرط قائم کی ہے، یعنی اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اگر کوئی شخص کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے گا تو میں اس کے صغیرہ گناہ معاف کردوں گا اور جنت میں داخل فر مادوں گا۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ شرک کے سوا میں جس کے حیابوں گناہ معاف کردوں گا جبکہ تیسری آیت میں فرمایا که نیک اعمال (نماز، وضواورمصافحه وغیره) گناہوں کا کفارہ ہیں۔ یرویز صاحب نے ان احادیث کو بطور استہزا پیش کیا ہے جن میں خوش خبری سنائی گئی ہے تو اُھیں جاہیے کہ (نعوذ باللہ) وہ متعلقہ آیات کریمہ کا بھی استہزا کریں کیونکہ جوخوش خری احادیث میں ہے وہی آیات میں ہے۔ان آیات اور احادیث کا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صحیح شرق ایمان اللہ تعالیٰ کو اتنا پیند ہے کہ وہ اس کی بدولت مجھی تو ویسے ہی گناہ معاف کردیتا ہے اور کبھی کسی ایک نیک عمل کے باعث گناہ معاف فرمادیتا ہے اور ستی جنت بھی عطا کردیتا ہے، البتہ جن لوگوں کے پاس صحیح شرعی ایمان نہیں، جیسے ر ویزی ہیں، ان کے لیے یہ بشارتیں سہل نہیں، لہذا وہ ستی جنت حاصل نہیں کر سکتے۔ 🛈 النسآء 4:116. ② هو د 11:114. اسی لیے وہ الیی نصوص کے ساتھ استہزا کرتے ہیں۔

ایک جگہ لکھتے ہیں:''لیکن دین میں جبت کے طور پروہ (حدیث) پیش نہیں کی جاسکتی اس (حدیث) کو دین بنالینے سے بڑا نقصان ہوا ہے کہ قرآن کریم جوسراسر زندگی ہے جاب میں آگیا ہے۔'' ®

پرویز صاحب کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ علی فیل مرتب کردہ جزیکات (احادیث)

دین، شریعت اور فدہب نہیں ہیں بلکہ قرآن کے لیے جاب ہیں اور پرویز کے نظریے کے مطابق ہر زمانے کے مسلمانوں کا اجتماعی نظام (امام وقت) جوقرآنی اصولوں کے مطابق جزئیات مرتب کرے، وہ شریعت اور واجب العمل ہے۔ پرویز کے اس نظریے سے یہ طابت ہوا کہ وہ لوگوں کو رسول اللہ علی تی قرآنی شرح سے بنظن کرتے ہیں اور دین طب سے خارج کرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ وہ بادشاہ وقت کی تشریح کو دین اور فدہب قرار دیتے ہیں۔ اس نظریے کے نتیج میں دین اسلام میں ہزاروں شریعتیں ہوں گی کیونکہ ہرزمانے کا بادشاہ (امام) نئی نئی تشریحات لائے گا۔

آیک جگه پرلکھتا ہے:''حدیث کا صحیح مقام دین تاریخ کا ہے، اس سے تاریخی فائد ہے حاصل کیے جاسکتے ہیں لیکن دین میں جست کے طور پڑئیں پیش کی جاسکتی۔''[®]

پرویز صاحب کا مطلب ہے کہ دینی احکام، مثلاً: نماز، روزہ، مج اور زکاۃ وغیرہ کے طریقے اور جزئیات حدیث ہے نہیں لیں گے بلکہ بادشاہِ وفت (مرکز ملت) بیکام کرے گا۔ کیا پرویز صاحب بتا نمیں گے کہ چودہ سوسال میں کسی (مسلمان) بادشاہِ وفت نے نماز پڑھنے کا کوئی الیا طریقہ رائح کیا (ہے)جو حدیثِ نبوی میں نہ ہو؟ حج کا کون سا وفت مقرّر کیا جو ذوالحجہ کے علاوہ ہو؟ وہ کسی ایک امام اور بادشاہ کا نام اور مثال نہیں پیش مقرّر کیا جو ذوالحجہ کے علاوہ ہو؟ وہ کسی ایک امام اور بادشاہ کا نام اور مثال نہیں پیش

^{...} ⑤ مقام حدیث : 168/1. ③ مقام حدیث : 168/2.

کر سکتے ، پھران کے نزدیک ، چودہ سوسال میں مسلمانوں نے جونمازیں پڑھیں اور حج ادا کیے بیسب کے سب بے دینی کے زمرے میں آئیں گے۔ اگر کوئی سوچے کہ دین پرویز صاحب کے پاس ہے تو ''ایں خیال است ومحال است وجنون۔''

। پرویز صاحب کے استاد حافظ محمد اسلم جیراج بوری کہتے ہیں: ''نه حدیث پر ہمارا ایمان ہے نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔'' ت

پرویز صاحب نے لکھاہے:

"احادیث نبی اکرم سالی کے اقوال واعمال کے مجموعے کا نام ہے۔" اس کلام میں احادیث بی اکرم سالی کے اقوال واعمال کے مجموعے کا نام ہے۔" ہمیں اس پر ایمان احادیث پر ایمان لانے سے صرح انکار ہے اور دلیل میں لکھا ہے " ہمیں اس پر ایمان لانے کا حکم نہیں ویا گیا۔" ق

🛽 پرویز صاحب نے لکھاہے:

''جہاں تک احادیث کا تعلق ہے ہم ہراس حدیث کو سی سی جو قرآن کریم کے مطابق ہویا جس سے حضور نبی اکرم عَلَیْم یا صحابہ کرام بھائیم کی سیرت داغ دارنہ ہوتی ہو۔''

طلوع اسلام، وسمبر 1950 ع، ص: 17. ﴿ مقام حديث: 44/1 ﴿ مقام حديث: 44/1 ﴾ ﴿ أَل عمرُن 3: 13. ﴿ وَاللَّهِ عَدُونَ 3: 13. ﴿ وَاللَّهِ عَدُونَ 3: 13. ﴿ وَاللَّهُ مَا اللَّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى الللّهُ عَلَى اللّهُ اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَّهُ عَلَى اللّهُ عَلَّ عَلَى اللّهُ عَلَمُ عَلَّا عَلَّا عَلَّهُ عَلَّهُ عَلَّ عَلَّا عَلَّ عَلَى اللّهُ

پرویز صاحب نے تھیج حدیث کے لیے بیرتین معیار قائم کیے ہیں اوران کے استاد عافظ اسلم نے مرویات ابو ہریرہ ڈاٹٹ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ان میں بہت می حدیثیں ایسی ہیں کہ ان پرعلم وعقل کی روسے گرفت کی گئی ہے یا کی جاسکتی ہے۔ اس لیے ہماراضمیر قبول نہیں کر سکتا کہ اس طرح کی روایتیں انھوں (نبی سَالِیْظِما الوہریرہ ڈالٹیُل نے بیان کی ہول گی۔''[©]

اس عبارت میں دو معیار مزید بیان کیے گئے ہیں،علم ادر عقل۔ پرویزی ان پانچ معیاروں کی وجہ ہے اکثر ذخیرۂ حدیث سے انکار کرتے ہیں۔

پرویزی معیارات پر تقیدی بحث

ا مطابقت قرآن: اگر مطابقت کا بید مطلب ہو کہ قرآن اور حدیث کے مضمون میں کوئی اختلاف نہ ہوتو پھر حدیث کی کیا ضرورت ہے کیونکہ قرآن ماننے ہی سے ضرورت پوری ہو جاتی ہے، نیز اگر مطابقت کا مطلب بیہ ہو کہ حدیث کا مضمون قرآن کے خلاف نہ ہوتو وہ حدیث سے جو بوگی اور یہ بات اس وقت معلوم ہوتی ہے، جب قرآن کا مفہوم معلوم ہواور مفہوم قرآن ائمہ مفسرین اور ائم کہ محد ثین کے اصول سے واضح ہوتا ہے جس میں کی صحیح مدیث کی تکذیب لازم نہیں آتی ۔لیکن طلوع اسلام کے طریقے پر مفہوم قرآن متعین نہیں ہوسکتا۔ وہ تو ہرآن بدلتا ہی رہتا ہے۔ اور اس طریقے پر تو کسی وقت کسی حدیث کو صحیح قرار دیا جائے گا اور کسی وقت نیم وقت نیم وقت نیم وقت نیم وقت کی حدیث کو صحیح قرار دیا جائے گا۔

مزید برآں اگر ایک حدیث بظاہر قرآن کے مخالف ہوتو اس سے بیدلاز منہیں آتا کہ اس کا انکار کیا جائے کیونکہ اس طرح کی گئی آیات الی ہیں جو بظاہر دوسری آیات سے

① مقام حدیث، ص: 82.

مختف نظر آتی ہیں تو اس صورت میں کیا فیصلہ کیا جائے؟ اگر آیات کو ترک کیا جائے تو بیہ یہودیوں کا طریقہ ہے کہ وہ آیات الہید میں تعارض پیدا کر کے رد کردیتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آیات کے درمیان تطبیق پیدا کی جائے یا ناسخ ومنسوخ کا فیصلہ کیا جائے، لہٰذا اگر کوئی حدیث بظاہر قر آن کے خلاف نظر آئے تو وہاں بھی اس طرح تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، جیسا کہ علاء، مفسرین اور محدثین کی کتابوں میں موجود ہے، مثلاً: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى ﴾

 $^{\circ}$ ' ہے شک آ پ مردوں کونہیں سنا سکتے۔'' $^{\odot}$

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ مرد نے نہیں سنتے جبکہ حدیث میں ہے کہ غزوہ بدر میں جو کفار قل کیے گئے تھے انھیں قلیب بدر (کنویں) میں ڈال دیا گیا تو نبی مناقظ نے ان سے کلام فرمایا اور آپ مناقظ نے کسی کے بوچھنے پریہ بھی فرمایا کہ یہ سنتے ہیں۔

ندکورہ آیت اور قلیب بدر کے متعلق حدیث میں بظاہر تضاد ہے۔ ان کے درمیان تطبق یوں پیدا کی جائے گی کہ آیت کا معنی عام ہے کہ مردے نہیں سنتے جبکہ قلیب بدر کے مقتولین کے سننے کو معجزے پرمحمول کیا جائے گا۔ اس طرح کئی اور مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ بعض اوقات کثرت معانی کے لحاظ سے ان میں تطبیق پیدا کی جاتی ہے، یعنی آیت میں اس لفظ کا ایک معنی اور حدیث میں اس لفظ کا دوسرامعنی مراد لیا جاتا ہے۔

النمل 80:27. (ق) صحيح البخاري، الجنائز، باب ماجاء في عذاب القبر، حديث:1370.
 وصحيح مسلم، الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء، حديث:932.

کرویتے ہیں۔

ت نبی مَنْ اللَّهُ کی سیرت پر داغ نه آئے: اس معیار کے متعلق ایک الزامی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر قرآن کی سیرت میں رسول الله مَنْ اللّٰهِ کا سیرت وشان پر بظاہر کوئی داغ آتا ہوتو کیا اس آیت سے اٹکار کردیا جائے گا۔ جیسا کہ الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿عَبُسَ وَتُوكُّى ﴿ أَنْ جَأْءَهُ الْاَعْلَى ٥

''اس (رسول) نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا، اس بات پر کہ ایک نابینا اس کے پاس آیا۔'،[©]

اب اس آیت میں آپ مُلَا اُلِمُ کے ایک اخلاقی رویے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک موقع پر فرمایا:

﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتُحَّا مُّبِينَا لَى لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاخَّرَ ﴾

" بم نے آپ کو فتح دی اور فتح بھی بالکل واضح، تا کہ اللہ آپ کی اگلی پچپلی تمام لغزشیں معاف کروے۔ "

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مُگالِیُمُ سے کوئی لغزش ہوئی جوسیرت وشان پر داغ تصور کی جاسکتی ہے۔اسی طرح فرمایا:

﴿ وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتُنْكَ لَقَلُ كِنْ اللَّهِ مَرْكُنُّ إِلَيْهِمْ شَيْعًا قَلِيلًا ۞

''اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ کرتے تو آپ کچھ نہ کچھ ضرور ان کی طرف مائل ہوجاتے۔''[®]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تثبیت نہ ہونے کی صورت میں آپ مُنافِیْظ کی

عبس 2,1:80. أن الفتح 2,1:48. أن بني إسرا على 74:17.

استنقامت میں کسی کمزوری کا پہلومعلوم ہوتا ہے۔

ان آیات کے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انھیں اس لیے رد کیا جاسکتا ہے کہ ان کی وجہ سے نی علی اُلی کی ذات و کردار پر کوئی داغ لگتا ہے؟ نہیں، ہر گرنہیں! بلکہ ائمہ مفسرین نے ان آیات کی ایس توجیہات کی ہیں جن کی وجہ سے آپ مکلی اُلی سیرت پر کسی قتم کے داغ کا شائبہ تک باقی نہیں رہ جاتا۔ احادیث کے متعلق بھی ایسا ہی معاملہ ہے۔ بالفرض کسی حدیث میں نبی طالی کی سیرت پر حرف آن کا شبہ پیدا ہوا تو محد ثین نے حدیث کی ایسا تو جین رسول کا شبہ قرآن ایسی تو جید کی جس کی وجہ سے وہ شبہ کیسر زائل ہوگیا، الہذا جب تو جین رسول کا شبہ قرآن کی صحت کے لیے وہ شبہ کیوں کر معیار بین سکتا ہے؟

آ صحابۂ کرام کی سیرت پر داغ لگنا: یہاں بھی وہی کلام ہے جو پہلے معیاروں کے متعلق گزر چکا ہے۔ قرآن کریم میں الی آیات ہیں جن میں صحابۂ کرام اوراز واج مطہرات کی بعض کمزوریوں کی طرف اشارے ملتے ہیں، مثلاً:الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ تَتُونُبَّ إِلَى اللَّهِ فَقَدُ صَغَتْ قُدُوبُكُمَّا ﴾

''اگرتم دونوں تو بہ کرلو (تو تمھارے لیے بہتر ہے) کیونکہ یقیناً تمھارے دل مائل ہو چکے ہیں۔''[©]

نيز فرمايا:

﴿ يَاكِنُهَا النَّبِيُّ قُلْ لِإِزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدُنَ الْحَيْوَةَ النَّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَيِّعُكُنَّ وَأُسَرِّحُكُنَّ سَرَاحًا جَبِيلًا ۞

"اپنی از واج مطہرات سے فرماد یجیے کہ اگرتم ونیا کی زندگی اوراس کے

التحريم 4:66.

ساز وسامان کی طلب گار ہوتو آؤ میں شمھیں ساز و سامان دوں اور خوش اسلوبی ہے شمھیں رخصت کر دوں۔'،'[©]

نيز فرمايا:

﴿ حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعُتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنَ بَعْدِ مَا اَرْسُكُمْ مَّا تُحِبُّونَ ﴾ تُحِبُّونَ ﴾

''یہاں تک کہتم نے خود ہی ہمت ہاردی اور تم معاملے میں جھکڑنے گے اور نافر مانی کی اس کے بعد کہ اللہ تعالی نے سمصیں دکھایا جو کہتم چاہتے تھے۔' ® نیز فر مایا:

﴿ عَلِمَ اللهُ ٱللَّهُ أَنَّكُمُ كُنْتُمُ تَخْتَانُونَ ٱنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَاعَنْكُمْ

''الله کومعلوم ہے کہتم خود اپنی ذات کے ساتھ خیانت کیا کرتے تھے، لہذا اس نےتمھاری طرف توجہ کی اور تنہیں معاف کردیا۔'،®

﴿ وَإِذَا رَآوُا تِجَارَةً أَوْ لَهُوَّا انْفَضُّوٓا لِلَّهُمَا وَتَرَكُوكَ قَالِمًا ﴾

''اور جب انھوں نے تجارت یا کھیل تماشا دیکھا تو وہ اس کی طرف بھاگ گئے اور آپ کو کھڑا چھوڑ گئے۔''[®]

کیا ان آیات میں صحابہ کرام اوراز واج مطہرات کو ان کی کوتا ہیوں اور غلط روش پر تنبیس، کی گئ تو کیا پھر پرویزی معیار کے مطابق ان آیات کو چھوڑ دیا جائے؟ نہیں، ہرگز نہیں! اوران کی تاویل کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ صحابۂ کرام معصوم نہیں تھے۔ انھی آیات میں ان کی تو بہ کی قبولیت کا شرف بھی ذکور ہے، چٹانچہ اس طرح اگر کوئی حدیث ایسی ہوجس میں کسی صحابی کی کوئی کمزوری ذکور ہوتو ہم اس حدیث کو کیوں چھوڑ دیں؟

① الأحزاب 28:33. ② أل عمر ن 1523. ③ البقرة 187:2. ④ الجمعة 11:62.

مندرجہ بالا گفتگو سے معلوم ہوا کہ صحت ِ حدیث کے لیے بیہ تینوں معیار مقرر کرنا سراسر نلمیس ہے۔

﴿ حدیث علم کے خلاف نہ ہو: اس علم سے کیا مراد ہے؟ اگر انسان کا اپنا علم ہوتو اس نے بیعلم کہاں سے حاصل کیا ہے اور اس کی دلیل کیا ہے؟ بسا اوقات انسان اپنے آپ کو عالم سجھتا ہے، حالانکہ وہ جابل ہوتا ہے۔ ایسے ہی ' عالموں' کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَلَهَا جَاءَهُمُ دَسُولٌ مِّنْ عِنْ اللهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمُ نَبُنَ فَرِيْقٌ مِّنَ اللهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمُ نَبُنَ فَرِيْقٌ مِّنَ اللهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمُ لَبُنَ فَرِيْقٌ مِّنَ اللهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمُ لَبُنَ فَرِيْقٌ مِّنَ اللهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمُ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ اللهِ وَرَاءَ طُهُورِهِمُ كَانَهُونَ ﴿ كَانَهُمُ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ اللهِ وَرَاءَ طُهُورِهِمُ كَانَهُونَ لا يَعْلَمُونَ ﴾

"اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک رسول آیا جو ان کتابوں کی جو پہلے سے ان کے پاس تھیں تقدیق کرتا ہے تو ان میں سے ایک گروہ نے جنھیں کتاب دی گئی تھی اللہ کی کتاب کو اس طرح پس پشت ڈال دیا گویا کہ وہ جانے ہی نہیں۔"

ہی نہیں۔"

نيز فرمايا:

﴿ اَلاَ إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لاَّ يَعْلَمُونَ ۞

''یا در کھو وہ خود ہی بے وقوف ہیں کیکن وہ نہیں جانتے۔''®

یعنی ایسے لوگ جاہلِ مرکب ہیں،لہذا ان کاعلم کسی طرح بھی قبولیت حدیث کے لیے معیار نہیں بن سکتا۔

اگر علم سے مرادعلمِ مشاہدہ ہوتو مطلب یہ ہے کہ جو حدیث مشاہدے کے خلاف ہو اے منکرینِ حدیث نہیں مانتے تو پھراس طرح انبیاء پیٹھ کے معجزات بلکہ جدید سائنسی علوم بھی مشاہدات کے خلاف ہیں تو پھر کیا وہ بھی نہیں مانیں گے؟ اگر مانتے ہیں تو یہ لوگ ان

🕏 البقرة 2:101. 😩 البقرة 2:13.

کی عجیب سی تاویلات کرتے ہیں جوعلم وعقل کے خلاف ہوتی ہیں، لہذاعلم مشاہدہ کے ذریعے سے احادیث سے کیوں کرا نکار کرسکتے ہیں؟

🛐 حدیث عقل کے خلاف نہ ہو: آیات یا احادیث کوعقل کی میزان میں جانچنے کے موضوع پر آٹھویں باب میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ یہاں قارئین کو بیہ بتانامقصود ہے کہ مفسرین و محدثین عقل کے استعال کے منکر نہیں۔عقل کے استعال کے متعلق بہت می آیات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں لیکن محدثین کے استعمال عقل اور منکرین حدیث کے استعمال عقل میں زمین آسان کا فرق ہے۔محدثین کرام عقل کو وحی کے تابع رکھ کر استعال کرتے ہیں ۔ وہ آیات وا حاویث کو پڑھنے اوران کی انتاع کے بعد عقل اور تفکر و تدبر سے بھی کام ليت بيں _جبَه منكرين حديث عقل كو وحى كا تا بعنہيں بلكہ وہ عقل كوحق و باطل اورحسن و فتح کے فرق کے لیے آخری معیار سمجھتے ہیں۔معتزلہ کے تمام فرقوں کا یمی طریقۂ کارتھا۔

''طلوع اسلام کامسئلہ شق'' میں پرویز صاحب نے بھی پینضریج کی ہے:

'' تہاعقل انسانی زندگی کے مسائل کاحل دریافت نہیں کرسکتی، اسے اپنی رہنمائی کے لیے وجی کی اس طرح ضرورت ہے جس طرح آئھ کوسورج کی روشنی کی ضرورت ہے۔'' کیکن اس کے باوجودعملی طور پر پرویز صاحب اینے اس قول کے یابندنہیں ہیں، بہت سی سیح احادیث کو این عقل کی میزان سے جھٹلاتے ہیں۔ انھوں نے وحی میں عقل کی مداخلت ثابت کرنے کے لیے برعم خولیش قرآن سے ایک ولیل پیش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاتَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوا بِأَلِتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۞ ''اور وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے آیات خداوندی بھی پیش کی جائیں تو ان پر بھی بہرے اور اندھے بن کر نہیں گرتے بلکہ عقل وفکر سے کام لے کر قبول و

افتیار کرتے ہیں۔ (بیزجمہ پرویز صاحب کا ہے) $^{\oplus}$

پرویز صاحب نے ﴿ ذُکِرُوْا ﴾ کا ترجمہ کیا ہے'' پیش کی جائیں'' حالانکہ اس کا ترجمہ ہے''جب انھیں ان کے رب کی آیات کے ذریعے سے نصیحت کی جاتی ہے۔' اور آیت میں ﴿ لَمُهُ يَخِرُولُ ﴾ محاورہ کے معنی میں استعال ہوا ہے، یعنی جب انھیں ان کے رب کی آیات کے ذریعے سے سمجھایا جاتا ہے تو بہیں ہے کہ دہ ان سے متاثر نہیں ہوتے یا وہ ان پرعمل نہیں کرتے بیل۔ اس کا معنی ان پرعمل نہیں کرتے بیں۔ اس کا معنی ہرگز بینیں ہے کہ وہ اس نصیحت کو عقل کی کموٹی پر پیش کرتے ہیں اگر عقل کے موافق ہوئی تو اسے قبول کرلیا اور اگر اس کے موافق نہ ہوئی تو اسے رد کردیا۔ بیطر نے فکر وکل تو کافروں کا ہے۔ مسلمانوں کو تو نصوص شرعی کے مقابلے میں عقل استعال کرنے سے روکا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمانا:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنِ وَلا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُولُهُ آمُرًا اَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ الله وَرَسُولَهُ فَقَلْ ضَلَّ ضَلَلًا شَّبِيْنَا ۞

''کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لیے جائز نہیں کہ جب اللہ اوراس کے رسول کسی بات کا فیصلہ کرویں تو انھیں ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو اللہ اوراس کے رسول کی نافر مانی کرے گا تو وہ کھلی گمراہی میں ہے۔'' ©

اس آیت میں ایسے لوگوں کا رو ہے جو قر آن وحدیث کی نصوص کے مقابلے میں اپنی رائے اور عقل استعال کرتے ہیں۔ اِس فکر سے بدعات شروع ہوتی ہیں اوراس کے حامل افراد سراسر گمراہ ہیں۔

یہاں تک ہم نے پرویزی اسلام کے بیس عقائد بیان کیے ہیں جو ان کے مکتوبات

[·] (أ) الفرقان 73:25. (أ) الأحزاب 36:36.

سے لیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت می ایسی جزئیات ہیں جن میں قربانی سے انکار، عذاب قبر سے انکار، تعدد از واج سے انکار اور رجم سے انکار وغیرہ شامل ہیں، حالانکہ ان تمام امور کے اثبات کے متعلق قرآن وسنت کی نصوص موجود ہیں اور چودہ سو سال سے امت کے نزدیک مسلم ہیں۔

مندرجہ بالا تمام عقائد ونظریات میں آپ نے نبوی اسلام اور پرویزی اسلام میں واضح فرق محسوں کیا ہوگا۔ اللہ تعالی نے دین اسلام کمل فرمادیا ہے۔ اب اس میں کسی ترمیم اوراضا نے کی گنجائش ہے نہ کسی کواس کا اختیار حاصل ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:
﴿ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتُمَدُتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَیْتَیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْإِلْسُلاَمَ دِیْنَا ﴾ دِیْنًا ﴾

'' آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کردیا اوراپی نعمت تم پر پوری کردی اور تمھارے لیے اسلام کوبطور دین پیند کیا۔'' ®

الله تعالی نے نبی طالی کی زندگی میں دین اسلام کمل فرمایا اوراس دین کوتمھارے لیے پند کیا جبکہ پرویزی دین، دین محمدی سے بالکل الگ دین ہے۔ اس تضاد کے ہوتے ہوئے غلام احمد پرویز کے تفرمیں کیا شک باقی رہ جاتا ہے؟

نوٹ: ندکورہ عقائد اور انکارِ حدیث جیسے تقریبا 39 عقائد کی بنا پر تمام علمائے کرام نے پرویز صاحب کی زندگی میں ان کے خلاف کفر کا فتو کی صادر کیا تھا۔ کیا یہ سارے علمائے کرام دین نہیں سمجھتے ؟ ذراعقل سے بھی کام لینا چاہیے اور پرویزی گمراہیوں سے بچنا چاہیے۔

عمد مرد (آ) المآئدة 3:5.

باب 10

منکرین حدیث کے شبہات اوران کے جوابات

گزشتہ ابواب میں بھی ان کے بعض شبہات کے جوابات دیے گئے ہیں لیکن اس باب میں مفصل جوابات دیے جارہے ہیں تا کہ قرآن وسنت سے واقفیت ندر کھنے والے حضرات ان کی تلبیسات وتح یفات سے پچ جائیں۔منکرین حدیث کے شبہات ورج ذیل ہیں:

پہلاشبہ: کتابت حدیث کی ممانعت کے متعلق روایات کی

منکرینِ حدیث نے اس اعتراض کو بہت اچھالا ہے اوراپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے ان احادیث کو بیان نہ کر کے علمی خیانت کی ہے جن میں رسول اللہ عُلَیْما نے احادیث کی ہے۔ جن علمی اللہ عُلیْما نے احادیث کی ہے جن میں رسول اللہ عُلیْما نے احادیث کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ حفاظت حدیث بذریعہ کتابت حدیث کی ممانعت کے سلسلے بارے میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ منکزینِ حدیث کتابت حدیث کی ممانعت کے سلسلے میں درج ذیل حدیث کا سہارا لیتے ہیں کہ ابوسعید خدری ڈاٹھ سے روایت ہے کہ رسول اللہ عَلیْما نے فرمانا:

﴿لَا تَكْتُبُوا عَنِّي، وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ،
 وَحَدِّثُوا عَنِّي، وَلَا حَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأُ
 مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»

''قرآن کے علاوہ مجھ سے کچھ نہ لکھو۔جس نے قرآن کے علاوہ مجھ سے کچھ لکھا

ہے تو وہ اسے مٹادے۔ اور مجھ سے حدیثیں بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں۔
(سن لو) جس نے قصدًا مجھ پرجھوٹ با ندھا تو وہ اپناٹھکانا جہنم میں بنالے۔''
دوسری جگہ یہ حدیث یوں ہے کہ ابوسعید خدری ڈاٹٹؤ بیان کرتے ہیں کہ ہم بیٹھے رہتے ہے اور نبی تُلٹِیُم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمانے گئے۔

«مَا هٰذَا تَكْتُبُونَ؟» فَقُلْنَا: مَا نَسْمَعُ مِنْكَ، فَقَالَ: «أَكِتَابٌ مَّعَ كِتَابِ اللهِ؟ أَمْحِضُوا كِتَابَ اللهِ وَأَخْلِصُوهُ»

"تم یہ کیا لکھتے ہو؟" ہم نے عرض کیا: ہم آپ سے جو سنتے ہیں (وہ لکھ لیتے ہیں۔) آپ نے فرمایا: "کیا اللہ کی کتاب؟ صرف ادر صرف اللہ کی کتاب ہی کو خالص طور پر لکھو۔"

ابوسعید ڈاٹٹۂ بیان کرتے ہیں: ہم نے جو کچھ لکھا تھا اسے ایک میدان میں جمع کیا اور پھراسے جلادیا۔

ابو ہریرہ ڈٹاٹنڈ بیان کرتے ہیں ہم احادیث لکھ رہے تھے کہ رسول اللہ سُٹاٹیٹے ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا:

«مَا هٰذَا الَّذِي تَكْتُبُونَ قُلْنَا أَحَادِيثُ نَسْمَعُهَا مِنْكَ قَالَ: كِتَابٌ غَيْرَ كِتَابِ اللهِ، أَتَدْرُونَ مَا ضَلَّ أُمَمٌ قَبْلَكُمْ إِلَّا بِمَا الْحُتَنَبُوا مِنَ الْكُتُب مَعَ كِتَابِ اللهِ»

'' يتم كيالكھ رہے ہو؟'' ہم نے عرض كيا: بيروہ احادیث ہيں جو ہم آپ سے سنتے

(12/3: مسلم، الزهد، باب التثبت في الحديث ---- حديث: 3004. (2) مسند أحمد: 12/3 محيث : 11/08. (2) مسند أحمد: 12/3 حديث: 11108 ومجمع الزوائد، العلم، باب كتابة العلم، حديث: 672.

ہیں۔آپ ما ی اللہ کی کتاب کے علاوہ کوئی اور کتاب؟ کیاتم جانتے ہوکہ تم سے پہلے لوگ بھی صرف اسی وجہ سے گمراہ ہوئے کہ انھوں نے اللہ کی کتاب کے ساتھ اور کتابیں بھی لکھ لی تھیں۔'' اُل

منکرین حدیث انھی روایات کو بنیاد بنا کریہ ٹابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبی سُلُّیُّا نے اس لیے احادیث لکھنے سے منع کیا اور فرمایا: احادیث محفوظ نہ کی جا کیں کہ کہیں لوگ احادیث کو قابل جمت نہ بھے لگیں۔



- ﴿ اگر مذکورہ احادیث سے کتابتِ حدیث کی ممانعت ثابت ہوتی ہے تو پھر ایسی احادیث بھی موجود ہیں جن سے کتابتِ حدیث کے متعلق اجازت ثابت ہوتی ہے۔ اس طرح کتابتِ احادیث کی اجازت اور عدمِ اجازت کے بارے میں اختلاف پیدا ہوگیا، لہذا اب اہلِ علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس تعارض کوخم کرنے کی کوشش کریں، چنانچہ اہلِ علم نے ایسا کیا ہے جس کا ذکر آ رہا ہے۔ منکرینِ حدیث صرف پہلی قتم (عدمِ اجازت) کی احادیث کا نام تک نہیں لیتے۔ یہ تو سراسر علمی خانت ہے۔
- جب منکرینِ حدیث، احادیث کو ججت نہیں ماننے تو پھر احادیث کی کتابت ہے۔
- ممانعت ثابت کرنے کے لیے احادیث سے کیوں استدلال کرتے ہیں؟
- - قام المحدثين، ص :212.
 تقييد العلم للخطيب بغدادي:134,33/1.

روایت سے کیوں استدلال کرتے ہیں؟

بالفرض دونوں قتم کی احادیث مساوی حیثیت رکھتی ہیں تو پھر مکرینِ حدیث کے خیال
 مطابق یہ نتیجہ کیے مرتب ہوتا ہے کہ نبی ٹاٹیٹی نے کتابت حدیث ہے اس لیے منع کیا
 تھا کہ احادیث غیر محفوظ رہ کر قابل جمت نہ رہیں بلکہ کتابت سے ممانعت کی دوسری حکمتیں مراد تھیں جو بعد میں بیان کی جائیں گی۔

﴿ ابوسعید خدری راهناسے مروی حدیث کے آخریس ہے۔

«حَدِّثُوا عَنِّي وَلَا حَرَجَ»

''مجھ سے حدیث بیان کرو،اس میں کوئی حرج نہیں ۔''[®]

آپ عُلَیْم کے اس فرمان سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی احادیث نقل کرنا اور دوسروں کک پہنچانا امت کا فریضہ ہے اگر کتابت حدیث کی ممانعت کا وہی مقصد ہوتا جو منکرین حدیث پیش کرتے ہیں تو پھر اس حدیث کے اول جھے اور آخری جھے میں تناقض اور تضاد لازم آتا ہے جبکہ تناقض کلام دیوائگی کی علامت ہے اور نبی تنافیخ اس سے مبرا ہیں۔

جب کسی روایت میں تعارض ہوتو محدثینِ کرام ان روایات میں جمع و تطبیق کی کوشش کرتے ہیں تا کہ کوئی نص مہمل نہ رہے۔ محدثین نے یہاں بھی تین قسم کی توجیہات پیش کی ہیں۔ پہلی توجیہام خطابی براللہ نے نقل کی ہے:

﴿إِنَّهُ أَنَّمَا نَهٰى أَن يُكْتَبَ الْحَدِيثُ مَعَ الْقُرْآنِ فِي صَحِيفَةٍ وَاحِدَةٍ لِئَلًا يَخْتَلِطَ بِهِ وَيُشْبِهُ عَلَى الْقَارِئَ فَأَمَّا أَنْ يَّكُونَ نَفْسُ الْكِتَابِ مَحْظُورًا وَتَقْبِيدُ الْعِلْم بِالْخَطِّ مَنْهِيًّا عَنْهُ فَلَا »

'' آپ مُلْکِیْم نے حدیث کوقر آن کے ساتھ ایک ہی صفح پر ایک ساتھ لکھنے سے

٤ صحيح مسلم، الزهد، باب التثبت في الحديث ، حديث: 3004.

منع فرمایا تا که قاری کسی اختلاط واشتباه کا شکار نه ہوجائے۔ رہا حدیث کو لکھنے اور علم کوتحریر میں لانے کی ممانعت کا تعلق تو الیم کوئی بات نہیں۔'' ®

یعن نبی طُالِیَا نے کتابتِ حدیث سے مطلقاً منع نہیں فرمایا بلکہ قرآن و حدیث کو ایک ساتھ ایک جگہ لکھنے سے منع فرمایا تا کہ بیدونوں آپس میں خلط ملط نہ ہوجا کیں۔اس توجیہ کی ولیل بیرہے کہ آپ طُالِیُا نے فرمایا:

«أَمْحِضُوا كِتَابَ اللهِ وَأَخْلِصُوهُ»

''الله تعالیٰ کی کتاب کواختلاط سے پاک خالص رکھو۔''[®]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ احاویث کی کتابت سے ممانعت کی وجہ نبی مُلَّیْمُ اِن خوو بیان فرما دی۔ اس توجیہ کی تر دید کرتے ہوئے پرویز صاحب نے لکھا ہے:

''اگر حضور ﷺ کا بید مقصد ہوتا کہ قرآن و حدیث مخلوط نہ ہونے پائیں تو آپ فرما سکتے تھے کہ دونوں کوالگ الگ لکھو، لہذا محدثین کی توجیہ چی نہیں۔' ®

پرویز صاحب کا بیدکلام بالکل جہالت پر بنی ہے۔محدثین نے آپ تَنَافِیُمْ کے فرمان کا صحیح مطلب بیان کیا ہے، اس لیے کہ «أَمْدِخُوا كِتَابَ اللهِ وَأَخْدِصُوهُ» ''الله كى كتاب كواختلاط سے خالص اور محفوظ رکھنے والا فرمان''اس كى واضح دليل ہے۔

دوسری توجیہ: احادیث لکھنے سے ممانعت کے متعلق احادیث منسوخ ہیں کیونکہ نبی مُکالیّاً م

نے حدیثِ قرطاس کے نام سے مشہور حدیث میں مرض الموت کی حالت میں فرمایا تھا: کوئی چیز لاؤ کہ میں تمھارے لیے کچھ لکھ دول، پھر صحابۂ کرام کے اختلاف کی وجہ سے

ں رق پیرہ و عدیق کا رہے گئے ہوئے۔ نہ لکھا گیا لیکن آپ مُکافیع نے جو پچھے لکھا نا تھا وہ زبان مبارک سے ارشاد فر مادیا۔ ®

12/3 ، ومجمع الزوائد: 151/1 ، حديث: 672. ﴿ مقام مديث، ص .89. ﴿ صحيح البخاري ، ◄

تیسری توجید: یه توجید بھی دوسری توجید کے قریب ہے، یعنی نبی طُلِیْل نے پہلے کتابتِ حدیث سے منع فرمایا کہ بھی آپ حدیث سے منع فرمایا کہ بھی آپ عصد وغضب کی حالت میں ہوتے ہیں اور اس حالت کی حدیث شاید آپ کے اسوہ حسنہ میں شامل نہ ہولیکن نبی طُلِیْلُم نے عبداللہ بن عمرو بن عاص ڈاٹٹی کو درج ذیل ارشاوفر ماکر اس خیال کا بھی از اله فرمادیا:

﴿ أُكْتُبُ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ! مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقَّ ﴾ ''لكھو، اس ذات كی فتم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس منہ سے صرف حق ہی نکاتا ہے۔'' [©]

طلوع اسلام کا کتابت حدیث کے متعلق اعتراف کے ، مستندہ مستندہ

پرویز صاحب نے لکھاہے: ''روایات سے اس بات کا پند چلتا ہے کہ قر آن کریم کے علاوہ کچھ متفرق چیزیں حضور طالقیا کے ارشاد کے مطابق قلم بند ہوئی تھیں، مثلاً: وہ تحریری معاہدات، احکام اور فرامین وغیرہ جو آں حضرت طالقیا نے قبائل یا اپنے عمال کے نام جھیج لیکن اس باب میں جو کچھ آج تک معلوم ہوسکا فقط اتنا ہے کہ حضور طالقیا کی وفات کے وقت حسب ذیل تحریری سرمایہ موجود تھا:

آ پندره سوسحاب کے نام ایک رجٹر میں (بخاری، الجهاد، باب کتابة الإمام الناس) [2] مکتوبات گرامی جو حضور مُلَّقِیْل نے سلاطین اور امراء کے نام کھے: (مخلف صحاح کتب) کچھ حدیثیں جوعبداللہ بن عمرو بن عاص والشنایا علی والشناربخاری، العلم، باب کتابة العلم) یا حضرت انس والشنائ نے اپنے طور پر قلم بند کررکی تھیں۔ (مسند أحمد) الله العلم، حدیث و العلم، حدیث و سند أبي داود، العلم، باب کتابة العلم، حدیث، حدیث و 3646. ﴿ وَهُمُ عَلَمُ مُنْ اللهِ عَلَى مُنْ اللهِ العلم، حدیث، ص: 10.

حافظ اسلم کھتے ہیں:''محدثین نے جواز روایت کے لیے بعض روایتوں سے بھی استدلال
کیا ہے، مثلاً: ابو ہر برہ ڈٹٹٹ کی روایت میں ہے کہ میں جو کچھ آل حضرت مُٹٹٹ ہے سنتا تھا
کھ لیا کرتا تھا، نیز عبداللہ بن عمر و بن عاص ڈٹٹٹ کے متعلق بھی ان کا بیان ہے کہ وہ
کھا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ یمن کے ایک شخص ابوشاہ نے
حضور مُٹٹٹٹ کا خطبہ کھوانے کی درخواست کی تو حضور مُٹٹٹٹٹ نے لکھا دیا۔ مگر یہ چیزیں
مستشیات میں شار ہوں گی۔' اُ

دیکھیں استاد نے صرف تین چیزیں مشکیٰ کی ہیں اور یہ تعداد غلط ہے۔ ابوہر یہ ڈواٹھٔ سے بیٹا اضافہ ہے، لہذا سے بیٹا سنتیٰ کہ'' میں سنتا تھا اور لکھتا تھا'' یہ حافظ اسلم کی طرف سے اپنا اضافہ ہے، لہذا دو چیزیں مشکیٰ ہو کیں۔ جبکہ شاگرد (پرویز) نے پندرہ سوصحابہ کا اندراج، تحریری معاہدات اور فرامین وغیرہ، نیز عبداللہ بن عمرو، علی اور انس ٹکاٹٹیُ کی احادیث ثار کی ہیں۔ یہاں استاد اور شاگرد کے درمیان بھی اختلاف پیدا ہوگیا۔ یہان کی ہٹ دھرمی اور نحوستِ انکارِ حدیث کا برااثر ہے۔

رومراشه

کتابتِ حدیث کی ممانعت اور انھیں جلانے کو مختلف صحابۂ کرام کی طرف منسوب کرنا اس بارے میں ان کی

ه مقام حدیث میں :91.

مجموعہ اور کون سا ہوسکتا تھا مگر صدیق اکبر نے اس کا رکھنا بھی تقویٰ کے منافی سمجھا کہ شاید کوئی غلط روایت اس میں شامل ہوگئ ہو۔''[®]

جواب: ﴿ اس واقع كى سند صحيح نهيں ہے كيونكه اس ميں على بن صالح مجهول الحال ہے، ﴿ حَمَد بن موىٰ غير ثقتہ ہے۔ ﴿ اورمویٰ بن عبدالله كے بارے ميں امام بخارى نے ' فيه نظر بيكل نظر ہے' ﴾ كالفاظ سے جرح كى ہے۔

﴿ بالفرض اگریدواقعہ ثابت بھی ہو، پھراحادیث نہ لکھنایا لکھنے ہے منع کرنا جیتِ حدیث کے منافی نہیں کیونکہ احادیث کی حفاظت یاد رکھنے کے ذریعے سے بھی ہوتی ہے اور ابو بکر واٹنٹ بھی یاد کرتے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کتبِ احادیث میں ابو بکر واٹنٹ کی سینکڑوں روایات موجود ہیں۔

ورسری دلیل: پرویز صاحب کا دعوی ہے کہ عمر تا انتخااستخارہ کر کے کتابتِ حدیث سے باز رہے۔ لکھتا ہے: عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں، عمر تا انتخانے ایک بارخواہش ظاہر کی کہ اسوہ رسول کو لکھوالیں، صحابہ سے مشورہ بھی کر لیا، پھر ایک مہینے تک اللہ تعالی سے دعا اور استخارہ کرتے رہے۔ بالآخر اس ارادے سے باز رہے اور کہا کہ پہلی قومیں اس وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ انھوں نے اپنے پیغیروں کی حدیثیں لکھیں، پھر انھی پر جھک پڑیں اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کو چھوڑ دیا۔' (ق)

تواس کا جواب سیہ ہے کہ

الیروایت بے سند ہے، اس کی سند ثابت کرنا پرویز صاحب کے ذیعے ہے۔ جب
 تک سند ثابت نہ ہوتو استدلال کیا؟

[﴿] مَقَامَ صَدِيثَ مَنَا . 91. ﴿ تَقَرِيبَ التَهَذَيبِ : 696/1. ﴿ لَسَانَ الْمَيْزَانَ: 394/5. ﴿ لَسَانَ الْمَيْزَانَ: 394/6. ﴿ لَسَانَ الْمَيْزَانَ: 394/6. ﴿ لَسَانَ الْمَيْزَانَ: 160/6. ﴿ لَسَانَ الْمَيْزَانَ: 1946. ﴿ لَسَانَ الْمَيْزَانَ: 1946. ﴿ لَمَانَ الْمَيْزَانَ: 1946. ﴿ لَمُنْ اللَّهِ لَمُنْ اللَّهِ لَلْمَانَ الْمَيْزَانَ: 1946. ﴿ لَمُنْ اللَّمْنِينَ اللَّهِ لَلْمَانَ الْمُيْزَانَ: 1946. ﴿ لَمُنْ اللَّهُ لَنْ اللَّهُ لِللَّهُ لَلَّهُ اللَّهُ لَلَّهُ لَلْمَانُ الْمُيْزَانَ : 1946. ﴿ لَمُنْ اللَّهُ لَلَّهُ لَلَّهُ لَلَّهُ لَلَّهُ لَلَّهُ لَلْمَانَ الْمُيْزَانَ: 1946. ﴿ لَا لَهُ لَلْمَانَ اللَّهُ لَلْمَانَ اللَّهُ لَلَّهُ لَلَّهُ لَلْمَانَ اللَّهُ لِللَّهُ لَلَّهُ لَلْمَانُ الْمُلْكِلَانَ اللَّهُ لَلْمَانُ الْمُلْكِلَانَ الْمُلْكِلَانَ اللَّهُ لَلَّهُ لَلْمُلِّلُونَ اللَّهُ لَلْمُلِّلُونَانَ اللَّهُ لَلْمُلَّالِقُلْمُ لَيْثُمُّ لِلللَّهُ لَلْمُلْلِلْمُلْلِكُ لَلْمُلْكُلِلْمُ لَلْمُلْلِمُ لَلْمُلِلْمُ لَلْمُلْلِلُونَ اللَّهُ لِلللَّهُ لَلْمُلْلِمُ لَلْمُلْلِمُ لَلْمُلْلِمُ لَاللَّهُ لَلْمُلْلِمُ لَلْمُلْلِمُ لَلْمُلْلُولُونَانِ لَلْمُلْلِمُ لِللَّهُ لِلْمُلْلِمُ لَلْمُلْلِمُ لِللْمُلْمُلِلْمُلْلِمُ لَلْمُلْلِمُ لَلْمُلْلِمُ لِلْمُلْلِمُ لِللْمُلْمُلْلِمُ لِلْمُلْلِمُ لِللْمُلْلِمُ لِلْمُلْلِمُ لَلْمُلْلِمُ لَلْمُلْلِمُلْلِمُ لِللْمُلْلِمُلْلِمُ لِلْمُلْلِمُ لِللْمُلْلِ

2 اس کے باو جود عمر والنو نے کتابت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

«قَيِّدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابِ»

' 'علم (قرآن وحدیث) کولکھ کرمحفوظ کرلیا کرو۔''[©]

اگر عمر رہ النظائے کے واقعے کو بالفرض درست مان بھی لیا جائے تو پھراس کی توجیہ ہے کہ مکن ہے شروع میں عمر رہ النظائہ کو ان کے ساتھیوں نے مشورہ نہ دیا ہواور انھوں نے اپنے اجتہاد سے احادیث نہ کھی ہوں اور پھر انھوں نے احادیث کھنے کی اجازت کے متعلق احادیث سی ہوں یا ان کے ساتھیوں نے انھیں احادیث کھنے کا مشورہ دیا ہوتو انھوں نے اینے اجتہاد سے رجوع کرلیا ہواور احادیث کھنے کا حکم دیا ہو۔

احادیث لکھنے کی ممانعت جیتِ حدیث کی نفی نہیں کرتی _محدثین نے عمر وہاشئے سے 539
 احادیث نقل کی ہیں _

تیسری دلیل: پرویز نے لکھا ہے: ''فاروق اعظم جس طرح روایت حدیث کو رو کئے میں خت تھے۔ ان کے عہد میں جب حدیث یں خت نے ان کے عہد میں جب حدیثیں نیادہ ہو گئیں تو اعلان کر دیا کہ لوگ اپنی کسی ہوئی حدیثیں ان کے پاس لا کمیں، پھر انھوں نے ان سب حدیثوں کو لے کر جلادیا اور فر مایا کہ اہل کتاب کی طرح ''مثنا ۃ نبانی'' چاہتے ہو۔ (یہود نے اپنے انبیاء کی روایتیں جمع کر کے اس کا نام ''مثنا ۃ نبانی'' رکھا)

جواب: ﴿ سِير وايت ثابت نہيں ، منقطع ہے، متصل نہيں ۔ سير وايت ان روايات كا مقابله نہيں كرسكتى جوعمر خلائش ہے كتابت حديث كے متعلق منقول ہيں۔

﴿ عمر وَ اللَّهُ عَلَيْ صَدِيثَ كَى اللَّهِ كَتَابِ لَكُسُوا فَى تَقَى جُوانِ كَى اولا دِمِينِ مُتَقَلَّ ہُوتَى رہى۔ ﴿ امام مالك وَمُلِكُمْ نِهِ لَكُمَا ہِ كَهُمَا ہِ كُهُمَا ہِ كُهُمَا ہِ كُهُمْ بِنُ

﴾ جامع بيان العلم: 72/1. ﴿ الموطأ ، ص: 109.

- عبدالعزیز الطشے نے اس کتاب کی نقل کروا کراس پڑمل کروایا تھا۔
- ﴿ مزید برآں اگر بالفرض عمر ولائٹ سے جلانا ثابت بھی ہو، پھر بھی لکھی ہوئی احادیث کو جلانا اس کی عدمِ جیت کی دلیل نہیں بنتی کیونکہ عمر ولائٹ نے سینکلزوں احادیث روایت کی ہیں اور یہ جمیت کی دلیل ہے۔ اور یہ جمیت حدیث کی دلیل ہے۔

[2] حفاظتِ حدیث کے باب میں ہم نے لکھا تھا کہ علی بھٹیؤ نے عہد نبوی میں خود احادیث کا ایک صحیفہ لکھا تھا جس میں دیت، قصاص اور زکاۃ وصدقات کے بے شار مسائل تھے۔ وہ صحیفہ ان کی زندگی کے آخری کمحات تک ان کے پاس رہا اوران کی وفات کے بعد ان کے بیٹر محمہ بن حنفیہ کی تحویل میں چلا گیا۔

٠٠٠ سنن الدار قطني ، ص: 210. ﴿ مَقَامَ مِدِيثُ، ص: 92.

- علاوہ ازیں محدثین نے اپنی مسند کتابوں میں علی ڈٹاٹھ کی 586 روایات بیان کی ہیں۔
 مزید برآ س علی ڈٹاٹھ نے بر سرمنبر اعلان فرمایا تھا کہ کوئی ہے کہ وہ ایک درہم کا کاغذ
- عزید بران می پی تفاع کے برسر سبر اعلان حرمایا تھا کہ بوی ہے کہ وہ ایک درہم کا 6عد خرید کر برائے کا عدم کا غذیہ خرید کر لیے آئے تا کہ میں شمصیں احادیث لکھوا دوں۔ حارث اعور جلدی سے کاغذیہ لے آئے تو آپ نے احادیث لکھ دیں۔ (*)
- یا نچویں دکیل: پرویز صاحب نے لکھا ہے کہ ابونظرہ نے ابوسعید خدری ٹاٹٹ سے پوچھا کہ جواحادیث ہم آپ کی زبان سے سنتے ہیں لکھ لیا کریں؟ فرمایا: تم ان کومصحف بنانا چاہے ہو؟ ®
- جواب: یہ بات درست ہے کہ ابوسعید خدری ڈاٹھ جن سے امام مسلم ر شلف نے حدیث نہ کھنے والی روایت نقل کی ہے ، حدیث نہ کھنے کے قائل تھے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے نزد یک حدیث جمت نہیں کیونکہ ابوسعید خدری ڈاٹھ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ جیسے ہم نے زبانی احادیث یاد کی ہیں تم بھی ایسے ہی یاد کرو، چنا نچہ انھوں نے اس کے آخر میں بھی یہی فرمایا ہے:
 - «خُذُوا عَنَّا كَمَا أَخَذْنَا عَنْ رَّسُولِ اللهِ»
 - ''لکین ہم سے احادیث ویسے ہی حاصل کرو، جیسے ہم نے رسول الله مُلاَلِیُّا سے حاصل کی ہیں۔'' ق
 - یعنی وہ احادیث یاد کرنے کی ترغیب دلاتے تھے اور محدثین نے ان سے 1170 احادیث نقل کی ہیں۔
- ﷺ چھٹی دلیل: پرویز نے لکھاہے: ''سنن ابوداود، کتاب العلم، حدیث: 3647 میں ہے
- الطبقات الكبرى لابن سعد: 6/168. (أ) مقام صديث، ش: 93. (أ) المستدرك للحاكم:
 564/3.

کہ ایک بار زیر بن ثابت ڈٹاٹھ کا تب وی امیر معاویہ ڈٹاٹھ کے پاس گئے۔ امیر موصوف نے ایک محص کو لکھنے کا علم نے ان سے ایک حدیث پوچھی۔ زید ڈٹاٹھ نے بیان کی تو انھوں نے ایک محص کو لکھنے کا علم دیا۔ زید ڈٹاٹھ نے نے اس کو لے کر مٹادیا اور کہا کہ رسول اللہ مٹاٹھ کے سے کہ آپ کی حدیثیں نہ کھی جا کیں۔'' ٹ

مزید لکھا ہے: ''زید بن ثابت رہا گئی روایت ہے کہ اس کو خلیفہ مروان نے بلایا وہاں انھوں نے بلایا وہاں انھوں نے کہ روایت جس انھوں نے کھے لوگوں کو حدیثیں لکھتے ہوئے ویکھا، ان سے فرمایا جمکن ہے کہ روایت جس طرح تم سے بیان کی گئی ہواس طرح نہ ہو۔' ﴿ ﴾

اس کا بھی وہی جواب ہے جو پہلے دیا گیا ہے کہ زید رہ النظام صحابہ میں سے تھے جو حدیث نہ لکھنے کو ترجیح دیتے تھے۔ بلکہ زبانی یاد کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ بیابتدائی دور کا واقعہ ہے اس کے بعد کتابتِ حدیث کے جواز واستخباب پر صحابہ کرام کا اجماع منعقد ہوگیا تھا۔

مزید برآں محدثین نے زید بن ثابت ڈلٹٹو کی 92 احادیث متفرق کتابوں میں با سند بیان کی ہیں، چنانچہ ثابت ہوا کہ وہ بھی حدیث کو ججت تسلیم کرتے تھے لیکن وہ حفظ حدیث کو کتاب حدیث برتر جیح دیتے تھے۔

اس کا بھی وہی جواب ہے جو پہلے گزر چکا ہے، نیز اس کے باوجود عبداللہ بن مسعود ڈاٹٹۂ سے848 اور ابن عباس ٹاٹٹۂ سے2660 احادیث منقول ہیں۔

(تيسراشبه

حدیث گراہی کا سبب ہے۔

اس شیج کے اثبات کے لیے حافظ اسلم کہتے ہیں: تمھارے قرآن میں کتاب اللہ کے سوا حدیث پرایمان لانے کا حکم نہیں ہے بلکہ ممانعت نکلتی ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِى لَهُوَ الْحَدِيثِ لِيُضِكَّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ بِغَيْرِ عِلْمِ لَهُ وَالْحَدِيثِ لِيُضِكَّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ بِغَيْرِ عِلْمِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ عِنْدِ عِلْمِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ ا

"اوربعض آدمی ایسے ہیں جو حدیث کے مشغلہ کے خریدار بغتے ہیں تا کہ اللہ کی راہ سے بلاعلم (یقین کے) بھٹکا دیں اور اس کو نداق بنالیں۔" (بیرتر جمہ بھی آخی کا ہے)

حافظ اسكم نے كہا ہے:

اس آیت میں مدیث کی تین صفتیں بیان کی گئی ہیں:

- ﴿ اس ہے لوگوں کو گمراہ کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔
 - اس کی بنیادعلم، یعنی یقین پرنہیں ہے۔
- 🕸 اس سے لوگ اللہ کی راہ، یعنی دین کو مذاق بناتے ہیں۔

جواب: اس آیت میں ﴿ لَهُو الْحَوايْثِ ﴾ "فضول باتیں" کے نقصانات بتائے گئے ہیں، مدیث کے نہیں ۔ ﴿ لَهُو الْحَوایْثِ ﴾ اور حدیث میں تو کوئی نسبت ہی نہیں کیونکہ لفظ

حدیث کا اطلاق تو قر آن پر بھی کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلْيَاثُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهَ إِنْ كَانُوا صَدِقِيْنَ ۞

''اگروہ سچے ہیں تو وہ بھی اس جیسی حدیث (قرآن) لے آئیں ۔''®

نيز فر ماما:

ا أَفَهِنُ هٰذَا الْحَدِينِ تَعْجَبُونَ ﴿

'' کیاتم اس حدیث (قرآن) پر تعجب کرتے ہواور ہنتے ہو۔''[©]

نيز فرمايا:

﴿ فَبِاكِيّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ لا يُؤْمِنُونَ ۞

''اور پھراس کے بعد وہ کس حدیث (قرآن) پر ایمان لائیں گے۔''®

نيز فرمايا:

﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ تَفْسَكَ عَلَى اثَارِهِمْ إِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهِٰذَا الْحَدِيثِ ٱسَفًا ۞

' دکھیں بینہ ہوکہ اگر بیاس حدیث، یعنی قرآن برایمان نہ لائیں تو آپ ان کے

پیچھےافسوں کرتے کرتے اپنے تنین ہلاک کرڈالیں ۔'[®]

نيز فرمايا:

ا كَفِيهِ لَهُ الْحَدِيثِ اَنْتُمُ مُّنْهِنُونَ ۞

'' کیاتم اس حدیث(قرآن) ہے منکر ہو۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ فَلَارُفِي وَمَنَ يُكِيِّبُ بِهِٰذَا الْحَدِيثِ ﴾

''پیں مجھےاس حدیث (قرآن) کوجھٹلانے والے سے نبٹ لینے دو۔''[®]

مندرجه بالاتمام آیات میں حدیث ہے مرادقر آن کریم ہے جبکہ ایک جگہ نبی عظیم کی

بات کو بھی حدیث قرار دیا گیاہے۔ارشاد ہوا:

@ الواقعة 81:56. ﴿ القلم 44:68.

﴿ وَإِذْ أَسَرَّ النَّابِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزُواجِهِ حَدِيثُنَّا ﴾

''اور جب نبی نے اپنی ایک زوجہ محتر مہ سے ایک خفیہ حدیث (بات) کہی۔''[®] الله تعالیٰ نے اس آیت میں نبی مَناقِیْظِ کی بات کو حدیث قرار دیا ہے۔

ہم حافظ اسلم سے بوچھ سکتے ہیں کہ ﴿ لَهُوَ الْحَدِیثِ ﴿ ''فضول باتوں'' اور لفظِ حدیث میں اگر کوئی فرق نہیں تو پھر نعوذ باللہ تھاری بیان کردہ حدیث کی تین صفتیں قرآن کریم میں بھی مانی پڑیں گی۔اور بیصفتیں قرآن کے متعلق ماننے سے تھارے کفر میں کوئی شک نہیں ہوگا۔

معلوم ہوا کہ مفسرین نے ﴿ لَهُو الْحَدِيْثِ ﴾ کامفہوم راگ، گانے اور رقص جوبیان کیا ہے وہ اس میں حق بجانب ہیں کیونکہ یہ چیزیں اللہ کی راہ سے رو کئے کا سبب اور گراہی کا فرایعہ ہیں، نیز راگ گانے کا فی الواقع علم ویقین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں لیکن رسول اللہ مُنَاقِیْمُ کی حدیث کا علم ویقین کے ساتھ کا مل تعلق ہے۔ ہم اس تعلق کو ان شاء اللہ ثابت کریں گے۔ اگر تمام احاویث، لہو الحدیث ہیں جیبا کہ حافظ اسلم نے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے تو پھر پرویز صاحب جن بعض احادیث کو مانتے ہیں وہ بھی اس زمرے میں شامل ہوں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ منکرین حدیث میں سے حافظ اسلم کے سواکس نے بھی یہ تفسیر نہیں کی کہ رسول اللہ تُناقِیْمُ کی احادیث لہو الحدیث اور گرائی کا سبب ہیں۔ یہ تفرید کلمہ حافظ اسلم کی امتیازی خصوصیت ہے۔

(چوقائب

احادیثِ رسول کو حجت ماننا اوراس میں مصروف رہنا قرآن کریم سے حجاب ہے۔ منکرینِ حدیث کا نظریہ ہے: ''اس حدیث کو دین بنانے سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ عدمت ﷺ

٠٤ التحريم 66:3.

قرآن جوسراسر زندگی ہے جاب ہیں آگیا ہے، چنا نچہ محدثین ہیں آج تک جو اہم اور معرکہ آرا موضوع زیر بحث رہے ہیں بالعموم اس قسم کے ہیں جن کا ملت کی صلاح و فلاح اور اجتاعی زندگی ہے کوئی تعلق نہیں، مثلاً: ابو بکر افضل ہیں یا علی جائے، قرآن گلوق ہے یا غیر گلوق، رات کے پیچھلے پہر اللہ تعالیٰ آسان دنیا پر کس طرح نزول فرما تا ہے؟ قیام نماز میں ہاتھوں کو ہاندھنا چاہیے یا نہیں؟ کیا امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا ضروری ہے؟ آمین زور ہے کہی جائے یا آہتہ وغیرہ بخلاف اس کے اگر قرآن پر مدار ہوتا تو اس ترتیب کے ممائل پیشِ نظر رہے کہ مرکز کوقوی اور صالح العمل کیوں کر رکھا جائے۔قرآنی ہدایت عام کرنے اور جملہ انسانی برادری کو اس نجات اور سعادت کے راشتے پر لانے کے کیا وسائل ہیں؟ کا نئات فطرت جن کی نسبت قرآن نے کہا ہے کہ انسان کے لیے مسخر کیے وسائل ہیں؟ کا نئات فطرت جن کی نسبت قرآن نے کہا ہے کہ انسان کے لیے مسخر کیے ایکان اور عمل صالح کو کن قرائع سے ایسا فروغ دیا جائے کہ ملت کا ہر فرد خلیفہ فی الارض ایکان اور عمل صالح کو کن قرائع سے ایسا فروغ دیا جائے کہ ملت کا ہر فرد خلیفہ فی الارض ہوسکے جس کے لیے اس کی تکوین ہوئی ہے وغیرہ وغیرہ وغیرہ ۔"

جواب: اس عبارت میں حافظ اسلم نے محدثین کی دینی وملی خدمات کو بالائے طاق رکھ کر ان کی مساعی جمیلہ کومختلف انداز میں پیش کرکے تین چیزیں بیان کی ہیں۔

1 فضيلت ابوبكر وعلى الأثنيمًا

الله تعالى كا آسان دنيا پرنزول فرمانا اور طلق قرآن

🗓 فروعی اختلافات

حقیقت میہ ہے کہ بیانفرادی مسائل نہیں بلکہ ملت کا اجتماعی مفاد سیحے عقیدے پرمبنی ہے اور بدعی عقائد سے ملت میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ محدثین نے بدعی عقائد کے سامنے سینہ سپر ہوکر ملت کو انتشار سے بچانے کی کوشش کی۔ آئے! اب تر تیب وار تینوں متذکرہ

مسائل کا جائزہ لیتے ہیں۔

پہلا مسکلہ: جب ابن سبا یہودی نے نسلی اور نسبی قرابت کو امات اور وصایت کے سبب کا عقیدہ رائج کرنے کی کوشش کی تو اس سے بیمسکلہ پیدا ہوا کہ کون افضل ہے۔ ابوبکر ڈاٹٹوایا علی ڈاٹٹو؟ اگرنسبی ونسلی قرابت کو اصل دین سمجھ لیا جاتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ تیوں خلفاء ابوبکر عمر اور عثمان ڈوٹٹو کی خلافت ناجائز اور ظلم بن جاتی۔ یہ سیاسی اور اجتماعی نوعیت کا مسکلہ تھا، چنانچہ محدثین کرام نے اس مسکلے کو زیر بحث لاکر اس بدی عقیدے کے خلاف تی کا دفاع کرکے امت پرعظیم احسان کیا ہے۔

🙈 ووسرا مسئله: خلق قرآن اور الله تعالى كا آسان دنيا ير نزول فرمانا صفات الهيه ك اعتقادی مسائل ہیں۔منکرین حدیث معتزله اور جمیہ نے بید مسائل امت میں انتشار پیدا کرنے کے لیے چھیڑے۔ مامون الرشید نے، جو پکا معتزلی تھا،خلقِ قرآن کے مسئلے پر بیشتر علائے حق کے خون سے اینے ہاتھ رنگین کیے۔ غیر معتزلہ کو سرکاری ملازمتوں سے برطرف کیا۔ان کی گواہیوں کوغیر معتبر قرار دیا۔محدثین نے اس انتشار سے امت کو بھانے اور حق کے دفاع کے لیے ایس شاندار جدو جہد کی کہ اسلامی تاریخ کا روشن باب رقم ہوگیا۔ 🌸 تیسرا مسکلہ: فروعی اختلافات ہیں۔اس مسکلے میں تو تمام اہل نظر کے نزدیک اختلاف كى تنوائش بـ محدثين نے ان مسائل براس ليے مباحث كيے كه عامة الناس بلكه بعض ابل علم بھی فتنہ تقلید شخص کا شکار ہور ہے تھے جس سے ملت کا اجماعی مقام منتشر ہور ہا تھا۔ محدثین نے اس فتنے سے ملت کو بچانے کے لیے ان مسائل کے متعلق احادیث کی طرف توجہ دلا کر تقلید شخص کے التزام سے محفوظ رہنے اور مذہبی تعصب ختم کرنے کی جدوجہدگی۔ حافظ اسلم كاكبنا ب: "أكر قرآن ير مدار بوتا تواس نوعيت ك مسائل پيش نظر رجت كەمركز كوقوي اور صالح لعمل كيوں كر ركھا جائے '' حافظ صاحب كاپيركلام حديث ومثمني

ربنی اور حدیث کو قرآن کا مدمقابل بنانے کی کوشش ہے۔ حدیث نے کی وقت اور کی مسئلے میں قرآن کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس کی تفصیل اور تشریح کی ہے۔

حافظ اسلم مزید کہتے ہیں: ''قرآنی ہدایت کو عام کرنے اور جملہ انسانی برادری کواس نجات اور سعاوت کے راستے پر لانے کے کیا وسائل ہیں؟'' اس کا جواب یہ ہے کہ محدثین نے اس کام کے لیے تین وسائل بنائے ہیں:

- 🕁 قرآن وحدیث کی مدرلیں
 - ﴿ خطا بات ومحاضرات
- قرآن و حدیث کی تشریح اور وضاحت کے لیے تفاسیر، شروح، اصولِ تفسیر اور اصولِ
 حدیث کی نشر و اشاعت۔

منکرینِ حدیث بتادیں کہ اس کے علاوہ اورکون سے وسائل ہیں کہ محدثین ان سے غافل رہے ہوں اورمنکرینِ حدیث نے وہ وسائل استعال کیے ہوں؟

حافظ صاحب نے مزید کہا:'' کا ئنات فطرت، جن کی نسبت قرآن نے کہا ہے کہ وہ انسان کے لیے مسخر کیے گئے ہیں، کی مخفی قو توں کو کن تدابیر میں لا کر انسانی خدمت میں لگایا جاسکتا ہے؟''

ہم کہتے ہیں: ایک تسخیر کونی ہے کہ اللہ تعالی نے آسان ، زمین، پہاڑ، درخت، آگ اور پانی وغیرہ انسانی خدمت میں لگار کھے ہیں، اس میں انسان کا کوئی دخل نہیں، البتہ ان نعمتوں کو قائم راکھنے کا ذریعہ اللہ تعالی کے ساتھ شرعی تعلق قائم رکھنا ہے کیونکہ وہ مسبب الاسباب ہے۔ اس کی ناراضی نعمتوں کے چھن جانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس بارے میں محدثین اور علمائے امت نے قرآن اور حدیث کے ذریعے سے تزکیۂ فس کی طرف توجہ دلائی۔

دوسری تنجیر عملی (اختیاری) ہے جے علم بیئت، ریاضی، علم الحیوانات، کیمیا، طب، ہندسہ اور علم النباتات وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس میدان بیں بھی ایسے لوگوں نے قابل فخر کارنامے سرانجام دیے ہیں، جن بیں بعض بڑے جید علاء تھے جو حدیث کو دین اور جست سجھتے تھے۔ اہل مغرب بھی ان کے کارناموں کے معترف ہیں بلکہ اہل مغرب نے ان کی تصنیفات کے تراجم کرکے سائنس اور ان علوم کورتی دی۔ تاریخ کی روشنی میں چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

ماهرعكم ببيئت	£770	متوفى	ابراہیم بن حبیب فزاری
ماہر علم کیمیا	£817	11	جابر بن حیان
ما ہرعلم الحیو انات	£821	//	عبدالملك
ما ہرعلم نجوم، جغرا فیہ اور جبرومقابلہ	· e844	//	محمر بن موسی خوارزی
ما ہر فلسفہ، حساب، علم الأعداد،	¢850	//	يعقوب بن اسحاق كندي
هندسه اورعلم بليئت			
ماہر ہندسہ،طب اور کیمیا	_f 925	//	ابوبكر بن زكريا رازي
ماہر فلسفہ منطق ، ریاضیات اور کیمیا	_* 951	//	ابونصر فارابي
ماهرطب يونانى اورمنطق	۶1037	//	ابن سينا
ماهررياضي،طبيعيات اورطب	۶1039	//	ابوالهيثم
ما ہر سیاح ، فلسفہ، ریاضی ، ہند سہ	£ 10 48	//	ابور يحان بيروني
اورطب			
·	_F 1198	//	ا بن رشد
ماهرریاضی، هندسه، طب اور هیئت	£ 1210	11	فخر الدين رازي
ماہرعلم نبا تات	_F 1248	11	این بیطار

ان کے علاوہ اور بھی کئی ایسے علماء ہیں جنھوں نے تسخیرِ کا ئنات کے علوم میں تفوق حاصل کیا ہے۔ پرویزیوں سے ہماری استدعا ہے کہ وہ بتا کیں کہ انھوں نے حدیث سے انکار کرکے ملت وامت کے اندرانتشار پیدا کرنے کے سوا اور کیا کیا ہے؟

پانچوال شبه

مدیث فرقه بندی کا سبب ہے۔اس سلسلے میں پرویز صاحب نے لکھا ہے:

"ان احادیث کو دین مان لینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت میں سینکڑوں فرقے بن گئے اور ملت کا شیرازہ بھر گیا۔ سنیوں کی حدیثیں الگ ہیں اور شیعوں کی الگ۔ ہر فرقے نے اپنے ندہب کی تعمیر اپنے حسب منشا روایات سے کی۔ وہ صرف اپنی ہی حدیثوں کو صحیح سمجھتا ہے اور دوسروں کی حدیثوں کو غلط، جبکہ فرقہ بندی قرآن کریم کی روسے شرک ہے۔ "

صدیث کو دین ماننے کا نتیجہ پرویز صاحب نے بیاکھا کہ سینکڑوں فرقے بن گئے، لیمی سوسے زائد فرقے بن گئے جبکہ وہ شیعہ اور سی کے علاوہ تیسرے فرقے کا نام نہ لے سکے۔ان سے بوچھا جا سکتا ہے کہ باقی فرقے کون سے ہیں؟

شیعہ اور سنی فرقہ بندی کا اصل سبب احادیث کا الگ الگ ہونا نہیں بلکہ شیعہ حضرات کے بدعت پر بنی عقائد ہیں جو ابن سبانے مسلمانوں میں داخل کردیے۔ان عقائد ہی کے اختلاف کی وجہ سے شیعوں نے صحت حدیث کے لیے اپنی طرف سے بیشرط اضافی طور پر عائد کردی کہ وہ حدیث ان کے کسی نہ کسی امام سے مروی ہو جبکہ اہل سنت والجماعت نے صحت حدیث کے لیے دومشہور شرطوں کے علاوہ بیشرط رکھی کہ وہ روایت کسی بدعت کی مؤید نہ ہو، خواہ وہ حدیث کسی امام سے منقول ہویا کسی اور سے۔جیتِ حدیث کے بارے مؤید نہ ہو، خواہ وہ حدیث کے بارے

① مقام حدیث،ص: 14.

میں شیعہ وئی دونوں منفق ہیں تو اختلاف و تفرق کا سبب احادیث نہیں بلکہ بدعی عقائد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ تشیع میں سب سے زیادہ فرقے بن گئے۔ ابتدا میں اہلِ تشیع کے تین فرقے ہے۔ ﴿ اُ عَالِيهِ ﴿ وَيدِيهِ ﴿ رَافضيهِ

پھر غالیہ کے بارہ، زید ہیہ کے چھ اور رافضیہ کے چودہ فرقے بن گئے اور اس طرح شیعہ کل بتیں فرقوں میں تقسیم ہوگئے ۔ [©]

ای طرح بدعی عقائد کی وجہ سے معتزلہ (مکرین حدیث) بھی چھ بڑے فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر حدیث کو ججت مان لینا اختلاف و تفرق کا سبب ہے تو پھر معتزلہ جو مکرین حدیث ہیں ؟ حقیقت میں انکار حدیث تفرق کا سب ہے۔ موجودہ دور میں مکرین حدیث کے مختلف فرقے حدیث تفرق کا سب سے بڑا سبب ہے۔ موجودہ دور میں مکرین حدیث کے مختلف فرقے چکڑالوی کا فرقہ، علامہ مشرقی کا فرقہ، ڈاکٹر جیلانی برق کا فرقہ، سر سید احمد خان کے معتقدین اور پرویز صاحب کی جماعت موجود ہے اور ان کے آپس میں اختلافات ہیں اگرچہ انکار حدیث میں بیسب متفق ہیں۔

اگرکوئی پرویزی اپنے شہر کی تائید کے لیے مقلدین کے باہمی اختلاف کی مثال دیتا ہے تو اس کا بھی تحقیق جواب یہ ہے کہ بیاختلاف حدیث کو جہت ماننے سے پیدائہیں ہوا بلکہ وہ ایک بدعت پر بنی عقیدے سے پیدا ہوا ہے اور وہ ہے تقلید شخصی کا التزام، یعنی کسی نہ کسی امام کی تقلید کو واجب سمجھ کر دوسرے کو گمراہ سمجھنا، چنانچہ فرقہ بندی کا اصل سبب بدئ عقائد ہیں اور انکار حدیث بھی ایک بدئی عقیدہ ہے، اس وجہ سے منکرین حدیث اور فہم قرآن کے لیے اپنی عقل کو معیار سمجھنے والول میں اختلاف عقل کی وجہ سے بشار اختلافات ہیں اور مزید اختلافات بیدا ہوتے رہیں گے۔

() ويكيه: كتاب الملل والنحل ازشرستاني.

چھٹاشبہ آیات قرآنیہ سے استدلال

منکرینِ حدیث جیتِ حدیث سے انکار میں نمایاں اور''پرکشش'' انداز میں جو دلیل پیش کرتے ہیں وہ قرآن کریم کی درج ذیل آیات ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيُكَ الْكِتْبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

''ہم نے آپ پرائی کتاب نازل کی جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ وَ تَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ ﴾

''ہر بات کی تفصیل (اس کتاب میں)ہے۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ وَّهُوَ الَّذِي آنُزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتْبَ مُفَصَّلًا ﴾

''وہ ذات جس نے تمھاری طرف کتاب نازل فرمائی جو کہ واضح ہے۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ كِتْبُ فُصِّلَتُ الْمُتُهُ قُرْانًا عَرَبِيًّا لِقَوْمِ يَعْلَمُونَ ۞

"ایک کتاب ہے کہ اس کی آیات کو کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے، قرآن عربی زبان میں اس قوم کے لیے جو جانتے ہیں۔ "

لغت کے اعتبار سے ظاہری معنی کیہ ہے کہ قر آن کریم بذات خود ایک جامع ، مفصل اور مکمل کتاب ہے جس میں ہرچیز کا بیان ہے۔اس بات میں تو کسی مسلمان کا اختلاف نہیں لیکن منکرینِ حدیث اس سے یہ مقصد لیتے ہیں کہ قر آن کریم کو سمجھنے اوراس پرعمل کرنے

النحل 89:16. ② يوسف 11:12. ③ الأنعام 114:6. ④ حمّ السجدة 3:41.

کے لیے ہمیں رسول اللہ مُنْ اللّٰهِ کَلَیْ کَلَم بدایت کی اتباع اوراس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔
نبی مُنْ اللّٰہِ نے اپنی زندگی میں قرآن کریم پرعمل کر کے ایک صحیح معاشرہ قائم کردیا جو اس
وقت کے تقاضے کے مطابق تھا۔ اب ہم اپنے زمانے میں صاحب وہی کی طرح قرآن
کریم پرعمل کرنے سے حدیث کے بغیر ہی مناسب معاشرہ قائم کر سکتے ہیں۔ ﴿ کُلِّ شُکُی ﷺ ﴿ رَبِّ مِرْ مَا لَمُ اللّٰ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ اللللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ الللللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰه

جواب: آ عقل اور محاورے کے لحاظ سے بیاستدلال بالکل غلط ہے، جزئیات اور فروع لا محدود ہیں، احادیث اور تفسیر و فقہ کی بہت سی کتا ہیں ہیں لیکن اب بھی الیمی جزئیات اور فروع سامنے آتی ہیں کہ ان کاحل صراحت کے ساتھ ان بہت سی کتابوں میں بھی نہیں۔ لفظ ﴿ کُلِ شُکیء ﴾ مجھی لغوی معنی میں بھی استعال ہوتا ہے اور اسے استغراق حقیق کہا جاتا ہے، جینے فرمایا:

﴿ إِنَّ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيُمُّ ۞

یعن کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت اوراس کے علم سے خارج نہیں لیکن یہ لفظ محاورے کے لحاظ سے عموماً استغراق عرفی کے لیے استعال ہوتا ہے۔ جبیبا کہ قرآن کریم میں تورات کے متعلق فرمایا:

﴿ وَكَتَبُنَا لَهُ فِي الْاَ لُوَاحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾ ﴿ وَكُتَبُنَا لَهُ فِي الْاَ لُواحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ ﴾ ''اور ہم نے اس (مویٰ ملیہ) کے لیے تختیوں پر ہر طرح کی تصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی۔' ''

① الأعراف 7:145.

نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ لیکن اس سے مرادیہ ہے کہ موی ُ ملیٹا کے دین میں جو ضروری اصول و کلیات تھے وہ اس (تورات) میں بیان کیے گئے تھے۔ اسی طرح ابراہیم ملیٹا کے خاص مجزے کے متعلق فرمایا:

﴿ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينُكَ سَعْيًا ﴾

'' پھران میں سے ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دیں، پھر انھیں بلا کمیں تو وہ آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے۔'

اگریہاں ﴿ کُلِّ جَبَلِ ﴾ ''ہر پہاڑ' سے دنیا کے تمام پہاڑ مراد لیے جا کیں تو یہ عادت اور عقل کے خلاف ہے۔ کسی انسان کے اختیار ہی میں نہیں کہ وہ دنیا کے تمام پہاڑوں پر پہنچ سکے۔ یہاں بھی وہ بعض پہاڑ مراد ہیں جوابراہیم مُلیُّا کے نزدیک تھے۔

شعیب ملیظ نے اپی قوم کومنع کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ ﴾

''اور ہرراستے پر نہ بیٹھو۔''[©]

شعیب طیلاً کی قوم کے لوگ تمام راستوں میں بیٹھتے تھے نہ بیٹھ سکتے تھے، لہذا اس آیت میں بھی کل سے بعض مراد ہے، یعنی وہاں کے نزدیک والے راستے۔

فرعون نے مولی مُلِیّا کے مقابلے میں ساحر جمع کرنے کے لیے ان الفاظ کے ساتھ تھم دیا: ﴿ الْمُتُونِيْ بِحُلِّي سُحِرِ عَلِيْمِدِ ﴾

''تمام ماہر جادوگروں کومیرے پاس لے آؤ۔'[®]

اس آیت میں بھی تمام جادوگروں سے مراد دنیا کے تمام جادوگرنہیں تھے بلکہ صرف مصرمیں رہنے والے جادوگر ہی مراد تھے۔اسی طرح قر آن کریم میں استغراق عرفی کی عبد سے اند سے سے اند

البقرة 260:2. (2) الأعراف 86:7. (2) يونس 79:10.

بہت میں مثالیں موجود ہیں تو ﴿ وَ تَفْصِیلًا لِكُلِّ شَیْ ﴾ ﴿ اور ﴿ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْ ﴾ سے بہ مراد نہیں کہ تمام اصول وکلیات اور فروع و جزئیات قرآن کریم میں موجود ہیں بلکہ اس سے مراد دین اسلام کے ضروری اصول وکلیات، علوم و معارف اور جزئیات میں سے بعض صراحت کے ساتھ، بعض اشار تا ، بعض دلالٹا ، بعض مجمل ، بعض مفسر اور بعض متثابہ کے طور پرموجود ہیں ، پھران میں سے جس کی ضرورت اور اہمیت زیادہ تھی ، اس کی شرح احادیث میں بیان کردی اور حدیث کے احکام بھی درحقیقت قرآن کے احکام ہیں جیسا کہ پہلے میں بیان کردی اور حدیث کے احکام بھی درحقیقت قرآن کے احکام ہیں جیسا کہ پہلے بات کیا گیا ہے۔

2 پرویز صاحب خود بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ قرآن کریم ہیں سب پھے نہیں ہے۔ چاہیں ہے، چنانچہ کھتے ہیں: ''ہمارا ایمان ہے کہ قرآن تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے اوراس کی ہدایت قیامت تک نافذ العمل رہے گی۔ ظاہر ہے کہ اس فتم کے ضابطہ حیات میں ہرفتم کے مسائل و معاملات کے لیے جزئی اور فروی احکام نہیں دیے جاسکتے تھے۔' ، ⁽¹⁾

نیز لکھاہے:''دوسری قابل غور حقیقت ہے ہے کہ قرآن میں کچھ احکام دیے گئے ہیں لکھا ہے: لیکن بیشتر امور میں اصولی ہدایت دی گئی ہے۔ نظام خداوندی کا فریضہ ہیہ ہے کہ وہ ان اصولوں کے احکام نہیں بلکہ اصولوں کی جزئیات حالات کے نقاضے کے مطابق جماعت مومنین کے مشورہ سے خود مرتب کرے۔''(2)

① مقام عدیث، ص: 242. ② مقام عدیث، ص: 65.

قرآن کریم میں سارے احکام نہیں ہیں اور جزئیات و فروع کی تفصیل محمد مُنْ اللَّمِ اللَّهِ نَا کَ کَ عَلَیْ اَلْ ک ہے، لہذا اہل اسلام غور فرمائیں کہ مرکز ملت اور جماعت مونین کا مشورہ مفید اور حجم ہوگایا محمد مُنَا اللّٰهِ کی شرح اور تفصیل صحیح ہوگی جو ہر زمانے کے مطابق بھی ہے۔ اور ﴿ وَ تَفْصِیلًا لِنَّا مِنْ عَلِ لِنَکْلِ مَنْ عَلَیْ اللّٰہِ عَلَیْ مِنْ مِنْ کِی تفصیل' کا مصداق بھی۔

ساتوان شبه: بذریعه قرآن تیمیل دین

الله تعالى نے فرمایا:

﴿ ٱلْيَوْمَ ٱكُملَتُ لَكُمْ دِينَّكُمْ ﴾

'' آج کے دن میں نے تھارے لیے دین کامل کر دیا۔'[®] حافظ اسلم مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"جب دین کمل ہوگیا تو پھر احادیث کی ضرورت ہی کیا باتی رہ گئ۔ احادیث کی حیثیت بس تاریخی اور ظنی ہے جو بہت عرصہ بعد لکھی گئی ہیں۔ اگر احادیث بھی دین کا حصہ تھیں تو یہ آدھا یا آدھے سے زیادہ دین جو احادیث میں مندرج ہے اس کے بغیر دورصحابہ میں دین کیے کمل ہوگیا تھا۔"

جواب: ﴿ اس آیت میں دین کے کمل ہونے کا وہی مطلب ہے جو پہلے قرآن میں
﴿ قَ تَفْصِیلًا لِنَّکُلِ شَیْء ﴿ " " ہر چیزی تفصیل" کی وضاحت کے تحت بیان کیا گیا ہے۔
﴿ اس آیت کا زمانہ نزول ججۃ الوداع سن 10 ہجری، مقام عرفات، عرفہ کا روز ہے۔
نبی سُکُافِیْم نے اس وقت تک قرآن کریم کی صرف تلاوت ہی نہیں کی تھی بلکہ آپ سُکُٹیم نے
قولی اور عملی طور پر اس کی شرح اور تفصیل بھی بیان کی تھی جس کا نام احادیث ہے۔

الله تعالیٰ نے اس آیت میں ان سب کو دین قرار دیا ہے۔ جس دین کو کمل کیا گیا احادیث بھی اس کا حصہ ہیں۔

حافظ اسلم کی تفسیر کا آخری جملہ ہے:

'' بیہ آ دھا یا آ دھے سے زیادہ دین جواحادیث میں مندرج ہے، اس کے بغیر دور صحابہ میں دین کیسے کمل ہوگیا تھا۔''

اس جملے میں بہت تلبیس سے کام لیا گیا ہے۔اور اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ طاقی کی احادیث تو صحابہ کرام کی وساطت سے موسول ہوئی ہیں، لہذا جو دین احادیث میں مندرج ہے وہ صحابہ کرام کے وقت مکمل تھااور یہ کمیل ججة الوداع کے دن ہو چکی تھی۔ باتی احادیث کی تاریخی یا ظنی حیثیت پران شاء اللہ اس کے بعد تفصیلی بحث آئے گی۔

آ تفوال شبه: حديث قرطاس

منکرینِ حدیث بھی اپنے مقصد کی احادیث سے استدلال کر کے احادیث کو دینی جیت سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ حدیث قرطاس میں عمر والنی نے نبی سالنے ہما اور دیگر اور دیگر صحابہ کے سامنے کہا تھا:''ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے۔'' الیعنی حدیث کی کوئی ضرورت نہیں۔

 كتاب الله كے متعلق برویز صاحب نے لکھا ہے:

'' یہ کتاب قرآن ساتھ کے ساتھ ہی محفوظ ہوتی چلی گئی اور جب نبی ٹاٹیٹی اس ونیا ہے تشریف لے گئے ہیں تو یہ بعینہ ای شکل اور ای ترتیب میں جس میں بیاس وقت ہمارے پاس ہے لاکھوں مسلمانوں کے پاس موجود اور ہزاروں کے سینوں میں محفوظ تھی، اس کی ا کیستند (ماسٹر) کا بی معجد نبوی میں ایک ستون کے قریب صندوق میں رکھی رہتی تھی۔ پیہ وہ نسخہ تھا جس میں نبی مَالَيْنِ اسب سے پہلے وحی تکھوایا کرتے تھے، اے ام یا امام کہتے تھے۔اوراس ستون کو جس کے قریب بیانسخد رہتا تھا استوانۂ مصحف کہا جاتا تھا۔اس ستون کے پاس بیٹھ کرصحابہ کرام نبی مُناتِیْم کی زیر نگرانی اس مصحف سے اپنے اپنے مصاحف نقل کیا کرتے تھے۔ اس کتاب کی اشاعت اس قدر عام ہوگئ تھی کہ جب نبی مُلْاثِیَا نے اینے آخری حج (ججة الواداع) كے خطبه ميں لا كھوں نفوس كو مخاطب كر كے يو جھا: كياميں نے تم تك خدا كا پيغام پنجا ديا ہے؟ تو حارول طرف سے بيآواز گونج أتمى: بال! آپ نے اسے پہنچا دیا ہے، یہی تھی وہ کتاب جس کے متعلق حضرت عمر ڈاٹٹؤنے نبی اکرم مُٹاٹیز کی حیات طیبہ کے آخری لمحات میں دیگر صحابہ کرام ٹھائی کی موجودگی میں فرمایا تھا کہ حسنبناً كِتَابُ الله "جارے ليے الله كى كتاب كافى ہے۔"

اس اقتباس میں چندامور زیر بحث ہیں:

- ﷺ عرب کے نزدیک کتاب لکھی ہوئی چیز کو کہتے ہیں جو مدون شکل میں سلی ہوئی صورت میں ہو۔
- ﷺ جس شکل اور ترتیب میں اب موجود ہے اس صورت میں نبی مُلَیُّما کے زمانے میں موجود تھی اور لاکھوں مسلمانوں کے پاس موجود تھی۔
 - اللہ مجد نبوی میں نبی مُنَافِیاً کے زمانے میں ماسٹر کا بی موجودتھی، اے امام کہتے تھے۔

- صحابہ کرام اس سے اپنے مصاحف نقل کرتے تھے۔
- ، نی مَنْ اللهِ أَنْ فرمایا: كياميل نے خدا كا پيغام مصيل پہنچاديا ہے۔
 - الله عمر والثنائي ال كتاب كم تعلق كها: حَسْبُنَا كِتَابُ الله.

مندرجہ بالا اقتباس میں مذکورہ امور محل نظر ہیں لیکن جواب سے پہلے ہم پرویزیوں سے پوچے ہیں کہ یہ سارا قصہ کس حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔ کوئی آیت یا حدیث پیش کریں، البتہ اس قصے میں دو حدیثوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (ججۃ الوداع اور مرض موت) اس سے معلوم ہوا کہ حدیث ججت ہے۔ اگر ججت نہیں تو آپ نے کیوں یہ حوالے پیش کیے ہیں؟

اب ہم تفصیل کے ساتھ جواب پیش کرتے ہیں۔ ہم کتاب کے معانی کا تعین کرنے میں۔ ہم کتاب کے معانی کا تعین کرنے کے لیے صرف عرب پر انحصار نہیں کرسکتے۔ خود قرآن کریم سے نقل کرتے ہیں۔ لفظ کتاب قرآن کریم میں 230 مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کا مادہ (ک، ت، ب) 319 مرتبہ مذکور ہے۔ یہ لفظ قرآن کریم میں مختلف معانی میں استعال ہوا ہے۔

- 🗈 فرض شدہ چیز کے معنی میں، جیسے اللہ تعالی نے فرمایا:
- ﴿ إِنَّ الصَّالَوةَ كَانَتُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتْبًا مَّوْقُوْتًا ۞

''بے شک نماز مومنوں پر ہمیشہ سے وقت مقررہ پر فرض کر دی گئی ہے۔''[®]

2 حجت کے معنی میں، جیسے فرمایا:

﴿ فَأَتُوا بِكِيْكُمْ إِنْ كُنْتُمْ طِي قِيْنَ ﴾

''پستم اپنی کوئی حجت و دلیل پیش کرواگرتم سچے ہو۔''®

اجل کے معنی میں، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

عد عد المسام 4:103. ﴿ الصَّفْتِ 157:37.

﴿ وَمَا آهُلَكُنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعُلُومٌ ۞

"اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگریہ کہ اس کی ہلاکت کا وقت مقرر تھا۔"

الله علام کومکاتب بنانا، یعنی مال کے عوض اسے آزاد کرنا۔ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ يَبْتَغُونَ الْكِتْبَ مِمَّا مَلَكَتْ آيُمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمُتُمْ فِيهُمْ خَنْيًا﴾

[5] لكھنے كے معنى ميں، جيسے فرمايا:

﴿ وَكُلَّ شَيْءٍ أَخْصَيْنَكُ كِتْبًا ۞

"اور ہم نے ہر چیز لکھنے کے ذریعے سے ثار کرر کھی ہے۔"

اعمال نامے کے معنی میں، جیسے فرمایا:

﴿ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِلْمَةِ كِتابًا يَالْقَلْهُ مَنْشُورًا ۞

''ہم روز قیامت اس کے واسطے اعمال نامہ نکال کر سامنے کردیں گے (اور) وہ اے کھلا ہوایائے گا۔''[®]

🗇 اوح محفوظ کے معنی میں، جیسے فرمایا:

﴿ إِنَّهُ لَقُرْانٌ كُونِيمٌ ﴿ فِي كِتْبٍ مَّكُنُونٍ ﴿ ﴾

''بے شک بیقر آن بڑی قدر ومنزلت والا ہے جولوح محفوظ میں ہے۔''®

🛭 خط کے معنی میں، جیسے فر مایا:

﴿ إِنَّ ٱلْقِيَ إِنَّ كُتُبُّ كُرِيْمُ ۞

"بے شک میری طرف ایک عزت والا خط پھینکا گیا ہے۔" او تقدیر میں لکھی ہوئی چز، مثلاً: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ا أُولَيكَ يَنَالُهُمُ نَصِينَهُمُ مِّنَ الْكِتْبِ

''ان لوگوں کے نصیب میں جو کھھا ہے وہ انھیں مل جائے گا۔''®

الا عدت کے معنی میں، جیسے فرمایا:

﴿ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغُ الْكِتْبُ آجَلَهُ ﴾

''جب تک عدت پوری نه ہوجائے عقد نکاح کا قصد نہ کرو۔''[®]

🖽 تھم شرعی کے معنی میں ، جیسے فر مایا:

﴿ وَ أُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتْبِ اللَّهِ ﴾

''اور رشتے دار تھم شرعی (کتاب اللہ، سنت) کی روسے ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔'،®

12 تدوین شدہ مجموعے کے معنی میں جوعجم کے عرف میں مشہور ہے، جیسے فرمایا:

﴿ وَهٰذَا كِتُبُّ ٱنْزَلْنَهُ

''اور بیر کتاب ہم نے نازل کی ہے۔''[®]

اس تفصیل کا مطلب یہ ہے کہ کتاب کا جومعنی پرویز صاحب نے عربوں کی طرف منسوب کیا ہے کتاب کا جومعنی پرویز صاحب نے عربوں کی طرف منسوب کیا ہے کتاب کا صرف وہ معنی نہیں ہے، یہ معنی عجم کے ہاں مشہور ہے اور ان کی اصطلاح ہے جبکہ عرب میں تو لفظ کتاب کے متعدد اور مختلف معانی ہیں۔ پھر ﴿ ذٰلِكَ الْكِتْبُ الْكِتْبُ الْكِتْبُ الْكِيْبُ الْكِتْبُ اللّٰ اللّٰ

النمل 29:27. (أ) الأعراف 37:7. (أ) البقرة 235:2. (أ) الأحزاب 6:33. (أ) الأنعام 155:6.

لَادَیْبَ ﷺ فِیْدِ میں کتاب سے مدون شکل میں سلی ہوئی کتاب مراد لینا بڑا عجیب ہے کونکہ یہ آیت سورہ بقرہ کی ہے اور سورہ بقرہ مدینہ طیبہ میں پہلی نازل شدہ سورت ہے۔ اس وقت قرآن کریم کی می سورتوں کی تعداد 86 تھی جو اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں، لہذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ انھیں کس نے مدون کرکے ان کے اوراق کی سلائی کی؟

یرویزصاحب مزید کہتے ہیں کہ یہ جیسے ہمارے پاس موجود ہے بعینہ ای شکل اور اسی ترتیب میں لاکھوں مسلمانوں کے پاس موجودتھی۔ یہ بات پہلی بات سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ کاغذ 134 جمری بمطابق 751ء میں ایجاد ہوا۔ اس کا موجدایک چینی شخص تھا جس نے کتان اور س کے ریشوں سے کاغذ بنانے کی صنعت شروع کی۔اس سے پہلے اہل مشرق کے پاس صرف قرطاس موجود تھا۔ پیکاغذی ابتدائی رف می شکل تھی جو قدیم مصرمیں رائج تھی۔ وہ بھی اتنا عام نہیں تھا کہ قر آن جیسی بڑی کتاب کے لیے میسر ہوتا جبکہ دور نبوی میں لکھنے کے لیے دو چیزیں دستیاب تھیں، قرطاس جو بہت کم یاب تھا اور ورق جس کا طلوع اسلام میں بھی ذکر ہے کہ ایسے اور اق جو باریک کھال سے بنائے گئے ہوں۔ یہ بھی دور نبوت میں عام نہیں تھا۔ ان دنوں بھر کی سلیں، باریک کھالیں، اور تھجور کی چھال کتابت کے لیے بطور ورق استعال کی جاتی تھی۔ ان پر قرآن کریم مدون کرنا اورسلا ہوا بناناعقل ہے بعید ہے، البتہ قرآن کریم کو کتاب کہنا اس معنی پر صادق آتا ہے کہ قر آن لوح محفوظ میں ،صحف ِ ملائکہ میں ،صحابہ کرام کے سینوں میں ، پھر پھروں اور ہڈیوں وغیرہ پرجمع تھا۔ پہ کہنا کہ پیرمجموعہ لاکھوں صحابۂ کرام کے پاس موجود تھا، سراسر جھوٹ ہے۔ اس وفت کوئی حصابیہ خانہ موجود نہ تھا۔ سارے صحابۂ کرام لکھنا نہیں جانتے تھے اورضرورت کے مطابق اوراق وقر طاس بھی میسرنہیں تھے تو قرآن کریم کانسخہ لاکھوں صحابۂ کرام کے ہاتھوں میں کس طرح آیا؟ مزید برآں ہیے کہنا بھی حقیقت کے خلاف ہے کہ اسطوانۂ مصحف کے پاس قرآن کی ماسٹر کا پی موجود تھی اور اسے کتاب اور امام کہا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عثان ٹٹاٹٹا کے دور میں ایسے ہوا تھا کہ ان کے پاس جونسخہ تھا اسے امام کہا جاتا تھا اور اس سے دوسرے نسخ نقل کیے گئے تھے۔

بالم به به به به بال بالد کا بو مرا کے گئے تھے۔
عمر وہ اللہ کا کتاب اللہ کتاب اللہ کا کتاب کافی ہے 'کا میہ مطلب ہر گزاہیں کہ اس وقت قرآن مدون شکل میں تھا اور نہ ہی میہ مطلب ہے کہ کتاب اللہ سے صرف قرآن کریم مراد ہے، بلکہ عمر وہ اللہ کی دوسری الی روایات موجود ہیں جن میں انھوں نے کتاب اللہ کا اطلاق اس حکم شری پر کیا ہے جوا حادیث میں موجود ہے۔
عمی انھوں نے کتاب اللہ کا اطلاق اس حکم شری پر کیا ہے جوا حادیث میں موجود ہے۔
عمر وہ اللہ نے اپنی خلافت کے آخری ایام میں مسجد نبوی میں صحابہ کرام کو جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا، اس میں فرمایا:

⁽ صحيح البخاري الحدود ، باب رجم الحبلي في الزنا ، حديث: 6830.

فَارْ جُمْهَا»

''اس ذات کی قتم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اللہ جل ذکرہ کی کتاب کے مطابق تمھارے درمیان فیصلہ کروں گا۔ سو بکریاں اور خادم تحقیے واپس کیا جائے گا اور تیرے بیٹے کی سزایہ ہے کہ اسے سوکوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے جلا وطن کردیا جائے۔ اے انیں! صبح اس شخص کی بیوی کے پاس جانا، اگر وہ اعتراف کرلے تو اسے رجم کردینا۔'' ®

اس صدیث میں بھی کتاب اللہ سے مراد وہ تھم شری ہے جو تیجے صدیث میں موجود ہے۔

نوٹ: کتاب اللہ اور کلام اللہ میں فرق ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام بھی ہے اور اللہ

تعالیٰ کی کتاب بھی ہے جبکہ احادیث شری تھم کی وجہ سے کتاب اللہ بیں، کلام اللہ نہیں۔

کلام اللہ کے لیے شرط ہے کہ اس کے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ موں

جبکہ کتاب اللہ کے لیے میشر طنہیں۔

مزید برآں نبی اکرم ٹاٹیا جو چیز لکھوانا چاہتے تھے وہ آپ نے بیان بھی فرما دی تھی، حبیبا کہ حدیث سے واضح ہے، لہذا ہم اصل حقیقت سامنے لانے کے لیے وہ متن پیش کرتے ہیں:

ابن عباس اللظهدے روایت ہے کہ جمعرات کا دن ، کیا ہے جمعرات کا دن؟ پھر رونے لگے بہال تک کہ انھوں نے نیچے پڑی ہوئی کنگریوں کو آ نسوؤں سے تر کردیا، پھر فر مایا:

نبی طُلْمِیْ کی بیاری شدید ہوگئ تو آپ نے فر مایا: ''ایک کتاب (کھنے کی کوئی چیز) لاؤ کہ میں تمھارے لیے کچھ کھوں۔ اس کے بعد تم بھی گراہ نہیں ہوگے۔'' لیکن وہاں موجود صحابہ کرام نے اختلاف کیا جبکہ نبی طُلْمِیْ کی حالت بدل گئے۔ آپ نے فر مایا: '' مجھے میری

سحيح البخاري، الحدود، باب الاعتراف بالزنا، حديث: 6828.

حالت پر چھوڑ دو۔ میری بیدحالت اس چیز سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔'' پھر آپ نے مین باتوں کی وصیت فر مائی: ﴿ مشرکوں کو جزیرہ عرب سے زکال دو۔ ﴿ وفد کوعطیہ دیا کر وجیسا کہ میں ویتا ہوں جبکہ تیسری چیز کے بارے میں راوی بھول گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی مُظافِرُم جولکھوانا چاہتے تھے وہ زبانی طور پر بیان کر دیا اور دین میں کوئی نقص اور کی نہیں چھوڑی۔ ﴿

نوان شبه: نِيُ اكرم طَافِيًا كاصرف ايك مجلد كتاب كالحجمورُ نا

پرویز لکھتے ہیں:

چھوڑا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: آپ نے صرف یہ ایک مجلد کتاب چھوڑی ہے۔ ' ' آک طرح محمد بن حفیہ سے پوچھا گیا تو انھوں نے بھی یہی جواب دیا۔ ' اس کا جواب واضح ہے کہ موجودہ صورت میں جو قرآن ہے وہ تو ابو بکر ڈاٹٹؤ، پھر عثان ڈاٹٹؤ نے جمع کیا تھا۔ ابن عباس ڈاٹٹؤ اور محمد بن حفیہ نے جو اشارہ کیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس وقت وہ دو گتوں کے درمیان جمع شدہ تھا اور اس وقت وا تعنا قرآن مجلد شکل میں موجود تھا۔ ابن عباس ڈاٹٹؤ نے جو فرمایا: ماتر کے ' دنہیں چھوڑا' تو اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کے سواجمع شدہ کوئی چیزنہیں چھوڑی کیونکہ نبی تا ٹیڈٹؤ کے دور میں مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کے سواجمع شدہ کوئی چیزنہیں چھوڑی کیونکہ نبی تا ٹیڈٹؤ کے دور میں ساری احادیث ایک مجموعے کی صورت میں موجود نہیں تھیں لیکن مجموعے کی صورت میں

"ابن عباس والنفيات شداد بن معقل نے بوچھا: نبی منافیا نے امت کے لیے کیا

⁽¹⁾ صحيح البخاري، العلم، باب كتابة العلم، حديث: 114، ثير بير مديث امام بخارى في متعدو مقامات برنقل كى به ال مقامات برنقل كى به اور ان سب كا خلاصه يهال فركور ب، اس لي مزيد ديكسي: حديث نمبر: 3053 و 4431 و 4431 و 5669 و 7366. (2) صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب من قال: لم يترك النبي، حديث: 5019.

موجود نه ہونے کا پیمطلب نہیں کہ احادیث محفوظ نہیں تھیں یا وہ حجت نہیں۔

دسوال شبه: احادیث ظنی میں

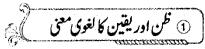
طلوع اسلام نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ دین یقینی چیز ہوتی ہے اور یقینی چیز صرف قرآن ہے جبکہ احادیث ظنی ہیں، لہذاظن دین نہیں ہوسکتا۔ پرویز صاحب کی متعدد تحریروں میں سے ایک درج ذیل ہے:

"دین کے متعلق ایک چیز سے متعلق تو یقیناً آپ متفق ہوں گے، لینی کہ دین وہی ہوسکتا ہے جو یقینی ہونظنی اور قیاسی نہ ہو۔' "

طلوع اسلام والے لفظ طن کو صرف وہم اور شک کے معنی میں استعال کرکے عام مسلمانوں کو مغالطہ ویتے ہیں کہ احادیث طن ہیں اور ظن دین نہیں ہوسکتا، لہذا احادیث جمت نہیں۔اس میں چند ضروری امور توجہ طلب ہیں:

- 🗘 خلن اور یقین کا لغوی معنی
- قرآن میں لفظ طن کا استعال
 - ③ نظن غالب پر دین کی بنیاد

ہم ان تینوں امور پرالگ الگ مخضر بات کریں گے جس سے پیشبہ دور ہوجائے گا۔



الله يقين: يه وه عقيده ج جو استدلال ك ذريع سے شك زائل ہوجانے ك بعد حاصل ہو۔ اى ليے يه الله تعالىٰ كى صفات ميں مستعمل نہيں ہوتا۔ امام راغب فرماتے ہيں:
الفين علم كى صفت ہے جو معرفت و درايت سے بڑھ كر ہے۔ اور كها: سُكُونُ الْفَهُم مَعَ

الله مقام مديث، ص: 3.

ثُبَاتِ الْحُكْمِ "مَحَكُم كَى مضبوطى اور پَخْتَكَى كے ساتھ فہم كا سكون" قرآن كريم ميں عقيدے كے حوالے سے" يقين" كا ايجابا اور سلباذكركيا كيا ہے اور ظن كے مقابلے ميں ميدوم تبد مذكور ہے۔ ارشاد بارى تعالى ہے:

﴿ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمِ إِلاَّ النِّبَاعَ الظَّلِّ وَمَا قَتَلُونَ كَقِينًا ٥

''ان کے پاس اس معاملے میں ظن کی پیروی کے سواکوئی بقینی علم نہیں اور انھوں نے بقیناً اسے (عیسیٰ کو) قتل نہیں کیا۔'' ®

الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنْ نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَنْقِنِيْنَ ۞

''ہم تو اسے صرف معمولی سا گمان کرتے ہیں اور ہمیں اس پر ہرگز یقین نہیں۔' ®
ظن: امام راغب رِ طُلْ نے ظن کے متعلق لکھا ہے: '' ظن اس چیز کا نام ہے جو
علامات سے حاصل ہواور جب بی علامات قوی ہوں تو اس سے علم (لیقین) حاصل ہوتا ہے
اور جب بی علامات بہت کمزور ہوں تو وہ نتیجہ وہم کی حد سے تجاوز نہیں کرتا، لینی اس
صورت میں ظن، وہم کے معنی میں ہوتا ہے اور جب ظن قوی ہو یا قوی کی طرح مصور ہوتو
اس کے بعد أَنَّ یا أَنْ مُخَفَّفَةٌ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ استعال ہوتا ہے اور جب وہ کمزور ہوتو اس
کے بعد أَنَّ استعال ہوتا ہے جو معدوم چیزوں کے ساتھ خاص ہے، خواہ قول ہو یا فعل۔ ®
(امام راغب رِ طُلْ یَ اس کے بعد مختلف قرآنی آیات بطور مثال پیش کی ہیں)' اس بحث
سے بی ثابت ہوا کہ ظن بھی وہم کے معنی میں آتا ہے اور بھی یقین کے معنی میں اور محدثین
نے جوفر مایا ہے کہ احادیث ظنی ہیں تو اس سے بھی یقین مراد ہے، وہم نہیں۔

[﴾] مفردات القرآنُ : 1180/2؛ وتفسير الخازن : 4/3. ﴿ النسآء 157:4. ﴿ الجاثية 32:45.

[﴿] مفردات القرآن:657/2.

قرآن کریم میں لفظ ظن کا استعال

لفظ ظن، قرآن کریم میں مختلف معانی میں اور مختلف صیغوں کے ساتھ 69 مرتبہ مذکور ہے۔ چند معانی اور ان کا استعال درج ذیل ہے:

الله تعلى بمعنى يقين: الله تعالى فرمايا:

﴿ الَّذِينَ يَظُنُّونَ اَنَّهُمْ مُّلْقُوا رَبِّهِمْ وَانَّهُمْ اللَّهُ وَاجِعُونَ ۞

''وہ جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور بلاشبہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اس کے حضور لوٹ کر جانے والے ہیں۔''[®]

﴿ إِنِّي ظَنَنْتُ آنِّي مُالِقٍ حِسَابِيهُ ۞

'' مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں۔''®

اور اسی طرح وہ ساری آیات جن میں طن کے مادے کے بعد أنَّ مشدوہ یاأَنُ مخففة من المشددة استعال ہوا ہے، کیونکہ أنَّ تاکید کے لیے آتا ہے۔ تو بید دلیل ہے کہ ظن، یفین کے معنی میں استعال ہوا ہے۔

ا خن بمعنی مگمان: جب کسی چیز کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کیا جا سکتا ہوتو اس کوشک کا مرتبہ کہا جاتا ہے اور جب دل میں الی کیفیت پیدا ہوجائے کہ ایک جانب کو ترجیح دیتو اس صورت میں رائح جانب کوظن اور مرجوح جانب کو وہم کہا جاتا ہے۔ عرف عام میں اسے غالب مگمان کہا جاتا ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿ إِنْ ظُنَّا آنُ يُقِيبُنَّا حُدُودَ اللَّهِ ﴾

''اگر وہ دونوں (میاں بیوی) گمان کریں کہ وہ اللہ کی حدود قائم کریں گے۔''[®]

القرة 230:2. (2) الحاقة 20:69. (3) البقرة 230:2.

یبال ظن یقین کے معنی میں نہیں کیونکہ انسان اپنے متنقبل کے بارے میں یقینی علم نہیں رکھتا اوراس غالب گمان پر علم کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے یوسف ملیہا کے بھائیوں کا کلام نقل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَمَا شَهِدُ نَآ إِلَّا بِهِمَا عَلِمُنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حُفِظِيْنَ ۞ ﴾

" ہم نے تو اپنے علم کے مطابق گواہی دی تھی اور ہمیں غیب کی پچھ خبر نہیں تھی۔ " یعنی علامات کے ذریعے سے ہمیں علم حاصل ہوا اور علامات کے ذریعے سے حقیقت میں ظن غالب حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے انھوں نے کہا کہ ہم نے اپنے علم (ظن غالب) کے مطابق گواہی دی تھی جبکہ اصل حقیقت سے ہم واقف نہیں تھے۔

﴾ ظن جمعنی غیراختیاری خیال:الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَظَنَّ أَنُ لَّنْ نَّقُدُ إِدَ عَلَيْهِ ﴾

''پس انھوں (یونس ٹایٹا) نے (غیرا فتیاری طور پر) خیال کیا کہ ہم اس پر قادر نہیں۔''[®] اللہ تعالیٰ نے فر ماہا:

﴿ وَظُنُّواً آ لَّهُمْ قَلُ كُنِ بُوا

''اورانھوں نے (غیراختیاری طور پر) خیال کیا کہان کی تکذیب کی گئی ہے۔''[®] ان وونوں آیتوں کا بیم عنی ایک تو جیہ کے لحاظ سے ہے جبکہان دونوں آیتوں کی اور بھی توجیهات ہیں۔

کن جمعنی جھوٹ: ظن، جھوٹ بولنے کے معنی میں اس وقت استعال ہوتا ہے جب وہ حق کے مقابلے میں ہوتا ہے جب وہ حق کے مقابلے میں ہوجیسا کہ قرطبی السلائے نے الا نباری سے نقل کیا ہے کہ عرب لفظ خن کو یقین، شک اور جھوٹ کی مثال اللہ تعالی کا

-(\$\tilde{\theta} يوسف 81:12. \$\tilde{\theta} الأنبياء 87:21. \$\tilde{\theta} يوسف 110:12.

بەفرمان ہے:

﴿ وَإِنْ هُمُ إِلَّا يَظُنُّونَ ۞

''اوروہ محض انکل بچو باتیں (حجوٹ) بنایا کرتے ہیں۔''[®] نیز فر ماہا:

﴿ وَمَا يَكْنِعُ ٱكْثَرُهُمْ لِلَّا ظَنَّا ﴿ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيٰ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۗ

''اوران میں سے اکثر تو ظن (جموٹی دلیل) کی پیروی کرتے ہیں جبکہ ظن (جموٹ) حق سے بے نیاز نہیں کرسکتا۔''®

ان آیات میں ظن سے مرادان کی حجوثی دلیلیں اور خود ساخنة نظریات ہیں۔

👑 خلن جمعنی اجتهاد:الله تعالی نے فرمایا:

﴿ وَظُنَّ دَاؤِدُ أَنَّهَا فَتَتَّلُّهُ ﴿

''اور داود (عَلِيلًا) نے ظن (اجتہاد) کیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے۔''[®]

🛞 ظن جمعن شهت: الله تعالى نے فرمایا:

﴿ يَا يَتُهَا الّذِينَ الْمَنُواا جُمَّنَهُوا كَثِينُوا مِّنَ الطَّنِ الطَّنِ الْقَاتِ بَعْضَ الطَّنِ إِثْمَّ ﴿ ''ا الله الله الوا بهت زياده ظن سے اجتناب كروكيونكه بعض ظن گناه بيں۔'' مفسر قرآن امام قرطبی وطلقہ نے يہاں ظن ہے كسى يرتبهت لگانا مرادليا ہے۔

© عن غالب پردین کی بنیاد (§

اکثر دینی مسائل طن کی بنیاد پر ہیں اس دعویٰ کے اثبات کے لیے ہم چندنقلی اور عقلی دلائل پیش کرتے ہیں۔قرآن کریم نے بہت سے احکام کی بنیاد گواہی پررکھی ہے، جبیبا کہ

الله تعالی نے فرمایا:

﴿ فَأَسْتَشْهِ لُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ﴿

''پس ان پراپنے آ دمیوں میں سے جار کو گواہ بنالو۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَاسْتَشْهِلُ وَا شَهِيْكَ يُنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ﴾

''اوراپنے مردوں میں سے دو گواہ بنالیا کرو۔''®

نيز فرمايا:

﴿ وَلَا تَكُتُنُوا الشُّهَادَةَ لَا وَمَنْ يَكُتُمُهَا فَإِنَّهَ أَثِمٌ قَلْبُهُ ﴾

''اور گواہی کو نہ چھپاؤاور جو گواہی کو چھپا تا ہے تو اس کا دل گناہ گار ہے۔'' نیز فر مایا:

﴿ وَ ٱشُهِدُ وَا ذَوَىٰ عَدُلِ مِّنْكُمُ وَ ٱقِينُمُوا الشَّهَادَةَ يِللَّهِ

''اورا پنے میں سے دو عادل شخصوں کو گواہ بنالوادراللہ کے لیے ٹھیک ٹھیک گواہی دو۔'' کی مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے زنا کے اثبات، مالی معاملات اور نکاح وطلاق کے بارے میں گواہ مقرر کرنے اور گواہی لینے کا حکم دیا ہے۔ بیشہادت ظن کا فائدہ دیتی ہے اور بیظنِ غالب ہوتا ہے کہ گواہ نے سیح گواہی دی ہے کیکن اس ظنِ غالب کو بھی شرعی حکم کی حیثیت حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَجَزَآ ۚ عِنْهُ لُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدُلِ مِّنْكُمْ هَدُمُنَّا لِلغُ الْكَعْبَةِ ''(جو شخص حرم میں جان بوجھ کرشکار کر ہے) تو اس کی سزایہ ہے کہ اس نے جس طرح کا جانور شکار میں مارا ہے۔اس کے معاوضے میں چو پایوں میں سے اس

> . ۞ النسآء 15:4. ۞ البقرة 282:2. ۞ البقرة 283:2. ۞ الطلاق 2:65.

ہے ملتا جاتا جانور، جس کے متعلق تم میں سے دومنصف فیصلہ کردیں، بطور قربانی کعبہ تک پہنچایا جائے۔، ان

یہاں شہادت نہیں بلکہ کسی جانور کے متعلق فیصلہ کرنا ہے کہ یہ جانوراس شکار میں مارے گئے جانور کے مماثل ہے۔ یہ بھی فلطی ہوسکتی ہے کین ان کے فیصلے کو تسلیم فلطی مسلہ ہے جس میں عاول آ دمیوں سے بھی غلطی ہوسکتی ہے لیکن ان کے فیصلے کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

رسول الله من في كل سنت سے استدلال

[1] رسول الله مثلاثيم في فرمايا:

"إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَّكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِيَ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ»

''تم تنازعات ومقدمات لے کر میرے پاس آتے ہو، ممکن ہے کہتم میں سے کوئی اپنا موقف پیش کرنے میں زیادہ فصاحت رکھتا ہواور میں اس کی سی ہوئی گفتگو کے مطابق فیصلہ کردوں (اوروہ فیصلہ مطابق حقیقت نہ ہو) تو میں جس شخص کواس کے سی بھائی کا کوئی حق دے دوں تو وہ اسے نہ لے کیونکہ میں تو اس کے لیے صرف آگ کا ایک مگڑا کاٹ رہا ہوں۔'' ﷺ

اس مدیث کا حاصل بیہ ہے کہ گواہوں کے بیانات میں جھوٹ کا امکان ہوتا ہے

ن المآئدة 95:5. (2) صحيح البخاري، الأحكام، باب موعظة الإمام للخصوم، حديث:7169.

اوراس وجہ سے قاضی کے فیصلے میں غلطی ممکن ہے۔ ان امکانات کے باوجود عدالت کسی شخص کے حق میں غلط فیصلہ بھی دے دیتی ہے اور وہ فیصلہ نافذ بھی ہوجاتا ہے اور بیساراعمل شرعی قضا کی اطاعت کا مسئلہ ہے۔ بیاسین دین ہے اور بیظن پر بنی ہے۔ پرویزی بھی بیہ حدیث مانتے ہیں کیونکہ وہ بھی عدالتوں اور بچوں کے فیصلوں کو اس بنیاد پر مانتے ہیں اگر چہ وہ بھی طلایات ہیں۔

2 قبلہ کے متعلق شرکی حکم یہ ہے کہ جب کسی شخص پر قبلہ رخ کا تعین کرنا مشتبہ ہوجائے اوراس کی راہنمائی کرنے والا بھی کوئی نہ ہوتو پھراسے اختیار حاصل ہے کہ وہ خان غالب کی بنا پر کسی طرف قبلے کا تعین کرلے اوراس طرف رخ کرکے نماز پڑھ لے۔ اگر بعد میں اسے پتا چلے کہ اس نے قبلے کے علاوہ کسی اور سمت رخ کرکے نماز پڑھ لی ہے تواب اس پرلازم نہیں کہ وہ نماز دہرائے، حالانکہ بی حکم اور بیٹل بھی ظن کی بنیاد پر ہوا تھا۔

پرلازم نہیں کہ وہ نماز دہرائے، حالانکہ بی حکم اور بیٹل بھی ظن کی بنیاد پر ہوا تھا۔

پ نمازی کو دوران نماز شک واقع ہوجائے کہ آیا اس نے دور کعتیں پڑھی ہیں یا تمین تو پھر وہ ظن غالب کی بنیاد پر رکعتوں کا تعین کرے اور پھر اسی تعین کی بنا پر نماز مکمل کرے اور آخر پر سجدہ سہوکر لے۔ بیبھی ظن کا مسکلہ ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ان تمام معاملات یا عبادات میں اطاعت اللی اوراخلاص نیت مقصود ہے۔ اگر اس میں اجتہاد یا نسیان کی وجہ سے کوئی غلطی بھی ہوجائے تواس سے دین میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ احادیث اگر ظنی ہیں اور محدثین نے اس پرظن کا اطلاق کیا ہے تو اس ظن سے مراد نقیقی علم یا ظن غالب ہے اوراس در ہے میں ظن دین کی بنیاد بنتا ہے۔ اساء الرجال میں اصحاب نقد و جرح سے غلطی یا بشری کمزوری کا احتال ہوسکتا ہے لیکن ان امکانات کے باوجود ان احادیث کی دین میں جیت

 [﴿] جامع الترمذي الصلاة ، باب ماجاً ، في الرجل يصلي لغير القبلة ···· عديث : 345.

پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

گیار ہواں شبہ: منافقین کی عدم معرفت

اگر چہا حادیث صحابہ کرام سے مروی ہیں لیکن اس وقت مدینہ اور گردونواح میں منافق لوگ بھی تھے اور کسی کو معلوم بھی نہیں تھا کہ فلال شخص مخلص ہے یا منافق تو اس بنا پر احادیث کی دینی جمیت مشکوک بن جاتی ہے۔

جواب: قرآن کریم کی بہت می سورتوں میں مومنوں اور منافقوں کی صفات کا ذکر ہے جن کے مطالع سے پتا چاتا ہے کہ مومن کون میں اور منافق کون میں۔



الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِينُوْنَ الصَّلُوةَ وَمِثَا رَزَقْنُهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۞ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلِيُكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْالْحِرَةِ هُمْ يُوقِئُونَ ۞ ﴾

''جوغیب پرایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے جو پچھ انھیں دے رکھا ہے۔ وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ آپ پرنازل کی گئی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور جوآپ سے پہلے کتابیں نازل کی گئیں ان پر بھی ایمان لاتے ہیں اور وہ آخرت پریقین رکھتے ہیں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اَمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْاِخِدِ وَالْمَلْلِيكَةِ وَالْكِتْبِ وَالنَّبِيتِنَ ۖ وَأَنَّى

(i) البقرة 4,3:2.

الْمَالَ عَلَى حُيِّهِ ذَوِى الْقُرْبِي وَالْيَكْلَى وَالْمَسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآيِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاقَامَر الصَّلُوةَ وَأَنَّ الرَّكُوةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَهَدُوْا وَالطَّيْرِيْنَ فِي الْبَاسَاءِ وَالطَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاسِ الْوَلَيْكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَوُلِيكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴾

"دلیکن نیکی تویہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر، روز آخرت پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایکان لائے اور اللہ کی محبت میں قریبی رشتہ داروں، بتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور غلاموں کے آزاد کرانے کے لیے مال دے اور نماز کی پابندی کرتا رہے اور زکاۃ دیتا رہے اور ایسے لوگ عہد کرکے اسے پورا کرنے والے ہیں، ننگ دیتی، تکلیف اور جنگ کے وقت ثابت قدم رہنے والے ہیں، بہی لوگ حق میں۔" ش

نيز فرمايا:

﴿ اَلتَّا إِبْدُونَ الْعَبِدُونَ الْحَبِدُونَ السَّا إِحُونَ الرَّكِعُونَ السَّجِدُونَ السَّجِدُونَ السَّجِدُونَ اللهِ الْمُونَ عِنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ عَنِي الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهُ اللهِ ال

"توبہ کرنے والے، عباوت کرنے والے، حمد و ثنا کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، برائی سے والے، رکوع کرنے والے، برائی سے روکنے والے، اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں اور (ایسے)مومنوں کو خوش خبری سنا دیجیے۔"

نيز فرمايا:

﴿ قُلُ ٱفْلُكَ الْمُؤْمِنُونَ ﴿ الَّذِيْنَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خُشِعُونَ ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ اللَّهِ عَلَيْكَ عَدَّمَ اللَّهِ مَا 1772. ﴿ اللَّهِ لِنَهِ 112.9. عَنِ اللَّغُوِ مُغْرِضُوْنَ ﴿ وَالَّذِينَ هُمُ لِلزَّكُوةِ فَعِلُوْنَ ﴿ وَالَّذِينَ هُمُ لِفُرُوجِهِمُ الْخَفُونَ ﴿ وَالَّذِينَ هُمُ لِلزَّكُوةِ فَعِلُوْنَ ﴿ وَالَّذِينَ هُمُ الْفُرُوجِهِمُ الْمُلْكُتُ اَيُمَانُهُمْ فَانَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِيْنَ ﴿ فَكُنِ الْمُعُودُ وَعَهُدِهِمُ الْمُعُودُ وَ وَالَّذِينَ هُمُ لِإِمْلَٰتِهِمْ وَعَهُدِهِمُ لِعُونَ ﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِإِمْلَتِهِمْ وَعَهُدِهِمُ لِعُونَ ﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴾

''بلاشبہ مومنوں نے فلاح پائی، جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں، وہ به بہودہ باتوں سے کنارہ کش رہتے ہیں، جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، مگراپنی بیویوں یا اپنی لونڈیوں سے نہیں کیونکہ (ان سے مباشرت کرنے میں) ان پرکوئی ملامت نہیں، پس جو شخص اس کے علاوہ (برائی کا) خواہاں ہوتو ایسے لوگ حدسے نکل جانے والے ہیں اور وہ جو اپنی امانتوں اور معاہدوں کو ملحوظ رکھتے ہیں اور وہ جو اپنی نمازوں کی پابندی و حفاظت کرتے ہیں۔ "

نيز فرمايا:

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ اتَّذِيْنَ يَهُشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجُهِلُونَ قَالُواْ سَلْمًا ۞

''اور رحمٰن کے بندے تو وہ ہیں جو آہنگی کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ سلام کہددیتے ہیں۔' .

نيز فرمايا:

﴿ مُحَتَّدُ ۚ رَّسُولُ اللّٰهِ ﴿ وَالَّذِيْنَ مَعَةَ آشِدَّاۤ اَءُ عَلَى الْكُفَّادِ رُحَمَّآ ۚ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ زُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضَلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضُوانًا لِسِيْبَاهُمُ فِى وُجُوْهِهِمْ مِّنَ آثَةِ السُّجُوْدِ ﴾

المؤمنون 1:23-9. (أ) الفرقان 63:25.

''محمد (سَلَیْمُ الله کا رسول ہے اور جولوگ اس کے ساتھ ہیں وہ کافروں پرسخت اور آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدہ کرنے والے ہیں اپنے رب کافضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہوں میں موجود ہے، سجدے کرنے کے اثر ہے۔'' شنز فرمایا:

﴿ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمُ دَآيِمُونَ ۞

'' مگر نماز بڑھنے والے جواپنی نمازوں پر ہیشگی کرنے والے ہیں۔''[®]

ان آیات کریمہ کا پہلا مصداق صحابۂ کرام ٹھائی تھے۔ ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہون میں مومنوں کی صفات بیان کی گئی ہیں، ان آیات پرغور وفکر کرنے سے مخلص مومن اور کامل مسلمان کا پتا چل جاتا ہے اوران صفات کو پہچان کر انسان فیصلہ کرسکتا ہے کہ فلال شخص مومن ہے۔



قرآن کریم نے منافقوں کی علامتیں بھی بیان کی ہیں جن کے مطالعے سے منافقوں کا پتا چل جاتا ہے اوران علامتوں کی وجہ سے بید کہا جاسکتا ہے کہ فلاں شخص منافق ہے۔

- (16-8:2) البقرة: (2:8-16)
- 🕏 آل عمران:(3:118-120و153و 168)
- ﴿ ﴾ النسآء: (4:4 و 60-66 و 78,77 و 82-91 و 107-114 و 137-143)
 - التوبة: (9:38 و 101 و 107 و 126,125).
 - © الفتح 29:48. ۞ المعارج 23,22:70.

﴿ اَى طُرح سورهٔ نور اَحزاب محمد انتح مجادله حشر منافقون اور ماعون میں بھی منافقوں کی علمتیں بیان کی گئی ہیں۔ یہ تقریبًا 203 آیات کریمہ ہیں، ان آیات پرغور کرنے سے منافی شخص کا پتا چل سکتا ہے۔

قرآن کریم نے مومنوں کی جو صفات بیان کی ہیں وہ صحابہ کرام دیکائی ہیں موجود تھیں۔ ان اور منافقین کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ اس وقت کے منافقوں میں موجود تھیں۔ ان صفات کی روشنی میں ایک عام شخص بھی مومن اور منافق میں فرق کرسکتا ہے۔ اب صحابہ کرام دیکائی اور تابعین جو نہم و فراست کے اعلی درج پر فائز تھے، وہ تو مومن اور منافق میں واضح فرق سجھتے تھے۔ انھوں نے مومنوں سے روایات کی ہیں اور جہاں تک منافقوں کا تعلق ہے، انھوں نے ان سے دنیوی معاملات کرنے سے بھی اجتناب کیا ہے، البذا بید کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ دنیوی معاملات میں تو ان سے اجتناب کریں اور دین کے معاملات میں ان سے روایات نقل کریں۔

الله تعالی نے زمانہ نبوت میں صحابہ کرام بھائی کو مختلف مصائب اور پریشانیوں کے درمیان فرق واضح درمیان فرق واضح درمیان فرق واضح ہوگیا۔جبیبا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ مَا كَانَ اللهُ لِيَلَادَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى مَا آنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ﴾

''الله مومنوں کو اس حالت میں ہر گز نہ رہنے دے گا جس میں تم اس وقت ہو، یہاں تک کہ وہ پاک کو ناپاک سے علیحدہ کر دے۔'،﴿

الله تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں ان لوگوں کے سوال کا جواب دیا ہے جواعتراض کیا

ال عمران 179:3.

کرتے تھے کہ اللہ تعالی نے غزوہ احد میں مومنوں کو اس پریشانی سے کیوں دوچار کیا کہ 70 صحابۂ کرام ڈیکڈیٹم شہید کردیے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے حتی کہ رسول اللہ مُنکٹیٹم کے دندان مبارک بھی شہید کردیے گئے۔ اس سارے واقعے میں اللہ تعالیٰ کی یہی حکمت تھی کہ وہ مومنوں اور منافقوں کے درمیان فرق ظاہر کردے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس آز مائش کے ذریعے سے مومنوں اور منافقوں کے درمیان فرق کردیا تو پھر کیے ممکن ہے کہ کوئی صحابی یا کوئی تابعی منافق شخص سے روایت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا آصًا بَكُدُ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعُنِ فَبِاذُنِ اللهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿ وَلِيَعْلَمَ اللهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَا فَقُوْا ﴾ الّذِينَ نَا فَقُوْا ﴾

''اور احد کے دن جب دونول لشکر باہم نگرائے تو شمصیں جو (نقصان) پہنچا وہ اللہ کے عظم سے تھا اور اس لیے تھا کہ اللہ جان لے کہ مومن کون ہیں اور یہ بھی جان لے کہ منافق کون ہیں۔'' ®

علاوہ ازیں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ احادیث رسول الله طَالِیْظُ وحی ہیں اور وحی کی حفاظت کا ذمہ الله طَالِیْظُ وحی ہیں اور وحی کی حفاظت کا ذمہ الله تعالیٰ نے خود لیا ہے ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَوْلُنْهَا اللِّكُوّ وَلِنَّا لَكُ لَحُفْظُوْنَ ۞ ﴿ لِهُذَا دِین (حدیث) محفوظ طریقے سے صحابۂ کرام ڈیائیٹھ کے ذریعے سے ہم تک پہنچا ہے۔ سوال سورہ انفال اور سورہ تو بہ کی درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام بلکہ

نى مَثَالِيَّا بھى منافقوں كونہيں جانتے تھے، چنانچداللەنے فرمایا:
"" تم انھيں نہيں جانتے، الله انھيں جانتا ہے۔"

ا تيز فرمايا:

'' نبی (ﷺ) آپ ان (منافقوں) کونہیں جانتے ، ہم انھیں جانتے ہیں۔''

أل عمران 66:367,166. (أ) الأنفال 60:8. (أ) التوبة 101:9.

عوب الله تعالی نے نبی مُنَالِیَّمُ کے لیے منافقین کے متعلق ایسے علم کا اثبات فرمایا ہے جس کا تعلق علامتوں کے ساتھ ہے، جیسے ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ﴾

''آپ ان كے طرز كلام سے أخيس بہان ليس كے۔''[®]

پس منافقوں کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں ان کے ذریعے سے نبی سَالِیَا ہمی انھیں بیان کی گئی ہیں ان کے ذریعے سے نبی سَالِیَا ہمی انھیں بیچان سکتے ہیں اور صحابہ کرام شکلی ہمی، جبکہ سورہ انفال اور سورہ تو بہ میں جس علم کی نفی کی گئی ہے وہ علم بیٹینی اور علم تفصیلی ہے۔ جبکہ سورہ محمد کی آیت میں جو اثبات کا ذکر ہے وہ علامتوں کے ذریعے سے حاصل ہونے والاعلم اجمالی ہے، لہذا ان دونوں قتم کی آیات میں کوئی تعارض نہیں۔

بارهوان شبه: احادیث کا اخبار آحاد مونا

پرویزیوں کے نزدیک تمام احادیث اخبار آحاد ہیں۔ وہ انھیں متواتر اور مشہور نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ اخبار آحاد پریقین نہیں ہوتا، للہذا وہ کیسے جمت بن گئیں؟ جواب بیشہ بھی سابقہ شبے کی طرح ہے، صرف تعبیر میں فرق ہے۔ اس کا جواب بیہ ہو قبات ہیں جوخبر واحد سے ثابت ہوئے ہیں۔

قرآن سے خروا مدی جیت کا ثبوت

ارشادالی ہے:

﴿ لَقَنُ أَرْسَلْنَا نُوْحًا إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ لِقَوْمِ اعْبُدُوا اللهَ مَا لَكُمْ مِّنَ اللهِ عَنْدُوهُ

همد 30:47. (1) محمد 30:47. ''بے شک ہم نے نوح (علیلا) کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، تو انھوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سواتمھارا کوئی معبود نہیں۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ وَإِلَىٰ عَـَادٍ آخَاهُمُ هُوْدًا ﴿ قَالَ لِقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهُ مَا لَكُمْ مِّنَ اللهِ غَدُرُهُ

''اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (طینہا) کو بھیجا، انھوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سواتمھارا کوئی معبود نہیں ۔'، ®

نيز فرمايا:

﴿ وَإِلَىٰ ثَمُودَ آخَاهُمُ صٰلِحًام قَالَ لِقَوْمِ اعْبُدُوا اللهَ مَا لَكُمْ مِّنَ اللهِ عَيْرُهُ ﴾

''اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (مَالِیًا) کو بھیجا، انھوں نے کہا: اے میری قوم!اللّٰہ کی عبادت کرو،اس کے سواتمھارا کوئی معبود نہیں۔''®

نيز فرمايا:

﴿ وَ لُوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهَ ﴾

''اور جب لوط (مَلِيُلًا) نے اپنی قوم سے کہا۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ آخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ لِقَوْمِ اعْبُنُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِّنَ اللهِ عَيْدُهُ ﴾

''اور مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیلاً) کو بھیجا، انھوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سواتمھا را کوئی معبود نہیں ۔''[®]

© الأعراف5:97. في الأعراف65:7. في الأعراف73:7. في الأعراف85:7. والأعراف85:7. والأعراف85:7.

ندکورہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ ان انبیاء پہلانے نے اکیلے ہی اپنی اپنی توم کو توحید کی دعوت پیش کی اور جب قوم نے انھیں جھٹلایا تو اللہ تعالی نے ان پر عذاب نازل فرمایا۔ یہ آیات خبر واحد کی جیت کے لیے یقینی ثبوت ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ خبر واحد کو جھٹلانا عذاب الہی کا سبب بنا ہے۔ یہاں کوئی یہ اعتراض نہیں کرسکتا کہ یہ خبر واحد نبی کی نبوت اور رسول کی رسالت کی وجہ سے جہت ہے، اصولی طور پر جمت نہیں کیونکہ قرآن کریم میں ایسے نہیں فرمایا کہ اس نبی اور رسول کی خبر نبوت یا رسالت کی وجہ سے مان لوبلکہ انبیاء کو ایسے نہیں فرمایا کہ اس نبی اور رسول کی خبر نبوت یا رسالت کی وجہ سے مان لوبلکہ انبیاء کو تابی قبل قبول اور جمت ہے، لہذا اس کی خبر قابل قبول اور جمت ہے، لہذا اس کی خبر قابل قبول اور جمت ہے۔

قرآن کریم میں نبی کے علاوہ عام شخص کی خبر واحد کا بھی تذکرہ کیا ہے اوراسے قوم کے لیے ججت قرار دیا ہے۔

1 جبيها كەفرمايا:

﴿ وَجَاءَمِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلَّ لِيَسْعَى قَالَ لِقَوْمِ اتَّبِعُواالْمُؤسَلِينَ

''اور شہر کے دور کے مقام سے ایک آ دمی دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے میری قوم! ان رسولوں کی بات مانو۔''[®]

پس جب قوم نے اس شخص کی بات نہ مانی اورائے تل کردیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا:

﴿ إِنْ كَانَتُ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً وَالْعِدَةَ وَالْعَدُ خِيدُ وَنَ ۞

''وہ عذاب تو بس ایک سخت آ واز تھی کہ وہ بچھ کررہ گئے ۔''®

2 اور فرمایا:

[🛈] يلس 20:36. 🏵 يلسَ 26:29.

﴿ وَجَاءُ رَجُلٌ مِّنَ اَقْصاً الْمَرِينَةِ يَسُعَى نَ قَالَ لِبُولَتَى إِنَّ الْمَلاَ يَأْتَوَرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجُ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّصِحِيْنَ ۞ فَخَرَجُ مِنْهَا خَإِبِفًا يَّلَوقَبُ ﴾

''اورشهر كى دوسرى جانب سے ايك شخص دوڑتا ہوا آيا، اس نے كہا: اے مولى!
سردارانِ قوم تمارے متعلق مشورہ كررہے ہيں كہ تمسيں ہلاك كرڈ اليس، لهذا تم يہاں سے نكل جاؤ! بے شك ميں تيرے خير خواہوں ميں سے ہول، چنانچہ وہ (مولى عليلا) وہاں سے ڈرتے ہوئے انظار كرتے ہوئے نكل كھڑے ہوئے۔'' فلا يہاں بھى صرف ايك شخص نے مولى عليلا كوخبر دى تو انھوں نے اس كى بات كوسيا سجھ يہاں بھى صرف ايك شخص نے مولى عليلا كوخبر دى تو انھوں نے اس كى بات كوسيا سجھ

یہاں ن رک دیں کا سے نکل کھڑے ہوئے،اس طرح وہ ظالم قوم سے پھ گئے۔ کراس پڑھل کیا اور وہاں سے نکل کھڑے ہوئے،اس طرح وہ ظالم قوم سے پھ گئے۔

🗓 اور فرمایا:

﴿ إِنَّ أَبِي يَدُعُوٰكَ لِيَجُزِيكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ﴾

''میرے والد شمصیں بلاتے ہیں کہتم نے جو ہمارے لیے پانی پلایا تھا اس کا معاوضہ ادا کریں۔'، ®

موسیٰ طلِیْلاً اس لڑکی کی بات سن کر اس کے والد کے پاس گئے۔ اس میں بیدا شارہ ہے کہ مرد تو در کنار عورت کی خبر واحد بھی قبول ومنظور ہے۔

اسى طرح فرمایا:

﴿ وَقَالَ الَّذِي ٓ أَمَنَ لِنَقُومِ الَّبِعُونِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۞

''اوراس مومن شخص نے کہا: اے میری قوم! میر نقش قدم پر چلو! میں شمصیں م ہدایت کی راہ بتلاتا ہول۔''®

اس آیت میں اس شخص کا ذکر ہے جوموی علیا اپر ایمان لے آیا تو اس نے قوم کو بہت

القصص 21,20:28. (2) القصص 25:28. (3) المؤمن 38:40.

حکیمانه انداز میں دعوت دی۔ اس دعوت کی تفصیل سورۂ مومن کی آیت: 38 تا45 میں موجود ہے۔اورآخر میں اس نے فرمایا:

﴿ فَسَتَنْ كُرُونَ مَا آقُولُ لَكُمْ

''تم عنقریب میری بات کو یاد کرو گے۔''[©]

اس میں اس عذاب کی طرف اشارہ ہے جوحق حجٹلانے کی پاداش میں ملتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس شخص اور قوم کے انجام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ فَوَقُلُّهُ اللَّهُ سَيِّاتِ مَا مَكُرُوا وَحَاقَ بِأَلِ فِرْعَوْنَ سُوْءُ الْعَذَابِ

'' پس اللہ نے اس کو ان کی تدبیر کی مفترقوں سے بچا لیا اور آل فرعون کو بہت بڑے عذاب نے آگھرا۔''®

اس سے پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مخص کو یچالیا اور قوم نے اس کی بات نہ مانی تو وہ عذاب کا شکار ہوگئی۔

آقا الله تعالى نے فرمایا:

﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُواْ كَافَةً الْهَ فَكُوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْفَهُمْ طَإِفَةٌ لِيَنْفَوُونَ كَالَّهُ اللَّهِ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْفَهُمْ طَإِفَةٌ لِيَنْفَقَهُواْ فِي اللَّهِ فِي وَلَيْنُورُواْ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْ آلِيُهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحُن رُونَ فَنَ نَالَا اللَّهِ مِن وَلَيْنُورُواْ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْ آلِيُهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحُلُونَ وَلَيْنُورُواْ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا آلِيهُمِهُمْ لَعَلَيْ وَلَهُ مِي اللَّهُ عَلَيْ وَمُ كَلَيْ وَمَ اللَّهِ وَلَهُ عَلَى اللَّهُ عَلَيْ اللَّهُ عَلَيْ اللَّهُ عَلَيْ وَمُ كَلَيْ وَلَهُ عَلَيْ اللَّهُ وَلَا اللَّهُ عَلَيْ الْمُؤْمِنُ عَلَيْ اللَّهُ عَلَيْ الْمُؤْمِنُ عَلَيْ اللَّهُ عَلَيْ الْمُؤْمِنُ عَلَيْ اللَّهُ عَلَيْ الْمُؤْمِنُ عَلَيْ اللَّهُ عَلَيْ الْمُؤْمِنُ عَلَيْ اللَّهُ عَلَيْ الْمُؤْمِنُ عَلَيْ الْمُؤْمِنُ عَلَيْ اللِيْمُ الْمُؤْمِنُ عَلَيْ اللَّهُ عَلَيْ اللَّهُ عَلَيْ اللَّهُ عَلَيْ اللَّهُ عَلَيْ الْمُؤْمِنُ عَلَيْكُ الْمُؤْمِنُ عَلَيْكُمْ عَلَيْكُمْ الْمُؤْمِنُ عَلَيْكُمْ الْمُؤْمِنُ عَلَيْكُمْ الْمُؤْمِنُ عَلَيْكُمْ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمُونُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمُ الْمُؤْمُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمُ الْمُؤْمُ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمُولُ الْمُؤْمُ الْمُؤْمُ الْمُؤْمِ الْمُؤْمُ الْمُؤْمُ الْمُؤْمُ الْمُؤْمُ الْمُؤْمُ الْمُؤْمُ الْمُو

کی بات مان کر بے دینی سے فی جائے۔ اس سے واضح ہوا کہ ایک عادل عالم کی بات جست ہے۔

الله تعالى في مايا:

﴿ يَا يُهُمَا اتَّذِينَ امُّنُوٓا إِنْ جَاءَكُمُ فَاسِئًى بِنَبَإِ فَتَبَيَّنُوۤاۤ

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق شخص تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو پہلے شخصیق کرلیا کرو۔''[®]

اس آیت میں لفظ فاسق کامفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر ایک عادل شخص کوئی خبر لائے تو تحقیق کے بغیر اسے مان لیا کرو اور مفہوم موافق یہ ہے کہ فاسق کی خبر بھی تحقیق کرنے کے بعد قابلِ اعتبار ہے۔ دونوں مفہوم خبر واحد کے جمت ہونے پر دلالت کررہے ہیں۔

احادیث سے خبر واحد کی جمیت کا ثبوت

تویل قبلہ کا تھم نازل ہونے سے پہلے لوگ معجد قباء میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز نجر ادا کررہے تھے۔ استے میں ایک صحابی نے آکر انھیں تحویلِ قبلہ کی خبر دی تو انھوں نے دورانِ نماز میں ہی اپنارخ بیت اللہ کی طرف کرلیا۔

یہ بھی ایک آدمی ہی کی خبر تھی جس پر اہل قباء نے عمل کیا اور نبی سُلِیُمُ نے ان پر کوئی سُلِیمُ نے ان پر کوئی سے تقید نہیں فرمائی ، لہذا خبر واحد جمت ہے۔

﴿ انس وَلِنَوْ بِیان کرتے ہیں کہ میں شراب کی حرمت سے پہلے ابوعبیدہ، ابوطلحہ اور ابی بن کعب وائٹ کو شراب بلار ہا تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے خبر دی کہ شراب حرام ہوگئ ہے۔ یہ من کر ابوطلحہ والشؤنے فر مایا: انس! اٹھواور شراب کو انڈیل دو، چنانچہ میں نے اسے

الحجرات 6:49. أن صحيح البخاري، الصلاة، باب ماجاء في القبلة ومن لم، حديث:403.

انڈیل دیا۔

﴿ نِي مَنَالِيَّا ہِ جَ کے موقع پر میدان عرفات میں مربع انصاری والنی کو کھم دیا تو انھوں نے لوگوں کو کہا کہ میں رسول الله مَنَافِیْ کا ایکی ہوں۔ آپ کا فرمان ہے کہ میدان عرفات سارا موقت (کھبرنے کی جگہ) ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی جگہ وقوف کرے۔ صحابہ کرام وی ایکی اس ایک شخص کے اعلان کو ججت تسلیم کیا۔ ﴿

ہم اضی واقعات پراکتفا کرتے ہیں ورنہ احادیث میں بے شار واقعات مذکور ہیں جن میں خبر واحد پراکتفا کیا گیا ہے اوراس پرا دکام شرعیہ مرتب کیے گئے ہیں۔

عهد صحابه مین خبر واحد کی جمیت

عہد صحابہ میں بہت سے واقعات پیش آئے جن میں ایک صحابی کی خبر پر تمام صحابہ کرام ٹھائیڈ نے اتفاق کیا، اس لیے کہ ان کے نزدیک خبر واحد جحت تھی۔ پچھ واقعات بطور مثال پیش کیے جاتے ہیں۔

نی سَالینیم کی تدفین کے وقت مسئلہ پیدا ہوا کہ آپ کو کہاں وفن کیا جائے تو ابو بکر ڑھائیہ ا
 نے انھیں ایک حدیث سائی:

«مَاقَبَضَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنُ يُّدْفَنَ فِيهِ»
"الله تعالى نبى كى روح اس جَكَة فِن مونا پيند
"رالله تعالى نبى كى روح اس جَكَة فِن مونا پيند

تمام صحابهٔ کرام نے ابوبکر ڈاٹٹو کی خبر واحد کو قبول کیا اور نبی طالیکا کو ام المومنین

شحيح البخاري، الأشربة، باب نزل تحريم الخمر وهي، حديث: 5582. (2) سنن أبي داود، المناسك، باب موضع الوقوف بعرفة، حديث: 1919، وجامع الترمذي، الحج، باب ماجاء في الوقوف بعرفات، حديث: 883.

عائشہ ٹانٹا کے حجرے میں فن کیا کیونکہ آپ ٹاٹٹٹا نے وہیں وفات پائی تھی۔

عائشہ جی جانے جرے یں دن لیا یونکہ آپ علام کے وہیں وفات پان ی۔ [2] نبی مَنْ اَلَّیْم کی وفات کے وفت خلافت کے متعلق اختلاف واقع ہوا تو ابو بکر اور عمر ڈھائیں دونوں سقیفتہ بنی ساعدہ تشریف لے گئے جہاں انصار جمع تھے۔ بحث سننے کے بعد ابو بکر ڈاٹنٹو نے نبی مَنْ الْمَیْم کی ایک حدیث سنائی کہ

«اَلْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ»

''امام (خلیفہ) قریش کے خاندان سے ہوگا۔''[©]

چنانچہ اس حدیث پرتمام صحابہ مہاجرین اورانصار نے اتفاق کرکے ابوبکر ڈٹاٹٹڑ کوخلیفہ مقرر کر دیا۔

उ نبی مُنْ اللَّهُ کی وفات کے بعد سیدنا عباس اور فاطمہ وہ اللّٰه وراثت کا مطالبہ کرنے ابو بکر وہ اللّٰہ کی عدیث سنائی:

«لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ»

''ہم وارث نہیں بناتے بلکہ ہم جوتر کہ جیوڑیں وہ صدقہ ہے۔''[®]

ان واقعات سے ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام خبر واحد کو جمت مانتے تھے۔ان روایات میں خبر واحد اس کے جہ اس کی وجہ ایک عادل خبر واحد اس کی وجہ ایک عادل متی شخص کی روایت ہویا کوئی اور۔

حاصل بحث میہ ہے کہ قرآن و حدیث اور عمل سلف سے میہ واضح ہوتا ہے کہ خبر واحد دین میں ججت ہے۔

بعض صحابہ نے حدیث کے لیے شہادت کا مطالبہ کیا ہے، مثلاً: ابو بکر والٹُوٹِ نے میراث کے متعلق مغیرہ بن شعبہ والٹوٹ کی روایت کے ساتھ شہادت طلب کی تو محمد بن سلمہ والٹوٹ نے تائید کی۔ **
تائید کی۔ **

اسی طرح عمر ولائٹوئے اجازت لینے کے متعلق ابو موی اشعری ولاٹو کی روایت کے متعلق شہادت طلب کی توابو سعید خدری ولاٹوؤ نے ان کی تائید کی۔ (3)

تو ایسے واقعات میں شہادت طلب کرنے کا بیرمطلب نہیں کہ وہ خبرواحد نہیں مانتے تھے بلکہ انھوں نے زیادہ تائید و تاکید کے لیے ایسے کیا اور بیا ایک احتیاطی پہلوہے۔

تیرهوان شبه: کثرت احادیث

التجارة حديث:2062.

کثرت احادیث کے متعلق متکرین حدیث اپنے زعم میں بیاعتراض نہایت شدومد کے ساتھ کرتے ہیں کہ محدثین نے احادیث کا اتنابڑا ذخیرہ کہاں سے حاصل کیا، پھر کہتے ہیں کہ محدثین نے اس ذخیرہ احادیث کا اتنابڑا ذخیرہ کہاں سے حاصل کیا، پھر کہتے ہیں کہ محدثین نے اس ذخیرہ احادیث کا 50 فی صدموضوع قراردے کررد کردیا اور باقی پانچ فی صد میں اتنا اختلاط ہے کہ اس کا الگ الگ کرناکسی انسان کے بس کا کام نہیں۔ جواب: ان لوگوں کا پہلا تعجب کثرت احادیث پر ہے جسے وہ انکارِ حدیث کا سبب بنا رہے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے خود ساختہ دعوی کیا ہے کہ ان میں سے 95 فی صد موضوع روایات ہیں۔ پہلی بات کا جواب یہاں عرض کیا جاتا ہے جبکہ دوسری بات کا جواب یہاں عرض کیا جاتا ہے جبکہ دوسری بات کا شہران آبی داود' الفرائض' باب فی الجدّة' حدیث :2894' وجامع الترمذی' الفرائض' باب فی الجدّة' حدیث :2894' وجامع الترمذی' الفرائض' باب الخروج فی صحیح البخاری' البیوع' باب الخروج فی

جواب ان شاء الله چودھویں شبہ کے جواب میں دیا جائے گا۔

کثرت احادیث عقل کے لحاظ سے کوئی تعجب کی بات نہیں، علامہ فضل احمہ غزنوی نے لکھا ہے کہ ماہرین لسانیات تسلیم کرتے ہیں کہ ایک شخص روز انہ اوسطاً 36 ہزار کلمات بولٹا ہے۔ 🖰 پرویزی اور دیگرمنکرین حدیث سائنس دانوں کی بات کوقر آن و حدیث ہے بھی زیادہ توی سجھتے ہیں۔ رسول الله تَالِیُن این نبوت کی 23 سالہ زندگی کے شب و روز دعوت وتبلیغ میں صرف کیے تو آپ ٹاٹیٹا کے36 ہزار روزانہ کلمات کے حساب سے 23 سال کے کلمات کا اندازہ لگائیں تو ہیو 29 کروڑ،80 لاکھ اور 80 ہزار کلمات بنتے ہیں۔ صحابهٔ کرام ٹٹائٹی نے آپ ٹاٹیٹی کے اقوال واحوال کو حفظ کیا اور کتابت وروایت کے ذریعے سے انھیں محفوظ رکھا تو اس میں کون ہی حیرت کی بات ہے۔منکرین حدیث نے ا بنی تحریک کے تھوڑے سے عرصے میں کتنی کتابیں اور رسالے شائع کیے ہیں۔اور پرویز صاحب کے مقلدین ان کے اقوال ونظریات کوئس طرح یاد کرتے اور انھیں نقل کرتے میں۔ کیا خیال ہے کہ اللہ تعالی نے اسے الصادق المصدوق نبی مَنْ اللَّهُ کے ارشادات مبارکہ کی کوئی حفاظت نہیں گی؟ للبذا کثرتِ احادیث سے انکار کرنا ہے دینی کے علاوہ بے عقلی کی بھی انتہا ہے۔

کشرت احادیث کے اسباب کے

﴿ کشتِ احادیث کے اسباب میں سے بنیادی سبب ایک ہی متن کے لیے کئی سندول کا ہونا ہے۔ متن حدیث ایک ہوتا ہے لیکن مختلف راویوں کے بیان کرنے اور سندوں کی کشرت سے وہ ایک ہی حدیث محدثین کی اصطلاح میں کئی حدیثیں شار ہوتی ہیں گئی حدیثیں شار ہوتی ہیں گئی حدیثیں شار ہوتی ہیں گئی حدیث ۔

علاوه ازیں محدثین کے نزدیک حدیث کا مفہوم عام ہے۔ وہ رسول الله ﷺ کی مرفوع احادیث اور صحابہ کرام ڈی گئے کے موقوف آٹار کو بھی حدیث کہتے ہیں بلکہ بعض تو تابعین کی مقطوع روایات کو بھی حدیث کہتے ہیں، اس طرح احادیث کی کثرت کی انتہائہیں ہو سکتی۔ خاص طور پر بعض مسانید اور مصنفات، جیسے مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق وغیرہ میں تو مرفوع، موقوف اور مقطوع سب روایات جمع کی گئی ہیں۔

﴿ جب صحابة كرام نبى سَلَيْتِهِ كَى مرفوع روايات كوعمل مين لائے اوروہ ان روايات كى كيفيات و تفصيلات كھنے كيے تو ان تھوڑے تھوڑے ارشادات سے بڑے بڑے دفاتر بن گئے۔ يہا حاديث موقوف عملى ہیں۔

﴿ محدثین نے موضوع احادیث کی اساد اور طرق یا در کھے اور انھیں اپنی کتابوں میں جمع کیا تاکہ لوگوں کو بتایا جائے کہ یہ احادیث موضوع ہیں اور وہ ان پرعمل کرنے سے اجتناب کریں تو الیمی روایات بھی جمع کرنے سے احادیث کی کثرت ہوگئ۔ اگر چہ وہ موضوع روایات فی نفسہ احادیث نہیں۔

چودهوال شبه: موضوع احادیث کی عدم معرفت

[🛈] مقام مدیث، ص: 155.

جواب: اس میں تین مباحث ہیں:

- ① وضع حدیث کی حکمت
- شع حدیث کی ابتدا اور اس کے اسباب
- آی موضوع روایات کی حصان بین میں علمائے امت کی محنت

٠ وضع حديث كى حكمت

وضعِ حدیث کی ایک بڑی حکمت ہے ہے کہ یہ جیتِ حدیث کے لیے بہت بڑی دلیل ہے کونکہ حدیث کے لیے حدیث وضع ہے کونکہ حدیث جمت نہ ہوتی تو حدیث گھڑنے والاشخص کس مقصد کے لیے حدیث وضع کرتا۔ اس کی مثال ہے ہے کہ ملک میں رائج الوقت کرنی کی اہمیت ہوتی ہے تو جعلی کرنی بنانے والا اس کے مقابلے میں اپنی جعلی کرنی لاتا ہے۔ رائج الوقت کرنی کی ضرورت و اہمیت نہ ہوتو پھر جعلی کرنی بنانے والا بیز جمت کیوں اٹھائے۔ معلوم ہوا کہ جب سے وضع حدیث جت جلی حدیث جت جلی مسلمانوں کے نزد کیک حدیث جت جلی آرہی ہے۔ آج بھی بعض ناوان قتم کے لوگ جھوٹ کے طور پر کسی قول یا فعل کو رسول اللہ منافیظ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس شخص کے نزد کیک حدیث جمت ہے۔ حدیث جب ہے۔ میں جب کے اس شخص کے نزد کیک حدیث جب ہے۔ مدیث جب ہے۔ میں جب ہے۔ آج بھی بعض ناوان قتم کے لوگ جھوٹ کے طور پر کسی قول یا فعل کو رسول صدیث جب ہے۔

اس میں دوسری حکمت یہ ہے کہ جب وضع حدیث شروع ہوئی اس وقت تفیدِ حدیث کی جدوجہد شروع ہوئی اس وقت تفیدِ حدیث کی جدوجہد شروع ہوئی اور جیسے وضع حدیث میں تیزی آتی گئی ویسے ہی نفلِ حدیث میں شدت پیدا ہوگئ علم اساء الرجال اور راویوں کے متعلق جرح و تعدیل کی بحثیں شروع ہوئیں اور موضوع احادیث کو الگ کیا گیا اور جضول نے یہ محنت کی ان کے لیے بیمحنت اجرعظیم کا باعث بن گئی۔

شع حدیث کی ابتدا اوراس کے اسباب

«مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»

'' جو مخض عمدًا مجھ پر جھوٹ باند ھے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''[®]

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ وضع احادیث کی ابتدا نبی ٹاٹیٹا کے زمانے سے ہوئی تھی لیکن اس سے تقریبًا ہیں سال بعد عثان ڈاٹٹئا کے دور خلافت کے آخر میں یہ فتنہ اجماعی

(اس واقع ك بغير يه حديث صحيح بخارى من موجود ب-صحيح البخاري، العلم، باب إثم من كذب على النبي الله عن 110 اوربيواقعه الموضوعات الكبرى لملاعلي قاري، ص: 4 من كذب على النبي الله عديث المعجم الأوسط للطبراني: 568/1 حديث: 2091 من بحى ب

صورت میں نمودار ہوا۔اس فتنے کا سرغنہ عبداللہ بن سبایہودی تھا جس نے اسلام کا دعویٰ کیالیکن اس نے اپنی طرف سے پچھ غلط عقیدے وضع کیے اور اپنے عقائد پھیلانے کے لیےاس نے کوفہ، بصرہ، شام اور مصر کارخ کیا کیونکہ وہاں کے باشندے نئے منے مسلمان ہوئے تھے۔مصر میں بالخصوص عبداللہ بن سبا کی تحریک کامیاب ہوئی۔اس نے علی ڈلٹٹڈ کے متعلق کہا کہ خلافت کے حقیقی حق دار تو علی دھائٹۂ ہیں۔ اسی فتنے کی وجہ سے عثمان ڈھائٹۂ کو شہید کر دیا گیا۔ای ٹولے کی سازشوں کی وجہ سے جنگ جمل اور جنگ صفین ہوئیں اور مسلمان دوفرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ هیعانِ علی اورخوارج _بعض هیعانِ علی نے علی ٹٹاٹٹؤ کو خدا کا درجہ دے ویا۔حضرت علی وہائٹھ نے ان زندیقوں کوآگ میں جلا دیا تو انھوں نے کہا: ہم سیح کہتے تھے کہ علی ڈاٹھ؛ خدا ہیں کیونکہ خدا اپنے بندوں کوآگ میں جلانے کا اختیار رکھتا ہے۔خوارج نے علی ڈاٹٹؤ کی تنقیص کی یہاں تک کہ وہ اُٹھیں کا فرسمجھنے لگے، پھران دونوں فریقوں نے اپنی حقانیت ثابت کرنے کے لیے احادیث بنانا شروع کردیں پہلے فریق نے علی والثیّا کی تعریف میں غلو سے کام لے کر احادیث وضع کر کے علی والثیّا کی طرف منسوب کیں۔اس طرح انھوں نے ابوبکر اور عمر ڈانٹھا کی تنقیص اوران کوغاصب ثابت کرنے کے متعلق احادیث، علی والٹیک کی طرف منسوب کرکے وضع کیں ، البتہ خوارج نے وضع حدیث میں بہت کم حصہ لیا۔ وضع حدیث کا یہ پہلاسب تھا۔اس کے بعد جتنے مبتدعین پیدا ہوئے انھوں نے اینے بدعی عقائد واعمال کے اثبات اور برجار کے لیے اپنی طرف سے احادیث ضع کیں۔

(3) موضوع روایات کی چھان بین کے بارے بیں علمائے امت کی محنت کے بارے بیں علمائے امائے اما

سب سے پہلے علی والمئون نے سبائیوں کی تکذیب میں واضح الفاظ میں فرمایا:

"مَالِي وَلِهٰذَا الْخَبِيثِ الْأَسْوَدِ مَعَاذَ اللهَ أَنْ أُضْعِرَ لَهُمَا إِلَّا الْحَسَنَ الْجَمِيلَ»

'' مجھے اس کالے خبیث (ابن سبا) سے کیا سروکار۔ اللہ کی پناہ! کہ میں ان دونوں (ابوبکر وعمر واللہ) کے حق میں اچھی بات کے سوا کچھے کہوں۔''

آپ بیفر ما کرمنبر پرتشریف لائے حتی کہ لوگ اکٹھے ہوگئے، پھرانھوں نے ان دونوں کی مدح میں ایک لمبا واقعہ بیان کیا۔ [©]

نیزآپ نے سائی فرقے کے متعلق مندرجہ ذیل سخت کلمات فرمائے:

«قَاتَلَهُمُ اللهُ أَيَّ عِصَابَةٍ بَيْضَاءَ سَوَّدُوا وَأَيَّ حَدِيثٍ مِّنْ حَدِيثٍ مِّنْ حَدِيثٍ مِّنْ حَدِيثٍ مِّنْ حَدِيثٍ مِّنْ حَدِيثٍ مِّنْ حَدِيثٍ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَفْسَدُوا»

''الله تعالیٰ ان (سبائیوں) کو غارت کرے انھوں نے کتنی روثن جماعت (امت مسلمہ) کوسیاہ کردیا۔''[®] مسلمہ) کوسیاہ کردیا۔''[®]

اس طرح کے واقعات کے بعد آپ نے موضوع احادیث کے مقابلے میں صحیح احادیث کی عام تشہیر کا پختہ عزم کیا۔ آپ کی تلوار کی نیام میں زکاۃ، دیت اور فرائض کے احکام پر مشتمل جوصحیفہ پڑا ہوتا تھا اس کی اشاعت کی اوراپنے ساتھیوں کو اس کے لکھنے کی ترغیب دی تاکہ لوگ اس میں مشغول ہوکر موضوع احادیث سے توجہ ہٹا لیں۔

مزید برآ ل علماء نے موضوع احادیث پہچاننے کے لیے ایک ایسا معیار بتایا ہے جس کے پہچاننے سے حدیث کا موضوع ہونا معلوم ہوجاتا ہے، علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں:
﴿ كُلُّ حَدِيثٍ يُخَالِفُ الْعُقُولَ وَيُنَاقِضُ الْأُصُولَ فَاعْلَمْ أَنَّهُ مَوْضُوعٌ ﴾
مَوْضُوعٌ ﴾

السان الميزان: 344/3. ② تذكرة الحفاظ: 15/1.

''ہروہ حدیث جوعقل کی مخالفت کرتی ہواور اصول نثرعیہ کی متناقض ہوتو جان لو کہ وہ حدیث موضوع ہے۔''

أَوْ يَكُونُ مِمَّا يَدْفَعُهُ الْحِسُّ وَالْمُشَاهَدَةُ أَوْ مُبَايَنَا لِنَصِّ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ أَوِ الْإِجْمَاعِ الْقَطْعِيِّ حَيْثُ لَا يَقْبَلْ شَيْءٌ مِنْ ذَٰلِكَ التَّاوِيلِ ذَٰلِكَ التَّاوِيلِ

''یا وہ (موضوع حدیث) الی ہو کہ حس و مشاہدہ اسے قبول نہ کرتا ہو، یا وہ قرآن کریم کے کسی جھے اور سنت متواتر ہیا قطعی اجماع، جس کی تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو، کی مخالف ہو۔' (توسمجھو کہ وہ روایت موضوع ہے) ^①

اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان خود بھی محدث تھے، انھوں نے کہا:''ہم پرمشرق (عراق، کوفیہ بصرہ وغیرہ) کی طرف سے احادیث کا سلاب آ گیا جنھیں ہم پہچانتے نہیں۔''[®]

نیز انھوں نے موضوع احادیث کے سیلاب کورو کئے کے لیے مشہور وضاع حارث بن سعید کذاب کو تختہ دار پر لئکا دیا۔ ان کے بیٹے ہشام بن عبدالملک نے اس جرم کی وجہ سے غیلان دشقی کوقل کردیا۔ اس کے بعد بنوامیہ کے مشہور گورنر خالد بن عبداللہ القسر کی نے ایک شخص کو وضع حدیث کے جرم میں قتل کیا۔

اس کے بعد عباسی خلفاء کے دور میں وضعِ حدیث کے خلاف بھر پور طریقے سے جہاد شروع کیا گیا۔ ابوجعفر منصور عباسی نے اسی جرم کی پاداش میں محمد بن سعید کوسولی پر چڑھایا۔ [©] محمد بن سلیمان عباسی نے مشہور وضاع ابن ابی العوجاء کوفل کیا۔

قاضی اساعیل بن اسحاق نے بیٹم بن سہل کو اس وجہ سے خوب مارا کہ وہ موضوع

عبر المنطقة : 43/1. ﴿ الطبقات الكبرى لابن سعد: 233/5. ﴿ يَرَمُهُمْ وَاقْعَاتَ آَيُنَهُ وَمِرْدِينَ اللهِ عَلَى اللهِ اللهِ اللهِ عَلَى اللهُ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ ال

روایات بیان کرر ما تھا۔

بعد کے ادوار میں جب موضوع روایات کابازارگرم ہوتا رہا توعلائے حتی نے اس کے مقابلے کی نے اس کے مقابلے کے لیے مقابلے کے لیے اس کے مقابلے کے لیے الیے اختیار کیے جن کے سامنے وضع حدیث کارگر ثابت نہ ہو تکی۔ وہ دوقتم کے طریقے ہیں: ① نظری طریقہ ② عملی طریقہ

ا نظری طریقہ: نظری طریقے میں ایک قتم کا تعلق متن حدیث کے ساتھ متعلق ہے جس کے لیے انھوں کے ساتھ متعلق ہے جس کے لیے انھوں نے گیارہ اصول مقرر کیے ہیں جن سے موضوع روایات بہوپانی جاسکتی ہیں۔

- 1 عقل کے خلاف ہو۔
- 2 مشاہدے کے خلاف ہو۔
- 🛭 قرآن کی قطعی دلالت والی نص یا متواتر حدیث یا اجماع کےخلاف ہو۔
 - [4] عذاب وثواب میں بے حد مبالغہ ہو۔
- 5 ایبا تاریخی واقعہ جو بڑے مجمع میں ہوا ہولیکن اسے صرف ایک ہی رادی نقل کرے جبکہ دوسرے لوگ اس سے بے خبر ہوں۔
 - انسلی اور قومی تعصبات کے متعلق احادیث۔
 - آخرقه وارانه روایات _
 - 🔞 متند تاریخ کے خلاف ہو۔
 - 🖻 راوی کا غیر طبعی طویل عمر کا دعویٰ ہو۔
 - 10 کشف اورخواب برمبنی روایات۔
 - 🗓 الفاظ یا معانی کی رکاکت ورو الت _

یہ وہ اصول ہیں جو وضع حدیث ہر دلالت کرتے ہیں۔ ان اصولوں میں خلاف عقل

ہے مرادیہ ہے کہ وہ تمام اہل عقل کی عقل کے خلاف ہو۔ بینہیں کہ منکرینِ حدیث کے چند افراد کی عقل کے خلاف ہو کیونکہ وہ توضیح احادیث کو بھی اپنی ناقص عقل کی بنا پر رد کردیتے ہیں۔

مندرجہ بالا گیارہ اصول مولانا عبدالرحمٰن کیلانی دشر نے مثالوں کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ [©] نظری طریق کی دوسری قتم اسناد کے متعلق ہے۔ اس کے لیے علمائے سلف نے چار بڑے علوم میں جدو جہد کر کے اسانید کی حچھان بین کرنے کے لیے راستہ ہموار کیا ہے۔

- 🗘 علم الجرح والتعديل_
 - علم التّاريخ والرواة _
 - ﴿ معرفة الصحابه ثَمَالُتُهُمُ
 - ﴿ علم الأساء والكنل _

اورعلائے سلف نے ان علوم میں بری بری کتابیں تالیف کی ہیں۔

ا معملی طریقہ: محدثین نے وضاعین کے ناموں کی فہرشیں تیار کی ہیں اور موضوعات کے لیے مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔ ابن جوزی، سیوطی، ملاعلی قاری اور شوکانی بیشے ایسے علماء ہیں جضوں نے موضوع روایات کے متعلق مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔ موجودہ دور میں فضیلۃ الشیخ علامہ البانی وشل نے اس موضوع پر تاریخی خدمت سرانجام دی ہے۔ اکثر محدثین نے اپنی کتابوں میں حدیث کے ساتھ اس کی اسادی حیثیت جیسے سیحی مصن بضعیف اور موضوع وغیرہ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان راویوں کا بھی ذکر کیا ہے جن پر کوئی کلام ہویا وہ کذاب یا وضاع ہوں۔

اس تفصیل کے بعد منکرین حدیث کا بہ شبہ، بلکہ بہانہ بالکل باطل قرار پاتاہے جوبہ

آ ئينهُ پرويزيت، ش:597-599.

کہتے ہیں کہ موضوع احادیث ملیجے احادیث کے ساتھ اس طرح خلط ملط ہوئی ہیں کہ ان کے درمیان فرق کرنا مشکل ہوگیا ہے، یا کسی راوی نے اپنی موضوع روایت کے لیے ثقتہ راوی کی سند بیان کی ہو۔سابقہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ منکرین حدیث کے اس طرح کے بہانے اب مسلمانوں کے ہاں نہیں چل سکتے۔

پندرهوال شبه: تمام راویانِ حدیث کامطعون ہونا

سوال منکرین حدیث کا ایک اعتراض بیہ ہے کہ جمیت حدیث ہوت حدیث پر بنی ہے اور ہوت حدیث کی بیاں اندی ہوت حدیث کی بنیاد سند کے راویوں پر ہے جبکہ راوی تو سارے متکلم فیہم ہیں، یعنی کی نہ کسی نے ہرایک پراعتراض کیا ہے جتی کہ ائمہ کرجال نے بھی ایک دوسرے پرطعن کیا ہے۔ حواج کہا بات تو یہ کہنا کہ تمام راوی متکلم فیہم ہیں، بیہ بات علی الاطلاق صحیح نہیں کیونکہ ایسے راوی بھی ہیں جو کہ متکلم فیہم نہیں ہیں، دوسری بات بیہ ہے کہ بعض راویوں کے بیت راوی بھی ہیں ائمہ کرام سے منقول جرح سنڈا ثابت نہیں ہوتی، علاوہ ازیں ائمہ کہ حدیث نے بارے میں ائمہ کرام سے منقول جرح سنڈا ثابت نہیں ہوتی، علاوہ ازیں ائمہ کہ حدیث نے دلائل کی بنیاد پر جرح و تعدیل کے قواعد وضوابط وضع کیے ہیں جن میں ایک قاعدہ یہ بھی جہ کہ جرح تب قبول ہے جب وہ مفسّر ہو، یعنی اس کا سبب واضح کیا گیا ہو۔ جرح مبہم قبول نہیں۔اس کی تفصیل کتاب کے آخر میں آرہی ہے۔

سوال اصولِ حدیث میں مشہور قاعدہ ہے کہ اَلْجَرْحُ مُقَدَّمٌ عَلَی التَّعْدِیل جرح تعدیل پر مقدم ہے ' تو پھر جس راوی پر جرح اور تعدیل کی گئی ہواس کی روایت کیسے مقبول ہوگی؟
جوب اس کا جواب تاج الدین بکی نے دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''محدثین کے قاعدے''جرح، تعدیل پر مقدم ہے'' کو مطلق سمجھ لینے سے مکمل طور پر احتیاط برتن جاہیے کیونکہ درست بات سے ہے کہ جس شخص کی امامت و

عدالت ثابت ہو،اس کی مدح کرنے والے زیادہ اور جرح کرنے والے نادر ہوں اور وہاں یہ قرینہ بھی موجود ہو کہ مذہبی تعصب وغیرہ اس جرح کا سبب ہے تو پھراس صورت میں جرح کی طرف النفات نہیں کیا جائے گا۔''[®] پھر لکھتے ہیں:''ہم نے آپ کو ہتایا ہے کہ جرح کرنے والے کی ایسے محض کے متعلق جرح قبول نہیں کی جائے گی اگر چہ وہ جرح مفسر ہو،جس کی نیکیاں اس کے معاصی ہے، اس کی مدح کرنے والے اس کی مذمت کرنے والوں اور اس کی صفائی پیش کرنے والے اس کی جرح کرنے والوں سے زیادہ ہوں جبکہ وہاں اس بات کا قرینہ بھی ہوکہ جرح کرنے کا سبب مذہبی تعصب یا کوئی و نیوی مقابلہ ہے جبیبا کہ ہم عصروں میں ہوتا ہے، ا ما لک بٹرلٹنئہ کے متعلق ابن ابی ذئب بٹرلٹنے ، امام بشافعی بٹرلٹنۂ کے متعلق ابن معین اورامام احمد الشن کے متعلق نسائی السین کے کلام کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ اگر ہم اس قاعدے'' جرح تعدیل پرمقدم ہے'' کامطلق طور پراطلاق کردیں تو پھرکوئی بھی امام نہیں بچتا کیونکہ کوئی بھی ایباا مام نہیں جس کے متعلق طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو۔'[©] اس عبارت سے بیہ واضح ہوا کہ کسی راوی کے متعلق صرف کلام اور جرح کی وجہ سے فی الفور فیصلنہیں کیا جاسکتا کہاس راوی کی وجہ سے بدروایت ضعیف یا موضوع ہے اور بیہ قانون بھی مطلق طوریر نافذنہیں کیا جا سکتا کہ''جرح تعدیل پرمقدم ہے۔'' تیسری بات یہ ہے کہ جھی کسی حدیث کی اساد ضعیف ہوتی ہیں لیکن راوی پر جھوٹ یا وضع (احادیث گھڑنے) کی تہت نہیں ہوتی بلکہ ضعف کا کوئی خفیف سبب ہوتا ہے تو یہاں کثرت اسانید میں سے بعض دوسری اسناد حدیث کوتقویت پہنچاتی ہیں جس کی وجہ سے حدیث صحیح () طبقات السبكي بحواله ظفرالأماني في مصطلح الحديث از عبدالحي لكهنوي ، ص : 496. ② ضوابط الجرح والتعديل؛ تدريب الراوي. لغيره ياحسن لغيره موكر قابل عمل بن جاتى ہے۔

امام ابن صلاح فرماتے ہیں: ' حدیث میں ضعف کی دوسمیں ہیں۔ان میں سے ایک ضعف وہ ہے جوسند کے بہت زیادہ طرق ہونے کی وجہ سے زائل ہوجا تا ہے اور بہت ہے کہ اس کا ضعف اس کے سوء حفظ کی وجہ سے ہو جبکہ راوی اہل صدق و دیانت میں سے ہو۔ جب ہم اس سے مروی حدیث کو دیکھیں کہ اسے کسی اور نے بھی روایت کیا ہے تو ہم جان لیس کے کہ اس نے اسے حفظ کیا اوراس میں اس کے ضبط میں کوئی کی واقع نہیں ہوئی۔اوراسی طرح جب ضعف ارسال کے باعث ہوتو یہ بھی زائل ہوجا تا ہے۔اور ایک ضعف وہ ہے جو زائل نہیں ہوتا کیونکہ یہ ضعف بہت قوی ہوتا ہے جے زائل کرنے والا کوئی سبب نہیں پایا جاتا۔اور یہ وہ ضعف ہے جو راوی کے جھوٹ سے مطعون ہونے یا حدیث کے شاذ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔' اُ

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ راوی کا مطلق ضعف، حدیث کے ضعیف ہونے کا باعث نہیں بنمآ بلکہ اس میں مراتب و درجات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اس تفصیل سے نابت ہوا کہ اثباتِ حدیث صرف سند پر موقوف نہیں اور سند میں صرف مطلق ضعف سے جیتِ احادیث کا صرف مطلق ضعف سے حدیث ضعیف نہیں بنتی، للذا اس بہانے سے جیتِ احادیث کا انکار کرنا کہ حدیث کا دارو مدار راویوں پر ہے اور راوی سارے متکلم فیہم (مطعون) ہیں، غلط اور باطل ہے۔

سولہواں شبہ: حدیث کوقر آن پر پیش کرنے کے متعلق حدیث

منکرین حدیث نے حدیث رد کرنے کے لیے اس روایت پراعتاد کیا ہے جے علمائے

صفدمة ابن الصلاح بحواله ظفر الأماني في مصطلح الحديث ص: 171.

اصولِ فقہ نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے کہرسول الله عن الله عن الله عن الله عن الله عن الله عن الله

﴿إِذَا رُوِيَ عَنِّي حَدِيثٌ فَأَعْرِضُوهُ عَلَى كِتَابِ اللهِ فَإِنْ وَافَقَهُ فَاقْتِلُوهُ وَإِنْ خَالَفَهُ فَرُدُّوهُ»

''جب مجھ سے کوئی حدیث روایت کی جائے تو اسے کتاب اللہ پر پیش کرو، پس اگر وہ اس کے موافق ہوتو اسے قبول کرلواورا گراس کے مخالف ہوتو اسے رو کردو۔'' اس سے ثابت ہوا کہ جب حدیث قرآن کریم کے مطابق ہوتب قابل قبول ہے۔

جواب اس حوالے سے درج ذیل نکات ذہن نشین رہیں:

آ کسی حدیث سے استدلال کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ حدیث ثابت ہو جبکہ مذکورہ حدیث ثابت ہو جبکہ مذکورہ حدیث ثابت ہی نہیں ہے۔ اس حدیث کے متعلق امام خطابی نے معالم اسنن میں نقل کیا ہے:

"اس حدیث کو زند لیقوں نے وضع کیا ہے۔" اور نور الانوار کے حاشیے میں بھی اسی طرح لکھا ہے، نیز فیروز آبادی اور صنعانی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔

اور مولانا عبدالحی لکھنوی نے اس قتم کی تفصیل نقل کی ہے۔ شام سیوطی نے بھی اس روایت کی تردید کی ہے۔ شام

مطابقت کے دومصداق ہیں۔ایک یہ کہ قرآن وحدیث کے مضمون میں کوئی فرق نہ
 ہو، الی صورت ہوتو پھر حدیث کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے؟

دوسری صورت میہ ہے کہ حدیث قرآن کریم کے مخالف نہ ہو، اس صورت میں ہمارا موقف یہی ہے کہ سیج و مقبول حدیث بھی جھی قرآن کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ قرآن و حدیث کے درمیان بظاہر جو اختلاف و تعارض نظرآ تا ہے علمائے محققین نے اس کا حل

٠ تذكرة المحتاج إلى أحاديث المنهاج: 27/1، حديث: 22. ٤ ظفر الأماني، ص: 462.

(3) مفتاح الجنة في الاحتجاج بالسنة ، ص: 21,10.

پیش کیا ہوتا ہے، لہذا قرآن اور ثابت احادیث کے درمیان کوئی تعارض موجود نہیں ہے۔

سترهوال شبه: عذاب قبر

منكرين عذاب قبرك تين نظريات يا تين فريق بين جوكه مندرجه ذيل بين:

- ﴿ پہلا فریق: ایک فرقے کے نزدیک دنیوی اور اخروی حیات کے درمیان کوئی اور حیات ہے درمیان کوئی اور حیات ہے درمیان کوئی اور حیات ہے نہ کوئی عذاب و تعیم ۔ بیا کثر معتزلہ کا قول ہے۔ ان کی مشہور دلیل بیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دو زندگیوں کا ذکر فرمایا ہے، ایک دنیوی اور دوسری اخروی جبکہ تیسری حیات کا کوئی ذکر نہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
 - ﴿ كَيْفَ تَكُفُرُونَ بِاللهِ وَكُنْتُمْ اَمُواتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُبِيئَتُكُمْ ثُمَّ يُخِينِكُمْ ثُمَّ الله تُنْجَعُونَ۞﴾
 - ''تم لوگ الله کا کیونکر انکار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے اس نے شخصیں زندہ کیا، پھر مارے گا، پھر زندہ کرے گا، پھرتم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''[®] نیز فرمایا:
 - ﴿ قِالُوْا رَبَّنَآ آَمَتُنَا اثْنَتَيُنِ وَٱخْمَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِنُانُوْبِنَا

''وہ کہیں گے: ہمارے رب! تو نے ہمیں دو دفعہ مارا اور دو دفعہ زندہ کیا، پس ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا۔'،®

نيز فرمايا:

﴿ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَالَّهُمُ مَّيِّتُونَ ۞ ثُمَّ إِنَّكُمُ يَوْمَ الْقِيْمَةِ عِنْنَ رَبِّكُمُ الْكَثْمُ الْقِيْمَةِ عِنْنَ رَبِّكُمُ الْقَيْمَةِ عِنْنَ رَبِّكُمُ الْقَيْمَةِ عِنْنَ رَبِّكُمُ النَّفِيمَةُ نَنَ ۞

''بے شک آپ کو بھی مرنا ہے اور بے شک یہ بھی مرنے والے ہیں، پھر بے شک عمصہ میں بورسے دور

① البقرة 28:2. ② المؤمن 11:40.

تم سباپنج جھگڑے روز قیامت اپنے رب کے حضور پیش کرو گے۔''[©] نیز فرمایا:

''پھراس کے بعدتم نے ضرور مرنا ہے، پھر شمصیں روز قیامت اٹھایا جائے گا۔''[®] ندکورہ بالا آیات میں صرف دو زندگیوں کا تذکرہ ہے، حیات دنیوی جو ماں کے پیٹ سے شروع ہوتی ہے اور حیات اخروی جس کی تعبیر بعث بعد الموت ہے اور وہ آخرت ہے تو جب تیسری حیات نہیں تو پھر تعظیم وعذاب کا سوال پیدانہیں ہوتا۔

ا دوسرا فرلق: منکر حدیث حافظ اسلم نے کہا ہے کہ ''متعدد آیات سے ثابت ہے کہ مرنے کے بعد سے لیا جا کہ مردوں میں کسی قتم کا احساس وشعور نہیں ہوتا جسم تو ویسے ہی مٹی میں گل سرم جاتا ہے اور روح پر بھی یہ زمانہ بس ایک گھڑی کے مانند گزرتا ہے۔ بالفاظ دیگر جب کوئی مرتا ہے اس وقت ہی اس کی قیامت قائم ہوتی ہے، لہذا برزخ کا زمانہ یا برزخ کی زندگی ناممکن سی با تیں ہیں۔ قبر میں پڑے مردوں کا کسی بات کا سننا در کنار شعوروا حساس تک نہیں ہوتا۔' ق

ان کی متضا د تحریریں ملاحظہ فر مائیں۔ پہلے تو برزخ سے اٹکار کیا، پھر کہا برزخ کی مدت مرنے والوں کی موت سے لے کرحشر تک ہے۔ ®

> ایک جگہ لکھاہے: موت اور حشر میں مردوں کے لیے فصل زمانی نہیں ہے۔ ® اس فریق کی مشہور دلیل ہیآ یت کریمہ ہے:

> > ﴿ قَالُوا لِيَوْيُلِنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مِّرْقَلِ نَا ٢٠٠٠ هـ ذَا ﴾

الزمر 31,30:39. (١٤) المؤمنون 16,15:23. (١٤) بحواله آئينة پرويزيت، ص: 374. (١٤) قرآ في فيلي من: 314. (١٤)
 فيلي من: 312. (١٤) قرآ في فيلي من: 318.

'' ہائے افسوس! کس نے ہمیں ہاری خواب گاہوں سے جگا دیا۔''' اور کہتے ہیں کہ رُفّاد کامعن' سونا'' ہے۔الله تعالی نے فرمایا: ﴿ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْفَاظًا وَهُمْ رُفُودٌ ﴾

''اورتم انھیں جاگتے ہوئے خیال کرتے ہو، حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔''[©] اس فریق نے برزخ اورفصل زمانی کا انکار اس وجہ سے کیا کہ عذاب قبر اور احوال قبر سے انکار کر سکے۔

تیسرا فریق: یفریق عذاب قبر کا قائل ہے اور قبر سے برزخ مراد لیتا ہے۔ وہ صرف روح کے لیے عذاب و تعیم کا قائل ہے۔ بدن کے متعلق کسی قتم کی حیات اور عذاب و تعیم کا عقیدہ نہیں رکھتا۔ اور دنیاوی قبر میں عذاب سے بالکل منکر ہے، لیعنی عذاب قبر اور عذاب فی القبر میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ یہ نظام معتزلی کا قول ہے اور موجودہ زمانہ میں بعض معیان تو حید ایسا عقیدہ رکھتے ہیں۔

یہ سارے فرقے اس مسئلے میں انکار حدیث کے مرتکب ہیں، جبکہ ان کے بالمقابل اللہ سنت والجماعت کاعقیدہ ہے کہ قبر مجروف (مدفن) میں جو بدن ہے یا بدن کے ذرات جہاں بھی بھرے ہوئے ہیں اللہ تعالی اپنی قدرت عظیمہ سے ان کو (اگر عذاب کے مستحق ہوں) عذاب میں جتلا کردیتا ہے۔ اوراسے عذاب فی القبر (دنیاوی قبر میں عذاب) کہا جاتا ہے۔ اورروح کو بھی عذاب ہوتا ہے، لیکن روح کے لیے الگ مستقر ہے۔ ﴿
وَا تَا ہے۔ اور روح کو بھی عذاب ہوتا ہے، لیکن روح کے لیے الگ مستقر ہے۔ ﴿
اوراس مستقر میں اللہ تعالی ارواح کو بعض متشکلہ جسم دیتا ہے اوراس کے ذریعے سے اوراس عقیدے کے مطابق عذاب و تعیم کا تعلق بدن المحسن میں عذاب و تعیم کا تعلق بدن

أس 52:36. (2) الكهف 18:18. (3) مسئله مستقر أرواح ، شرح عقيدة طحاوية اور مجموعة الفتاوى مولانا عبدالحي لكهنوي اورويكركتب مين بالتقصيل موجود ہے۔

اورروح دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔لیکن قبر میں سوال وجواب کے علاوہ اوقات میں روح بدن میں نہیں ہوتی۔اس کو برزخی حیات کہتے ہیں۔

اس مسئلے میں آیات اوراحادیث پیش کی جاتی ہیں جوعذابِ قبراورعذاب فی القمر کے اثبات پر دلالت کرتی ہیں اوران سے تینوں فریقوں کے شبہات کا ازالہ ہوسکتا ہے۔

ا حوال قبرے متعلق آمات

الله تعالى نے فرمایا:

﴾ اَلْهَاكُمُ التَّكَاثُوُ ﴿ حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَالِرَ ۚ كَلَّا سَوْفَ تَعُلَمُونَ ﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴾ *

''بہتات کی حرص نے شخصیں غفلت میں رکھائے یہاں تک کہتم نے قبریں جادیکھیں۔ ہاں ہال شخصیں بہت جلد معلوم ہوجائے گا، پھرس رکھوشخصیں عنقریب معلوم ہوجائے گا۔''[©]

آخری دوآیات میں عذاب قبر کا ڈراوا دیا گیا ہے، کیونکہ اخروی عذاب تو اس کے بعد والی آیات میں فرکور ہے۔ اس سے عذاب فی القیم اور عذاب قبر دونوں ثابت ہوتے ہیں۔

الله تعالى نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفِّمُهُمُ الْمَلَلِمِكَةُ ظَالِمِنَ اَنْفُسِهِمْ قَالُواْ فِيْمَ كُنْتُمُ ﴿ قَالُواْ كُنَّامُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ﴿ قَالُواۤ اللَّهِ تَكُنُ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَا جِرُواْ فِيْهَا ﴿ وَلَا اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَا جِرُواْ فِيهُا ﴿ وَلَا اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَا جِرُواْ فِيهُ اللّٰهِ وَالسِعَةً فَتُهَا جِرُواْ فِيهُا ﴿ وَسَاءَتُ مَصِيْرًا ﴾

''جن لوگوں کی اس حالت میں فرشتے جان قبض کرتے ہیں کہ وہ (جان بوجھ کر

⁽¹⁾ التكاثر 1:102 - 4.

کافرول میں رہ کر) اپنی جانوں پرظلم کرتے رہے ہوں، پوچھتے ہیں کہتم کس حال میں سے؟ وہ کہتے ہیں: ہم دنیا میں بے بس اور کمزور تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللّٰہ کی زمین وسیع وفراخ نہ تھی کہتم اس میں ہجرت کرکے چلے جاتے۔ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔'' اُٹ

اس آیت سے معلوم ہوا کہ وفات کے وقت یا اس کے بعد قبر ہی میں فرشتے ایسے لوگوں کو ڈانٹ ڈیٹ کرتے ہیں جھول نے فریضہ ہجرت ترک کردیا تھا تو یہ حالت قبریا حالت برزخ ہے جس میں ان پر بیعذاب مقرر کیا گیا۔

الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَكُوْ تَزَى إِذِ الظّٰلِبُوْنَ فِى غَمَارِتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَلِكَةُ بَاسِطُوْاَ آيَٰدِيْفِهِمْ ۚ آخُوِجُوْاَ اَنْفُسُكُمُوْ اَلْمُوْنِ بِهَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللهِ غَيْرَ الْحَقِّ الْفُسُكُمُوْ الْمَيْوَى عِبَا كُنْتُمْ تَقُولُوْنَ عَلَى اللهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اللهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اللهِ عَلَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اللهِ عَلَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اللهِ عَلَيْرَ الْحَقِّ

"اوراگرآپ اس وقت دیکھیں جبکہ وہ ظالم موت کی تکلیفوں میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلا رہے ہوں کہ اپنی جانیں نکالو، آج مسمس ذلت کا عذاب دیا جائے گا کیونکہ تم اللہ کے ذمے ناحق باتیں لگاتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکثی کیا کرتے تھے۔"

یہ آیت صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ وفات کے وقت اور وفات کے بعد فرشت ظالم لوگوں کو ملامت کے ساتھ ذلت کے عذاب کا ڈراوا دیتے ہیں۔ اور لفظ ﴿ ٱلْیَوْمَ ﴾ '' آج'' واضح دلیل ہے کہ بیاعذاب موت کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔ بیا عذاب قبراور عذاب برزخ کے لیے بالکل صرتح دلیل ہے۔ اگر کوئی شخص تاویل کرتے عذاب ہے۔ اگر کوئی شخص تاویل کرتے عداب ہے۔ سے ہے۔

① النسآء 97:4.
 ② الأنعام 93:6.

ہوئے کہتا ہے کہ یہ قیامت کے دن کا معاملہ ہے تو بہتاویل لفظ ﴿ ٱلْیَوْمَ ﴾ ''آج'' کے بالکل خلاف ہے۔

الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَكُوْ تَزَى إِذْ يَتَوَقَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لَا الْمَلَيِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوْهَهُمْ وَالْمَالِيكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوْهَهُمْ وَادُرْبَارَهُمْ وَذُوْقُوا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۞

"کاش کہ آپ اس وقت دیکھیں جب فرشتے کا فروں کی روحیں قبض کرتے ہیں، وہ ان کے چروں پر اوران کی پشت پر مارتے ہیں اور (کہتے ہیں!) جلانے والی آگ کے عذاب کا مزہ چکھو۔" [©]

الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَكَيْفَ إِذَا تَوَقَّتُهُمُ الْمَلَيْكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوْهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۞

''پس ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جان قبض کریں گے اور وہ ان کے چروں اور پشت پر مارتے جا کیں گے۔''®

ان دونوں آیات میں تصریح ہے کہ وفات کے بعد فرشتے کا فروں اور منافقوں کے چروں اور منافقوں کے چروں اور پشت پر مار کر کہیں گے کہ اس عذاب کا مزہ چکھو۔ اگر یہ عذاب قبر اور

عذابِ برزخ نہیں تو پھراور کیا ہے؟

الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلُ آرَءَيْتُمْ إِنْ آتُكُمْ عَنَا ابُهُ بَيَاتًا آوَنَهَارًامَّاذَا يَسْتَغْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ۞ ا آثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ امَنْتُمْ بِهِ ﴿ آثَنُنَ وَقَلْ كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَغُجِلُونَ ۞ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَيْوا ذُوْقُوا عَنَابَ الْخُلُو ۗ هَلُ تُجُزُونَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۞ ﴿ لِلْتَانِينَ ظَلَيْوا ذُوْقُوا عَنَابَ الْخُلُو ۗ هَلْ تُجُزُونَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۞ ﴿

(1) الأنفال 50:8. (2) محمد 27:47.

''فرماد یجیے: بھلا دیکھوتو سہی، اگرتم پراس کا عذاب رات کو یا دن کو آجائے (تو تم کیا بچاؤ کر لو گے؟ آخر)ان مجرموں کو کس بات کی جلدی ہے ، کیا پھر جب (عذاب) آ پڑے گا (تب) اس پر ایمان لاؤ گے؟ (اس وقت کہا جائے گا) کیا اب ایمان لاتے ہو؟ اوراس سے پہلے تو تم نے اس کے متعلق جلدی مچا رکھی تھی، پھران لوگوں سے جنھوں نے ظلم کیا کہا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو، تم انھی اعمال کا بدلہ یاؤ گے جوتم کرتے رہے ہو۔''[®]

ان آیات میں رات یا دن میں عذاب آنا مرنے کا مفہوم رکھتا ہے، یعنی مرنے کے وقت ایمان لائیں گے جبکہ وہ ایمان قبول نہیں ہوگا بلکہ کہا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو اور اس عذاب سے مراد عذابِ قبراور عذابِ برزخ ہے جو مرنے کے بعد متصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَخَابَ كُلُّ جَبَّادٍ عَنِيْدٍ لَ قِنْ وَرَآلِهِ جَهَنَّمُ ﴾

'' ہرسرکش ومتکبر نامراد ہوا اوراس کے آگے جہنم ہے۔''[®]

لفظ ﴿ وَخَابَ ﴾ اس بات پر دلالت كرتا ہے كه قبر اور برزخ ميں اسے نا اميدى ظاہر ہوگئ ہے كيونكه وہ عذاب ميں گرفتار ہو چكا ہے جبكه ﴿ مِّنْ قَدْاَيْهِ ﴾ ''اس كے آگے'' سے معلوم ہوا كہ جہنم كاعذاب اس كے بعد ہے۔

نيز فرمايا:

﴿ الَّـٰذِيُنَ تَتَوَفَّنُهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِئِنَ انْفُسِهِمُ فَالْقَوَّا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْءٍ طَ بَلَى إِنَّ اللهَ عَلِيْمًّا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞ فَادْخُلُوَا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾

يونس 50:10-52. ﴿ إبراهيم 16,15:14.

''وہ لوگ جن کی روحیں فرشتوں نے قبض کی تھیں اس حال میں کہ وہ لوگ اپنی جان پر ظلم کررہے تھے، تو وہ (یہ کہتے ہوئے) سرتسلیم خم کر دیتے ہیں کہ ہم نے تو کوئی برا کام نہیں کیا تھا، کیوں نہیں، اللہ کوتمھارے سب اعمال کی خبر ہے، لہذا تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ ہمیشہ اسی میں رہو گے۔'' شنیز فرمایا:

﴿ الَّذِيْنَ تَتَوَفَّٰهُمُ الْمَلَيِكَةُ كَلِيّبِيْنَ ﴿ يَقُولُونَ سَلَمٌ عَلَيْكُمُ ﴿ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِ

''جب فرشتے پاک بازلوگوں کی رومیں قبض کرتے ہیں تو فرشتے کہتے ہیں کہتم پر سلامتی ہو، اپنے اعمال کے سبب جنت میں داخل ہوجاؤ۔'،®

ان آیات میں مشرکین اور موحدین کی وفات اور وفات کے بعد کے احوال کا تقابل پیش کیا گیا ہے۔ پہلی آیات میں مشرکین کی وفات اور بعد الوفات (قبر وبرزخ) کا بیان ہے جس میں فرشتوں کے ساتھ مکالمہ، سلام اور شرک سے انکار کا مسللہ ہے، پھر انھیں کہا جائے گا کہ جہنم میں داخل ہوجاؤ، یعنی ان کی رومیں جہنم میں داخل کی جا کیں گی کیونکہ آخرت کی رسوائی کا بیان اس سے قبل آیت: 27 میں ہوچکا ہے جبکہ آیت: 32 میں موحدین کی نعمتوں کا بیان ہے کہ ان کی رومیں جنت میں جا کیں گی۔

نيز فرمايا:

﴿ يُحَيِّتُ اللهُ الَّذِينَ أَمَنُوا بِالْقَوْلِ القَّامِتِ فِى الْحَيْوةِ اللَّهُ نَيَا وَفِى الْاَخِرَةِ ﴿ يُ "الله ان لوگوں كو جو ايمان لاتے ہيں دنيا و آخرت كى زندگى ميں ثابت قدم ركھتا ہے۔"

[🛈] النحل 29,28:16. ② النحل 32:16. ③ إبراهيم 27:14.

امام بخاری الطفاور دوسرے علاء نے یہ آیت عذاب قبر کے اثبات کے لیے بیان کی ہے۔ اور اس کی تفسیر میں ایک صحیح حدیث روایت کی ہے جس میں صراحت ہے کہ ﴿ وَفِی الْاَ خِرُو وَ قَلَی ہے ' قبر' مراد ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انسان کے لیے دنیوی اور برزخی حیات میں ثابت قدمی ضروری ہے کیونکہ ان دونوں جگہوں میں انسان پر آزمائش آتی میں اور ثابت قدمی کی ضرورت آزمائشوں کے وقت ہی ہوتی ہے تو اس آیت کی تفسیر میں جوحدیث ہے، اس میں قبر میں مومن کے ساتھ سوال وجواب کا تذکرہ ہے۔

نيز فرمايا:

﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِى فَإِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً صَّنْكًا وَّنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيلَةِ الْعَلِمَةِ الْعَلْمِ الْعَلْمُ اللَّهُ ا

''اورجس نے میری یاد سے منہ موڑا تو بلاشبہاس کی زندگی تنگ ہوگئ۔اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھا کمیں گے۔''[©]

اس آیت کی تفییر میں مفسرین نے ایک روایت بیان کی ہے کہ ﴿ مَعِیْشَةٌ صَّنْگًا ﴾ سے مراد''عذابِ قبر' ہے۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ کافروں اور قرآن سے منہ موڑنے والوں کی دنیوی زندگی اکثر لذتوں اور فراوانی میں گزر جاتی ہے۔ اور قیامت کی حالت ﴿ نَحْشُرُهُ ﴾ میں بیان کی گئی ہے تو پھر ﴿ مَعِیْشَةٌ صَّنْگًا ﴾ سے قبر کی حالت مراد ہے۔ بیز فرمایا:

﴿ وَحَاقَ بِأَلِ فِرْعَوْنَ سُوْءُ الْعَنَالِ ﴿ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۗ وَكَالَمُ الْعَذَالِ ۞ وَكَالُمُ الْعَذَالِ ۞ ﴿ وَيَوْمَرُ لَشَدَّ الْعَذَالِ ۞ ﴾

٠124:20 كان

کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت آئے گی تو کہا جائے گا: آل فرعون کوسخت ترین عذاب میں ڈال دو۔'،®

ان آیات میں فرعون اوراس کی قوم پرتین قتم کے عذاب آنے کا ذکر ہے۔ آو دنیوی عذاب: آل فرعون کو بہت برے عذاب نے آگھیرا۔

2 برزخی عذاب:وہ صبح وشام دوزخ کی آگ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔

[3] اخروی عذاب: جس دن قیامت آئے گی تو کہا جائے گا: آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو۔

دوسری قتم کا عذاب یقیناً برزخی حالت میں ہے کیونکہ قیامت کا ذکر مستقل طور پر الگ کیا ہے۔ اوران دونوں کو اخروی عذاب سمجھنا جبیبا کہ حافظ اسلم نے لکھاہے، ^{© محض} جہالت ہے۔

نيز فرمايا:

﴿ سَنُعَانِّ بُهُمْ مَّرَّتَايْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَنَابٍ عَظِيْمٍ ۞

''اورعنقریب ہم انھیں دومرتبہ عذاب دیں گے، پھرانھیں عذاب عظیم کی طرف لوٹایا جائے گا۔'' ®

اس آیت میں ﴿ مُحَوَّلَیْنِ ﴾ ''دو مرتبہ'' میں ہے، پہلی مرتبہ سے دنیوی عذاب اور دوسری مرتبہ سے برزخی عذاب مراد ہے جبکہ عذاب عظیم اخروی عذاب ہے۔اس پر تمام مفسرین نے انفاق کیا ہے۔

نيز فرمايا:

﴿ مِتَّا خَطِيْلِتِهِمُ أُغْرِقُواْ فَأُدُخِلُواْ نَارًا﴾

المؤمن 46,45:40.

قرآنى فيلح، ص:326.
 التوبة 101:9.

''ان کی خطاؤں کی وجہ سے انھیں غرق کردیا گیا، پھر انھیں آگ میں ڈال دیا گیا۔'' آیت میں ﴿ فَاُدْخِلُواْ نَادًا ﴾ سے برزخی عذاب مراد ہے۔ یہاں آگ سے جہنم مراد نہیں کیونکہ ﴿ فَادْخِلُواْ نَادًا ﴾ میں''فا'' تعقیب مع الوصل پر دلالت کرتا ہے، یعنی انھیں غرق کرنے کے بعد متصل طور پرآگ میں داخل کردیا گیا تو یہ قبراور برزخ کا عذاب ہے۔ نیز فرمایا:

﴿ وَلاَ تَقُونُوْ الِمِنَ يُقَتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ اَمُواتٌ مَّ بَلْ اَحْيَاءٌ وَالْكِنْ لاَ تَشْعُرُونَ ﴿ ﴾ ''اور جولوگ الله كى راه ميں مارے جائيں تو انھيں مرده نه کهو، وه زنده ہيں ليكن تم نہيں سمجھتے۔'' ﴿

نيز فرمايا:

"اور جولوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ نہ خیال کرو بلکہ وہ زندہ بیں، انھیں اینے رب کی طرف سے روزی مل رہی ہے۔ اللہ نے اپنے نفنل سے جو کچھ انھیں دیا ہے اس پرخوش ہیں اوران (مومن) لوگوں کی نبیت خوش ہور ہے ہیں جو ابھی ان سے مطنہیں ، ان کے پیچھے رہ گئے ہیں کہ نہ تو ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ کسی طرح کاغم کھا کیں گے۔وہ اللہ کی نعمت اوراس کا فضل عطا ہونے پر خوشی محسوں کرتے ہیں اور بے شک اللہ مومنوں کا اجرضا کع نہیں کرتا۔"

٠ نوح 25:71. ﴿ البقرة 154:2 ﴿ أَلَ عَمَرُنَ 3:169-171.

ان آیات کریمہ میں الله کی راہ میں شہید ہونے والوں کے لیے برزخی زندگی اور اس میں رزق، خوشیوں اور اللہ تعالی کی تعتوں اور فضل کی بشارت کا تذکرہ ہے۔ اس سے د نیوی زندگی مراد لیناعقل و فقل دونوں کے خلاف ہے کیونکہ وہ شہید کردیے گئے ہیں۔ان کے بدن سے روح نکل چکی ہے۔ان پر اموات کے احکام شرعیہ نافذ کردیے گئے، لہذا ان پر حیات دنیوی کااطلاق کرناعقل و نقل کے خلاف ہے۔ اس سے حیات اخروی بھی مرادنہیں کی جاسکتی (جبیہا کہ معتزلہ کا مسلک ہے) کیونکہ اخروی زندگی تو سب انسانوں کے لیے حق اور یقینی ہے جسے بعث بعد الموت کہا جاتا ہے تو پھر شہداء کے لیے کون سی خصوصیت ہوئی۔ اس آیت میں الله تعالی نے فرمایا: 'لیکن تم نہیں سمجھتے۔'' جبکه مومن تو حیات اخروی کو ماننے اور سمجھتے ہیں، البذا معلوم ہوا کہ اس سے برزخی زندگی مراد ہے لیکن اس کا حساس وشعور زندہ لوگوں کے علم ہے باہر ہے۔اس حیات کا احساس نہیں کیا جاسکتا، اگرچہ اس حیات کے آثار بدن اور روح دونوں پر ہوتے ہیں لیکن یہ حیات تفصیل کے لحاظ سے متشابہات میں سے ہے اور اس کی کیفیت ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُورُونَ ۞ " (لَكِينِ ثَمْ نَهِيسَ مِحْصَةٍ ـ ''

البتہ اس قتم کی حیات عام ایمان والوں کے لیے بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے جے ابن کیر رشالیہ اور دیگر مفسرین نے روایت کیا ہے اگر چداس زندگی کے درجات میں تفاوت ہے۔ انبیاء میہ اللہ سب سے اعلیٰ درجے پر ہیں، پھر شہداء اور پھر عام مومنوں کا درجہ ہوگا۔

خلاصة بحث بيہ ہے كہ مندرجہ بالا اكثر آيات اليى بيں كہ وہ اپنے عموم كى دلالت كى وجہ سے قبر كے عذاب ،اس كى نعموں اور قبر كے علاوہ اس حالت كو بھى شامل بيں جوموت سے لے كر قيامت تك ہے اور انھى عموى حالات پر قرآن كريم نے برزخ كا اطلاق كيا

ہ، جبیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمِنْ قُرْاً إِنهِمْ بَرْزَحْ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۞

''اوران کے پیچے قیامت کے روز تک ایک برزخ (پردہ) ہے۔''[®]

روں سے یپ یا سے رور دی ہیں بردل رورہ ہے۔

یعنی انسان مرنے کے بعد قبر میں فن ہویا اس کے بدن کے ذرات دنیا کے کسی حصے
میں بھی ہوں اور روح جس متعقر میں بھی ہوتو وہ برزخ ہے اور برزخ کسی مکان کا نام
نہیں بلکہ زمانے اور وقت کا نام ہے۔ للہذا ثابت ہوا کہ ان آیات میں ان تینوں عقیدوں
کی تر دید ہے جوعذابِ قبر اور عذاب فی القیم (دنیاوی قبر میں عذاب) کا کسی طریقے سے
کی تر دید ہے جوعذابِ قبر اور عذاب فی القیم (دنیاوی قبر میں عذاب) کا کسی طریقے سے
کھی انکار کرتے ہیں۔ ان تمام مذکورہ آیات کے مقابلے میں صرف ایک آیت:

﴿ لِوَيُلِنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مِّرْقَلِنَا ﴾

'' ہائے افسوس! ہمیں کس نے ہماری خواب گاہوں سے جگا دیا۔''[®]

سے استدلال کرنا کہ قبر میں کوئی عذاب نہیں بلکہ وہاں سونا اور آرام کرنا ہے، غلط ہے کیونکہ یہی لوگ جب حشر کی ہولنا کیاں دیکھیں گے تو وہ قبر انھیں حشر کے مقابلے میں خواب گاہ معلوم ہوگی۔ انسانی فطرت ہے کہ جب اس پرکوئی مصیبت آتی ہے اور پھر اس کے بعد کوئی بڑی مصیبت آجاتی ہے تو وہ پہلی مصیبت کو بھی نعمت سمحتا ہے۔ اس کی مثال قرآن کریم میں موجود ہے کہ جب لوگ قیامت کے دن اٹھائے جا کیں گے تو ان سے قرآن کریم میں موجود ہے کہ جب لوگ قیامت کے دن اٹھائے جا کیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تم نے دنیا اور قبر میں کتنی مدت گزاری تو وہ اپنے احساسات کے تفاوت کی وجہ سے مختلف جواب دیں گے، چنانچہان کے جواب کے متعلق ارشاد فرمایا گیا:

﴿ يَتَعَنَا فَتُوْنَ بَيُنَهُمُ إِنْ لَيَثْتُمُ اِلَّا عَشْرًا ۞ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ اَمْثَلُهُمُ طِرِيْقَةً إِنْ لَيَثْتُمُ إِلاّ يَوْمًا ۞ ﴾

المؤمنون 23:100. أي يسن 36:52.

"وہ آپس میں چیکے چیکے باتیں کرتے ہوں گے کہتم محض دس دن (دنیا میں) رہے ہو۔ جو پچھ وہ کہتے ہیں ہم اسے خوب جانتے ہیں جبکدان کا بہترین رائے والا کے گانتم تو محض ایک ون وہاں رہے ہو۔"

نيز فرمايا:

﴿ وَتَظُنُّونَ إِنْ لَّبِثُتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ۞

''اورتم خیال کرو گے کہتم دنیا میں بہت ہی کم عرصہ تھہرے ہو۔''[©]

نيز فرمايا:

﴿ قُلَ إِنْ لَّبِثْتُمُ إِلَّا قَلِيلًا ﴾

'' کہے گا:تم نے بہت تھوڑی مدت قیام کیا۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ لَا مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ ﴾

'' گناہ گارفتمیں کھا ئیں گے کہ وہ ایک گھڑی سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے۔''[®] نیز فریایا:

﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْ آلِلَّاسَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ﴾

"اور جس دن وہ (اللہ تعالی) ان کو جمع کرے گا (تو وہ سمجھیں گے کہ) گویا وہ (دنیا میں)دن کی ایک گھڑی سے زیادہ نہ رہے تھے اور وہ وہاں ایک دوسرے کو

پيچانيں گے۔''®

نيز فرمايا:

ري طه 104,103:20 هي بني إسراءيل 52.17 هي الموسمون 114.23 هي الروم 55.00 ﴿ يُونِس 45:10. ﴿ كَانَهُمْ يَوْمَ يَرُوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لِلهُ يَلْبَثُوْاَ اللّهِ سَاعَةً مِّنْ لَهَادٍ ﴾
د گویا که وه (کافر) جس دن اس (عذاب) کو دیکسیں گے جس کا ان سے
وعدہ کیا جاتا ہے (توسمجھیں گے کہ) وہ تو (دنیا میں) دن کی ایک گھڑی جربی
رہے تھے۔'' ®

نيز فرمايا:

﴿ كَانَهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمُ يَلْبُثُوۡۤ إِلاَّ عَشِيَّةً ٱوۡضُحٰهَا۞

'' جس دن وہ قیامت کو دیکھیں گے توسمجھیں گے کہ گویا وہ دنیا میں صرف ایک شام یا ایک صبح ہی رہے ہیں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ لَقُنْ لَبِثْتُمْ فِي كِتْبِ اللهِ إلى يَوْمِ الْبَعْثِ

''متم الله کی کتاب کی رویسے روز قیامت تک تھرے ہو۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ قَالُوا لَبِثُنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمِ ﴾

''وہ کہیں گے کہ ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی کم رہے ہیں۔''®

گناہ گاروں کے بیرختلف گمان روز حشر کی ہولنا کی کی وجہ سے ہوں گے۔جس پر زیادہ خوف ہوگا اس کے نزدیک میر شہرنا اور قیام بہت کم ہوگا اورجس کو سمجھ کم ہے اس کے نزدیک میہ قیام دس دن رات ہے، پھران کے اندر بھی مختلف درجات ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فیصلہ ہے:

﴿ لَقُلُ لَبِثْتُمُ فِي كِتْبِ اللهِ إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ ﴾

الأحقاف 35:46. (أ) النازعات 46:79. (أ) الروم 56:30. (أ) المؤمنون 113:23.

''تم الله کی کتاب کی رو سے روز قیامت تک تھبرے ہو۔''[®]

اور ریظهرنا حشر کی نسبت تھوڑا ہے، اس کیے فرمایا:

﴿ قُلَ إِنْ لَيَنْتُمُ لِلاَّ قَلِيلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۞

"الله فرمائے گا: واقعی تم نے (وہاں) بہت کم مدت قیام کیا ہے، کاش! تم (ونیا میں یہ بات) جانتے ہوتے۔"
میں یہ بات) جانتے ہوتے۔"

یہ قیام د نیوی زندگی اور برزخی حالات دونوں کوشامل ہے جو قیامت کی نسبت بہت کم ہے۔ پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ انسان کو بڑی مصیبت آنے پر چھوٹی مصیبت محسوں نہیں ہوتی ، اس لیے گناہ گار قیامت کی ہولنا کیاں دیکھ کر قبر کی حالت کو مرقد (خواب گاہ) کہیں گے اور قبر کو مرقد کہنے کے متعلق مفسرین کے اور اقوال بھی ہیں۔

اثبات عذاب قبرادراحوال برزخ

منکرینِ حدیث کے اس سوال کا جواب پیش خدمت ہے جس میں انھوں نے مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کیا ہے۔ فرمان الہی ہے:

'' تم لوگ اللہ کا کیونکر انکار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تمصیں زندہ کیا، پھرتم ہی کی طرف لوٹائے کیا، پھر تر دندہ کرے گا، پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' ®

نيز فرمايا:

''وہ کہیں گے: ہمارے پروردگار! تونے ہمیں دود فعہ مارا اور دو دفعہ زندہ کیا، ہم منصل کے سرور میں ناھ

نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا۔''[®]

@ الروم 56:30. ﴿ المؤمنون 23:11. ﴿ البقرة 28:2. ﴿ المؤمن 11:40.

ﷺ مفصل جواب: الله تعالى نے تین دفعہ حیات حقیقی عطا فرمائی۔سورہَ بقرہ میں اس قسم کے پانچے واقعات مذکور ہیں۔

﴿ ثُمَّ بَعَثْنَكُمْ مِّنُ بَعْنِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۞

'' پھر ہم نے تمھاری موت کے بعد تمھیں زندہ کیا تا کہتم شکر بجالا ؤ۔''[®] اس واقعے میں ان پرعقو بتی موت نازل ہوئی، پھر نبی (موی عالیا) کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کردیا، پھر اس کے بعد انھوں نے موت مؤجل سے وفات پائی۔ نیز فرمایا:

﴿ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۗ كَذَٰ لِكَ يُعْنِى اللّهُ الْمَوْثَى ﴿ وَيُرِيَّكُمُ أَلِيتِهِ لَعَلَّكُمُ تَغْقِلُونَ ۞﴾

''پس ہم نے کہا: اس (مقتول) کو اس کا ایک نکڑا مارو، اس طرح الله مردوں کو زندہ کرتا ہے اور شخصیں اپنی نشانیاں دکھا تا ہے تا کہتم سمجھو۔'' ®

اس واقعے میں مقتول اپنی موت مؤجل سے فوت ہوا تھالیکن اللہ تعالیٰ نے اسے پچھے وفت کے لیے زندہ کیا، اس نے اپنے قاتل کے بارے میں بتاویا اور پھر مرگیا۔

نيز فرمايا:

﴿ فَقَالَ لَهُمُ اللهُ مُوتُوا ﴿ ثُمَّ آحْياً هُمْ ﴾

''پس اللہ نے انھیں حکم دیا کہ مرجاؤ۔(وہ مرگئے تو) پھرانھیں زندہ کیا۔''[®] اس واقعے میں وہ قوم عقوبتی (سزا والی) موت مری تھی، پھران کے نبی نے دعا کی تو اللہ نے انھیں زندہ کردیا۔

نيز فرمايا:

البقرة 26:2. ﴿ البقرة 73:2. ﴿ البقرة 243:2.

﴿ فَاَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامِر ثُمَّ بَعَثَهُ ﴿ قَالَ كُمْ لَبِثُتَ ﴿ قَالَ لَمِثُتُ يَوْمًا اللَّهُ مَا لَهُ ثَمَّ اللَّهُ عَامِر ﴾ أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ تَبِثْتَ مِائَةً عَامِر ﴾

''پس اللہ نے اسے سوسال تک مردہ رکھا، پھراسے زندہ کیا اور بوچھا کہتم اس حالت میں کتنا عرصہ، فرمایا: نہیں، حالت میں کتنا عرصہ رہے، اس نے کہا: ایک دن یا دن کا پچھ حصہ، فرمایا: نہیں، بلکہتم سوسال تک رہے ہو۔''

اس قصے میں اس خص کا واقعہ نقل کیا گیا ہے جے اکثر روایات میں عزیر علیا کہا گیا ہے۔ وہ خرق عادت فوت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سوسال تک اسے محفوظ رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کردیا لیکن اسے اس مدت کا علم نہیں تھا۔ اس نے اپنے علم کے مطابق کہا کہ وہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ تھہرا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بتایا کہ تم سوسال تک اس حالت میں تھہرے ہواورای طرح اس واقع میں گدھے کے مرنے اوراس کے دوبارہ زندہ کرنے کا تذکرہ ہے۔

اورایک جگه ارشاد ہے:

قَالَ فَخُنْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّنْدِ فَصُرْهُنَّ اِلنَّكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ
 قِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ﴾

'' فرمایا: کوئی سے چار پرندے لے لواور انھیں اپنے آپ سے مانوس کرلواور پھر ان میں سے ایک ایک مکڑا پہاڑوں پر رکھ دو، پھر انھیں بلاؤ تو وہ تمھاری طرف بھا گتے چلے آئیں گے۔'' ®

اس واقعے میں بھی چار پرندوں کو ذہ کرنا، ان کے فکڑوں کو پہاڑوں پر رکھنا، ابراہیم ملیلیا کی پکار پران کا زندہ ہوکر دوڑتے ہوئے ان کی طرف آنا مذکور ہے۔

٠ البقرة 2:259. ۞ البقرة 2:060-

اسی طرح عیسیٰ علیاً کے معجزات ہیں۔

فرمایا:

﴿ وَأَنْيِ الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللهِ ﴾

''میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کردیتا ہوں۔''[©] * . . فی ں

نيز فرمايا:

﴿ وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَى بِإِذْ نِيْ

''اور جب میرے علم سے تم مردوں کو (قبروں سے) نکال کھڑا کرتے تھے۔''[©]
ان تمام آیات سے صراحناً ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسٹنائی صورت میں بعض لوگوں
اور بعض حیوانوں کو دنیا میں فوت کردینے کے بعد دوبارہ زندہ کیا۔ ان آیات کی دوراز کار
تاویل کرنے والے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے محرمعلوم ہوتے ہیں جیسا کہ منکرینِ حدیث
نے اس کی مختلف تاویلیں کی ہیں۔

ایک واقعہ: ایک دفعہ شکی مردان میں میرا درس قرآن رکھا گیا۔ وہاں کسی شخص نے سوال کیا کہ قانون الہی کے مطابق ایک مرتبہ موت اور پھر بعث بعد الموت حق ہے تو یہ فہ کورہ بالا واقعات کیسے مان لیے جا کیں جو اس قانون الہی کے خلاف ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ آپ بعث بعد الموت کو قرآن کریم کی آیات سے تسلیم کرتے ہیں یا کسی اور چیز سے؟ اس نے کہا: میں بیعقیدہ (بعث بعد الموت) قرآن کریم سے مانتا ہوں تو میں نے کہا: یہ قصے بھی تو قرآن کریم کی آیات ہیں، اضیں کیوں نہیں مانتے، تو بیس کر وہ خاموش ہوگا۔

ندکورہ بالامنکرینِ عذابِ قبر میں سے تیسرا فریق عذابِ قبر کوعذابِ برزخ کی تعبیر کرکے همان کا 49:3 ﷺ سالت تا 10:5 اُل عبد کا 49:3 ﷺ المائدۃ 10:5. مانتا ہے جبکہ وہ عذاب فی القبر (دنیاوی قبر میں عذاب) کو بالکل نہیں مانتا۔ وہ اپنے موقف میں کوئی دلیل پیش نہیں کرسکتا۔ اسے چاہیے کہ وہ مذکورہ آیات پرغور وفکر کرے وہ عذاب فی القبر اور عذابِ قبر (بمعنی برزخ) دونوں کوشامل ہیں جبکہ عذاب فی القبر (دنیاوی قبر میں عذاب) کے بارے میں صحیح احادیث میں تصریح موجود ہے۔ ابن عباس ڈاٹھی بیان کرتے ہیں: نبی طابع میں مدید یا مکہ کے کسی باغ کے پاس سے گزرے تو آپ طابع نے دوانسانوں کی آواز سی جنمیں ان کی قبر میں عذاب دیا جارہا تھا، تو نبی طابع نے فرمایا:

«يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرِ»

''ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اورانھیں کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جارہا۔''[®]

براء بن عازب الله في مَاليَّا إسع روايت كرت بين كه آپ فرمايا:

﴿إِذَا أُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ»

'' جب مومن کواس کی قبر میں بٹھایا جا تا ہے۔''[®]

ابوابوب طالنو بيان كرتے بين:

«خَرَجَ النَّبِيُّ عَالَةٌ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ: يَهُودُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا»

'' نبی مَنْ اللَّهُ مِا ہِرتشریف لائے تو سورج غروب ہو چکا تھا،آپ نے کوئی آوازسی تو فرمایا:'' بیہودیوں کوان کی قبروں میں عذاب دیا جارہا ہے۔''[®]

شعيح البخاري، الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله، حديث: 216. (أن صحيح البخاري، الجنائز، البخاري، الجنائز، الجنائز، باب ماجاء في عذاب القبر، حديث: 1369. (أن صحيح البخاري، الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، حديث: 1375.

اس قتم کی اور بھی احادیث صیحہ موجود ہیں اوران احادیث میں لفظ فِي قُبُودِهِ مَا وَفِي قَبُودِهِ مَا وَفِي قَبُودِهِ اَلَّ اِلَّ ہِ کہ عذاب قبر کے اندر ہور ہاہے۔ جولوگ عذاب فی القبر کا انکار کرتے ہیں ، وہ ان احادیث کی بلاضرورت تاویل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: یہاں فِي الْقَبْرِے فِي الْبَرْزَخِ مراد ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی ایک حدیث میں'' فِی الْبَرْذَخِ'' کے الفاظ ہوتے تو پھر باقی احادیث میں لفظ فِی القبر کی تاویل کرنے کی گنجائش تھی۔

اٹھار ہواں شبہ: تعدد از واج

پرویز صاحب نے کہا ہے: قرآن عام حالات میں صرف ایک بیوی کی اجازت ویتا ہے۔ اگر بیوی سے نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہے تو مرد طلاق کے بعد دوسری شادی کرسکتا ہے، اس کی موجودگی میں نہیں، دلیل:

﴿ وَإِنْ أَرَدْ تُتُمُّ اسْتِبْكَالَ زَوْجٍ مِّكَانَ زَوْجٍ ۗ وَاتَيْتُمْ إِحْلَ هُنَّ قِنْطَارًا ﴿ وَنِي اللَّهِ مِنْ اللَّهِ مِنْ اللَّهِ مِنْ اللَّهِ مِنْ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ عَلَى اللَّه

''اوراگر ایک بیوی کی جگه دوسری بیوی لانے کا ارادہ ہواورتم نے ان میں کسی ایک کو دولت کا ڈھیر بھی دے دیا ہو۔''(صحیح ترجمہ)[®]

پرویزی ترجمه:

''اگرتم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی سے نکاح کرناچاہتے ہوتو پہلی بیوی کا مہر پورا پورا ادا کرواور پھراس کی جگہ دوسری بیوی لاؤ۔''

اس سے بالکل واضح ہے کہ ایک بیوی کی جگہ دوسری آسکتی ہے اس کی موجودگی میں نہیں ©

🛈 النسآء 20:4. 🕲 طاہرہ کے نام خطوط ،ص: 318-318 ، وقر آنی فیصلے ،ص: 147.

دوسرا استدلال

الله تعالی نے فرمایا:

اس آیت کے پہلے جھے کے متعلق لکھا ہے:

''مطلب صاف ہے کہ اگر کسی ہنگامی حالت، مثلاً: جنگ کے بعد جب جوان مرد بڑی تعداد میں ضائع ہو چکے ہوں، ایسی صورت پیدا ہوجائے کہ معاشرہ میں بیتم بچے اور لاوارث جوان عورتیں بغیر شوہروں کے رہ جا کیں اس کا کیاعلاج کیا جائے، اس ہنگامی صورت سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اس کی اجازت دی جاتی ہے کہ تعدد ازواج، لینی ایک بیوی کے قانون میں عارضی طور پر لچک پیدا کرلی جائے۔' ایک

ان تحریروں سے یہ نتیجہ نکلا کہ نتیموں کی عدم مو جودگی میں ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کی اجازت نہیں۔

بہلی آیت سے ایک بیوی کے ساتھ نکاح پر انھار کرنے کے لیے پرویز صاحب کی تفسیر سراسر جہالت پر مبنی ہے کیونکہ آیت میں لفظ ﴿ اِخْلَ مُعُنَّ ﴾ میں ضمیر جمع مؤنث سے

النسآء 3:4. ۞ طاہرہ كے نام خطوط، ص: 315.

صاف واضح ہوتا ہے کہ اس محض کے پاس ایک سے زیادہ بیویاں ہیں لیکن وہ ان میں سے کی ایک کو بدلنا چاہتا ہے۔ اگر آیت میں ایک بیوی کی بات ہوتی تو وہاں واحد مؤنث کی ضمیر ہوتی اور بیلفظ ہوتا وَأَنَیْتُم إِیَّاهَا اور تم نے اس ایک بیوی کوخزانہ دیا ہوتو اس آیت سے تو تعدد از واج کا جواز معلوم ہوتا ہے نہ کہ ممانعت۔

نوٹ : اس آیت میں استبدال (بیوی تبدیل کرنے) کی قید اس وجہ سے بڑھائی کہ جب کوئی شخص اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کو اس لیے طلاق دینا چاہتا ہے کہ وہ دوسری شادی کرلے اور وہ دوسری شادی کرنے کے لیے پہلی بیوی کو دیا ہوا مہر واپس لینا چاہتا ہے تو اس صورت میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایسا کرنا جائز نہیں۔مہر واپس کرنے کی شدید ممانعت کی وجہ سے استبدال کا لفظ استعال فرمایا، اس لیے نہیں کہ پہلی بیوی کی موجودگ میں دوسری بیوی لانا جائز نہیں۔ پرویز صاحب کی می تفسیر سراسر تحریف معنوی ہے۔

دوسری آیت سے استدلال بھی درست نہیں ہے کیونکہ:

ک مذکورہ آیت سے پہلی آیت میں بیموں کے مال حرام طریقے سے حاصل کرنے سے منع فرمایا تاکہ وہ ظلم سے نی جا کیں۔ اب اس آیت میں نکاح کے ذریعے سے بیتم الرکیوں پرظلم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر تہمیں بیتم لڑکیوں سے نکاح کرکے ان پرظلم کرنے کا اندیشہ ہوتو پھر ان کے بجائے دوسری عورتوں سے نکاح کرلو کیونکہ ان عورتوں کے والدین اور سرپرست ہیں، اس لیے تم ان پرظلم کرنے سے ڈرتے ہوجبکہ بیتم بچیاں بے سہارا ہیں، اس لیے تہمیں ان کے سرپرستوں کی طرف سے کی قتم کا اندیشہ نہیں، لہذا احتیاط کے طور پر ان سے نکاح کرنے سے بچو، بیتغییر امام بخاری اللہ نے عائشہ ٹائٹ سے نقل کی ہے اور اس کی دلیل میہ ہوگہ کہ اگر یہاں بیتم لڑکیوں سے نکاح کرنا مراد ہوتا تو ﴿النِّسَاءِ ﴾ کی جگہ آگریتا می واس کی ضمیر مِنْهُنَّ ہونی جا ہے تھی لیکن کرنا مراد ہوتا تو ﴿النِّسَاءِ ﴾ کی جگہ آگریتا می یا اس کی ضمیر مِنْهُنَّ ہونی جا ہے تھی لیکن

﴿النِّسَاءِ﴾ كى صراحت معلوم موتا ہے كداس سے غيريتيم لؤكيال مراد ميں۔

- ر پرویز صاحب نے ایک سے زائد ہوی کے لیے تیموں کی کثرت کوشرط قرار دیا ہے اور اسے ہنگامی حالت کا نام دیا ہے بیران کی خود ساختہ شرائط ہیں۔ آیت میں بتیموں کی کثرت کا ذکر ہے نہ ہنگامی حالت کا۔
- ﴿ ہم کہتے ہیں کہ قرآن نے بیموں کی کثرت کی شرط عائد نہیں کی ہے بلکہ بیموں کے بارے میں ﴿وَإِنْ خِفْتُهُ ﴾ کے ساتھ انصاف نہ کرنے کے خوف کی شرط عائد کی ہے اور پیشرط بھی شرط لازم نہیں ہوتی، مثلاً: فرمان الہی ہے:
 پیشرط بھی شرطِ لازم نہیں کیونکہ ہر جگہ شرط لازم نہیں ہوتی، مثلاً: فرمان الہی ہے:
 - ﴿ وَلا تُكْرِهُوا فَتَلِيتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ إِنْ أَرَدُنَ تَحَصَّنَّا

" اوراپی لونڈیوں کوزنا کاری پرمجبور نہ کرواگروہ پاک بازر ہنا چاہتی ہیں۔" اس آیت میں" اگروہ پاک بازر ہنا چاہتی ہیں۔" بالا تفاق شرط لازم نہیں کیونکہ اگروہ لونڈیاں پاک بازی کا ارادہ نہ بھی رکھتی ہوں تب بھی انھیں زنا پرمجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فریایا:

﴿ وَبُعُوْلَتُهُنَّ آحَتُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذٰلِكَ إِنْ أَرَادُوْاَ إِصْلَاحًا ﴾

''اوراگر وہ اس دوران میں صلح صفائی کرنا چاہیں تو ان کے شوہرول کو اُسیں زوجیت میں واپس لینے کا زیادہ حق ہے۔'، ®

اس آیت میں اصلاح کی شرط لازم نہیں کیونکہ خاوند رجوع کرنے کا ہر وفت حق دار ہے،خواہ وہ اصلاح کا ارادہ کرے یا نہ کرے۔

⁽¹⁾ النور 23:24. (2) البقرة 228:2.

ایک آدمی کو یتیم لڑکیوں کے بارے بے انصافی کا خوف نہ ہوتو اس کے لیے یتیم اور غیریتیم عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت بطریق اولی ہے۔

تعددازواج کے اثبات پر قرآنی دلائل

نبی طُلِیْم کا تعدد از واج قرآن کریم کی بیشتر آیات سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ ٱلنَّبِيُّ ٱوْلَىٰ بِٱلْمُؤْمِنِينَ مِنْ ٱنْفُسِهِمْ وَٱزْوَاجُهَ ٱمَّهَٰتُهُمْ ﴾

''مومنوں پر نبی (عَلَیْمُ) ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتا ہے، اوراس کی بیویاں ان (مومنوں) کی مائیں ہیں۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤُذُوْا رَسُولَ اللهِ وَلاّ أَنْ تَنْكِحُوۤا أَذُواجَهُ مِنْ بَعُلِامٓ أَبَدا ﴾ "اورتمهارے لیے جائز نہیں کہتم اللہ کے رسول کو ایذا دو، اور نہ یہ جائز ہے کہ اس کے بعد بھی اس کی از واج مطهرات سے نکاح کرو۔ ''³

نيز فرمايا:

﴿ يَاكِيُّهَا النَّبِيُّ قُلُ لِإِزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُودُنَ الْحَيْوةَ اللَّهُ نُيَا وَزِيْنَتَهَا ﴾ ''اے نبی! اپنی از واح مطهرات سے کہہ دیجیے کہ اگرتم دنیا کی زندگی اوراس کے ساز وسامان کی طلب گار ہو۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ يَاكِتُهَا النَّبِيُّ إِنَّآ اَحُلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجِكَ اللَّتِي التَّيْتَ اجْوُرَهُنَّ ﴿

"اے نی! ہم نے آپ کے لیے وہ ہویاں طلال کردی ہیں جن کے مہرآپ نے

** * الأحزاب 6:33. (\$ الأحزاب 53:33. (\$ الأحزاب 28:33.

ادا کردیے ہیں۔

نيز فرمايا:

﴿ يَايَتُهَا النَّبِيُّ قُلُ لِآزُوَاجِكَ وَبَنْتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدُنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِنْيهِنَّ ﴾

''اے نبی! اپنی ہیویوں ، اپنی بیٹیوں اورمسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکالیا کریں۔''[©]

الله تعالی نے فرمایا:

﴿ يَا يَثُهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَوِّمُ مَّا اَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبُتَغِي مَرُضَاتَ اَذُوَاجِكَ ﴾ ''اے نبی! اللہ نے جو چیز آپ کے لیے حلال کی ہے آپ اسے حرام کیوں تھراتے ہیں، آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں۔'،'®

نيز فرمايا:

﴿ عَلَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبُولِكَ أَزُواجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ ﴾

''اگروہ(نبی) تنہمیں طلاق دے دے تو امید ہے کہاس کا رب اسے تم سے بہتر ہویاں بدلے میں دے ۔'،®

ان تمام آیات سے صراحت کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی مُنگائی کی ایک وقت میں ایک سے زیادہ از واج مطہرات تھیں۔ جمع کا صیغہ تین اوراس سے زائد پر دلالت کرتا ہے اور یہ بات احادیث کی نہیں کہ پرویز صاحب اسے تاریخ اور ظن و گمان کا نام دے کر انکار کرسکیں، یہ قرآن کریم کی آیات ہیں۔

اب ہم وہ آیات پیش کرتے ہیں جن سے امت کے لیے تعدد ازواج کا ثبوت ملتا ہے۔

﴿ الأحزاب 50:33. ﴿ الأحزاب 59:33. ﴿ التحريم 1:66. ﴿ التحريم 5:66.

﴿ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزُواجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنُّ لَّهُنَّ وَلَكَّ ﴾

''اور جو کچھ تمھاری بیویاں ترکہ میں چھوڑ جائیں اس میں سے نصف کے تم حق دار ہو، بشر طیکہ ان سے اولاد نہ ہو۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَالَّذِينَ يُتُوَفُّونَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزُواجًا ا

''اورتم میں سے جولوگ فوت ہوجا کیں اور بیویاں چھوڑ جا کیں _''[®] نیز فرمایا:

﴿ إِلَّا عَلَى أَزُواجِهِمْ أَوْمَامَلَكُتُ أَيْمَانُهُمْ

''گراپنی بیویوں یا اپنی لونڈیوں سے۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ فَانْكِحُوْهُنَّ بِإِذْنِ ٱهْلِهِنَّ ﴾

'' توتم ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کرلو۔''[®] نیز فر مایا:

﴿ إِذَانَكُ حُتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقُتُمُوْ هُنَّ ﴾

''جب تم مومن عورتوں کو نکاح میں لاؤ اور پھر انھیں طلاق دے دو۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ وَمَنْ لَكُمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنْتِ الْمُؤْمِنْتِ قَمِنْ مَّا مَلَكَتُ الْمُحْصَنْتِ الْمُؤْمِنْتِ قَمِنْ مَّا مَلَكَتُ

''اورتم میں ہے جو شخص آزادمومن عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو،

النسآء 12:4. البقرة 234:2. المؤمنون 6:23. النسآء 25:4. الأحزاب 49:33.

وہ تمھاری ملکیت مومن لونڈ یوں میں سے کسی لونڈی سے نکاح کر لے۔ "

ندکورہ بالا آیات میں اگر چہ جمع بمقابلہ جمع ہے لیکن اس کے باو جود عموم کی وجہ سے ان سے تعدد از واج کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس تعدد از واج کے عموم کی شخصیص سور ہو نساء کی آیت نمبر 3 کے مطابق چار تک ہوگی۔

تبصرہ: پرویز صاحب کی قرآنی بصیرت دراصل اس مغربی تخیل کی پیدا دار ہے جس میں ایک سے زائد یو یوں سے نکاح کو ندموم سمجھا جاتا ہے۔ اسلام نے ایک سے چار تک بیویوں سے نکاح کی اجازت دی ہے لیکن ایک سے زائد کی اجازت عدل کے ساتھ مشروط ہے۔ اگرکوئی شخص عدل کے تقاضے پورے کرسکتا ہے تو وہ ایک سے زائد، لیعنی چار تک شادیاں کرسکتا ہے اور یہ اجازت ہے تھم نہیں۔ قرآن کریم کی ہراجازت کسی خاص زمان ومکان کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک کے لیے عام ہے۔

اگر حقیقی طور پر اندازہ لگایا جائے تو ایک شادی کی پابندی اور تعد د از واج کو براسمجھنا بدکاری کاذر بعیہ بنتا ہے یہاں تک کہ لوگ جنسی آ وارگی میں مبتلا ہو جاتے ہیں جیسا کہ مغربی تہذیب میں بیہ بالکل واضح اور عام ہے جبکہ اسلام عفت و پاک دامنی اور نسب کی حفاظت کا درس دیتا ہے اور ہرقتم کی بدکاری و فحاشی سے اجتناب کی ترغیب دیتا ہے۔ تعدد از واج اس کا اصل وسیلہ اور ذر بعہ ہے۔

انیسوال شبہ: من بلوغ سے پہلے نکاح

 بچے یتیم رہ جائیں توتم معاملات کے ذریعے سے ان کا امتحان لو۔

﴿ حَتَّى إِذَا بَلَغُوا اللِّكَاحَ ۗ

''حتی که وه نکاح کی عمر کوپہنچیں ۔''[©]

قرآن کریم نے نکاح کومعاہدہ قرار دیا ہے اور معاہدے میں فریقین کی رضامندی اور بالغ ہونا شرط ہے۔ نکاح کی رضامندی کے لیے پرویز صاحب نے (قرآنی فیصلے، ص: 134 میں) یہ دلیل پیش کی ہے۔

﴿ لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كُرُها ﴾

' تمهارے لیے حلال نہیں کہ تم عورتوں کومیراث سمجھ کران پر زبر دسی قبضہ کرلو۔''[®]

السی نقط کھاہ سے بھی نابالغ بچی قابل مجامعت نہیں۔ اس سے مجامعت ضرر انگیز ہے اور کئی جسمانی عوارض کا بیش خیمہ ہو سکتی ہے۔

جواب سن بلوغ سے پہلے نکاح کے جواز کوہم قر آن کریم سے ثابت کرتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَعُوا بِإَمُوالِكُمْ مُّحْصِنِينَ ﴾

''اور ان کے علاوہ جوعور میں ہیں، وہ تمھارے لیے طلال کردی گئی ہیں (شرط سیہ ہے) کہتم اپنے مال (مهر) کے بدلے انھیں حاصل کر کے پاک دامنی کے لیے ان سے نکاح کرو۔''[®]

﴿ مَا وَرَآءَ ذٰلِكَ ﴾'' جواس كے علاوہ ہے۔'اس لفظ كے عموم كے تحت نابالغ لڑكى بھى شامل ہے،اس كی تخصیص کے ليے كوئی صحح اور صریح دليل موجودنہيں۔

نيز فرمايا:

⁽أ) النسآء 4:6. (2) النسآء 4:4. (3) النسآء 4:42.

﴿ وَٱنْكِحُوا الْآيَّا لَى مِنْكُمْ

''تم اپنے میں ہے جو بے نکاح ہیں ان کے نکاح کرو۔''[®] اَیَامٰی جَمْع ہے اَّ یِّمْ کی اور أَ یِّمْ ہراس مرد کو کہتے ہیں جس کی بیوی نہ ہواور اسی طرح ہراس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہواور ہی بھی عام ہے،اس میں بالغ و نابالغ کی کوئی شخصیص نہیں۔

نيز فرمايا:

﴿ وَالِّئِي يَهِسَنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِسَآ إِكُمْ إِنِ ارْتَبُتُمُ فَعِدَّ تُهُنَّ ثَلْثَةُ ٱشْهُرٍ لا وَّالِّئُ لَمْ يَحِضُنَ ﴾

''اورتمھاری عورتوں میں سے جوحیض سے ناامید ہو پیکیں۔ اگرتم کوشک ہوتو ان کی عدت تین ماہ ہے اوراسی طرح وہ عورتیں بھی جنھیں حیض نہیں آتا۔''[®]

اس آیت میں عدت کی ایک قسم بیان کی ہے جو تین ماہ گزارنا ہے اور بید دوقتم کی بیویوں کے لیے ہے۔ ایک وہ جو بوڑھی ہوجائے اور بڑھاپے کی وجہ سے اس کا حیض منقطع ہوجائے اسے عربی میں ''آیسکہ'' کہتے ہیں۔ دوسری وہ بیوی جے عدم بلوغت کی وجہ سے ابھی تک حیض شروع نہیں ہوا۔ نہ کورہ آیت میں عدت طلاق کا مسکلہ ہے، یعنی نکاح کے بعد طلاق وی گئی ہے اور طلاق کے بعد اب عدت گزارنی ہے۔ یہ بات ثابت ہے کہ طلاق کے جواذ کے لیے ضروری ہے کہ پہلے نکاح ہوا ہو، لہذا اس آیت سے سن بلوغت سے پہلے نکاح کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

النور 32:24. (2) الطلاق 4:65.

نابالغ بچی کے نکاح کے جواز پر استدلال کرنا سیح نہیں۔

جوب ﴿ يَحْرَفَ لَمْ جَبِ فَعَلَ مَعْنُوى ہِ ، عَرَبِي گرامر کے بالکل خلاف ہے۔ عربیت کا قانون یہ ہے کہ حرف لَمْ جب فعل مضارع میں داخل ہو جائے تو وہ اس فعل مضارع کو فعل ماضی کے معنی میں بدل دیتا ہے۔ تو پھر ﴿ لَمْ يَحِضُنَ ﴿ كَامْعَنی یہ ہے کہ'' اُنھیں چیض نہیں آیا'' اور وہ جو کہ حاکف اردومفسرین نے اس فتم کا معنی کیا ہے۔ شاہ رفیع الدین نے فرمایا:''اور وہ جو کہ حاکف نہیں ہوئی۔'' فتح الحمید میں ہے:''جن کو ابھی چیض نہیں آنے لگا۔'' اور تفہیم القرآن میں ہے:''اور یہی علم ان کا ہے جنھیں ابھی چیض نہ آیا ہو۔'' اس مفہوم کے اور بھی شواہد ہیں جب اس عتراض میں جس ترجے کا ذکر ہے، اس کے لیے اردوتراجم میں کوئی شہادت نہیں ملتی، چنانچہ'' حیض نہیں آیا'' کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ نابالغ ہے۔

- ﴿ اگر وہی معنی تسلیم کرلیا جائے جو سوال میں مذکور ہے تو پھرآیت کا پیکٹڑا ﴿ لَمَدْ يَجِضُنَ ﴿ تَبِنِ قَسَمَ كَاعُورَتُونَ كُومَامِ ہے۔ تین قشم کی عورتوں کو عام ہے۔
 - ا بالغ ہونے کی وجہ سے حض ندآتا ہو
 - 🟶 کسی بہاری کی وجہ سے کافی عرصہ حیض نہ آنا
 - ا ساری عمر حیض نه آنا ا

تو عموم کی وجہ سے پہلی قتم کو بھی محیط ہے تو پھر بھی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ قرآن سے استدلال کے تذکرے کے بعد ہم ان کے شہات کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں: شبہات کے جوابات کی طرف آتے ہیں۔ان کے شبہات مع جوابات مندرجہ ذیل ہیں: آآ ان کا پہلا استدلال ﴿ حَتَّى إِذَا بِكَعُوا اللّهِ كَاتَ ﴿ "حَى كَهُ وه نكاح كی عمر (بلوغت) كو پہنچ جائیں۔' سے ہے۔

اس استدلال كا جواب يه ب كداس آيت سے يه قانون ثابت نہيں موتا كه فكاح ك

لیے بلوغت شرط ہے بلکہ آیت کا مقصد ہے ہے کہ جب انسان بالغ ہوکر اپنی مرض سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس وقت اس کے لیے مال کی ضرورت پڑتی ہے تو دانش مندی معلوم کرنے کے بعد اس کا مال اس کے حوالے کردو، یعنی ﴿النِّکَاحُ ﴾ میں الف لام عہدی ہے۔ اس نکاح سے مراد وہ ہے جو سور ہ نساء کی آیت: 3 میں امر کے صیغے سے فدکور ہے، لیعنی اس سے مراد اپنی مرضی سے نکاح کرنا ہے۔

اس کا یہ جواب بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم بعض اوقات جوشرط لگاتا ہے وہ لازی خہیں ہوتی بلکہ کسی خاص فائدے کے لیے بیان کی جاتی ہے۔ یہاں بھی فائدہ یہ ہے کہ جب انسان بالغ ہوجائے تو اسے نکاح کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے لیے مال کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کی صلاحیت کا ضرورت ہوتی ہے تیکن اگر بالغ ہوجائے اور وہ نکاح نہ کرنا چاہے تو اس کی صلاحیت کا امتحان لینے کے بعداس کا مال اسے دے دیا جاتا ہے۔

گ یہاں لفظ نکاح سے لغوی معنی مراد ہے، لیعنی جماع کرنا، اوراس قید کا فائدہ یہ ہے کہ جب انسان میں قوت شہوانیہ پیدا ہوتی ہے۔ جب انسان میں قوت شہوانیہ پیدا ہوتی ہے تواس میں قوت حفاظتِ مال ضرور آجاتی ہے۔ 2 نکاح معاہدہ ہے اور معاہدے میں فریقین کی رضامندی شرط ہے اور رضا کے لیے بلوغت ضروری ہے۔ بلوغت ضروری ہے۔

یقیح ہے کہ انعقاد نکاح کے لیے عاقدین کی رضامندی ضروری ہے لیکن رضامندی کی دوستمیں ہیں۔ ﴿ کَبُواسطہ وکیل، متولی و نائب ویستمیں ہیں۔ ﴿ کَبُواسطہ وکیل، متولی و نائب وغیرہ لیوری دنیا میں عقود، خرید و فروخت، ملازمت اور نوکری وغیرہ کے انعقاد کے لیے دونوں طریقے جاری ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا أَوْ ضَعِيْفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يُتُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلُ وَلِيُّكَ بِالْعَدْلِ ﴾

"اورتمهارے لیے جائز نہیں ہے کہتم زبردتی عورتوں کو وراثت میں لے لو۔"

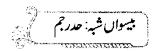
ہے جو استدلال کیا ہے وہ ناقص ہے۔ اس میں بالغہ عورت کے نکاح کا تذکرہ ہے۔
آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص وفات پا گیا اوراس کی منکوحہ ہے تو وارث اس کی بیوہ
کے ساتھ اس کی رضامندی کے بغیر خود نکاح کر سکتے ہیں نہ اس کا نکاح کسی دوسر شخص
سے کر سکتے ہیں تو ظاہر ہے کہ منکوحہ بالغہ ہے۔ اور اگر بالغہ نہیں تو پھر ﴿ گُرُهُما ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں کر سکتے۔

[3] طبی نقط نظر سے نابالغہ سے مجامعت مصر ہے۔ یہ اعتراض تب بنہ ہے کہ نکاح کے ساتھ ساتھ رخصتی بھی بجین میں ہوجائے۔ عربوں کا معمول تھا کہ وہ نکاح تو بجین میں کردیتے جبکہ رخصتی بلوغت کے بعد کرتے تھے جبیہا کہ ہمارے ہاں بھی بعض لوگ اس طرح

البقرة 282:2 (ألبقرة 266:2) النسآء 19:4.

کر لیتے ہیں۔ ای طرح عائشہ بھی کا نکاح بحیان میں ہوا اور زھتی نوسال کی عمر میں (بلوغت کے بعد) ہوئی۔ عائشہ بھی کے نکاح کو چیسال کی عمر میں ہونے کو پرویز نے بھی مشروط طور پر تشلیم کیا ہے۔ آئیکن پھراس نے اسے منسوخ قرار دیا ہے آگر چہ پینظر بیغلط ہے۔ مزید برآں طبی نقط کنظر سے نابالغہ سے مجامعت کے متعلق بید خیال غلط ہے کہ بیمضر ہے۔ بیا اوقات بلوغت سے قبل زمانہ ''مراہقت'' میں جماع کیا جاسکتا ہے اور اس برکوئی بدنی ضرر مرتب نہیں ہوتا۔

نوت: عائشہ رفی کے چیسال کی عمر میں نکاح اورنوسال کی عمر میں رخصتی کے متعلق حدیث صحیح ہے امام بخاری اور امام مسلم ربیت نے صحیح اسانید کے ساتھ اسے نقل کیا ہے، البتہ دور عاضر کے بعض خود ساختہ ناقدین نے اس حدیث کی سند پر جرح کی ہے جو قابل اعتاد نہیں۔



اس سلیلے میں منکرین حدیث کے مندرجہ ذیل اعتراضات ہیں:

- ﴿ قرآن كريم ہے اس كا ثبوت نہيں ملتا۔
 - پرفتم کے زانی کی سزاسوکوڑے ہے۔
 - ③ الله تعالى نے فرمایا:

﴿ فَإِذَا ٱخْصِنَ فَإِنْ اَتَايْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُخْصَنْتِ مِنَ

 ''پس جب بیعورتیں نکاح میں آجائیں اور پھر اگر ان سے بے حیائی کا کام ہوجائے تو انھیں آزادعورتوں سے نصف سزا دی جائے گی۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا کی سزا صرف کوڑے مارنا ہے کیونکہ رجم تو نصف نہیں ہوسکتا۔

- ﴿ عمر اللَّهُ كَ خطب ہے معلوم ہوتا ہے كہ آیت رجم قر آن كريم ميں تھی تو پھروہ كہاں گئ؟
- ﴿ ہوسکتا ہے کہ رسول الله طَالِيَّا نے حدرجم سورۃ النور نازل ہونے سے پہلے نافذکی ہواور پھراس سورت کے نزول کے بعدرجم کا حکم منسوخ ہوگیا ہو۔
- جواب جہاں تک پہلے شہرے کا تذکرہ ہے تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ قر آن کریم میں زنا کے سلسلے میں مختلف سزاؤں کا تذکرہ موجود ہے۔
- 1 اگر کوئی شخص کسی پر زنا کی تہت لگائے،خواہ وہ مرد ہویا عورت اور پھر وہ چارچشم دید گواہ چیش نہ کر سکے تو اس کی (سزا،حدفذف) اس کوڑے ہے۔ اوراس کی گواہی بھی قابل اعتبار نہیں ہوگی۔
- [2] شوہرا پنی بیوی پرزنا کی تہمت لگائے اور پھر گواہ پیش نہ کر سکے تو ان کے درمیان لعان کرایا جائے گا۔
- جس کسی عورت سے زنا ہوجائے، چارگواہ گواہی بھی دے دیں تو پھراس کی سزایہ ہے
 کہاسے گھر میں محبوں کیا جائے اور تفصیلی سزا کا انتظار کیا جائے۔

یاد رہے کہ سورۂ نساء غزوۂ احد کے بعد سے لے کرمن 4 ہجری کے آخر تک مختلف اوقات میں نازل ہوتی رہی ہے۔

* النسآء 25:4- ﴿ وَكُلِي: سورة النور 4:24. ﴿ وَلَكِي: سورة النور 6:24-8. ﴿ وَلَكِي: سورة النسآء 5:4.

ا غلام اور لونڈی سے زنا ہوجائے اور وہ شادی شدہ ہول تو ان کی سزا پچاس کوڑے ہے۔ آف آ زاد مرد اور آزاد عورت غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں زنا کا ارتکاب کرلیں تو ان کی سزا سوکوڑے ہے۔ آ

یہ پانچ قشمیں قرآن کریم کی مختلف آیات میں صراحت کے ساتھ مذکور ہیں۔

آ آزادمرداورآزادعورت سے شادی شدہ ہونے کی صورت میں زنا کا ارتکاب ہوجائے تو ان کی سزارجم ہے اور بیقر آن کریم میں اشارتاً موجود ہے، یعنی تورات میں ندکور ہے۔ نبی سَلَیْظِ اِللہ کی سزارجم ہے اور بیقر آن کریم میں اشارتاً موجود ہے، یعنی تورات میں ندکور ہے۔ نبی سَلَیْظِ پر کوئی عتاب نہیں فرمایا۔ یہ واقعہ سورة المائدة: (41:5) میں ندکور ہے۔ درج ذیل آیت بھی آخی آیات میں سے ہے:

اِنْ أُوْتِيْتُمْ هٰ لَمَا فَخُلُوهُ وَ إِنْ لَهُمْ تُؤْتُوهُ فَأَحْلَارُوْا

''اگر شمیں یہی علم دیا جائے تو لے لواوراگریے نہ دیا جائے تو اس سے بچو۔'
﴿ هٰذَا ﴿ یہ اس عَلَم کی طرف اشارہ ہے جو انھوں نے اپنی طرف ہے تحریف کر کے جاری کیا تھا کہ شادی شدہ زانی کی سزایہ ہے کہ اس کا منہ کالا کر کے الٹے رخ گدھے پر سوار کیا جائے لیکن عبداللہ بن سلام ڈاٹٹوئے نے، جو پہلے یہود کے بڑے عالم تھے، عض کیا:
اے اللہ کے رسول! ان سے تو رات منگوا کیں۔ جب تو رات لائی گئ تو ایک یہودی عالم نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ دیا اور اس ہے اگلی اور پچھلی عبارت پڑھنے لگا تو عبداللہ بن سلام ڈاٹٹوئے نے اسے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ۔ جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو وہاں آیت رجم نہ کورتھی، پس نبی منٹرٹی نے ان دونوں کورجم کرنے کا تھم فرمایا۔ ابن عمر ڈاٹٹوئیان کرتے ہیں کہ ان دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگہ) کے پاس رجم کردیا گیا۔ ﴿ جب قرآئی آیت کہ کہ میں تا اللہ کے دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگہ) کے پاس رجم کردیا گیا۔ ﴿ جب قرآئی آیت کہ کہ میں تا اللہ کے دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگہ) کے پاس رجم کردیا گیا۔ ﴿ جب قرآئی آیت کہ کہ میں تا اللہ کے دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگہ) کے پاس رجم کردیا گیا۔ ﴿ جب قرآئی آئیت کے دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگہ) کے پاس رجم کردیا گیا۔ ﴿ جب قرآئی آئیت کے دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگہ) کے پاس رجم کردیا گیا۔ ﴿ جب قرآئی آئیت کے دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگہ) کے پاس رجم کردیا گیا۔ ﴿ جب قرآئی آئیت کے دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگہ) کے باس دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگہ) کے باس دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگہ) کے باس دونوں کو بلاط (مدینہ میں ایک جگہ) کے باس دونوں کو بلاط کی تھوں کی کھوں سے تا اللہ موزوں کو بلاط کی بلاگائی کے دونوں کو بلاط کی بلاط کی بلاگائی کے بلاس موزوں کو بلاط کی بلاگائی کے بلاگوں کے بلاگیں کو بلاگائی کے بلاگوں کے بلاگوں کو بلاگائی کے بلاگوں کو بلاگوں کے بلاگوں کو بلاگوں کے بلاگوں کو بلاگوں کو

ويكهي: سورة النسآء 25:4. (3) وتكهي: سورة النور 2:24. (3) المآئدة 41:5. (3) صحيح البخاري، المحاربين، باب الرجم في البلاط، حديث: 6819، وصحيح مسلم، الحدود، باب رجم اليهود، أهل الذمة، في الزني، حديث: 1699.

میں اس واقعے کی طرف واضح اشارہ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس عکم کے متعلق نبی مَالَیْجُ کِی ہے، پر کوئی عتاب نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ آپ مَالَیْجُ کا بی حکم بحوالہ تورات قرآن کا بھی ہے، لہذا بی کہنا درست ہے کہ حدرجم قرآن کریم کی آخی آیات (الممآئدة 41:5 - 43) سے ثابت ہے اور پھر رسول اللہ مُالِیْجُ اور خلفائے راشدین نے ہر دور میں اس حکم پڑمل کیا ہے۔ فائدہ: امام بخاری رَشُلا نے اس حدیث کو کتاب المحاربین میں اس لیے بیان کیا ہے کہ وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ شادی شدہ ہونے کی صورت میں زنا کا ارتکاب کرنے والے، محاربین کی مزامیں ہی ہمی شامل ہے کہ آخیں قتل کیا جائے، لہذا زانیوں کو رجم کرنا قرآن کریم کے اس اشارے سے بھی شامل ہے کہ آخیں قتل کیا جائے، لہذا زانیوں کو رجم کرنا قرآن کریم کے اس اشارے سے بھی شامل ہے کہ آخیں قبل کیا اور وہ کہتے ہیں کہ اس میں رجم نہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اس میں درج ذبیل آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں رجم نہیں اور وہ کہتے ہیں کہ بی آیت شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں کوشامل ہے۔

﴿ ٱلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيُ فَاجُلِدُوا كُلَّ وَاحِيهِ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْمَةٍ ﴾

''زنا کرنے والی عورت اورزنا کرنے والا مرد، دونوں میں سے ہر ایک کوسوسو کوڑے مارو۔''[®]

جواب آیت سے غیر شادی شدہ مراد بیں۔ اس آیت سے غیر شادی شدہ مراد بیں۔ اس کا قرینہ بیہ ہے کہ اس آیت سے غیر شادی شدہ مراد بیں۔ اس کا قرینہ بیہ ہے کہ زانیوں کے نکاح کا ذکر اس کے بعد آیت: 3 میں کیا گیا ہے۔ مقصد بیہ ہے کہ بیر غیر شادی شدہ بیں اوروہ زنا کے بعد نکاح کرنا چاہتے ہیں تو ان کے لیے آیت: 3 میں قانون بیان کیا گیا ہے۔

[2] اگراس آیت سے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں مراد لیے جائیں تو جائز ہے لیکن قرآن کریم نے بظاہر ایک سزا کا ذکر کیا ہے جو دونوں کومحیط ہے، یعنی شادی شدہ کو

[🛈] النور 2:24.

بھی پہلے کوڑے مارے جائیں اور پھر رجم کیا جائے جیسا کہ بعض احادیث سے بہ ثابت ہے۔ اس بنا پر اس آیت میں صرف ایک سزابیان کی گئی جبکہ دوسری سزا (رجم) قرآنی اشارات اوراحادیث سے ثابت ہے جس کا قرآن کریم کے ساتھ کوئی اور تضاد نہیں۔ شبہ نمبر ﴿ : اللّٰہ تعالٰی نے فرمایا:

﴿ فَإِذَآ أُحْصِنَّ فَإِنْ آتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَلْتِ مِنَ الْعَذَابِ ﴿ الْعَذَابِ ﴾

''پس جب بیعورتیں نکاح میں آجا کیں تو اگران سے بے حیائی کا کام سرز دہوتو انھیں آزادعورتوں سے نصف سزادی جائے گی۔''[©]

وہ اس آیت سے بیر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حد زنا میں رجم نہیں کیونکہ رجم نصف نہیں وسکتا۔

جواب بیا پی جگہ درست ہے کہ یہاں نصف سزا بچاس کوڑے ہی مراد ہے اور رجم کی تنصیف نہیں ہوسکتی لیکن اس آیت کے آغاز پرغور وفکر کرنا چاہیے۔

﴿ وَ مَنْ لَّهُ يَسْتَطِعُ مِنْكُدُ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُعْصَلْتِ ﴾

''تم میں سے جو شخص اس بات کی استطاعت نه رکھتا ہو کہ وہ آزاد مومن عورتوں کو نکاح میں لا سکے۔''[®]

(2) النسآء 25:4. (2) النسآء 25:4.

سزا ہے تو پھرلونڈی اگر چہ شادی شدہ ہواس کی سزا پچاس کوڑے ہے، یعنی آیت کارجم کے ثبوت اور عدم ثبوت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہاں ﴿الْمُحْصَنْتِ ﴿ میں شادی شدہ عورت مرادنہیں۔

شبہ نمبر﴿ عَمرِ رُفَا اُلَّهُ نَهِ اللهِ عَلَى مُعلَا اِللهِ عَلَى رَجِم كِ مَعْلَق آيت تَقى جَسَ كو ہم پڑھتے تھے اور ہم نے اس پر عمل بھی كيا اوراس خطبے ميں ہے: كتاب الله ميں رجم كا حكم اس شخص كے بارے ميں حق ہے جو شادى شدہ ہونے كى صورت ميں زنا كرے۔اس پر پرويز كى اعتراض بہ ہے كہ اگر بيآيت موجودتھى تو كہاں گئى؟[۞]

جواب اس آیت کی تلاوت منسوخ ہوگئ اور عکم باقی ہے اور نشخ قر آن کریم سے ثابت ہے۔ ﴿ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰ یَاتِ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِحَدُیرِ قِبْنُهَاۤ اَوْ مِثْلِهاۤ ﴾

''جوآیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلوا دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس جیسی آیت نازل فرمادیتے ہیں۔''[©]

ناسخ ومنسوخ کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں،اس لیے ہم اس سے صرف نظر کرتے ہیں۔ نیز فرمایا:

﴿ سَنُقُونُكَ فَلَا تَنْسَى ﴿ إِلاَّ مَا شَاءَ اللهُ طَالَةُ لِيَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ﴿ وَسَائِعُونُ وَمَا يَخْفَى ﴿ وَمَا يَخْفَى ﴿ وَمُعَالِينَ عَلَيْهِ اللَّهِ عَلَيْهِ اللَّهُ عَلَيْهِ اللَّهِ عَلَيْهِ اللَّهُ عَلَيْهِ اللَّهُ عَلَيْهِ اللَّهُ عَلَيْهُ اللّهُ عَلَيْهُ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللّلَّهُ عَلَيْهُ اللَّهُ عَلَيْهُ اللَّهُ عَلَيْهُ عَلَيْهُ اللَّهُ عَلَيْهُ عَلَيْهُ اللَّهُ عَلَيْهُ عَلَيْكُمُ عَلَيْهُ عَلَيْكُوا عَلَيْكُمُ عَلَيْكُوا عَلَيْهُ عَلَيْهُ عَلَيْكُمُ عَلَيْهُ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلَيْهُ عَلَيْكُمُ عَل عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمِ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلِي عَلَيْ

اس آیت میں ﴿ مَا شَاءَ ﴾ سے شخ کی ایک فتم مراد ہے۔ ہاں آیت رجم جب منسوخ اللوق ہوئی تو اثبات رجم کے اشارات سورہ مائدہ اوراحادیث متواترہ میں موجود ہیں جس سے لفظی اور عملی تواتر ثابت ہے۔

(قُرْ آ في فيطيم ص : 182. (البقرة 106:2 (الأعلى 7,6:87.

شبہ نمبر ﴿ بعض لوگ اس اشتباہ میں ہیں کہ شاید سورہ نور میں مذکورہ سزا بعد میں اور رجم کا اثبات اس سے پہلے کا ہے، لہذا رجم کا تھم منسوخ ہوگیا۔ اس کا جواب سے ہے کہ سورہ نورس 6 ہجری میں نازل ہوئی اور ترتیب نزولی کے لحاظ سے اس کا نمبر 102 ہے جبکہ سورہ کا کدہ صلح حدیبہ کے بعد نازل ہوئی، یعنی سن 7 ہجری میں اور ترتیب نزول کے لحاظ سے اس کا نمبر 112 ہے۔ اس طرح رجم کے بعض واقعات سورہ نور کے نزول کے بعد کے بین، مثلاً:

1 غامریہ کو رجم کرنے میں خالد بن ولید دھاتھ شامل تھے اور وہ صلح حدیبیاور فتح مکہ کی درمیانی مدت میں مسلمان ہوئے اور بیدونوں واقعات سورہ نور کے بعد کے ہیں۔

ایک گھریلو مزدور لڑکے نے شادی شدہ عورت سے زنا کیا، پھرعورت کے شوہراور لڑکے کے باپ نے مالی عوض کے بدلے آپس میں سلح کر لی۔ لیکن نبی مالی عوض کے بدلے آپس میں سلح کر لی۔ لیکن نبی مالی اس سلح کو مستر دکر دیا اور لڑکے کو کوڑے مارنے اور عورت کو رجم کرنے کا فرمایا۔ اس واقعے میں ابو ہریرہ ڈاٹٹی خود حاضر سے جوغزوہ خیبر کے وقت من 7 ہجری میں اسلام قبول کرکے مدینہ آئے سے، لہذا یہ دافعہ بھی سورہ نور کے بعد کا ہے۔ ﴿

نوٹ : منکرین حدیث سے سوال ہے کہ شادی شدہ مرد اور عورت کی سزایا تو غیر شادی شدہ کے مساوی ہوگا یا معمولی تعزیر ہوگی یا رجم ہوگا۔ پہلی دونوں صورتوں میں تو بالکل نانصافی ہے کہ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کو مساوی سزادی جائے کیونکہ شادی شدہ کا جرم زیادہ مگین ہے۔ اس لیے اسلام نے غیر شادی شدہ کے لیے سوکوڑے اور شادی شدہ کے لیے سوکوڑے اور شادی شدہ کے لیے رجم کی سزا مقرر کی ہے لیکن مغربی کفار فحاشی اور بدکاری کے لیے ہر طریقے سے

⁽ صحيح مسلم التحدود باب من اعترف على نفسه بالزنى عديث: 1695. (صحيح البخاري الصلح باب إذا اصطلحوا على صلح جور سس حديث: 2696,2695 وصحيح مسلم الحدود باب من اعترف على نفسه بالزنى حديث: 1698,1697.

راہیں ہموار کررہے ہیں اوروہ ان سزاؤں کو جو فحاثی روکنے کا ذریعہ ہیں، وحثیانہ سزائیں کہتے ہیں۔مشکرینِ حدیث جواصل میں مغرب کے آلہ کار ہیں وہ بھی ای قتم کے شہبات کو ہوا دیتے ہیں تا کہ مسلمانوں میں فحاثی عام ہوجائے۔

اکیسوال شبه: یتیم بوتے کی دراشت

اس شہے کا تجزیہ مندرجہ ذیل ہے:

1 پوتے کو چپا کی موجودگی میں دادا کی میراث سے حصہ نہ دینا ناانصافی اورظلم ہے۔

ق فقہاء کی غلطی ہے کہ دادا کو پوتے کا دارث بناتے ہیں جبکہ پوتے کو دادا کا دارث نہیں بناتے ، حالانکہ نسبت ایک ہی ہے۔

آ پوتا اپنے باپ کا قائم مقام ہے۔ اس کا چھا واسطہ نہیں، اس کا باپ واسطہ تھا اور وہ
 فوت ہو چکا ہے تو چاہیے کہ پوتا اپنے باپ کی طرح دادے کا وارث بن جائے۔

جوابات: شبه نمبر (): اس شبه کا جواب دینے سے قبل مکرینِ مدیث سے ایک اہم سوال ہے کہ قرآن کریم میں الی کوئی آیت بتا کیں جس میں چپا کی موجودگی میں میتم پوتے کا وراشت میں حصہ بیان کیا گیا ہو۔ یہ مسله صراحناً یا اشارتاً ضرور قرآن کریم میں ہونا چاہیے تھا لیکن کسی طریقے سے بھی بیان نہیں کیا گیا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اس ظلم کورو کئے کی طرف توجہ نہیں فرمائی ؟ جبکہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے:

﴿ وَمَا اللهُ يُرِينُهُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ ۞

''اوراللّٰداپنے بندوں پرظلم نہیں کرنا جا ہتا۔''[©]

ہاں! الله تعالى نے ينتم كے ساتھ بمدردى كرنے كے ديگر بہت سے طريقے بتائے ہيں۔

(1) المؤمن 31:40.

الله تعالی نے ہرآیت میراث میں صف میراث بیان کرنے کے ساتھ بیکھی فرمایا:

﴿ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُؤْمُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ

''تمھاری اس وصیت کی بھیل کے بعد جوتم وصیت کرتے ہواور قرضے کی ادائیگی کے بعد۔''[®]

العنی اللہ تعالی نے وصیت کا بیان فرمایا تو دادا کو چاہیے کہ یتیم بوتے کے لیے وصیت کردے اور ایک تہائی سے زیادہ وصیت نہیں کرنی چاہیے۔ اگر دادا بوتے کے لیے ایک تہائی کی وصیت کرجائے تو پھریتیم بوتے کو دو چچ ہونے کی صورت میں ان کے ساتھ برابر حصہ مل جائے گا اور اگر چچ زیادہ ہوں تو پھرایک تہائی وصیت کی صورت میں اس کا حصہ ان سے بڑھ جائے گا۔

آگردادا نے وصیت نہیں کی تو چیااس کواپنے مال میں شریک کرسکتا ہے بلکہ وہ اپنا سارا مال ہیں اس کے درسکتا ہے بلکہ وہ اپنا سارا مال ہیں اسے دے سکتا ہے کیونکہ قرآن کریم میں بتیموں کو مال دینے کی ترغیب فدکور ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنَّى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِى الْقُرْلِي وَالْيَتْلَى ﴾

''اور جس مخص نے اللہ کی محبت میں قریبی رشتہ داروں اور تیبیموں کو مال دیا۔''[®] نیز فر ماہا:

﴿ قُلُ مَا ٓ انْفَقْتُمُ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْا قُرْبِيْنَ وَالْيَتْلَى ﴾

'' کہہ دیجیے: جو کچھتم اپنے مال سے خرچ کروتو وہ والدین ، رشتہ داروں اور تیموں کودو۔'، ®

النسآء 12:4. (2) البقرة 2:77. (2) البقرة 2:215.

آگر چپایتیم بھینج کو پچھ نہ دے تو دوسرے رشتہ دار اس کے ساتھ ہمدردی کر سکتے ہیں۔
 درج ذیل آیت مبار کہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ ارشاد ہوا:

﴿ وَ إِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْنِي وَالْيَتْلِي وَالْمَسْكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِنْهُ

''جب تقسیم ترکہ کے وقت رشتہ دار ، یتیم اور مساکین موجود ہوں تو اس میں ہے اخصی بھی کچھ دو۔''®

اسلام نے یہ مذکورہ نین طریقے اس لیے مقرر کیے ہیں کہ اگر کہیں پوتا بیتم ہوتو اسے ان میں سے کسی طریقے کے ذریعے سے مدد پہنچائی جاسکتی ہے۔

شبہ نمبر۞: دادےکو یتیم پوتے کا دارث بنایا جا تا ہے۔لیکن یتیم پوتے کودادے کا دارث نہیں بنایا جا تا۔

جواب الله تعالى نے قانون وراثت كى بنياد قرب پر ركھى ہے، يعنى جو شخص رشتے ميں ميت كے زيادہ نزديك ہوگاوہ ميراث كا پہلے حق دار بنے گا۔ الله تعالى نے فرمایا:

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِلَانِ وَالْاَ قُرَبُوْنَ ۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِلْنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ﴾

''جو پچھ والدین اور قرابت والے ترکہ چھوڑ جائیں ، اس میں مردوں کا حصہ ہے، اور (اسی طرح) عورتوں کے اللہ بین اور (اسی طرح) عورتوں کے لیے بھی اس ترکہ میں حصہ ہے جوان کے والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں۔''®

آیت کامفہوم یہ ہے کہ تو الد کے رابطے اور اقربیت کی نسبت کے لحاظ سے میراث ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح میراث کی نتیوں آیات میں الأقرب فالأقرب (پہلے قریب تر ہوں) کا قانون رکھا ہے، چنانچہ وراثت کے متعلق سور ہوناء

 ⁽¹⁾ النسآء 8:4.
 (2) النسآء 7:4.

کی آیت نمبر 11 میں پہلے اولاد کا ذکر ہے، پھر والدین کا اور یہ الأقرب فالأقرب پر بنی ہے۔ آیت نمبر 12 میں خاوند اور بیوی کی میراث کا ذکر فرمایا جو توالد کے بعد أقرب نسبت ہے جبکہ آیت نمبر 176 میں اخیافی اور علاقی بھائیوں کی میراث کا تذکرہ فرمایا تو اس میں بھی اخیافی، علاقی پر مقدم ہے۔ یہ بھی الأقرب فالأ قرب کی بنیاد پر ہے۔

ای اصول کی بنا پر یتیم او کے کا چیا، اس کے دادے کے زیادہ قریب ہے کیونکہ دہ اس کا بیٹا ہے اور یتیم او کا ایک داسطے (باپ) کی دجہ سے چیا کی نسبت دادے سے دور ہے اور باپ کے وفات پاجانے پر بیتا بیٹے کے مقام پر نہیں آجاتا، وہ بیتا ہی رہتا ہے۔ اس طرح چیا کی موجودگی میں بھتیجا وارث نہیں بن سکتا۔ اگر ایسی صورت میں یتیم بیتے کو میراث میں حصد دار بناویا جائے (جبحہ اس کے لیے کوئی شرعی ولیل بھی نہیں) تو بیددادے کی طرف سے اپنے بیٹے کی حق تلفی ہوگے۔ اور دادے کو بیتے کا اس لیے دارث بنایا جاتا ہے کہ وہ بیتے کے کی ختا ہے۔

کی حق تلفی ہوگی۔ اور دادے کو بیتے کا اس لیے دارث بنایا جاتا ہے کہ وہ بیتے کے لیے اُن ہے۔

سے ناقر ب "ہے جبکہ چیا" اُبعد" ہے کیونکہ چیا، دادے کی وساطت سے چیا بنا ہے۔
شبہ نمبر ﴿ اِن اِنتا اِن باپ کا قائم مقام ہوتا ہے۔

جواب یہ قائم مقامی کا اصول حافظ اسلم اور پرویز صاحب کے خود ساختہ اصول میں سے ہے۔ اس کے لیے وہ قرآن کریم میں سے کوئی مافذ پیش نہیں کر سکتے بلکہ بیاتو عقلی تقاضے کے بھی خلاف ہے۔ وہ اس طرح کہ پوتا اپنے باپ کی وساطت سے دادے کے قریب تھا جبکہ باپ اس کے دادے سے پہلے دفات پا گیا، اب اس کو داسط نہیں کہا جاسکتا۔ یہ حقیقت ہے چہم پوتی کے مترادف ہے۔ اگر کوئی شخص اعتراض میں یہ مثال پیش کرے کہ کسی کا باپ فوت ہوجائے اور اس کا دادا زندہ ہوتو دادا باپ کی جگہ پر قائم مقام ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں دادا اقربیت کی وجہ سے دارث بنتا ہے نہ کہ قائم مقامی کی وجہ سے جبکہ بیتم پوتے کے مسئلے میں " اقرب" (چیا) موجود ہے تو یہاں قائم مقامی وجہ سے جبکہ بیتم پوتے کے مسئلے میں" اقرب" (چیا) موجود ہے تو یہاں قائم مقامی

كااصول لا كُونېيں ہوتا۔

بائیسوال شبه: میچ بخاری کی قابل اعتراض احادیث

اس عنوان کے تحت پرویز صاحب نے طلوع اسلام میں جالیس احادیث کا صرف اردو ترجم نقل کرکے آخیں قابل اعتراض گردانا ہے اور عقل و سائنس کی روسے ان احادیث پر اعتراض کیا ہے گان کی وجہ سے رسول اللہ عنظیم اور صحابہ کرام کی سیرت داغ دار ہوتی ہے یا بیا احادیث قرآن کے خلاف ہیں یا ان سے اللہ تعالیٰ کی سیرت داغ دار ہوتی ہے یا بیا احادیث قرآن کے خلاف ہیں یا ان سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر حرف آتا ہے، پھر انھوں نے لکھا ہے کہ اس قتم کی اور بھی بہت می احادیث ہیں جو رسول اللہ عالیہ کی نہیں ہو سکتیں۔ ان احادیث میں سے صرف ایک حدیث مسلم کی ہے اور باقی 39 صحیح بخاری کی ہیں۔

اس الزام کا جواب میہ ہے کہ سیحے بخاری کی 7275 احادیث میں سے صرف 39 پر اعتراض ہے تو پھر ان کے علاوہ دوسری ہزاروں احادیث کو کیوں نہیں مانتے۔ صرف چند احادیث کی وجہ سے سارے ذخیرہ احادیث کے ساتھ استہزا کسی مسلمان کا تو گجا کسی معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والے شخص کا کام بھی نہیں ہوسکتا۔ تقیقت میہ ہے کہ انھیں ان چالیس احادیث کی سمجھ نہیں آئی ورندان میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔

تفصیلی جوابات مسم

صدیث 1: پھر کا مویٰ علیا کے کپڑے لے کر بھا گنا

موی الیٹانے عنسل کرتے وقت کپڑے پھر پر رکھ دیے تو پھر وہ کپڑے لے بھا گا۔ موی طیٹا بھی اس کے چیچے دوڑے، بن اسرائیل نے انھیں برہنہ حالت میں دکیے لیا تو انھیں معلوم ہوگیا کہ ان کے بدن میں کوئی بیاری نہیں۔ $^{\odot}$

جواب بی اسرائیل میں یہ عادت تھی کہ وہ اکھے عسل کیا کرتے تھے اور ایک دوسرے کو برہنہ دیکھنے میں کوئی عارفہیں سمجھتے تھے، جیسا کہ اس حدیث میں موجود ہے، اس لیے موسیٰ عَلِیْهَ کا ان کے سامنے برہنہ حالت میں آنا کوئی عارفہیں تھا۔ اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ وہ لوگ موسیٰ عَلِیْهَ کی طرف جو بیاری منسوب کررہے تھے اس سے موسیٰ عَلِیْهَ کی براءت ظاہر ہوگئی۔

عديث 2: موى غليمًا كا ملك الموت كوطماني مارنا *

جواب اس حدیث میں واضح طور پر موجود ہے کہ ملک الموت انسانی شکل میں آیا اور انھیں (موی سے) کہا کہ میں شخصیں مارنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ موی ملی المیت انھیں (ملک الموت کو) نہ بہچانا اور اسے طمانچہ مار دیا۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص کیے کہ میں تھے مارنے آیا ہوں تو اس کے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا جاسکتا ہے لیکن جب وہ دوسری مرتبہ آیا تو موئی ماینا نے اسے بہجان لیا اور سرتنام خم کردیا۔

صدیث 3: سلیمان علیق کا ایک رات میں سو بیو یوں کے پاس جانا[©]

نوت: حدیث میں نوے ہو یوں کا ذکر ہے۔

طلوع اسلام کی طرف ہے اس حدیث پر دواعتراض ہیں۔

آ ننانوے یا سو بیو یوں کا ایک وقت میں نکاح میں جمع ہونا، روایات میں تعداد کے

صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 28، حديث: 3404. (أن صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب وفاة موسى السناء عديث: 3407. (أن صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب كيف كانت يمين النبي الله عديث: 6639.

حوالے سے اضطراب ہے۔

- 2 ایک رات میں سب کے ساتھ الیا جماع کرنا کہ انزال بھی ہوتا کہ ہر ایک بیوی ہے بچہ پیدا ہو۔
- جوب ﴿ سلیمان علیا کے لیے ہوا اور جنات مخر سے، آپ انھیں قید کرتے اور سزا دیتے سے، اعلی قسم کے گھوڑے سے، شاہی شان و شوکت تھی اور دنیا کے اکثر ممالک پر حکومت تھی۔ ان باتوں کا ثبوت قرآن کریم سے ملتا ہے تو ایسے شخص کے لیے سویا ننانو سے بویاں ہوناعقل سے بعید نہیں۔
- ﴿ بِائْبِلَ مِيں سليمان عَلِيْهَا كے ليے سات سومملوكات اور تين سو بيو يوں كا ثبوت ماتا ہے۔ ﴿ وَحَدِيثُ مِدِيثُ سے سو بيو يوں كا ثبوت مل جائے تو پھراس پراعتراض كيوں؟
- ﴿ تعداد (سویا ننانوے) کے تفاوت سے حدیث میں اضطراب پیدائہیں ہوتا، اس کی دو وجوہ ہیں:

اون: عدد کے مفہوم مخالف کے بارے میں اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ معتبر نہیں، یعنی تھوڑے عدد کے ذکر سے زیادہ عدد کی نفی لازم نہیں آتی۔

دوم: بیبھی ہوسکتا ہے کہ کسی راوی نے بیویوں اورلونڈ بوں کو اکٹھا شار کیا ہو اور کسی نے صرف بیویوں کوشار کیا ہو اور کسی نے صرف ان کوشار کیا ہو جو حالت طہر میں تھیں تو اس طرح اضطراب ختم ہوسکتا ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب میہ ہے کہ دانشمندوں نے کہا ہے: '' کار پا کاں را قیاس از خود مگیر۔'' مقصد میہ ہے کہ انبیاء پیٹلٹا کے معجزات برحق ہیں اگر چہ وہ ہماری عقل سے ماورا ہوں۔ حدیث میں وارد ہے کہ نبی کوتمیں اور ایک دوسری روایت کے مطابق ، چالیس عصصی پیسے

٠٠٠ سلاطين: 1، باب: 11، آيت 1-5.

مردوں کی طاقت عطا کی گئی ہے۔ آبن حجر رشائند نے نقل کیا ہے: انس ٹھائند نے فرمایا: ہم یہ بات کہا کرتے ہے کہ نبی طائنی کو تمیں مردوں اور دوسری روایت کے مطابق چالیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔ ابوقیم نے باب صفة الدجنة میں مجاہد کی سند سے ایسے قل کیا ہے، اور آخر میں فرمایا: اس سے جنتی مردمراد ہیں۔ اور مندا حمد اور سنن نسائی کی روایت جے امام حاکم نے صبح قرار دیا ہے، زید بن ارقم ڈھائند مرفوع بیان کرتے ہیں کہ جنتی مردکوسو آدمیوں کے کھانے پینے اور جماع کرنے کی قوت دی جائے گی تو اس حساب سے معلوم ہوا کہ ہمارے نبی طائنی کو تین چار ہزار مردوں کی قوت دی گئی تھی۔ آور مرد سے جنتی شخص مراد ہے جس کی قوت سو آدمیوں کی ہوگی تو نبی جس میں تین ہزار یا چار ہزار مردوں کی طاقت ہوتو اس کے لیے ایک رات میں سو بیویوں سے ہم بستری کرنا عقل سے بعید نہیں۔ طافت ہوتو اس کے لیے ایک رات میں سو بیویوں سے ہم بستری کرنا عقل سے بعید نہیں۔

حدیث 4: ابراہیم مَلِیّا کا اس (80) سال کی عمر میں اپنا ختنه کرنا[®]

جواب اس میں اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ انبیاء عَیْنَ کو احکام شریعت کے متعلق وقیاً وی آتی تھی اور جیسے وی آتی وہ اس پڑمل کرتے تھے۔ ابراہیم علیظا کو ختنے کے متعلق اسی (80) سال کی عمر میں تھم ہوا تو انھوں نے اسی عمر میں اللہ کے حکم کی تغییل کرتے ہوئے اپنا ختنہ کیا، نیز اس وقت طبعی عمریں زیادہ ہوتی تھیں، لہذا اسی (80) سال کی عمر میں وہ کمزور اور ضعیف نہیں تھے۔

حديث 5: ابراجيم عَلِيْلًا كا تين جموك بولنا

''ابراہیم ملیٹا کے متعلق روایت ہے کہ انھوں نے تین جھوٹ بولے تھے جبکہ جھوٹ

[﴾] السنن الكبرى للبيهقي: 54/7. ﴿ فَتَحَ الْبَارِي: 324/6. ﴿ صَحَيْحَ الْبَخَارِي، أَحَادِيثُ الأنساءِ ، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ وَا**تَّخَذَلُ اللهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ** المُؤْهِلُةِ كَاللّهُ عَلَيْهُ

بولنا انبیاء نیظ کے شایان شان نہیں۔'[®]

- پہلا جھوٹ: ابراہیم علیہ نے بتوں کوتوڑا تو ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:
 ﴿ بَكُ فَعَلَهُ ﴾ كَبِيرُوهُ مُن
 - "بلکہان کے بڑے نے بیکیا ہے۔"
- ﷺ دوسرا جھوٹ: قوم نے ابراہیم علیلہ کو اپنے تہوار میں شرکت کی دعوت دی توانھوں نے فرمایا: ﴿ اِنِّی سَقِیْقُر ﴾ '' میں بیار ہوں۔' ®
 - تیسرا جھوٹ: انھوں نے اپنی اہلیہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ میری بہن ہے۔
- جواب ان میں سے دو کا ذکر تو قرآن کریم میں ہے، منکرینِ حدیث صرف حدیث پر کیوں اعتراض کرتے ہیں؟ وہ قرآن کریم میں مذکور دو کا جو جواب دیتے ہیں وہی جواب تیسری بات کے متعلق ہے جو حدیث میں مذکور ہے۔
- ﴿ عربی محاورے میں کذب کا اطلاق بھی توریہ کرنے پر بھی ہوتا ہے اور توریہ یہ ہے کہ بات کرنے والا ایسے الفاظ میں بات کرتا ہے جس کے دومفہوم ہوسکتے ہیں، سننے والا اس کے ظاہری مفہوم کو لے لیتا ہے جبکہ بات کرنے والے کے ذہن میں اس بات کا دوسرا مفہوم مراد ہوتا ہے تو یہ کذبات ای توریہ کے معنی پر محمول ہیں، اور ان کو کذبات پھر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ سامع کے مراو کردہ مفہوم کے خلاف ہیں، یعنی سامع کے مفہوم کے لخاظ سے جھوٹ ہیں۔ علاوہ ازیں جھوٹ کی دوشمیں ہیں ایک مذموم، دوسری قتم وہ جو کہ مستحن ہے اور بعض اوقات اس کا بولنا واجب ہے تو ابراہیم طیفا کے جھوٹ مذموم جھوٹ نہیں ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ مذمت بیان فرماتے یہ ستحن جھوٹ ہیں ان میں سے پہلے دو تو نہیں ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ مذمت بیان فرماتے یہ ستحن جھوٹ ہیں ان میں سے پہلے دو تو

شحيح البخاري ، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى ﴿وَاتَّخَذَ اللهُ إِبْرِهِيْمَ خَلِيْلُانَ › ،
 حديث:3358. (١) الأنبياء 63:21. (١) الصّفّة 89:37.

ایے جھوٹ ہیں جومشرکین پر جمت قائم کرنے اور کلمہ حق کوسر بلند کرنے کے لیے آپ نے بولے ہیں جبکہ تیسرا وہ ہے جو آپ نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے بولا ہے اور سے کوئی ندموم جھوٹ نہیں بلکہ ستحسن اور واجب ہے۔

حدیث 6: گرگٹ مارنے کے متعلق کی

نی مَنْ اللَّهِ نِهِ اللَّهِ عَلَيْهِ مِنْ اللَّهِ اللهِ عَلَيْهِ اللَّهِ عَلَيْهِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَجَلَا فَ مَنْ آكُوتِيز كَرِنْ كَي لِيهِ يَهُونك مارتا تقاءً ""

جواب اسے قل کرنے کا اصل سب یہ ہے کہ یہ موذی ہے اور موذی جانور جہاں بھی مل جائے، اسے قل کرنے کا اصل سب یہ ہے کہ یہ موذی ہے اور موذی جانور جہاں بھی ملیا گا ۔ اسے قبل کرنے کا حکم ہے تا کہ لوگ اس کی ایذا سے نج جائیں۔ اور ابراہیم ملیا گا کہ ریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی کمبی زبان سے دور سے تھو کتا ہے۔ اس کے منہ کا لعاب زہر یلا ہوتا ہے جس کی وجہ سے کیڑے موکر اس کی خوراک بنتے ہیں۔ اس کی چار المیازی خصوصیات کی وجہ سے کیڑے موکر وں میں نہیں پائی جائیں۔ اس کی چار المیازی خصوصیات اور بھی ہیں جو دوسرے جانوروں میں نہیں پائی جائیں۔

احول کے مطابق فوڑ ارنگ بدل سکتی ہے۔ مشہور ضرب المثل ہے کہ فلال شخص گر گٹ
 کی طرح رنگ بدلتا ہے۔

اس کی آنکھیں پوٹوں میں پوشیدہ ہوتی ہیں جن میں چھوٹے سے سوراخ ہوتے ہیں
 جن سے وہ دیکھا ہے۔

🖫 وہ چاروں طرف اور اوپرینیچ دیکھ سکتا ہے۔

آگر اس کے جسم کا پچھلا حصہ کٹ جائے تو بھی وہ بہت دیر تک متحرک اور زندہ رہتا

ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کا زہر بلا لعاب دہن آگ کے شعلوں کو بھی تیز کرسکتا ہو۔ 🛈

حدیث 7: قد آ دم اورنسل درنسل اس کا تم ہونا

آ دم ملیاً کا قد ساٹھ ذراع تھا پھراب تک بی قد کم ہوتا جارہا ہے۔ ®

تعواب صدیت میں لفظ ذراع ہے جس کا معنی گزیا میٹر نہیں بلکہ اس کا معنی ہاتھ ہے جو تقریباً ڈیڑھ فٹ کے برابر ہے۔ منکرین صدیث نے کتاب ''مقام صدیث' میں یہ دھوکا دیا ہے کہ ذراع کا معنی گز ہے۔ اس کے باوجود یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ ذراع کا معنی گز ہے۔ اس کے باوجود یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ نوح طلا نے اپنی قوم کو ساڑھے نوسوسال تبلیغ کی اور ان کی کل عمر ایک ہزارسال تھی ان کے بعد یہ عمر بتدر ہے درمیان ہوگی۔'' شاذ و نادر ہی اس سے زیادہ عمر کی مثالیں ہول گی۔ اس امت کی عمر ہزارسال کی نبیت پندرھواں حصہ بنتی ہے اس لحاظ سے لوگوں کا اوسط قد بھی اب تقریباً چھوف کے قریب ہی ہے بلکہ بعض علاقوں میں اس سے لوگوں کا اوسط قد بھی اب تقریباً چھوف کے قریب ہی ہے بلکہ بعض علاقوں میں اس سے کھی کم ہور ہا ہے۔

اور ساعتراض اس لیے بھی باطل ہے کہ قرآن میں بعد میں آنے والی قوم عاد کاذکر ہے۔ کہ جب ان پر عذاب آیا تو وہ ایسے پڑے ہوئے تھے جیسے کھجور کے تنے ، یعنی ان کا قد کھجور کے تنوں کی طرح تھا، حالانکہ بیآ دم علیا کے بعد آئے ہیں اوران کے قد اتنے لمبے تھے تو آدم علیا کا قد ساٹھ ہاتھ مان لینے سے کون می دین خرابی لازم آتی ہے۔ عادیوں کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿كَانَّهُمُ ٱعُجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۞

افوذ الركتاب فتشر پرويزيت. ﴿ صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم و ذريته، حديث: 3336.
 الزهد، باب ماجاء في فناء أعمار، حديث: 2331.

''گویا وہ تھجور کے کھو کھلے تنے ہوں۔''[©]

حديث 8: فرضيت نماز كيب بهوئي!

نمازیں کیے فرض ہوئیں،اس کے متعلق حدیث معراج مشہور ہے۔®

منكرين مديث كى طرف سے اس مديث پر عام طور پر تين اعتراض كيے جاتے ہيں:

اس میں موسیٰ ملیا کی شان جمارے رسول علیا کی ہے بلند بتائی گئی ہے کیونکہ ہمارے اس میں موسیٰ ملیا کی ہارے

رسول تُلْقِيم نے نمازیں کم کرنے کے بارے میں ان سے استفادہ کیا۔ آپ ان کے

مشورے پڑمل کرتے رہے جبیا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، اس سے پتہ چاتا ہے کہ

سی یہودی نے اپنے نبی موٹی علیا کی شان بلند کرنے کے لیے بیصدیث وضع کی ہے۔

﴿ الله تعالى نے پہلے پچاس نمازی فرض کیں، کیا الله تعالی اور رسول الله طَالَيْمَ کو اتنا بھی علم نہیں تھا کہ آخری امت اس بوجھ کی متحمل نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ موک علیا نے توجہ دلائی۔

③ جب آخر میں پانچ نمازیں رہ گئیں اور اللہ تعالی نے فرمایا:

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَى

'' میرے ہاں بات میں تبدیلی نہیں ہوتی۔''

جبکہ یہاں بات کو کئی بار بدلنا پڑا ہے۔

جواب اعتراض اول: کسی سے مشورہ لینا پاکسی کومشورہ دینا اس میں کسی قشم کانقص اور ن

عیب لازم نہیں آتا۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اپنے رسول مُلَّالِيَّمُ کو تکم دیا ہے:

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ﴾

(أ) الحاقة 7:69.
 (أ) الحاقة 7:69.
 (أ) صحيح البخاري، الصلاة ، باب كيف فرضت الصلاة في الإسراء ،
 حديث:349.

"اوراہم بات میں ان سے مشورہ کر لیا کریں۔" $^{\odot}$

ای طرح رسول الله منظیم نے بدر کے قید یوں کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور الو کر چھٹھ کے مشورے پر عمل بھی کیا۔ عائشہ چھٹ پر تبہت کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور اسامہ، بریرہ اور زینب ٹو گھٹھ کے مشورے پر عمل کیا تو جب موی علیم نے رسول اللہ منطقیم کو مشورہ دیا اور آپ نے ان کے مشورے پر عمل کیا، اس سے بہ کہاں لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی منطق فرمایا:

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعُضَهُمُ عَلَى بَعْضٍ

'' بير سول بين جن مين سے بعض كو ہم نے بعض پر فضيلت دى۔''®

یہ بعض کو بعض پر جزوی فضیلت ہے جبکہ کلی فضیلت نبی ٹائیٹر کو حاصل ہے لیکن اس کا پیمطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی دوسرے نبی کو جزوی فضیلت نہیں دی۔

یہ تصب بین نہ اللہ تعالیٰ سے کی دو سرے بی تو بر وی تصیبت بین دی۔ **جواب** اعتراض دوم: جب اللہ تعالیٰ کوئی تھم دیتا ہے اور پھراس میں تخفیف فرما دیتا ہے

تو اس میں اس کی بہت سی حکمتیں ہیں:

🗓 انسان الله تعالی کے حضور تخفیف کے لیے التجا اور تضرع کرے۔

2] الله تعالی کی کرم نوازی کا اظہار ہے۔

🗵 الله تعالیٰ کے تصرف اور اختیار کلی کا مظاہرہ ہے۔

احکام ننخ میں بھی اللہ تعالیٰ کی یہی حکمتیں ہیں جن کا انکارنہیں کیا جا سکتا ۔ ننخ کو بے علمی پر محمول کرنا یہودیوں کا اعتراض تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت ننخ میں اس کا

جواب دیا ہے۔ عدمیں

① أل عمران 3:159. ② البقرة 253:2

جواب اعتراض سوم: لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ به جمله اس حدیث کے آخر میں درج ہے۔ توالقول سے پچاس نمازوں کا حکم مرادنہیں بلکہ ایک عمل صالح پر دس گنا ثواب دینا مراد ہے، چنانچ ارشاد ہوا:

﴿ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشُرُ ٱمْثَالِهَا ﴾

'' جو شخص نیک عمل کرے گا،اس کواسی طرح کی دس نیکیاں ملیں گی۔''[®]

یا قول سے مراد حدیث میں مذکور بیدالفاظ ہیں: ﴿هُنَّ خَمْسٌ وَّهُنَّ خَمْسُونَ﴾
''وہ اداکرنے میں پانچ ہیں جبکہ اجر وثو اب میں وہ پچپاس ہیں جبکہ سب سے واضح بات
بیہ ہے کہ لائیکڈ الْفَوْلَ لَدَیَّ سے مراد بیہ پانچ نمازیں ہیں، لیعنی پانچ مقرر ہونے کے
بعداس میں مزید تبدیلی نہیں ہوگ۔'

حدیث 9: نبی مُلِیْم پر جادو کرنے کی حدیث

ﷺ منکرین حدیث کے اعتراضات: ﴿ جادو کفروشرک ہے، یہ کسی صالح انسان پر خصوصًا نبی پراثر انداز نہیں ہوتا۔

﴾ اگرنی پر جادو کا اثرنشلیم کر لیا جائے تو اس سے شریعت قابل اعتاد نہیں رہتی۔ اس طرح پیزنہیں چلتا کہ نمی نے فلاں کا م وحی کی روثنی میں کیا ہے یا جادو کے اثر کی وجہ سے کیا ہے۔

③ قرآن کریم نے کفار مکہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ رسول اللہ مُلَّقَیْم کومسحور کہا کرتے تھے:

﴿ إِنْ تَكَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسُحُورًا ۞

''تم ایک ایسے آوی کی پیروی کرتے ہوجس پر کسی نے جادو کر رکھا ہے۔''[®]

(1 الأنعام 160:6. (2) صحيح البخاري، الصلاة، باب كيف فرضت الصلاة في الإسراء، حديث: 349. (3) صحيح البخاري، الطب، باب السحر، حديث: 5766. (3) الفرقان 8:25. لہذا نبی مُنافِیْم پر جادو کا اثر تسلیم کرنا کفار کے قول کی تائید کرنا ہے۔

جواب اعتراض اول: کسی چیز کا حرام ہونا اس بات کومتنزم نہیں کہ اس میں تا ثیر نہیں ہوتی، مثلاً: کسی نے روثی چوری کی، بیروٹی کھانے سے بھوک ختم ہو جائے گی اگر چہدوہ حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں میں تا ثیررکھی ہے۔ حرام میں بھی اللہ تعالیٰ کے اذن سے تا ثیر ہوتی ہے۔

سحر کی تا ثیر کا اثبات قرآن کریم کی بہت ہی آیات میں فرکور ہے۔فرمایا:

﴿ وَمَا هُمْ بِصَالِدِينَ بِهِ مِنْ اَحَيِ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ ﴾

''وہ اللہ کے حکم کے سواکسی کو بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ مَا يُفَرِّ قُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهِ

'' جس سے زن وشوہر میں جدائی ڈالتے تھے۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ فَلَيَّآ ٱلْقَوْاسَحُرُوٓا آعُيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ ﴾

'' پھر جب انھوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں کومسحور کر دیا اور انھیں خوف زدہ کر دیا۔' ®

نيز فرمايا:

﴿يُخَيِّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمُ اَنَّهَا تَسْعَى ﴾

''ان کے جادو کی وجہ سے موئیٰ علیا ہا کو (وہ رسیاں) ایسے نظر آنے لگیں جیسے وہ دوڑ رہی ہوں۔''®

نيز فرمايا:

﴿ وَمِنْ شَرِّ النَّفَتْتِ فِي الْعُقَدِ ٥

'' اور جادو کرنے والی عورتوں کے شرسے (میں تیری پناہ مانگتا ہوں) جو گر ہوں پر چھونکیں مارتی ہیں۔''[®]

ان آیات سے ثابت ہوا کہ سحر اور جادو کے لیے اثر ہے اور انبیائے کرام بھی من جملہ بشر ہیں، ان پر بھی جادو اثر انداز ہوسکتا ہے، اس شرکا مقصد سحر آفرین ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سحر کے آثار عام بندوں پر اور انبیاء میالئ پر بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ موسی علیا کے متعلق جوسورہ طا میں ﴿ یُخیّنُ لِکُنّهِ ﴾ آیا ہے '' اور سحیح بخاری کی روایت میں نبی علی ہی کے متعلق ﴿ یُحَیّنُ ﴾ کے لفظ سے معلوم ہوا کہ انبیاء میالئ پر سحر صرف ان کی قوت خیالیہ پر پڑتا ہے، اس سے زیادہ اثر نبیں ہوتا۔ اللہ تعالی انھیں محفوظ رکھتا ہے جبکہ خیال کی تبدیلی تو ایک بیاری کی طرح ہے جیسا کہ انبیاء میلئ پڑشی طاری ہوسکتی ہے۔

جواب اعتراض دوم: جب معلوم ہوا کہ انبیاء ﷺ پرسحر کی تاثیر وقتی طور پر خیالی ہوتی ہے، لہذا اس سے شریعت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، نیز نبی تالیہ اُ پرسحر کا واقعہ صرف ایک مرتبہ ہوا، جس کا اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کے بتانے کے ذریعے سے ازالہ کر دیا اور اس مدت میں نزول وجی کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اگر کوئی وجی ہوتی تو صحابہ کرام ضرور اسے نقل کرتے یا دشمن ہی اس بات کا پرا پیگنڈہ کرتے لیکن اس میں سے پھے بھی نہیں ہوا۔

جواب اعتراض سوم: مشرکین نے نبی مَثَالِیُا کومتحور کہالیکن اس کا حدیث سحر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، جس کی درج ویل وجوہ ہیں:

آ اولاً ہم اس کا الزامی جواب دیتے ہیں کہ مشرکین نے نبی تلکی کے بارے میں کہا

① الفلق 4:113.

کہ آپ بشر ہیں، کھاتے پیتے ہیں بازاروں میں چلتے ہیں۔ یہ کفار کے دعوے تھے، کیا ہم ان باتوں سے صرف اس لیے انکار کردیں کہ اس سے مشرکین کی تصدیق ہوتی ہے؟
اگرایک بات ثابت ہواور مشرکین اسے کہتے ہوں تو اس سے انکار کرنا کیسے درست ہے؟

محور سے مراد وہ شخص ہے کہ حرکی وجہ سے اس کا اس قدر دماغ خراب ہو کہ وہ مجنون ہو جائے جبکہ نبی منافیظ سحرکی وجہ سے مجنون نہیں ہوئے تھے اگر چہ مشرکین نے انبیاء عیالہ کو صاحراور مجنون کہا تھا۔
کوساحراور مجنون کہا تھا۔

ا کفار کا نبی طالیم کا محور کہنا تکی سورتوں میں مذکور ہے جبکہ سحر کا واقعہ مدینہ طیبہ میں پیش آیا۔ مکی زندگی میں آپ پر کوئی سحر نہیں کیا گیا۔ مشر کین جھوٹ کی بنا پر آپ کومسور کہتے تھے، البتہ مدینہ طیبہ میں آپ پر سحر کیا گیا جس کا آپ پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا اور وہ جلد ہی زائل ہو گیا۔

حدیث 10: "نو ازواج مطهرات کے ساتھ ایک ہی رات میں ہم بستری کرنا" ®

اس حدیث پرمنکرین کی طرف سے دواعتراض ہیں:

- 🗘 ایک رات میں ایک مرداتی ہو یوں کے ساتھ ہم بستری نہیں کرسکتا۔
- ﴿ يه بيويوں كے درميان عدل كے خلاف ہے جبكه نبى مُنْ اللهُ أَوْ هر بيوى كے ليے الگ الگ رات مقرر فرماتے تھے۔

حوال اعتراض اول: ای حدیث میں وارد ہے کہ نبی طاقت کو تمیں مردوں کی طاقت دی گئی تھی، پھر دوسری حدیث میں وارد ہے کہ جنت میں ایک مرد کی طاقت سومردوں کے برابر ہوگی۔سلیمان طایقا کے متعلق حدیث میں اس کی وضاحت ہو چکی ہے، نیز انبیاء عیالاً

صحیح البخاري، النكاح، باب كثرة النساء، حدیث: 5068.

کواپنے اوپر قیاس نہیں کیا جاسکتا، لہذا اس پر تعجب اور انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔
بعض احباب نے یہاں نبی منگائی کے از واج مطہرات کے پاس جانے کا مطلب مزاج پری پر محمول کیا ہے اور قوت سے شجاعت مراد لیا ہے۔ یہ قول بھی انکار حدیث کے مترادف ہے کیونکہ روایت میں ہے، نبی منگائی نے تمام بیویوں کے ساتھ مجامعت کرنے کے بعد ایک شسل پراکتفا کیا۔ [©]

محدثین نے لکھا ہے کہ بیہ واقعات اس سفر کے ساتھ متعلق ہیں جس میں آپ کی تمام ازواج مطہرات آپ کے ساتھ تھیں، اور بیہ ججۃ الوداع کا سفر تھا۔ آپ نے طواف زیارت کے بعد احرام اتارا اور اپنی تمام ازواج مطہرات کے ساتھ تعلق قائم کیا اگر چہ عام حالات حضر میں آپ نے باری مقرر کر رکھی تھی، حالات حضر میں آپ نے باری مقرر کر رکھی تھی، حالا تکہ بیہ باری مقرر کرنا نبی منافیظ پر فرض نہیں تھا۔

اس ماقبل بیان کے ساتھ ان کے دوسرے اعتراض کا جواب بھی سامنے آیا کہ باری مقرر کرنے کے درمیان کوئی تعارض مقرر کرنے کے درمیان کوئی تعارض نہیں جبکہ بیہ بالا تفاق معلوم ہے کہ سفر میں عام مردوں پر بھی باری کی تقسیم واجب نہیں۔

مديث 11: حالت عض مين مباشرت [®]

عائشہ ڈٹا ٹیان کرتی ہیں: میں اور رسول اللہ مُٹاٹیٹی ایک برتن سے عسل کرتے تھے جبکہ ہم حالت جنابت میں ہوتے تھے اور حالت حیض میں آپ مجھے تھم دیتے تو میں ازار پہن لیتی اور آپ مجھ سے اختلاط کرتے تھے۔ اور بحالت اعتکاف آپ اپنا سرمسجد سے میری طرف نکال دیتے تھے اور میں اس کو دھودیتی، حالانکہ میں حاکضہ ہوتی تھی۔ ﴿

صحيح مسلم الحيض باب جواز نوم الجنب واستحباب حديث: 309. (2) صحيح البخاري الحيض باب مباشرة الحائض حديث: 301,300,299. (3) مقام مديث م 220.

اس حدیث پرسب سے بڑا اعتراض ہیہ ہے کہ حالتِ حیض میں مباشرت قرآن کی رو سے منع ہے جبکہ حدیث میں اس کا اثبات ہور ہاہے۔

جواب یہ حدیث سی ہے ہے گئن اس بات میں کوئی قباحت نہیں کہ میاں ہوی اپنے گھر میں اکھے خسل کریں۔ حالت حیض میں ازار کے اوپر مباشرت کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں لیکن مباشرت کا معنی اختلاط (جماع فی الفرج) کرنا تلہیں ہے۔ مباشرت کا معنی ہے:
''بدن کے ساتھ بدن ملانا'' یہ معنی احادیث میں اکثر استعال ہوتا ہے۔ قرآن میں مباشرت کا معنی مجامعت ہے لیکن ہرآیت میں یہی معنی مراد لینے کا کوئی قرینہ ہوتا ہے۔ مباشرت کا معنی مجامعت مراد نہیں۔ معتلف مباشرت کا معنی مراد باندھنا اس بات کی صرح دلیل ہے کہ اس سے مجامعت مراد نہیں۔ معتلف کا مجد سے سر نکالنا اور حائضہ کا اسے دھودینا جائز ہے کیونکہ حائضہ کے ہاتھ اور پاؤل وغیرہ یاک ہوتے ہیں۔

مدیث 12: حالت استحاضه میں اعتکاف کرنا[®]

عائشہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی اہلیہ نے اعتکاف کیا جبکہ وہ خون اور زردی کو دیکھتی تھیں اور نماز پڑھنے کی حالت میں طشت اس کے پنچے رکھا رہتا تھا۔

جواب حدیث می ہے لیکن طلوع اسلام والوں نے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے صرف خون اور زردی کے ذکر سے وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حالت حیض تھی جبکہ حدیث میں واضح ہے کہ وہ عورت متحاضہ تھی اور امام بخاری رشائلہ نے بیحدیث باب الاستحاضہ میں بیان کی ہے۔ حالت استحاضہ میں متجد میں واضل ہونا ، اعتکاف کرنا اور نماز پڑھنا بالکل بیات کی ہے۔ حالت استحاضہ میں متجد میں واضل ہونا ، اعتکاف کرنا اور نماز پڑھنا بالکل

عب البخاري؛ الحيض؛ باب اعتكاف المستحاضة؛ حديث: 309. ﴿ مقام حديث، ص: 321.

منکرین حدیث کے شبہات اوران کے جوابات

395

جائز ہے۔اور وہ طشت اس لیے رکھتی تھیں کہ سجد گندی نہ ہو۔

حدیث 13: دوران روزه بیوی کا بوسه لینا®

"عائشہ رات کا بیان کرتی ہیں رسول الله سالیم روزے کی حالت میں اپنی ازواج مطہرات کا بوسہ لیا کرتے تھے اور مباشرت بھی کیا کرتے تھے مگر وہ اپنی خواہش پرتم سب سے زیادہ قابور کھنے والے تھے۔"

جواب یہ صدیث بھی صحیح ہے، یہاں بھی مکرینِ صدیث نے مباشرت کو جماع پر محمول کرکے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ مباشرت کے لغوی معنی ہیں: ''بدن کے ساتھ بدن ملانا'' حدیث کا آخری جملہ اس کی صریح دلیل ہے کہ آپ اپنی خواہش پر زیادہ ضبط رکھتے سے، یعنی جماع نہیں کرتے تھے۔ اس میں یہ سبق بھی مضمر ہے کہ امتی اس مسلط میں آپ کی اتباع نہ کریں کیونکہ آھیں اپنی خواہش پر ضبط و قابور کھنے کی طاقت نہیں۔

مدیث 14: رمضان میں جنابت سے مسل کیے بغیر روز ہ رکھنا[®]

پرویز نے عائشہ رہا ہے مروی حدیث نقل کی ہے، انھوں نے کہا: میں یقین کے ساتھ بیان کرتی ہول کہ رسول اللہ ساتھ احتلام کے بغیر جماع کی وجہ سے بحالت جنابت صبح کرتے اور پھر روزہ رکھ لیتے تھے۔ ام سلمہ رہا ہے بھی اس بات کی تا تید کی، پھر ابوجعفر کی روایت بیان کی کہ میں نے ابوعبداللہ سے بوچھا کہ اگر کوئی شخص قصدًا کھا پی کر روزہ تو کیا وہ جماع کرنے والے کی طرح کفارہ دے گا۔ انھوں نے کہا: نہیں، کیاتم دیکھتے نہیں کہ حدیث میں بیالفاظ صاف موجود ہیں:

⁽ صحيح البخاري؛ الصوم؛ باب المباشرة للصائم؛ حديث: 1927. (مقام صعيث، عند) 321.

٤ صحيح البخاري، الصوم، باب اغتسال الصائم، حديث: 1931.

«لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صِيَامُ الدَّهْرِ»

''ساری عمرکے روز ہے بھی اس کی قضانہیں دے سکتے۔''[®]

جواب صدیث اول صحیح ہے۔ یہاں دو روایات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اس حدیث میں منکرین کو کون سی قباحت محسوس ہوتی ہے کہ انھوں نے اس پر بھی اعتراض کیا ہے۔ اگر انسان پر غسل جنابت فرض ہولیکن وہ وقت کی کی وجہ سے پہلے سحری کھا کر روزہ رکھ لے اور پھر بعد میں غسل کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

مزید برآں مجامعت کی وجہ سے روزہ توڑنا اور کچھ کھا پی کرروزہ توڑنے میں طبعی فرق ہے، شہوت کے غلبہ سے انسان بھی مغلوب الحال ہو جاتا ہے تو اس کے لیے کفارہ دینے سے تلافی ہوسکتی ہے لیکن کھانے پینے کی حالت میں انسان اتنا مغلوب الحال نہیں ہوتا کہ اسے معذور سمجھ کریے رخصت دی جائے، لہذا کھانے پینے سے روزہ توڑنا زیادہ بڑا جرم ہے، یادر ہے کہ لَمْ یَقْضِ والی حدیث ٹابت نہیں ہے، لہذا اس کے ساتھ اعتراض کرنا درست نہیں ہے تہ یہ بات حدیث میں ثابت ہے وہی قبول ہے۔

حدیث 15: صحابه کا نبی منافظ کے تھوک مبارک کواپنے چیروں اور بدن پر ملنا۔' ®

طلوع اسلام والوں کے نزدیک بیرنفاست کے خلاف ہے۔ صلح حدیبیہ کی حدیث میں اس کی تفصیل موجود ہے کہ عروہ بن مسعود تقفی نے ، جو مشرکین کی طرف سے سفیر مصالحت تھا، واپس جا کر صحابہ کرام کے بارے میں پانچ ایسی بانٹیں بیان کیس جن سے صحابہ کرام دیاؤٹٹر کے دلوں میں نبی منگاٹیٹر کی بے پناہ محبت اور احترام ظاہر ہوتا تھا اور مشرکین پر دباؤ

[﴾] سنن أبي داود٬ الصيام، باب التعليظ فيمن أفطر عمدا، حديث: 2396، ومقام *حديث، ص:* 322. ﴿ صحيح البخاري، الشروط ، باب الشروط في الجهاد والمصالحة حديث : 2732.2731.

پڙتا تھا، وہ پانچ ہاتيں بير ہيں:

11 جب نی منافظ تھو کتے ہیں تو صحابہ کرام فنافظ اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر منہ اور بدن پرمل لیتے ہیں۔

[2] جب نبي مَا الله كالم كوئي حكم ويت بين تووه اس ربعيل مين ليكته بين-

جب آپ تالیم وضوکرتے ہیں تو صحابۂ کرام ٹاکٹی وضوکا پانی لینے کے لیے لڑ پڑنے
 کے قریب ہوجاتے ہیں۔

جب آپ ملائظ بات کرتے ہیں تو وہ خاموثی کے ساتھ سنتے ہیں۔

5 ادب اورتعظیم کی وجہ سے نظر جرکر آپ کی طرف نہیں دیکھتے۔

جواب صدیث بالکل صحیح ہے لیکن افسوس منکرین حدیث کی حالت پر، ایک کافر شخص جن افعال کو نبی طاقی کے خطاف سیجھتے ہیں۔ یہ لوگ مقام محبت کو نبی سیجھتے ہیں۔ یہ لوگ مقام محبت کونبیں سیجھتے، والہانہ محبت میں، محبت کرنے والے پر اس سے بھی زیادہ جذباتی حالت غالب آ جاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انکار حدیث نبی طاقی کے ساتھ صرح دشنی کے علاوہ اور بچھ نبیں، انھیں محبت رسول سے کیا تعلق۔

حدیث 16: عزل کرنا[®]

معلوم نہیں کہ عکرینِ حدیث اس حدیث عزل پر کیا اعتراض کرتے ہیں لیکن انھوں نے اس حدیث کو بھی اُنھی احادیث میں شار کیا ہے جن پر اُنھیں اعتراض ہے۔ حدیث کے الفاظ «لَا عَلَیْکُمْ أَلَّا تَفْعَلُوا ذٰلِکُمْ»

"اگرتم په نه کروتو تم پرکوئی حرج نہیں۔"

© صحيح البخاري، النكاح، باب العزل ، حديث: 5207-5210. © صحيح البخاري، ₩

کے متعلق محدثین نے دو توجیہات کی ہیں۔ اول یہ کداگرتم یہ نہیں کرتے تو تم کوکوئی نقصان نہیں ہوگا، دوم یہ کد مت کروتم پر نہ کرنا لازم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی سُائِیُّا فی من کُلِیُّا من کرنا ناپند فرمایا ہے، البتہ منع کرنا صریح الفاظ میں نہیں، اس میں اختیار ہے کہ کوئی عزل کرنے یا نہ کر لے لیکن عزل کرنے سے یہ عقیدہ نہ رکھے کہ ایسا کرنے سے بچہ پیدائییں ہوگا کیونکہ جو تقدیر میں لکھا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

حدیث 17: بعض مسلمانوں کے ارتداد کی پیشین گوئی

روز قیامت چند آوی لائے جائیں گے اور فرشتے انھیں جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ اس وقت میں کہوں گا: اے رب! یہ میرے صحابی ہیں۔ جواب ملے گا: یہ لوگ تیرے مرنے کے بعد برویز تیرے مرنے کے بعد برویز صاحب نے لکھا ہے کہ یہ کچھ صحابہ کبارے متعلق کہا جارہا ہے۔ (معاذ اللہ) کیا آپ بھی تصور کر سکتے ہیں کہ رسول اللہ مُنْ اللہ مُنْ اللہ عُنْ اللہ مُنْ اللہ اللہ اللہ مُنْ اللہ مُن الہ

جوب حدیث بالکل صحیح ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ بی سی کوئی شک نہیں جانے تھ، جیسا کہ عیسیٰ علیا کو بھی علم غیب نہیں تھا۔ مزید برآل اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض لوگ نبی طافیۃ کی طافیۃ کی وفات کے بعد مرتد ہوگئے تھے لیکن وہ کبار صحابہ نہیں تھے بلکہ وہ چند نومسلم لوگ تھے جن کے ساتھ الو کر دیا تھا۔ ان کو شرعی اصطلاح میں صحابہ بیں کہا جا سکتا کیونکہ اصطلاح شریعت میں صحابی وہ ہے جس نے نبی طافیۃ کو ویکھا، ان پر ایمان لایا اور پھر موت تک حالت ایمان پر قائم رہا، اور بعض اہل علم کا قول ہے کہ انھوں نے زکاۃ ادا موت تک حالت ایمان پر قائم رہا، اور بعض اہل علم کا قول ہے کہ انھوں نے زکاۃ ادا موت تک حالت ایمان پر قائم رہا، اور بعض اہل علم کا قول ہے کہ انھوں نے زکاۃ ادا موت تک حالت ایمان کی بیا ہو کہ انعوال نے کہ انھوں کے دو کہ انعوال موت تک حالت ایمان پر قائم رہا، اور بعض اہل علم کا قول ہے کہ انھوں نے دکاۃ ادا موت تک حالت ایمان کی دو تک کے انعوال موت تک موت تک حالت ایمان کی موت تک موت تک حالت ایمان کی دو تک کو تک کو تک کو تک کو تک کو تک کو تا ہوئی کو تو تک کو تا ہوئیں کی تو تک کو تا ہوئیں کی تو تا ہوئیں کو تالمیں کو تا ہوئیں کو تو تا ہوئیں کو تا ہوئیں کا تو تا ہوئیں کو تا ہوئیں کو

کرنے سے انکار کیا تھا جس ہے ان پرار تداد حقیقی کا حکم لا گوہو جاتا ہے۔

حدیث 18: جواز لواطت کے بارے میں منکرین حدیث کا جھوٹ

جواب اس مسئلے میں بہت تفصیل ہے لیکن حاصل کلام یہ ہے کہ نبی مُنافیظ کی کسی صحیح ثابت مرفوع حدیث میں اپنی بیوی کے ساتھ وَطِی فی الدُبُر (لواطت) کا جواز نہیں ملتا۔ بلکہ اس کے برعکس حرمت ہی ثابت ہوتی ہے امام بخاری رشائل نے ابن عمر شائلی کا ایک مجمل قول نقل کیا ہے کہ بیوی سے فرج میں جماع قول نقل کیا ہے کہ بیوی سے فرج میں جماع کیا جائے۔ دیکھیے السنن الکبری للنسانی، حدیث: 8978 علاوہ ازیں ابن عباس شائی سے مرفوع حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ مُنافیظ نے فرمایا:

«لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَى رَجُلٍ أَنَّى رَجُلًا أَوِ امْرَأَةً فِي الدُّبُرِ» "الله تعالى الشخص كى طرف نهيں و يكمنا جس نے سى مرويا عورت سے وہر ميں جماع كيا۔" **

امام ترندی نے اسے روایت کیا ہے اور لواطت سے ممانعت کی روایات مسند احمہ،
نمائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے بیان کی ہیں، ابن حبان نے اس حدیث کو شیخ قرار دیا
ہے، لہذا جمت احادیث مرفوعہ ہیں، ابن عمر طاقی سے اس مہم اجمالی قول کے بالمقابل
نہایت صراحت کے ساتھ اس فتیج عمل کی ممانعت ثابت ہے، جیسا کہ نسائی کے حوالے
کے زرالیکن اہلِ طلوع اسلام نے خواہ مخواہ حدیث سے انکار کے لیے راستہ ہموار کرنے
کے لیے لکھا ہے:

"اس کے بعد فیصلہ آپ خود کر کیجے کہ اس تفسیر کورسول اللہ مُلَالِّيْم کی طرف منسوب کیا

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ نِسَآ وَكُوْ حَرْثُ لَكُوْ ۖ فَأَتُواْ حَرُثَكُو ۗ اَفَى شِغْتُو ۗ ، حديث: 26-4528. ② جامع الترمذي، الرضاع، باب ماجاء في كراهية إنيان....، حديث: 1165.

 $^{\oplus}$ جا سکتا ہے اور قر آن کواس قتم کی حدیثوں کی رو سے تمجھا جا سکتا ہے۔'

مدیث 19: متعه کرنا[©]

طلوع اسلام والے نے متعد کے متعلق روایات جمع کرکے ہرایک کے ساتھ بریک میں معاذ اللہ، نعوذ باللہ اور استغفراللہ کے الفاظ استعال کیے ہیں۔ اسی طرح متعد کی اصادیث کو باطل بتا کر تمام احادیث سے انکار کرنے کا دروازہ کھولنا چاہا ہے۔ ان کے نزدیک روایات متعد پر چنر غلط نتائج مرتب ہوئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

- ﴿ متعه كى اجازت عهد نبوى ميں صرف دوران جنگ كے زمانے سے مخصوص نہ تھى۔
 - 🥏 صحابة كرام دئائلةُ اور تا بعين ميں متعه كا عام رواج تھا۔
- - 🕏 ابن عباس ﴿ اللَّهُ اللَّهِ اللَّهِ عَلَى اللَّهِ عَلَى اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ عَل
 - ﴿ فَهَا اسْتَمْتَعُتُمُ بِهِ مِنْهُنَّ ﴾

''جوتم اس نکاح کے ذریعے سے فائدہ حاصل کرتے ہو۔''[®] بیش کرنا موضوعیت کے ساتھ ساتھ عجمی سازش کا متیجہ ہے۔

جواب اس بات سے جارا انفاق ہے کہ نبی مُنافِیْ نے آخر میں اس سے صراحناً منع فرمایا لیکن جو نتائج طلوع اسلام نے مرتب کیے ہیں، وہ غلط ہیں۔ پہلے نتیج میں یہ نقص ہے عصصیع البخاری، النکاح، باب نہی النبی ﷺ عن نکاح المنعة أخباً؛ حدث: 5115. ﴿ النسآء 24:4. که رسول الله عَلَیْمِ کے زمانے میں اسلامی فوج کورخصت متعد صرف جنگ کی حالت میں ضرورت کی بنا پر دی گئی تھی۔اس کے متعلق امام بخاری اٹسٹین نے چندا حادیث بیان کی ہیں: 1 حضرت علی دلیٹوئے نے ابن عباس دلیٹھاسے فرمایا:

"بِ شك نبى سَالَتُنَا نِي سَالَتُنَا نِي مَالَتَنَا نِي سَالَتَا لَهُ فَي رَحْدُ مُوقِع پر متعداور پالتو گدهول ك گوشت سيمنع فربايا_"

آ ''ابوجمرہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے ابن عباس وہ انہا سے سنا، ان سے عورتوں سے مععے کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا گیا تو انھوں نے رخصت دی۔ ان کے آزاد کردہ غلام نے ان سے کہا: بہتھم تو اس وقت ہے جب حالات سخت ہوں اورعورتوں کی قلت ہو، یا ایس کوئی بات کہی تو ابن عباس وہ انہاں نے فرمایا: ہاں۔''®

آ جابر بن عبدالله اورسلمه بن اكوع ثالث بیان كرتے بیں ہم ایک نشكر میں تھے كه رسول
 الله علی اللہ علی کا قاصد ہمارے پاس آیا اور اس نے كہا:

﴿إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُمْ أَنْ تَسْتَمْتِعُوا فَاسْتَمْتِعُوا» ﴿ إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُمْ أَنْ تَسْتَمْتِعُوا ﴾ ﴿ وَمُنْتُلِمُ مَعْدَرُو. ﴿ ﴿ اللَّهُ مُعْدَرُو. ﴿ ﴿ اللَّهُ مُعْدَرُو. ﴿ ﴿ اللَّهُ مُعْدَرُو. ﴿ ﴿ اللَّهُ مُعْدَلُرُو. ﴿ ﴿ اللَّهُ مُعْدَلًا لِللَّهُ مُعْدَلًا لِللَّهُ مُعْدَلًا لِللَّهُ مِنْ اللَّهُ مُعْدَلًا لَهُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّ

[4] سلمہ بن اکوع والفی رسول الله مالین سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:

«أَيُّمَا رَجُلٍ وَّامْرَأَةٍ تَوَافَقَا فَعِشْرَةُ مَا بَيْنَهُمَا ثَلْثُ لَيَالٍ فَإِنْ

شعب البخاري، النكاح ، باب نهي النبي على عن نكاح المتعة أخيرًا ، حديث : 5115.

[﴿] صحيح البخاري النكاح، باب نهي النبي ﷺ عن نكاح المتعة أخيرًا ، حديث : 5116.

^() صحيح البخاري، النكاح، باب نهي النبي عن نكاح المتعة أخيرًا، حديث: 5118,5117.

أَحَبَّا أَنْ يَّتَزَايَدَا أَوْ يَتَتَارَكَا تَتَارَكَا فَمَا أَدْرِي أَشَيْءٌ كَانَ لَنَا خَاصَّةً أَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً قَالَ أَبُوعَبْدِاللهِ وَقَدْ بَيَّنَهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ يَّيِّ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ»

''جوكوئى مرد اورعورت باہم موافقت كرليں تو ان كے درميان تين دن اور تين رات كى معاشرت ہوگى، پھر اگر وہ دونوں مدت بر هانا چاہيں تو بر ها ليس يا چھوڑ ديں۔'' ميں نہيں جانتا كہ يہ چيز ہمارے ليے خاص تھى يا تمام لوگوں كے ليے عام۔ ابوعبداللہ (امام بخارى ولالله) نے كہا: على ولائي نے نبی سائی اللہ اسے بيان كيا ہے كہا يمل ولائي نہ نہ سائی اللہ اسے بيان كيا ہے كہا يمل ولائي ہے ہے۔ ﴿

ان احادیث میں سے حدیث دوم سے صراحناً معلوم ہوا کہ ابن عباس وہ النظائے نزدیک متعد کا جواز ضرورت کے ساتھ خاص تھا، عام نہیں تھا۔ حدیث سوم سے معلوم ہوا کہ بید لشکر، یعنی حالت جنگ کے ساتھ خاص تھا اور اس حدیث سوم کو امام پہنی بڑالئے نے روایت کیا ہے جس میں تخصیص کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ ہمیں (لشکر والوں کو) صرف تین دن کی رخصت دی گئی، چررسول اللہ ساتھ نے منع فرما دیا۔

حدیث اول میں مٰدکور ہے کہ علی ڈٹاٹیڈ نے ابن عباس ٹاٹٹٹا کو بتایا کہ رسول اللہ مُٹاٹیڈلِ نے خیبر کے دن اس سے منع فرما دیا تھا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ متعے کی رخصت نبی مُلَاثِیْم کے زمانے میں جالت جنگ کے ساتھ خاص تھی اس کی عام اجازت نہیں دی گئی۔

امام نووی ٹرانشے اور دیگر اہل علم نے فرمایا ہے کہ مصبے کی تحریم اور اجازت دو مرتبہ ہوئی۔ خیبر سے پہلے حلال تھا تو خیبر میں حرام کیا گیا، پھر یوم اوطاس (فتح مکہ کے قریب)

٠٠٠ البخاري، النكاح، باب نهي النبي على عن نكاح المتعة أخيرًا، حديث: 5119.

صرف تین دن کے لیے اجازت دی گئی اور پھر قیامت تک کے لیے حرام قراردے دیا گیا۔ ابو داود کی روایت میں جو ہے کہ نبی مُثَاثِیْنَا نے ججۃ الوداع کے موقع پر اس سے منع فرمایا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حرمت پہلے اوطاس کے روز سے تھی لیکن اس حرمت کا عام اعلان خطبۂ ججۃ الوداع میں کیا گیا۔

نون: میرے نزدیک نکاح متعہ کی حرمت مکہ مکرمہ میں کمی سورتوں میں نازل ہوئی تھی جیما کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ خَفِظُونَ أَنَ إِلَّا عَلَى اَزُواجِهِمْ أَوْ مَامَلَكَتْ آيَمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِيْنَ أَفَيْنِ ابْتَغَى وَرَآءَ ذَٰلِكَ فَأُولِيكَ هُمُ الْعَدُونَ ۞

و بھو حید میں کوئیں کی حفاظت کرنے والے ہیں گر اپنی ہو یوں یا اپنی اونڈ یوں سے نہیں کوئی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے میں) ان پر کوئی ملامت نہیں،

الونڈ یوں سے نہیں کیونکہ (ان سے مباشرت کرنے میں) ان پر کوئی ملامت نہیں،

السی جو محض اس کے سوا خواہاں ہوتو ایسے لوگ حدسے نکل جانے والے ہیں۔'' کا کا متعہ سے جو ہیوی حاصل ہوتی ہے وہ عرف میں زوجہ نہیں ہے کیونکہ زوجیت میں دوام کا معنی مضمر ہے جبکہ مصلے میں دوام کی نیت نہیں ہوتی اور لونڈ یوں کو بھی عرف میں زوجہ نہیں کہتے، نیز نکاح متعہ جو اس (بیوی) اور اونڈ ی کے سوا ہے، حرام میں داخل ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ علی دولائی ہے مروی حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح متعہ غزوہ خیبر تک حلال تھااور خیبر میں منع کیا گیا،اس کی مثال میہ ہے کہ مردارخون، خزیر اور جو چیز غیر اللہ کے نام پر ذبح کی جائے، بیتو ابتدا بی سے حرام تھیں لیکن سورہ انعام، نحل، بقرہ اور مائدہ میں اس کے متعلق خصوصی اعلان کیا گیا کہ خصوصًا جو

المؤمنون 5:23-7.

چیز غیراللہ کے نام پرمشہور کی جائے وہ شرک ہے۔ مزید برآ س بخاری شریف کی روایت سے ثابت ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل اور نبی تالیم آئی نبوت سے پہلے بھی غیراللہ کے نام کا ذبیحہ نبیل کھایا کرتے سے کیونکہ یہ شرک ہے۔ اسی طرح متعہ پہلے جرام تھا لیکن ہوسکا ہے کہ خیبر میں کسی نے متعہ کرنے کا ارادہ کیا ہوتو نبی تالیم نی شرحات کی روایت نہیں کینچی تھی اس فافلہ: ابن عباس، ابن مسعود اور جابر ش گئی کو دائی ممانعت کی روایت نہیں پیچی تھی اس لیے وہ متع کے جواز کے قائل تھے۔ جب ان کو یہ روایت پینچ گئی تو انھوں نے اپنے قول سے رجوع کرلیا جیسا کہ امام تر فدی نے اسے بیان فرمایا ہے۔

سوال عبدالله بن مسعود والنَّوُ بيان كرت بين، بم رسول الله مَالَّامُ كم ساتھ غزوہ ميں شريك تھاور ہارے ليے كوئى چيز نبيل تھى تو ہم نے عرض كيا:

(فقُلْنَا: أَلَا نَسْتَخْصِي؟ فَنَهَانَا عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا أَنْ فَنُوْا لَا تُعَرِّمُوْا الله فَا النكاح، والله مَا الله فَا الله فَ

باب قوله تعالى: ﴿ يَا يَيُّهَا الَّذِيْنَ امْنُوا لَا تُحَرِّمُوا ﴾ المآندة 87:5 ، حديث:4615.

ہے اجازت طلب کی کہ وہ اینے آپ کوضی کر لیتے ہیں۔آپ مالیا ان کی سید اضطراری حالت و کیم کر انھیں خصی ہونے کے بارے میں اجازت نہ دی بلکہ متعے کی اجازت مرحمت فرمائی کیکن بیاسلام کے آغاز کا واقعہ ہے، پھرمنسوخ ہوگیا جیسا کہ امام محمہ نے کتاب الآثار میں متعے کی رخصت کے بارے میں عبداللہ بن مسعود والفؤسے مردی روایت پیش کی ہے کہ صحابہ کرام کو ایک غزوہ میں متعے کی اجازت دی گئی تھی جب انھوں نے ازواج نہ ہونے کی شکایت کی تھی۔اس کے بعد آیت نکاح، میراث اور مہر کے متعلق آیات نازل ہوکیں تو متعے کومنسوخ کر دیا گیا۔ ہوسکتا ہے اس آیت کا مصداق زمانهٔ رخصت متعه ہواوراس وقت اسے حرام کہنامنع تھا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ طلوع اسلام کے وہ نتائج اخذ کرنا کہ احادیث میں متعے کی اجازت عام ہے، صحابہ کرام میں اس كا عام رواج تھا اور دور صدیقی اور عہد فاروقی میں تھلم كھلا چل رہا تھا، بیرنتائج سب کے سب باطل ہیں۔ پیراحادیث سے انکار کرنے کا راستہ کھولنے کی بے ہودہ کوشش ہے اوراس سے روافض کا جوازِ متعہ کے لیے استدلال بھی غلط ہے۔

مدیث 20: سورج کا عرش کے نیج سجدہ کرنا[©]

«فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتَّى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَأُذِنَ فَيُؤْذَنَ لَهَا وَيُوثِينًا أَذْنَ فَيُؤْذَنَ لَهَا وَيَسْتَأُذِنُ فَلَا يُؤْذَنُ لَهَا وَيَسْتَأُذِنُ فَلَا يُؤْذَنُ لَهَا وَيَسْتَأُذِنُ فَلَا يُؤْذَنُ لَهَا

① مقام حديث، ص: 228.

يُقَالُ لَهَا: ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَّغْرِبِهَا فَذَٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰي:

"وہ جاکر عرش کے بینچ سجدہ کرتا ہے اور پھر طلوع ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے تو اسے اجازت وللب کرتا ہے۔ اور قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے اور وہ قبول نہ ہواور وہ اجازت وللب کرے اور اسے اجازت نہ ملے اور اسے کہہ دیا جائے کہ جہال سے آئے ہووا پس لوٹ جاؤ، پس وہ مغرب سے طلوع ہوگا۔"

اَس آیت کریمہ ﴿ وَالشَّمْسُ تَجُرِی لِنُسْتَقَرِّلَّهَا ﴿ ذَٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۞ ﴿ كَا یمی مطلب ہے۔ ﴿

اس حدیث کے متعلق منکرینِ حدیث پوری دلچپی رکھتے ہیں۔ ان کی نظر میں یہ حدیث جدید نظریۂ سائنس کے مطابق سورج اپنی جگہ حدیث جدید نظریۂ سائنس کے مطابق سورج اپنی جگہ پر قائم ہاس میں طلوع وغروب کی صفت نہیں بلکہ زمین اس کے گردگھوتی ہے۔ اس طرح اس حدیث میں حرکت شمس کے ساتھ ساتھ اس کا تحت العرش سکون بھی معلوم ہوتا ہے اور یہ متضاد صفات ہیں۔ سورج میں بیصفت ثابت نہیں کہ وہ کسی وقت کسی خاص جگہ حرکت بند کردیتا ہے۔

جواب : سورج كاطلوع وغروب قرآن كريم سے ثابت ہے، الله تعالى نے فرمايا: ﴿ فَإِنَّ اللهَ يَاٰتِنَ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْدِبِ فَبُهِتَ الَّذِي مُ كَفَرَ ﴾

'' بے شک اللہ تو سورج کومشرق کی طرف سے نکالتا ہے، تو مغرب کی طرف سے نکال کر دکھا تو (یہ بات س کر) وہ کافر لا جواب ہو گیا۔'' ®

لَس 38:36.

 صحيح البخاري ، بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر، حديث: 3199.

٤ البقرة 2:258.

نيز فرمايا:

اس طرح قرآن کریم میں مشرق ومغرب، مشرقین ومغربین اور مشارق ومغارب کے الفاظ بھی اس بات کی صریح دلیل ہیں کہ سورج طلوع وغروب ہوتا ہے۔ بیطلوع وغروب الله تعالی نے سورج کی صفات میں بیان کیا ہے، لہذا ہم سائنس کے اس نظر ہے کو مانے کے لیے تیار نہیں جوقر آن کریم کے خلاف ہو کیونکہ سائنسی نظریات بدلتے رہتے ہیں۔ سورج اور زمین کی حرکت کے متعلق اب تک چارنظریات بدل چکے ہیں۔ بھی زمین ساکن اور سورج متحرک کی حرکت کے متعلق اب تک چارنظریات بدل چکے ہیں۔ بھی زمین ساکن اور سورج متحرک اور بھی اس کے برعکس تو سورج کے متعلق اس حدیث میں جوصفت بیان کی گئ ہے کہ وہ کہاں جارہ ہے اور بید کہ وہ عرش کے نیچ بجدہ کرنے جاتا ہے تو اس سے انکار نہیں ہوسکتا۔ مزید برآں سورج کے بجدہ کرنے سے اس کا کسی خاص جگہ برساکن ہونا لازم نہیں آتا۔ مختلف چیزوں کا سجدہ ان کی اپنی حیثیت کے مطابق ہی ہوتا ہے، لہذا سورج سجدہ کرتا ہے جس طرح اس کے مناسب حال ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

وَّالنَّجُمُ وَالشَّجَرُ يَسُجُلِنِ ۞

'' اور بیلیں اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔''®

نيز فرمايا:

﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللهَ يَسْجُلُ لَهُ مَنْ فِي السَّبُوتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّبُسُ وَالْقَبَرُ وَالنَّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ﴿

الكهف 86:18. ② الرحمن 6:55.

''کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اللہ کے حضور آسان و زمین کی کل کا نئات ،سورج،

ھاند،ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے اور بہت سےلوگ بجدہ بجالاتے ہیں۔''[®]

اس آیت میں ہر چیز کا سجدہ اس کی شان کے مطابق مراد ہے۔ سورج کا تحت العرش سجدہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کہیں رک جاتا ہے۔ وہ تو ہر وقت رب العرش کے حکم کے مطابق چاتا ہے، لہذا قرآن کریم میں جو متعقر ندکور ہے اس حدیث کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا درست ہے کہ سورج کے اپنے متعقر کی طرف جانے سے مراد تحت العرش سجدہ کرنا ہے۔

حدیث 21: جہنم کے سانس لینے سے سردی اور گری کا موسم بدلنا

نبی کریم مُنَاتِیَا نے فرمایا کہ جہنم نے اپنے رب سے شکایت کی: اے میرے رب! میرے ایک حصے نے دوسرے حصے کو کھالیا ہے تو اللہ تعالی نے اسے دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت دے دی۔ ایک سانس جاڑے میں اور دوسرا گرمی میں، پس تم جو سخت گرمی اور سردی دیکھتے ہوتو یہ جہنم کا سانس ہے۔ ©

اس میں منکرین حدیث کی طرف سے دواعتراض سامنے آئے ہیں:

- ک گرمی اور سر دی دونوں موسم زمین کے سارے حصوں میں نہیں ہوتے ، بعض میں ہمیشہ گرمی ، بعض میں ہمیشہ سر دی اور بعض جگہ موسم معتدل رہتا ہے۔
- ک گری اور سردی کے موسم بدلنے کا تعلق تو سورج کے ساتھ ہوتا ہے جو حصہ زمین سورج کے ساتھ ہوتا ہے جو حصہ زمین سورج کے زیادہ قریب ہوتا ہے وہاں گری ہے اور جو دور ہے وہاں سردی ہے۔ موسم کی تبدیلی کا جہنم کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

الحج 18:22. شي صحيح البخاري ، مواقيت الصلاة، باب الإبراد بالظهر في شدة الحر.
 حديث:537، ومقام صريث، ص: 329.

جواب قرآن وسنت میں وارد جہنم کے ذکر اور اس کی تمام تر کیفیات اور حالات کا ماننا ایمان بالغیب میں داخل ہے جو ایمان والوں کی پہلی صفت ہے، فرمایا:

﴿ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ ﴿

'' پیوه لوگ بین جوغیب پرایمان رکھتے ہیں۔''[®]

لہذااس حدیث میں جس حالت کا ذکر ہے اس پر ایمان لانا مومن پر فرض ہے، خواہ اس کی حقیقت سمجھ وعقل میں آئے یا ند آئے ، تو جہنم کا سانس لینا اوراس کی تا ثیر سے دنیا میں گری اور سردی پیدا ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اذن کے تحت ماننا ضروری ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی اسباب پیدا کیے ہیں۔ ان کی تا ثیر بھی اللہ تعالیٰ کے اذن کے تحت موجود ہوتی ہے تو نطر ارضی پر گری اور سردی پیدا ہونے کے لیے دو اسباب ہیں ایک باطنی، یعنی جہنم کا سانس لینا اور دوسرا ظاہری، یعنی سورج کا قریب اور دور ہونا۔ سی جواب سے کہ حرارت سورج سے ہاور سورج آگ، یعنی جہنم سے آتی ہے، دوسرا جواب سے ہے کہ موسم گرما کی حرارت سورج سے اور سورج آگ، یعنی جہنم سے آتی ہے، دوسرا جواب سے ہے کہ موسم گرما کی حرارت سورج سے اگر کہا جائے کہ حرارت جہنم سے آتی ہے، دوسرا جواب سے ہے اور جہنم سے آتی ہے، اس لحاظ سورج سے ہاور جہنم سے آتی ہے، اس لحاظ سورج سے ہاور جہنم سے آتی ہے، اس لحاظ سورج سے ہار کہا جائے کہ حرارت جہنم سے ہو کوئی حرج نہیں۔

عدیث 22: تین چیزول: گھر ،عورت ادر گھوڑے میں نحست ہے گئی۔ مستندہ میں ایک میں ایک میں ایک کارٹر میں ایک کارٹر کارٹر کارٹر کارٹر کی کارٹر کارٹر کارٹر کی کارٹر کارٹر کی ک

ان تینوں چیز دں کی نحوست کے بارے میں حضرت ابن عمر ڈٹاٹھی سے دو روایات مروی ہیں پہلی حدیث یہ ہے کہ نبی اکرم مُثاثِیم نے فرمایا:

«اَلشُّؤْمُ فِي الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالدَّارِ»

① البقرة 2:3.

''گوڑے،عورت اور گھر میں نحوست ہے۔''[®]

دوسری حدیث میں ہے کہ صحابہ نے نبی اکرم تُلَقِیْم کے پاس تحوست کا تذکرہ کیا تو آب نے فرمایا:

"إِنْ كَانَ الشَّوْمُ فِي شَيْءٌ فَفِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ"
"الرُّحُوسَتُ كَى چِيْزِ مِين بُوكَتَى جِة وه هُر ، عورت اور هُورُ بِ مِين بُوكَتَى جِـ' "
اى طرح حضرت بهل بن سعد ساعدى ﴿ اللَّهُ اللَّهِ عَلَى مُروى جَ كَه بْنُ الرَّمِ مُلْقَيْمِ فَ فَرِمايا:
"إِنْ كَانَ فِي شَيْءٌ فَفِي الْفَرَسِ ، وَالْمَرْأَةِ ، وَالْمَسْكَن "

''اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو عورت، گھوڑے اور گھر میں ہوتی ۔''®

معلوم ہوتا ہے کہ طلوع اسلام نے ان احادیث کو صرف اس لیے قابل اعتراض بنایا ہے کہ ان کی زد میں عورت آتی ہے اور ان کا تمام تر رجحان عورت کی طرف ہے تو اسے بچانے کے لیے انھوں نے اعتراض کیا کہ ان احادیث کے درمیان تعارض ہے کہ ایک حدیث میں مطلقاً تین چیزوں میں نحوست کا اثبات ہور ہاہے جبکہ دوسری حدیث میں تعلیق و شرط کے طور پر اس کا ذکر ہور ہاہے۔

جواب ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں بلکہ اصول حدیث میں ہے کہ جب کس حدیث میں لفظ زیادہ ہواورراوی ثقہ اور معتمد ہوتو بیدزیادت قبول ہوتی ہے۔

① صحيح البخاري، النكاح، باب مايتقى من شؤم المرأة، حديث:5093. ② صحيح البخاري، النكاح، باب مايتقى من شؤم المرأة ، حديث:5094. ③ صحيح البخاري ، النكاح، باب مايتقى من شؤم المرأة ، حديث:5095.

پہلی حدیث کی تفسیر ہیں، یعنی نحوست کسی چیز میں معتبر ہوگی تو ان تین چیزوں میں معتبر ہوگی تو ان تین چیزوں میں معتبر ہوگی جبکہ شرعاً ان تین چیزوں میں معتبر نہیں تو معلوم ہوا کہ نحوست کسی چیز میں بھی نہیں، نیز نحوست کا معنی عربی میں ' نسَطَیْر '' ہے ، لینی بدفال لینا، دور جاہلیت میں ان تین چیزوں سے فال بدلی جاتی تھی ۔

امام بخاری رطس نے بیاحادیث درج ذیل آیت کی تفسیر میں بیان کی ہیں:
﴿ یَا یَشْهَا الَّذِینَ اَمَنُوْ اَلِنَ مِنْ اَذُواجِکُمْ وَ اَوْلاَ دِکُمْ عَدُوًّا لَکُمْ فَاحْلَادُوهُمْ ﴿
دُانِ ایمان والو! بلاشبہ تمهاری بیویوں میں سے اور تمهاری اولاد میں سے بعض تمهارے دیمن ہیں، پس ان سے محاط رہو۔ '' ق

لینی انسان فطری طور پر اولا د اور بیوی سے محبت رکھتا ہے۔ بھی بیر محبت حد سے بڑھ جاتی ہے یہاں تک کہ اس کو اللہ تعالیٰ ، اس کے دین اوراس کے ذکر سے غافل کردیتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَا يَنْهَا الَّذِينَ الْمَنُوالاَ تُلْهِكُمْ الْمُوالْكُمْ وَلاَ اَوْلاَدُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللهِ ﴾
دا ايمان والواتمهار عال اورتمهاری اولاتسمیں الله کی یاد سے عافل نه کرنے پائے۔ "
جب مال و اولا د اوراز واج کی محبت اس حد تک پہنچ جائے تو وہ شامت اور بدفالی کا سبب بن سکتی ہے۔ اس طرح (حدیث میں فرکور) ان تین چیزوں کی محبت اوران میں مشعولیت بھی انسان کے لیے تحوست کا سبب بن جاتی ہے۔

مدیث 23: بیل اور بھیڑیے کا باتیں کرنا سیسسسسسس

 بیل پرسوار تھا بیل نے اس سے مخاطب ہوکر کہا: ہم سواری کے لیے نہیں پیدا کیے گئے بلکہ ہم بھتی باڑی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔'' آپ مُلاَیُّا نے فرمایا:

''میں ، ابو بکر اور عمر (والنظم) اس بات پر یقین رکھتے ہیں۔' اور ایک بھیڑیے نے بکری پکڑیل کے منہ سے چھڑا لیا تو بکری پکڑیل ۔ چرواہا اس کے پیچھے دوڑا اور بکری کو اس کے منہ سے چھڑا لیا تو بھیڑیے نے کہا: یوم السبع میں بکریوں کا محافظ کون ہوگا؟

آپ مَنْ اللَّهُ نَ فرمایا: میں، ابو بکر اور عمر (مِنْ اللَّهُ) اس بات پر یقین رکھتے ہیں۔' اللہ اور اس حدیث میں طلوع اسلام والوں کے لیے باعث اعتراض بات یہ ہے کہ اس میں بیل اور بھٹر یے کا بات کرنا ثابت ہوتا ہے جو خلاف عقل ہے، لہذا وہ حدیث سے انکار کرتے ہیں۔ جواب قرآن کریم سے ثابت ہے کہ پرندے اور دیگر حیوانات با تیں کرتے ہیں،سلیمان علیک کے واقعے میں چیوٹی اور مد مرکا با تیں کرنا ثابت ہے ۔سلیمان علیک کو اللہ تعالیٰ نے یہ مجز ہ

یہ واقعہ جو حدیث میں مذکور ہے اس میں غالب احمال یہ ہے کہ یہ سوار شخص اور چرواہا اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہوں اور یہ ان کی کرامت ہوجو ہمیشہ نہیں ہوتی اور کس کے اختیار میں بھی نہیں ہوتی، صرف اللہ تعالیٰ ایسے خرق عادت امور کا اظہار اس لیے کرتا ہے کہ بندۂ مومن اس واقعے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے لیے مستقل دلیل بن جائے۔

مدیث 24: شیطان کا اذان س کر ہوا فارج کرتے ہوئے بھا گنا کے ا

رسول الله مَثَاثِيُّ نِي فِي ماما:

عطا کیا تھا کہ وہ ان کی با میں سمجھتے تھے۔

صحيح البخاري٬ الحرث والمزارعة٬ باب استعمال البقر للحراثة٬ حديث:2324.

"جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹے پھیر کرری خارج کرتا ہوا بھاگ جاتا ہے اور اتنی دور چلا جاتا ہے جہاں سے اسے اذان کی آواز سنائی نہیں دیتی، پھر جب مؤذن خاموش ہوجاتا ہے تو وہ سامنے آجاتا ہے، پھر جب اقامت کہی جاتی ہے تو وہ پھر پیٹے پھیر کر بھاگ جاتا ہے۔ جب اقامت ہوجاتی ہے تو وہ پھر سامنے آجاتا ہے۔ جب اقامت موجاتی ہے تو پھر سامنے آجاتا ہے اور وہ نمازی اوراس کے دل کے درمیان مائل ہوجاتا ہے اور اسے کہتا ہے، فلاں بات یاد کر، فلاں بات یاد کر، اور اسے اسی باتیں یاد کر، اور اسے اسی باتیں یاد کر اتا ہے جو اسے یاد نہیں تھیں، یہاں تک کہ وہ نمازی بھول جاتا ہے کہ اس نے کس قدر نماز پڑھی۔ " ®

حدیث صحیح ہے اور حدیث کی تمام کتابوں میں ندکور ہے۔ طلوع اسلام والے منکرین حدیث اس حدیث پر اس لیے اعتراض کرتے اوراس کا استہزا کرتے ہیں کہ وہ شیطان کے ذاتی تشخص کے قائل نہیں۔ وہ اسے انسان کی اندرونی سرش قو تیں قرار دیتے ہیں۔ جب کوئی شخص شیطان کے وجود ہی کا منکر ہووہ بھلا یہ کیے تصور کرسکتا ہے کہ شیطان ریح خارج کرتا اور آتا جاتا ہے۔

قرآن کریم سے ٹابت ہے کہ شیطان کا ذاتی تشخص ہے، اس کی اولا و اور قبیلہ ہے اوراس کے دیگراعمال اور اوصاف بھی ٹابت ہیں۔ارشاد ہوا:

﴿ خَلَقْتَنِي مِنْ ثَادٍ وَ خَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ ۞

'' تونے مجھے آگ ہے پیدا کیا اور اسے مٹی ہے پیدا کیا۔''[®]

اس آیت میں شیطان اور انسان کے الگ الگ مادہ تخلیق بیان کرنے سے شیطان کا تیون

ذاتی نشخص ثابت ہوتا ہے۔مزیدارشاد ہوا: ۔

⁽ صحيح البخاري ، الأذان، باب فضل التأذين، حديث: 608. (الأعراف 12:7-

﴿ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهِ ﴿ اَفَتَتَّخِذُ وَنَهُ وَذُرِّيَّتَهُ ۚ اَوْلِيَّاءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُـُم لَكُمْ عَدُوُّ﴾

''وہ (اہلیس) جنوں میں سے تھا، پس اس نے اپنے رب کے تھم کی نافر مانی کی تو کیا تم میرے سوااس کو اور اس کی اولا د کو دوست قرار دیتے ہو، حالانکہ وہ تمھارے دشمن ہیں۔''

اس آیت میں شیطان کا سلسلۂ نسب بیان کیا گیا ہے کہ وہ جنوں میں سے تھا اور بیبھی ثابت ہوا کہ اس کی اولا دبھی ہے۔مزید فرمایا:

< قَالَ فَاخُرُجُ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿ وَإِنَّ عَلَيْكَ التَّعْنَكَ إِلَى يَوْمِ الرِّيْنِ ۞ ﴿

'' فرمایا: تو یہاں سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہے اور تھھ پر قیامت تک کے لیے لیت ہے۔ ناق

ان آیات میں آ دم علیلا اور اہلیس کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ شیطان نے آ دم علیلا کو سجدہ کرنے سے افکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے مردود قرار دیا اور اس پر لعنت کی ، اس سے ثابت ہوا کہ اہلیس کا ذاتی تشخیص ہے۔مزید ارشاد ہوا:

﴿ إِنَّهُ يَالِكُمْ هُوَ وَقَلِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوُنَهُمْ ﴾

"بے شک وہ (اہلیس) اوراس کا قبیل شمصیں اس جانب سے دیکھ رہا ہے کہتم ان کنہیں دیکھتے ہو۔ "

الكهف 50:18. (2) الحجر 35,34:15. (3) الأعراف 27:7.

ہیں کہ جن سے کو ہتانی انسان مراد ہے تو اس نظریے کی اس آیت کریمہ میں صرح کر دید موجود ہے۔ جب قرآن کریم سے شیطان کا ذاتی تشخص صرح طور پر ثابت ہوتا ہے تو پھر اس کا کھانا بینا، دھوکا دینا، وسوسہ ڈالنا، دینی دعوت سے مرعوب ہونا اور ہیبت کی وجہ سے رح خارج کرناعقل سے بعید نہیں۔مکرینِ حدیث کا مرسید احمد کی تقلید میں قصہ آدم و اہلیس اور اہلیس کے متعلق صرح آیات کی غیر معقول تاویلیں کرنا کسی عقل مند کے درکی قابل تسلیم نہیں ہیں۔

مدیث 25: قبر پرسزشاخ لگانے سے عذاب قبر میں تخفیف

ایک مرتبہ نبی منافظ مدینہ کے کسی باغ میں تشریف لے گئے تو دوآ دمیوں کی آواز منی جو
اپنی قبروں میں عذاب میں بتلا سے آپ تا لیٹی نے فر مایا: ''ان دونوں کوان کی قبروں میں
عذاب دیا جارہا ہے اور یہ عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں دیا جارہا۔ ان میں سے
ایک پیشاب کرتے وقت احتیاط نہیں کرتا تھا جبکہ دومرا چینل خور تھا، پھر آپ تا لیٹی کارا گاڑ دیا۔
ایک سبز شاخ منگوائی، اس کے دو کلاے کے اور دونوں قبروں پر ایک ایک کلاا گاڑ دیا۔
آپ سے عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے ایسے کیوں کیا؟ آپ منافی نے نہوں ان کے عذاب میں تخفیف کردی جائے ۔'' فرمایا: ''امید ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں ان کے عذاب میں تخفیف کردی جائے ۔'' فرمایا: ''امید ہے کہ برشاخ کی وجہ سے عذاب قبر میں تخفیف ہونا۔
انکار، دومرا اعتراض یہ ہے کہ سبز شاخ کی وجہ سے عذاب قبر میں تخفیف ہونا۔
عذاب قبر کے بارے میں تفصیلی بحث گز ربچکی ہے۔ جہاں تک سبز شاخ کی وجہ سے تخفیف عذاب قبر کے بارے میں تفصیلی بحث گز ربچکی ہے۔ جہاں تک سبز شاخ کی وجہ سے تخفیف عذاب قبر کے بارے میں تفصیلی بحث گز ربچکی ہے۔ جہاں تک سبز شاخ کی وجہ سے تخفیف عذاب قبر کے بارے میں تفصیلی بحث گز ربچکی ہے۔ جہاں تک سبز شاخ کی وجہ سے تخفیف عذاب قبر کے بارے میں الکبائو ان لا یستر من بولہ ، حدیث: 20، ومقام حدیث، عدیدہ عدیث، کالعلق ہوا سے من الکبائو ان لا یستر من بولہ ، حدیث: 20، ومقام حدیث، عدیدہ۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَإِنْ مِّنْ شَيْءِ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ ﴾

''اورکوئی چیز الیی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی شیعے نہ کرتی ہو۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ يُسَبِّحُ لِللهِ مَا فِي السَّلَوْتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ﴾

''جو چیز آسانوں میں ہے اور جوزمین میں ہے سب اللہ کی شبیح بیان کرتی ہے۔''[®] نیز فرمایا:

﴿ سَبَّحَ لِللهِ مَا فِي السَّلْوَتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ﴾

''آسان وزمین کی سب مخلوق نے اللہ کی شبیح بیان کی۔''®

ندکورہ بالا آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی سیجے بیان کر رہی ہے، خواہ جان دار ہویا ہے جان، جمر ہویا شجر، ہر ایک کی سیجے اس کی شان کے مطابق ہے۔ یہ شیجے زبانِ حال سے بھی ہوتی ہے اور زبان قال سے بھی اور یہ قانون الہی ہے کہ جہاں اخلاص سے ذکر الہی اور سیج و تحمید کی جائے وہاں رحمت نازل ہوتی ہے، ماحول معصیت سے پاک ہوجا تا ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ کی سیج و تحمید سے غفلت ہوتو وہاں عذاب الہی نازل ہوتا ہے۔ باغ والوں کے قصے میں ہے کہ جب ان پر عذاب نازل ہوا تو ان میں سے بہتر شخص نے کہا:

﴿ اَلَهُ اَقُلُ لَكُمُ لَوُ لَا تُسَبِّحُونَ ۞ قَالُواسُبُحْنَ رَبِّنَا ۚ إِنَّا كُنَّا طُلِمِيْنَ ۞ ﴿
" كيا مِيں نے نہیں کہا تھا كہتم اس كی شبیع كيوں نہیں كرتے ، تب كہنے لگے كہ ہمارا
رب پاك ہے، بے شك ہم ہي ظالم تھے۔" ﴿

۞ بني إسرآء يل 44:17. ۞ الجمعة 1:62. ۞ الصف 1:61. ۞ القلم 29,28:68.

چنانچہ جب نبی مُنظِیْم نے محسوں کیا کہ ان دونوں قبروالوں کو عذاب ہور ہا ہے تو آپ نے سبز شاخ کو تخفیفِ عذاب کا ذریعہ بنایا اور یہ بھی معلوم ہے کہ نبی مُنظِیْم ہرکام اللہ تعالی کے اذن سے کرتے ہیں اور یہاں اذنِ اللی شاخ کے خشک ہونے تک معلق معلوم ہوتا ہے۔ لفظ لَعَلَّ دشاید 'شک کے معنی میں نہیں بلکہ یقین کے معنی میں ہے جیسا کہ اللہ تعالی کے کلام میں بھی لفظ لَعَلَّ یقین کے معنی میں آتا ہے اور نبی مُنظِیْم نے حسن شائش کے متعلق سے جملے فرمایا تھا:

﴿لَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴾ ''اميد ہے كه الله تعالى اس (حسن والله على ك وربع سے مسلمانوں كى دوعظيم جماعتوں كے مابين صلح كرادے۔'' **

ادر نبی ٹاٹیٹی کا بیمل معجزہ اور آپ کی خصوصیت تھی۔ اگر چیبعض علماء نے اسے عام ہی رکھا ہے۔

حدیث 26: گناو کمیره، مثلاً: زنا، چوری دخول جنت سے مانع نہیں

اس بارے میں بکٹرت احادیث وارد ہیں لیکن طلوع اسلام والوں نے بطور اعتراض ابوذر ڈاٹنؤ سے مروی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ عُلِیْم نے فرمایا:''میرے پاس میرے رب کی طرف سے جریل علیا آئے تو انھوں نے مجھے بشارت وی کہ میری امت میں سے جو شخص اس حال میں مرے گا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتو وہ جنت میں واخل ہوگا۔'' میں (ابوذر) نے عرض کیا، اگر چہ اس نے زنا کیا ہویا چوری کی ہوتو آپ نے فرمایا:''(ہاں!) اگر چہ اس نے زنا کیا ہویا چوری کی ہوت

(1) صحيح البخاري ، الصلح، باب قول النبي الله للحسن عديث: 2704. (2) صحيح البخاري، الجنائز، باب: ومن كان آخر كلامه عديث: 1237 ، ومقام صديث، ص: 331.

پرویز صاحب کو جواب دینے سے پہلے دو با تیں بطور تمہید عرض کرتا ہوں: ۱۱ زمانۂ قدیم سے بیرمسئلہ اختلافی رہا ہے۔معتز لہ کہتے ہیں: جس شخص نے ایمان لانے کے بعد کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا(اورضچ تو بہ نہ کی) تو وہ دائی جہنمی ہے اگر چہ دنیاوی احکام کے اعتبار سے اسے کافرنہیں کہتے۔

خوارج کہتے ہیں: گناہ کیرہ کا مرتکب کا فرہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔
اہل السنہ والجماعہ کہتے ہیں:ایبا شخص کا فرہے نہ دائی جہنمی، دنیا میں اسے فاسق مومن
کہا جائے گا اور آخرت میں اگر اللہ تعالی چاہے تو اس کے تمام گناہ معاف کر کے اسے
جنت میں داخل فرمادے اوروہ جہنم سے پچ جائے اوراگر اللہ تعالی چاہے تو ان گناہوں
کی وجہ سے اسے بچھ مدت کے لیے جہنم میں عذاب سے دوچار کرے اور پھراسے ہمیشہ
کی وجہ سے اسے بچھ مدت کے لیے جہنم میں عذاب سے دوچار کرے اور پھراسے ہمیشہ

2 جس حدیث میں ہے کہ جس شخص نے شرک نہ کیا یا جس نے ''لا إلله إلا الله ''کا اقرار کیا وہ جنت میں جائے گا تو اس سے تمام ایمانیات پر ایمان لانا اور ہرفتم کے کفر و شرک سے اجتناب کرنا مراو ہے۔ اس تمہید کے بعد مفصل جواب درج ذیل ہے: اہل سنت والجماعت اپنے عقیدے کے لیے درج ذیل آیات کر یمہ سے استدلال کرتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یَّشُولُ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاءً

'' بے شک اللہ یہ نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کوشریک مھمرایا جائے اور اس کے سوا جو گناہ ہیں وہ جس کو چاہے بخش دے گا۔''[®]

نيز فرماما:

قُلْ يَعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوا عَلَى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ ﴿ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ

⁽¹⁾ النسآء 48:4.

النُّ نُوْبَ جَبِيْعًا

''کہہ دیجے: اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں، اللہ کی رحت سے مایوں نہ ہونا، ہے شک اللہ تمام گناہ معاف کردیتا ہے۔' گ پہلی آیت میں صاف ذکر ہے کہ اللہ تعالی شرک و کفر کے علاوہ تمام گناہ بخش دیتا ہے، لین آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنی مثیت کے تحت بندہ مومن کے تمام گناہ بخش دیتا ہے، اس میں کبیرہ اور صغیرہ دونوں قتم کے گناہ شامل ہیں، خواہ اس نے تو بہ بھی نہ ک دیتا ہے، اس میں کبیرہ اور صغیرہ دونوں قتم کے گناہ شامل ہیں، خواہ اس نے تو بہ بھی نہ ک ہوکیونکہ تو بہ کرنے سے تو کا فرکا کفر اور مشرک کا شرک بھی قابل معافی جرم قرار باتا ہے۔ دوسری آیت میں ﴿ لَوْجِاَدِی ﴿ ''اے میر ے بندو!'' کا خطاب ایمان والوں کے لیے ہو، اور آئھیں بی فرمایا:' ہے شک اللہ تمام گناہ بخش دیتا ہے۔'' یہاں بھی تو بہ کا ذکر نہیں۔ بال بعض مفسرین نے اس آیت کو عموم پر محمول کیا ہے، یعنی یہ آیت مشرکوں کو بھی محیط ہے بال ابعض مفسرین نے اس آیت ہے کہ تو بہ کرنے سے اللہ تعالی تمام گناہ بخش دیتا ہے۔'' میں مفہوم آیت یہ ہے کہ تو بہ کرنے سے اللہ تعالی تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ نہ بین مفہوم آیت یہ ہے کہ تو بہ کرنے سے اللہ تعالی تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ نیز فرمایا:

سَابِقُوْ الله مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ
وَالْاَرْضِ الْمُعِتَّتُ لِلَّذِينَ امَنُوْ ابِ اللهِ وَرُسُلِهِ اللهِ فَضُلُ اللهِ يُؤْتِينُهِ
مَنْ يَّشَآءُ اللهُ ذُو الْفَضُلِ الْعَظِيْمِ ۞

''اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑو اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے، بیان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا کمیں، بیاللہ کافضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے اپنا فضل دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔' ﷺ

٠٤ الزمر 53:39. (ق) الحديد 21:57.

سوال الله تعالی نے اکثر آیات بشارت میں ایمان کے بعد عمل صالح کا ذکر کیا ہے جس عمل صالح نہ ہوتا ہے کہ جنت کے حصول کے لیے ایمان کے ساتھ عمل صالح شرط ہے تو جب عمل صالح نہ ہو بلکہ انسان کبیرہ وصغیرہ گناہ کا مرتکب ہوتو کیا اس کے لیے جنت نہیں؟

جواب ایمان کے دو مرتبے ہیں: ایمان کامل، یعن عمل صالح کے ساتھ اورایمان ناتص، یعن عمل صالح کے ساتھ اورایمان ناتص، یعن عمل صالح کے بغیر اور حصول جنت کے بھی دو درج ہیں: درجہ کاملہ، وہ یہ کہ شروع ہی سے براہ راست جنت مل جائے اور جہم سے نجات مل جائے۔ دوسرا درجہ اس طرح ہے کہ شروع میں تو جنت نہ ملے لیکن کچھ زمانہ جہم میں سزا بھگننے کے بعد مل جائے تو جہاں کہ شروع میں تو جنت نہ ملے لیکن کچھ زمانہ جہم میں سزا بھگننے کے بعد مل جائے تو جہاں ایمان کا دوسرا درجہ، یعنی عمل صالح کے بغیر ناتھ ایمان تو وہاں حصول جنت ایمان کا دوسرا درجہ ہے۔ اس دوسرے درجے میں بھی دخول جنت کی بشارت تو ہے لیکن کا بھی دوسرا درجہ ہے۔ اس دوسرے درجے میں بھی دخول جنت کی بشارت تو ہے لیکن اول درجے کا ذکر نہیں۔ یہ حدیث بھی اپنی آیات کے ضمون کے ساتھ موافقت رکھتی ہو میں عبل سریا عراض نہیں کیا جاسکا۔ اول درجے کا ذکر نہیں۔ یہ حدیث بھی اپنی آیات کے ضمون کے ساتھ موافقت رکھتی ہو سیا سے حس میں صرف ایمان پر وعدہ جنت کا ذکر کیا گیا ہے، لہذا اس پر اعتراض نہیں کیا جاسکا۔ اول درج کا ذکر نہیں۔ یہ حدیث بھی اپنی آیات کے ضمون کے ساتھ موافقت رکھتی ہو سیا سے حس میں صرف ایمان پر وعدہ جنت کا ذکر کیا گیا ہے، لہذا اس پر اعتراض نہیں کیا جاسکا۔

حدیث 27: بنی اسرائیل چوہے ہیں

ابو ہریرہ والنفظ سے مروی ہے کہ رسول الله مَالَفِظُم فے قرمایا:

''بنی اسرائیل کا ایک گروہ کھو گیا، معلوم نہیں کیا ہوا، میں خیال کرتا ہوں کہ وہ لوگ چوہے ہی ہیں۔ جب ان کے سامنے اونٹ کا دودھ رکھا جائے تو وہ نہیں پیتے اور جب ان کے سامنے بکریوں کا دودھ رکھا جائے تو پی لیتے ہیں۔''[®]

منكرين حديث كہتے ہيں: يدكيے ہوسكتا ہے كموجود و چوہے بني اسرائيل كالمسخ شده

صحيح البخاري ، بدء الخلق، باب خيرمال المسلم، حديث:3305، وصحيح مسلم،
 الزهد، باب في الفأر، حديث: 2997.

گروہ ہوں اور چوہے کی صورت میں ان کی نسل باقی رہ گئی ہو، جب کہ ابن عباس بھائیا ہے۔ ایک روایت مروی ہے کہ سنخ شدہ قوم تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہتی۔

اس کے دو مدل جواب ہیں۔ صدیث میں وارد لفظ لاَ أُرَاهَا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ نبی تالیقی کا خیال تھا اوراس وقت آپ کی طرف یہ وہی نہیں آئی تھی کہ سنخ شدہ قوم تین دن سے زیادہ بنی نہیں رہتی۔ اور جب وہی آئی کہ سنخ شدہ قوم تین دن سے زیادہ باقی نہیں رہتی جیسا کہ ابن عباس ڈاٹٹی سے مروی مرفوع حدیث میں ہے اور ابن مسعود ڈاٹٹی کی منداحد اور سے اور ابن مسعود ڈاٹٹی کی منداحد اور سے مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ظالی نے فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَمْسَخْ شَيْئًا فَيَدَعُ لَهُ نَسْلًا أَوْ عَاقِبَةً»

"نقیناً الله تعالی جس چیز کومنخ کردیتا ہے اس کی نسل باقی نہیں رکھتا۔" $^{f \oplus}$

تو معلوم ہوا کہ آپ کا بیہ خیال درست نہیں تھا اور آپ ٹاٹیٹی نے جو پہلی بات ارشاد فرمائی تھی وہ اپنے خیال کی بنیاد پرتھی، اس کی دلیل بیہ ہے کہ آپ ٹاٹیٹی نے خیال کے الفاظ بولے ہیں، مزید بیہ کہ آپ نے استدلال کیا کہ چو ہے اونٹ کا دودھ نہیں پینے (اس لیے کہ بی اسرائیل پر اونٹ کا دودھ بھی حرام تھا) اگر وحی ہوتی تو آپ بیا استدلال نہ کرتے، بعد میں جب وتی آگئ تو آپ نے بیان فرمادیا۔

یہ حدیث تثبیہ پرمحمول ہے، یعنی نبی طائی کا مطلب میتھا کہ بنی اسرائیل کی مثال چوہوں کی طرح ہے کہ وہ اونٹ کے دودھ سے نفرت کرتے ہیں اور بکریوں کا دودھ پیتے ہیں۔ چوہے کے ساتھ صرف انھی بنی اسرائیل کے لوگوں کی مثال دی تھی جو کسی گناہ کی پاداش میں مسخ کردیے گئے تھے جیسا کہ صحیح مسلم (قامین مذکور ہے کہ اس قتم کی قوم مسنح ہوئی تھی۔

صحيح مسلم، القدر، باب بيان أن الآجال و حديث : 2663، ومسند أحمد: 199/390 والفظ له. أو صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب في الفأر وأنه مسخ، حديث : 2997.

حدیث 28: بنی اسرائیل کا گوشت ذخیره کرنا

ابو ہریرہ دلائٹئے سے روایت ہے کہ رسول الله طائباً نے فرمایا:'' اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت بھی خراب نہ ہوتا اوراگر حواطباً نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے شوہر سے خیانت نہ کرتی۔''

منکرین حدیث کی طرف سے اس حدیث پر اعتراض ہے کہ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل سے پہلے گوشت خراب ہونے کے سلسلے میں مادے کے خواص اور تھے، یعنی گوشت اگر شاک بھی کیا جاتا تو گلتا سرتانہیں تھالیکن بنی اسرائیل کے بعداس مادے کے خواص بدل گئے جوآج تک چلے آرہے ہیں۔

جواب جومفہوم بیان کرکے اعتراض کیا گیا ہے، حدیث کا وہ مفہوم بی نہیں ہے، حدیث کا صحیح مفہوم بیان کرکے اعتراض کیا گیا ہے، حدیث کا صحیح مفہوم ہی ہے کہ بنی اسرائیل سے پہلے بن نوع انسان میں سے کسی نے بھی بھی گوشت نزاتھا، نہ گلا تھا، یعنی اس دور سے پہلے گوشت سٹور کرنے کا رواج بی نہیں تھا جو گوشت ملتا اسے سب اہل خاندان مل کر کھا لیتے، سب سے پہلے گوشت ذخیرہ کرنے کا سلسلہ بنی اسرائیل نے شروع کیا، ان پر جو مین وسلوی آسان سے اثر تا اسے سٹاک کرنا شروع کیا تو گوشت بھی خراب ہونا شروع کیا، بعد میں آنے والے لوگوں نے بنی اسرائیل کی پیروی کرکے گوشت کو ذخیرہ کرنا شروع کیا تو جو انجرہ کرنا تروع کیا تو جو ذخیرہ کرنے کا طریقہ جانے نہیں ان کا گوشت جلدی خراب ہوجاتا ہے اور جو ماہر ہوتے ہیں اور آلات استعال کرتے ہیں کچھ وقت ان کا گوشت گئے سڑنے سے محفوظ رہتا ہے، حدیث ہیں یہی بات بتائی گئی ہے کہ ذخیرہ کرنے کا نا قابل ستائش فعل بنی اسرائیل

نے شروع کیا۔اوراگر حدیث کا بیم مفہوم ہو کہ گوشت سڑنے اور خراب ہونے کا سلسلہ بنی اسرائیل سے شروع ہوا ہوا ہوان سے پہلے گوشت خراب نہیں ہوتا تھا۔
تو پھرہم ان منکرینِ حدیث سے کہتے ہیں کہ اس حدیث کورد کرنے کے لیے قرآن مجید کی وہ آیت پیش کریں جس میں بیکھا ہو کہ بنی اسرائیل کے وجود سے پہلے بھی دنیا میں گوشت ذخیرہ کیے جانے پرگل سڑجا تا تھا۔اگر قرآن سے دلیل نہ پیش کرسکیں تو پھر الی مشین ایجاد کریں جس کے ذریعے سے وہ لوگول کو زمانۂ بنی اسرائیل سے پہلے والے دور میں لے جاکر دکھادیں کہ دیکھو یہ گوشت گل سڑر ہا ہے اوراگر ایسا نہ کرسکیں تو پھر سوچ لیں کہ نبی گانو مان رد کرنے والوں کا کیا انجام ہوگا؟

حدیث کے دوسرے جملے کا مطلب سے ہے کہ عورتوں کی طبیعت و مزاج ایک ہے اور استعدادِ خلقت وقابلیت بھی ایک ہے، حواظیما جو کہ عورتوں کی اصل ہے اس میں خطا فلطی کی استعدادِ خلقت وقابلیت بھی ایک ہے، حواظیما جو کہ عورتوں کی اصل ہے اس میں خطا فلطی کی استعداد تھی تو اس کی بیٹیوں میں بھی سے استعداد نہ ہوتی۔ اس بات کو ہم اس انداز سے بھی بیان کر سکتے ہیں کہ حوا ہے پہلے نہ کوئی عورت تھی نہ اس کا شوہر، حوا ہی پہلی عورت تھی جس سے شوہر کے ساتھ خیانت کا عمل سرز دہوگیا تو اس کے بعداس کی بیٹیوں نے بھی سے سلم انٹر و کی کیا۔

اور حوائیہ دونوں کو منع کیا گیا تھا تو پھر اس حدیث میں صرف حوائیہ بی کا جرم کیوں اور حوائیہ دونوں کو منع کیا گیا تھا تو پھر اس حدیث میں صرف حوائیہ بی کا جرم کیوں قرار دیا گیا ہے؟ حالانکہ قرآن مجید میں کہا گیا ہے: ﴿ فَاَذَلَهُمَا الشَّيْطُنُ ﴾ لیعنی دونوں کو شیطان نے ڈگھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم فقص کے بیان کرنے میں اکثر اختصار کرتا ہے

حقیقت میں ایسے ہوا کہ پہلے حواقیا ﷺ نے درخت سے کھایا تھا، پھر آدم علیا کو اس سے کھانے کی ترغیب دلائی۔ اس ترغیب کو حدیث میں خیانت کہا گیا ہے اور فر مایا: اگر حواقیا ﷺ آدم علیا کے ساتھ خیانت نہ کرتیں تو کوئی عورت شوہر کے ساتھ خیانت نہ کرتی بعن یہ عادت وہاں سے عورتوں (حواقیا ؓ کی بیٹیوں) میں سرایت کرگئی۔قرآن کریم نے نتیج کے طور پر بیان کردیا:

﴿ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطِنُ ﴿

 $^{\circ}$ د رس شیطان نے ان دونوں کو ڈ گمگا دیا۔ $^{\circ}$

نيز فرمايا:

﴿ فَوَسُوسَ لَهُمَا الشَّيْطُنُّ ﴾

'' پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈال دیا۔''[©]

نيز فرمايا:

﴿ فَكَالُّمُهُمَا بِغُرُورٍ ﴾

''پس دونوں کوفریب کے ذریعے سے پھسلالیا۔''®

اور کہیں صرف آ دم ملیلا کی طرف نبیت کی تو فرمایا:

﴿ وَعَطَى ادَمُ رَبَّكُ فَغُوٰى ۞

''اورآ دم علیا نے اپنے رب کی نافر مانی کی تو وہ سید ھی راہ سے بھٹک گئے۔'' گ کیونکہ شو ہر مقتدا ہوتا ہے اس لیے یہاں صرف آ دم علیا ہی کا نام لینے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اور ان آیات سے یہ کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا کہ اس کی ابتدا حواظیا ہے نہیں ہوئی تھی۔

حدیث 29: کھانے پینے کی چیز میں کھی گر جانے پراے ڈبوکر باہر نکالنا کے

رسول الله ﷺ نے فرمایا: 'اگرتم میں ہے کسی کے کھانے پینے کی چیز میں مکھی گر جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے غوطہ دے اور پھراسے نکالے کیونکہ اس کے ایک پر میں بیاری اور دوسرے میں شفا ہے۔' [®]

مكرين حديث كي طرف سے اس حديث بربياعتراض ہے كه كھى اكثر گندى جگہول ر بیٹھتی ہے اوراس میں جراثیم ہوتے ہیں جس سے بیاریاں تھیلتی ہیں اور حدیث میں بیرکہا گیا ہے کہ اگر مشروب میں گر جائے تو اسے ڈ بودواں عمل کو(برعم خولیش) مہذب لوگ بہت کراہت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اگر کھی ، یانی یا جائے میں گر جائے تو وہ اسے ضا کع کردیتے ہیں لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ اگر یہی کھی دودھ کی بالٹی یا پھیلے ہوئے گھی یا شہد میں گرجائے تواسے نہ گراتے ہیں، نہ ضائع کرتے ہیں،اس وفت ان نام نہاد مہذبین کو نہ جراثیم نظر آتے ہیں اور نہ ہی گندگی۔ ایمان والوں کا اللہ کے نبی مُطَائِمُ کی بات پرسو فیصد ایمان ہوتا ہے، اس کی حکمت مجھ میں آئے یا نہ آئے کیکن اللہ تعالی کے فضل سے سائنسی تحقیقات نے رسول اللہ مُثَالِّیُمُ کی بات کی سوفیعید تقید این کرکے جمیتِ حدیث کی ایک ادر واضح ولیل فراہم کر دی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ سائنس دان اپنی لیبارٹر یوں میں بڑی جانفشانی ہے کھی کے ایک بر میں بیاری والے جراثیم اور دوسرے پر میں شفا والے جراثیم پر تحقیق کر کے جراثیم کش مواد کا وہ علم حاصل کرتے رہے ہیں جو اللہ تعالی نے وحی کے ذریعے سے اپنے نبی مٹالٹیٹر کوعطا فرمایا۔ یہ نبی مٹالٹیٹر کی صدق رسالت اوراس حدیث کی صدافت بر صریح دلیل ہے لیکن منکرینِ حدیث نے اپنے متجاہلانہ طریقے پر ڈٹ کر شعب البخاري ، بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب ، حديث:3320 ، ومقام صديث،

ص:3333.

اس حدیث کوئل اعتراض میں بیان کیا ہے، جبکہ ڈاکٹروں اور ماہرین نے کھی کے متعلق جولکھا ہے اس کے بعض نمونے درج ذیل ہیں:

کھی کے جس پر میں زہر یلا مادہ بیدا ہوتا ہے اسے بکٹیریا کش کہتے ہیں۔ کھی کے ایک پر کا خاصہ سے کہ وہ بکٹیریا کو اس کے بیٹ سے ایک پہلو کی طرف منتقل کرتا رہتا ہے، للندا کھی جب کی کھانے بینے کی چیز پر بیٹھتی ہے تو وہ پہلو سے چیٹے ہوئے جراثیم اس میں ڈال دیتی ہے۔ ان جراثیم سے بچانے والی پہلی چیز وہ بکٹیریا کش ہے جے کھی ایٹ بیٹ میں ایک پر کے پاس اٹھائے ہوئے ہوتی ہے، للندا چیٹے ہوئے زہر یلے اپنے بیٹ میں ایک پر کے پاس اٹھائے ہوئے ہوتی ہے، للندا چیٹے ہوئے زہر یلے جراثیم اوران کے ممل کو ہلاک کرنے کے لیے سے چیز کافی ہے کہ پوری کھی کو کھانے میں ڈبوکر باہر چھینک دیا جائے۔ '' ®

حدیث 30: مرغ کا فرشتے کو دیکھنا اور گدھے کا شیطان کو دیکھنا

ابو ہریرہ جانفیا سے مروی ہے کدرسول الله مالی ایم نے فرمایا:

''جبتم مرغ کی آواز سنو تو اللہ سے اس کا نصل طلب کرو کیونکہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے اور جبتم گرھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو کیونکہ جب وہ شیطان کو دیکھتا ہے تب بولتا ہے۔''[®]

اس حدیث میں دو باتیں ہیں جنھیں منکرین حدیث بطور اعتراض اور انکار پیش کرتے ہیں:

- ﴿ مرغ نے فرشتے کواور گدھے نے شیطان کو کیسے ویکھا؟
- ﴿ اس وقت الله تعالى كافضل طلب كرنے اور شيطان سے الله تعالى كى پناه طلب كرنے

کی کیا وجہ ہے؟

جواب آ فرشتوں اور شیاطین کا وجود آیات قرآنیہ سے ثابت کیا جا چکا ہے، لہذا اس میں تاویل کرنا نہایت کے فہمی کی ولیل ہے، پھر فرشتوں کا نیک بندوں کے پاس آنا اور شیاطین کا مجرموں اور کا ہنوں کے پاس آنا قرآن کریم سے ثابت ہے، چنانچہ ارشاد موا:
﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَفَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَيْهِكُهُ

ٱلَّا تَخَافُوا وَلَا تَخْزَنُوا ۗ

''بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھروہ اس پر جھے رہے۔ ان پر فرشتے اتر تے ہیں (اور کہتے ہیں) کہتم مت ڈرواور مت غم کھاؤ۔''[®] شاطین کے متعلق فرمایا:

﴿ هَلُ أُنَبِّتُكُمُ عَلَى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيْطِينُ ﴿ تَنَزَّلُ عَلَى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيْمٍ ﴿ إ

'' کیا میں شمعیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترا کرتے ہیں، ہر جھوٹے گناہ گار پر اترتے ہیں۔''®

نيز فرمايا:

﴿ ٱلَهُمْ تَكَ ٱنَّا ٱرْسَلْنَا الشَّيْطِيْنَ عَلَى ٱلْكَفِرِيْنَ تَوُزُّهُمْ ٱزًّا ۞ ﴿

'' کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ انھیں ابھارتے رہتے ہیں۔'،®

﴾ حمّ السجدة 30:41. ﴿ الشعرآء 222,221: ﴿ مريم 83:19.

اور اسے دیکھ کر آ واز نکالنا کوئی تعجب کی بات نہیں اگر چہ ہم نہیں دیکھ سکتے کیونکہ ہم تو ایمان بالغیب رکھتے ہیں۔

اللہ تعالی نے بعض حیوانات کو خاص تو تیں عطا کی ہیں جو ہمارے تجربات میں داخل ہیں۔ چیوڈی کی قوت شامہ (سونگھنے کی قوت) انسان سے بدر جہا زیادہ ہے۔ چیل انہائی بندی سے سطح زمین پر گوشت کا مکڑا وغیرہ دیکھ لیتی ہے، بلی اندھیرے میں دیکھ لیتی ہے۔ ان کے علاوہ بھی مجائبات الہیہ ثابت ہیں جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا تو بھر مرغ کے فرشتہ دیکھنے یا گدھے کے شیطان دیکھنے میں بھی کوئی وجۂ انکار نہیں۔

اس دفت فرشتے کو دیکھ رہا ہوتا ہے تو فرشتے کی موجودگی میں دعا کی قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے کہ مرغ ہوت فرشتے کو دیکھ رہا ہوتا ہے تو فرشتے کی موجودگی میں دعا کی قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے کیونکہ فرشتے مومن کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ اس بارے میں بھی بہت احادیث ثابت ہیں۔شیاطین سے تو ہر وفت اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔خصوصًا جب کہ وہ انسان کے پاس آئیں، چنانچے قرآن کریم نے اس دعا کی تلقین فرمائی ہے:

﴿ وَقُلْ دَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَوْتِ الشَّلِطِيْنِ فَ وَاَعُودُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَتَحَضُّرُونِ ۞ ﴿ وَقُلْ دَّبِ اَنْ يَتَحَضُّرُونِ ۞ ﴿ (اور كهد ديجي كد بردردگار! ميں شيطانوں كے وسوسوں سے تيرى بناہ چاہتا ہوں كدوہ موں۔ اور اے ميرے رب! ميں اس بات ہے بھى تيرى بناہ چاہتا ہوں كدوه ميرے ياس آئيں۔'' ﴿

مدیث 31: آفتاب شیطان کے دوسینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے ۔ مستورین

ابن عمر والنجاس روايت ہے كه رسول الله مَا اللهِ عَلَيْهِ فِي فرمايا:

⁽¹⁾ المؤمنون 98,97:23.

''تم طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز ند پڑھا کرو کیونکہ آفتاب شیطان کے دوسینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔' اُل

اس میں شیطان کے وجود خارجی اور سورج کی حرکت پر اعتراض کرنے کے علاوہ بڑا اعتراض پیہ ہے کہ سورج جسامت کے لحاظ سے ہماری زمین سے لاکھوں گنا بڑا ہے تو جب وہ شیطان کے دوسینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے تو پھر شیطان کا سرکتنا بڑا ہوگا اور وہ کہاں تھہرتا ہوگا؟

سورج کے حرکت کرنے اور شیطان کے ذاتی تشخص اور وجود کے متعلق پہلے بحث گزر چکی ہے۔ صرف بیاعتراض کہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان کیسے طلوع ہور ہاہے، دیدہ دانستہ جاہلانہ اعتراض ہے کیونکہ ذوالقرنین کے واقعے میں قرآن کریم میں ہے:

﴿ حَتَّى إِذَا بَكَغَ مَغُرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغُرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِثَاتٍ ﴿

''حتی کہ جب وہ سورج کے غروب ہونے کی جگہ تک پہنچ گیا تو اسے ایک دلدل کے جشمے میں ڈوہتا ہوا پایا۔''®

اس آیت پر بھی پھر وہی اعتراض آتا ہے کہ سورج زبین سے اور پھر بحر اسود سے لاکھوں گنا بڑا ہے۔ طلوع اسلام لاکھوں گنا بڑا ہے تو وہ اس چھوٹے سے چشمے کے اندر کیسے غروب ہوتا ہے۔ طلوع اسلام والے ضرور یہاں اہل قرآن ہونے کی وجہ سے تاویل کریں گے تو پھر حدیث کے ساتھ کیوں دشمنی ہے یہاں بھی کوئی مناسب تاویل کرلیں۔

(1) اس حدیث میں مشہور تاویل ہے ہے کہ اس کا مطلب ہے ہے کہ شیطان طلوع آفاب اورغروب آفاب کے وقت سورج کے پرستاروں کی نظر میں سورج کو ایسا مزین اور خوبصورت بناتا ہے کہ وہ اس کی بوجا ہیں مصروف ہوجاتے ہیں۔اس تزئین کی مثال ایسے

① صحيح البخاري ، بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده، حديث:3273. ﴿ الْكَهُفَ 86:18.

ہے کہ جیسے اس نے اسے اپنے سر پر رکھا ہواوراس تاویل کا باعث یہ ہے کہ اس حدیث میں ایمان والوں کو مشرکین کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کرنا مقصود ہے کہ طلوع آقاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز مت بڑھو کیونکہ ان اوقات میں نماز پڑھنے سے ان کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔

﴿ سورج کے بجاریوں کے گمان میں سورج کا طلوع وغروب شیطان کے سر کے اوپر سینگوں کے درمیان ہوتا ہے جسیا کہ انسان ایک آنکھ سے پورےجسم کو دیکھ سکتا ہے یا دو انگلیوں کے درمیان سے سورج کو دیکھتا ہے تو اس کا بیہ مطلب نہیں کہ سورج حقیقت میں اتنا چھوٹا ہے کہ وہ آنکھ کے اندر ساسکتا ہے یا وہ دو انگلیوں کے درمیان ساسکتا ہے۔

حدیث 32: بخارجہم کے جوش (پھونک) سے ہوتا ہے

رسول الله مَثَالِينًا في فرمايا:

" بخارجہم کے جوش سے پیدا ہوتا ہے، لہذاتم اسے پانی سے صندا کرو۔"

یہ حدیث دراصل ایمان بالغیب سے تعلق رکھتی ہے جیسا کہ موسم کی تبدیلی کے حوالے سے بحث میں یہ بات گزرچکی ہے۔ بعض علاء اس حدیث کوتشیہ پرمحول کرتے ہیں، لینی بخار کی گرمی دردوآلام میں جہنم کی گرمی کی طرح ہے۔ لیکن اس بارے میں درست رائے بیار کی گرمی دردوآلام میں جہنم کی طرح ہے۔ لیکن اس بارے میں درست رائے یہ ہے کہ بخار ایک ایسی حرارت ہے جوجہم میں موجود مراکز اللہ بیرکا جراثیم سے متاثر ہونے کی صورت میں پیدا ہوتی ہے، اور بیرحرارت جہنم سے ہے، لیمی اللہ تعالی نے جہنم سے گرمی کا تھوڑا سا حصہ نکالا ہے اور اسے زمین میں بھیر دیا ہے۔ جب کسی انسان میں سے گرمی کا تھوڑا سا حصہ نکالا ہے اور اسے زمین میں بھیر دیا ہے۔ جب کسی انسان میں اس حرارت کے لگنے کے اسباب پائے جا کیں تو اللہ تعالی اسے بیرحرارت لگا دیتا ہے۔ تو

حدیث میں حرارت کے اصل منشا اور بنیاد کو بیان کیا گیا ہے۔ عصر حاضر کے اطباء بھی حدیث میں بیان کردہ طریقۂ علاج کو تجویز کرتے ہیں، یعنی ان کے نزدیک پانی سے اس کا علاج کرنا تو اب بھی مؤثر طریقۂ علاج ہے۔ ٹھنڈا پانی ڈالنے یا برف کی پٹیال لگانے سے درجہ حرارت میں کمی آتی ہے اور بخار جلد انر جاتا ہے۔ یہاں اگر خور کیا جائے تو سے علاج بذریعہ وہی نبی مُناقِیْم کو بتایا گیا جبکہ ڈاکٹر حضرات بہت سے تجربات سے گز رکرا سے مانے ہیں۔ لہذا میصدات نبوت اور حدیث کی جیت پر بہت بڑی دلیل ہے۔

حديث 33: اونك كا پييثاب پينے كاحكم

انس ڈاٹھ یان کرتے ہیں بعکل یا عرینہ قبیلے کے پچھ لوگ مدینہ آئے تو انھیں مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو وہ بیار ہوگئے ، اس لیے نبی شاھی نے انھیں صدقات کے اونٹوں کے پاس بھیج دیا اور فر مایا:''اونٹیوں کا دودھ اور پیشاب پیا کرو۔'' انھوں نے ایسے کیا تو وہ تندرست ہوگئے ، پھر انھوں نے نبی شاھی کے چروا ہوں کوئل کردیا اور اونٹ ہا تک کر لے گئے۔ دن کے اول وقت ان کی خبر آپ کے پاس پینی تو آپ شاھی نے ان کے تو قب میں آدمی روانہ کیے، جو دن چڑھے انھیں گرفنار کر لائے۔ آپ شاھی کے حکم پر ان کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کا طوالے گئے ، ان کی آٹھوں میں گرم سلائیاں پھیری کے دائیں اور انھیں گرم سلائیاں پھیری گئی اور انھیں گرائے وہ پانی مائیتے تھے لیکن آٹھیں پانی نہیں پلایا جاتا تھا اور وہ ایس بی حالت میں مرگئے۔ آ

منكرين حديث كاس حديث ير چنداعتراضات إن

11 آپ مُلَا يُمْ فِي بِيثاب پينے كاحكم كول ديا؟

[©] صحيح البخاري ؛ الوضوء؛ باب أبوال الإبل والدواب.....؛ حديث:233.

منکرین حدیث کے شبہات اوران کے جوابات کے علام

انھوں نے چرواہوں کو قل کیا تھا، چاہیے تو یہ تھا کہ انھیں بھی صرف قل کردیا جاتا،
 رحمۃ للعالمین نے انھیں جارسزائیں کیوں دیں؟

3 چاہیے تھا کہ آپ عظائی رحمۃ للعالمین کی صفت کی وجہ سے ان کے ساتھ کچھ تخفیف کرتے۔ اعتراض اول کا جواب: منکرین حدیث قرآن کریم سے فابت کریں کہ بیشاب پینا حرام ہے۔ تحقیقی جواب سے ہے کہ جب جان کو خطرہ ہوتو مردار، خون اور خزیر کھانا جائز ہے۔ اونٹوں کا پیشاب تو حرام بھی نہیں، لہذا طبی طور پر پیشاب ان کے لیے بطور علاج تجویز کیا گیا۔

اعتراض دوم کا جواب: انھوں نے متعدد جرم کیے تھے۔ چرواہے کوقل کیا تھا، مسلمانوں کا مال لوٹ کر لے گئے تھ، مرتد ہوگئے تھ، چرواہے کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں، اسے گرم ریت پر پھینک دیا اور اسے پینے کو پانی نہیں دیا۔ قرآن کریم میں قصاص کا حکم ہے اور ایسا کرنا قصاص کا تقاضا تھا۔

اعتر اض سوم کا جواب: رحمة للعالمین کی صفت کے ساتھ ساتھ وہ قاضی بھی تھے اور جب کسی مجھی تھے اور جب کسی مجھی تھے اور جب کسی مجرم کا جرم قاضی کے سامنے ثابت ہوجائے تو پھر سزادینا واجب ہوجاتا ہے، قاضی کو تخفیف کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

مدیث 34: بندرکوزنا کے جرم میں سنگسار کیا جانا

"عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک بندر دیکھا کہ بہت سے بندراس کے گردجمع ہوگئے تھے اس نے زنا کیا تھا سب نے اسے سنگسار کیا، تو میں نے بھی ان کے ساتھ اسے سنگسار کیا۔"

(صحيح البخاري ، مناقب الأنصار ، باب القسامة في الجاهلية ، حديث: 3849 ، و مقام مديث ، 0025 . و مقام مديث ، 0025

ال حديث يرتين اعتراضات بين:

- ﴿ كَمَا بندر مُكِلِّف مُخلُولَ بين كه وه شرى احكام كے بابند بول؟
- ﴿ جَس بندر یا بندریا کورجم کیا گیا تو کیا بیر ثابت ہوا تھا کہ وہ منکوحہ تھی؟
- ﴿ اس میں صرف ایک کا ذکر ہے یعنی بندریا کورجم کیاتو بندر کو کیوں چھوڑا یا برعکس؟

جواب وین سے قبل شار صین نے اس واقعے کی جو تفصیل لکھی ہے وہ پیش خدمت ہے۔ عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں بہن میں اپنے لوگوں کی بکریوں میں تھا۔ ایک اونچی جگہ پر میں نے دیکھا کہ ایک بندر، بندریا کو لے کر آیا اور اس کا ہاتھ اپنے سر کے پنچے رکھ کرسوگیا اسنے میں ایک جھوٹا بندر آیا اور بندریا کو اشارہ کیا۔ اس نے آہتہ سے اپنا ہاتھ پہلے بندر کے سر کے پنچ سے کھنچ لیا اور چھوٹے بندر کے ساتھ چگی گئ۔ اس نے اس کے ساتھ صحبت کی جبکہ میں دیکھ رہا تھا۔ صحبت کے بعد بندریا لوث آئی اور آ بھگی سے پھر اپنا ہوا تھا۔ اس نے بندریا کوسونکھا اور ایک جیخ ماری تو سب بندر جمع ہوگئے۔ وہ اس بندریا کوسونکھا اور ایک جیخ ماری تو سب بندر جمع ہوگئے۔ وہ اس بندریا کی طرف اشارہ کرتا تھا اور دہ اس چھوٹے بندر کو لے کر آئے جے بیں پیچانتا تھا۔ انھوں نے بنکی طرف گئے۔ اور وہ اس چھوٹے بندر کو لے کر آئے جے بیں پیچانتا تھا۔ انھوں نے بنکی طرف بندریا کے لیے گڑھا کھودا اور دونوں کوسنگسار کرڈالا، چنانچہ میں نے بنی آدم کے سوا جانوروں میں بھی رجم دیکھا۔

جوب البرسول الله على الله على على عديث نبيس كيونكه عمر و بن ميمون ايك تابعى بين اورانھوں نے اپنا ايك چيم ويد واقعہ بيان كيا ہے۔ راوى اور ديگر راويان سند ثقه لوگ بين تو اسے ايك واقعے كے طور پر ماننے ميں كوئى حرج نہيں۔ اس كے ماننے سے كى كے ايمان ميں فرق نہيں آتا، ہاں زناكى قباحت ظاہر كرنے كے ليے ايك تائيد ہے۔ تواس

واقعے کی وجہ سے تمام ذخیرہ حدیث کو سلسلۂ جیت سے نکالنا اور احادیث کے خلاف پرو پیگنڈا کرناعقل مندول کے شایان شان نہیں۔

2 حیوانات میں سے بندر ایک الی مخلوق ہے جوحس و شعور اور نقالی میں انسان کے قریب تر ہے۔ مداری لوگ میلوں میں بندر سے عجیب عجیب کھیل متاشا ئیوں کو دکھاتے ہیں۔ میں نے خود طائف کے پہاڑ میں ان کے ایسے کرتب دیکھے کہ گویا وہ انسان نظر آتے ہیں اور انھی وجوہ سے ڈارون نے بندر کو انسان کا جداعلی شار کیا ہے اگر چہ اس کا سے نظر پیسرامر باطل ہے۔

مديث 35: جنات كو بإندهنا

رسول الله مَثَاثِينًا في فرمايا:

"آج رات اچانک ایک بواجن میرے پاس آیاتا کہ میری نماز تبجد میں خلل ڈالے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو پانے کی قدرت دی اور میں نے ارادہ کیا کہ اسے معجد کے ستون کے ساتھ باندھ دوں تا کہتم صبح کے وقت اسے دیکھ سکو، لیکن مجھے سلیمان ملیلا کی دعا یادآگی۔"

﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبُ لِي مُلْكًا لاَ يَنْلَبَغِي لِحَدٍ مِنْ لَا يَعْدِي

''میرے رب مجھے معاف کردے، اور مجھے الیی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کوزیبا نہ ہو۔''[®]

تو میں نے اسے ذلیل وخوار چھوڑ دیا۔ ②

اس حدیث کے متعلق مشرین کے مین اعتراض ہیں:

﴿ صَ 35:38. ﴿ صحيح البخاري، الصلاة، باب الأسيرأو الغزيم يربط --- حديث:461، ومقام حديث، ص: 235، الله في دهوكا ويخ كر ليح كري كرا هجورٌ ويا بحد

﴿ حِن کے وجود کا انکار۔ ﴿ جِن کو باندھنا۔ ﴿ نماز میں خلل ڈالنا۔

اعتراض اول کا جواب: آ اس کا پھے حصہ شیطان کے ذاتی تشخص ثابت کرنے کے باب میں گزر چکا ہے۔ جنات کا مستقل مادہ تخلیق ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان اول کا مادہ تخلیق بیان کرنے کے بعد فرمایا:

· وَالْجَأَنَّ خَلَقُنْهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَادِ السَّمُوْمِ · ·

''اوراس ہے قبل ہم جنوں کوجلانے والی آگ سے پیدا کر چکے ہیں۔'' اس آیت میں جنات کی مستقل تخلیق کے دو دلائل ہیں:

- ﷺ جنوں کو آ دم علیا سے پہلے بیدا فرمایا، لہذا وہ بنی آ دم میں شارنہیں ہو سکتے۔
 - 🥮 ان کا ماد ہ تخلیق انسان کے ماد ہ تخلیق سے بالکل علیحدہ ہے۔

[2] لفظ "جن" كا ماده اخفا (بوشيدگى) پر ولالت كرتائى -جىسا كەللىد تعالى نے فرمايا:

﴿ فَلَهَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ ﴾

''پس جب رات کی تار یکی نے اسے ڈھانپ لیا۔''[®]

نيز فرمايا:

ا كَانُّهَا جَانُّ ا

"گویا کہ وہ سانب ہے۔"[©]

سانب کو جگان اس لیے کہتے ہیں کہ وہ تیز رفتاری کی وجہ سے پوری طرح نظر نہیں آتا۔

﴿ مَا بِصَاحِبِهِمُ مِّنْ جِنَّةٍ ﴾ .

''ان کے ساتھی کو کسی قشم کا جنون نہیں۔''®

د یوانگی کوبھی اس لیے جنون کہتے ہیں کہ اس میں عقل مخفی ہوتی ہے۔اس ماد ہ لفظی سے

© الحجر 27:15. ② الأنعام 76:6. ۞ القصص 31:28. ۞ الأعراف 184:7.

بھی معلوم ہوا کہ جنات ایک مخفی مخلوق ہے جبکہ لفظ انسان مادہ اُنس سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے ایسی چیز جو بالکل دیکھی جاسکے یوں دونوں الفاظ کے مادوں میں بھی تناقض ہے۔ 3 قرآن کریم کی آیات میں جن وانس کو ایک ہی آیت میں الگ الگ بیان کیا گیا ہے اور بعض میں لفظ اور یہ سولہ آیات کریمہ ہیں۔ بعض آیات میں لفظ جن کا ذکر پہلے ہے اور بعض میں لفظ انس کا حبیبا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الله المُعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ

''اے گروہ جن وانس۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ فَيَوْمَهِنِ لَّا يُسْعَلُ عَنْ ذَنْبِهَ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌ ٥

''پس اس روز کسی انسان اور جن سے اس کے گناہ کے متعلق سوال نہیں کیا حائے گا۔''®

گیاره آیات میں جنوں کامستقل طور پرالگ ذکر کیا بخر مایا:

﴿ وَجَعَلُواْ لِللهِ شُرَكاآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ

''اورانھوں نے جنوں کو اللہ کا شریک بنارکھا ہے، حالانکہ ای نے انھیں پیدا کیا ہے۔'،®

نيز فرمايا:

﴿ لِمُعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ السَّلَّكُةُ رُكُمْ مِّنَ الْإِنْسِ ﴾

''اے گروہ جن! تم نے انسانوں میں سے ایک بڑی تعدادا پنے ساتھ لے لی۔''[®] اہلیس بھی جن تھا جیسا کہ فرمایا:

© ⊕الأنعام 130:6. ﴿ الرحمٰن 35:56. ﴿ الأنعام 100:6. ﴿ الأنعام 128:6. ﴿ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ﴾

''وہ (ابلیس) جنوں میں سے تھا، پس اس نے اپنے رب کے تھم کی نافر مانی کی۔'' ایک خاص طافت ورجن نے ملکہ سبا کا عرش لانے کے متعلق سلیمان علیا سے کہا: ﴿ قَالَ عِفْدِیْتٌ مِّنَ الْحِیْنِ اَنَا اٰتِیْکَ بِهِ ﴾

''ایک دیوبیکل جن نے کہا: میں اسے آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔''®

5 جنات سلیمان الیا کے محکوم تھے اور وہ ان کے لیے مختلف کام کرتے تھے۔فرمایا:

﴿ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ إِلَا إِنْ رَبِّهِ

''اور جنوں میں ہے بعض ایسے تھے جواس کے رب کے تھم سے ان کے آگے کام کرتے تھے۔''[®]

6 جن غيب نهين جانتے، چنانچه فرمایا:

﴿ فَلَتَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَنَّ لَّوْ كَانُواْ يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ ﴾

''پس جب وہ (سلیمان ملیّلا) گریڑے تو جنوں کومعلوم ہوا کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے۔''®

ت کھ لوگ اس خیال ہے جنوں کی عبادت کرتے ہیں کہ وہ فرشتے ہیں، فرمایا: وَالْوُا سُبِحْنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلُ كَانُوْا يَعْبُكُونَ الْجِنَّ ﴾

''وہ(فرشتے) کہیں گے تو پاک ہے، تو ہمارا کارساز ہے وہ نہیں ہیں، بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔''[®]

الله جنوں نے قر آن سنا اور ایمان لا کر داعی بن گئے، فرمایا:

﴿ وَإِذْ صَرَفَٰنَا ۚ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْحِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْانَ ﴿

"اور جب کہ ہم نے چند جنوں کو آپ کی طرف بھیجا کہ وہ قر آن سنیں۔" ﷺ جنات کے ایمان لانے اور قر آن سنیں ۔ " ﷺ ﷺ وَاللّٰ اللّٰ اللّٰهِ الللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ الللّٰهِ اللّٰهِ الللّٰهِ اللّٰهِ الللّٰهِ اللّٰهِ الللّٰهِ اللّٰهِ الللّٰهِ اللّٰهِ الللّٰهِ الللّٰهِ الل

﴿ إِنَّهُ يَالِكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ﴾

'' بے شک وہ (ابلیس) اور اس کا لشکر شمصیں اس طرح دیکھ رہا ہے کہتم اٹھیں نہیں دیکھ سکتے۔''[®]

یہ صریح دلیل ہے کہ جن غیر مرئی مستقل مخلوق ہیں۔ اتنی تفصیل کے بعد کوئی عقل مند شخص ان کے وجود شخصی ہے کیسے انکار کرسکتا ہے۔

اعتراض دوم کا جواب: جنات کو باندهناعقل کے خلاف نہیں۔قرآن پاک میں ہے کہ سلیمان علیاً اپنی بادشاہت میں فساد کرنے والے جنوں کو تفکر یوں میں جکڑتے تھے، چنانچدارشاد ہوا:

﴿ وَاخْدِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْأَصُفَادِ ۞

''اور دوسرے جنات جو بیڑیوں میں جکڑے رہتے ہیں۔''[®]

جب سلیمان ملیا کے متعلق قرآن سے ثابت ہے کہ وہ جنوں کو باندھ دیتے تھے تو نبی مُناقِیْم افضل الرسل ہیں، کیا ان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ کسی جن کو پکڑ کرستون کے ساتھ باندھ دیں۔

ﷺ اعتراض سوم کا جواب: انسان جو مادی اور مرئی مخلوق ہے وہ اپنے کلام کے ذریعے ہے دوسرے انسانوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں تو جن جو غیر مرئی مخلوق ہے، اس عند مسلم میں میں سیسید

کے لیے تو وسوسہ ڈالنے کے بہت سے ذرائع ہیں۔ جن وانس کے وسوسہ ڈالنے کے متعلق قرآن نے اکٹھاذ کر کیا:

﴿ الَّذِي يُوسُوسُ فِي صُدُودِ النَّاسِ ﴿ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾ ﴿ اللَّهُ مِن الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾ ﴿ (هِراس مَنفس سے) جولوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالٹا ہے، خواہ وہ جنوں میں سے ہو۔ ' ﷺ

البته رسول الله مَثَالِيَّمُ پر ان كا وسوسه اثر انداز نہيں ہوتا۔ نصوص سے معلوم ہوتا ہے كه الله تعالىٰ في آپ مال الله تعالىٰ في مام انبياء يَبِيُلُمُ كوشياطين كاثر سے محفوظ ركھا ہے۔

حدیث 36: تمھارے گناہ نہ کرنے سے اللہ کا دوسرے لوگ پیدا کرنا میں سیسیں

رسول الله مَا لَيْهُمُ فِي فرمايا:

"اس ذات کی قتم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگرتم ایسے ہوجاؤ کہ گناہ تم سے سرز دہی نہ ہوتو اللہ تعالی تعصیں زمین سے ہٹادے گا اور تمھاری جگہ ایک دوسرا گروہ بیدا کرے گا جس کا شیوہ یہ ہوکہ گناہ کرے اور پھر اللہ تعالی سے بخشش اور مغفرت کی طلب گاری کرے۔"

طلوع اسلام والوں نے اس حدیث سے بینتیجہ نکالا ہے کہ انسان کو زیادہ گناہ کرنے چاہئیں اور پھر بخشش طلب کرنی چاہیے تا کہ اللہ تعالی خوش ہو۔

(أ) الناس 6,5:114 (محيح مسلم؛ التوبة؛ باب سقوط الذنوب معديث: 2749؛ ومقام حديث: 2749؛ ومقام حديث، ص: 331

استغفار کثرت سے ہو جبکہ گناہ کرنا بالواسطہ مقصد ہے۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں، مثلاً: اللہ تعالیٰ نے سانپ اور بچھو وغیرہ پیدا کیے جو فطری طور پرانسان کے دشمن ہیں اور وہ انسان کو ڈستے ہیں کیکن یہ غایت حقیقی نہیں بلکہ اس میں دوسری غایتیں اور حکمتیں بالذات مقصود ہیں۔

انسان کی خلقت کا مقصد کثرت استغفاراس بنا پر ہے کہ انسان کے علاوہ الی بہت می مخلوقات ہیں جو گناہ نہیں کرتیں ، مثلاً: فرشتے ، شجر ، حجر اور حیوانات وغیرہ۔ وہ الله تعالیٰ کی تشبیح وتحمید کرتی ہیں لیکن استغفار نہیں کرتیں ، البتہ فرشتوں کا استغفار قرآن کریم میں ندکور ہے لیے ہے۔ ارشاد ہوا:

﴿ ٱكَذِيْنَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَدْنِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيُشْتَغُفِرُونَ لِلَّذِيْنَ امَنُوا ﴿

''وہ فرشتے جنھوں نے عرش کو اٹھا رکھا ہے اور جو اس کے اردگرد ہیں، وہ اللہ کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں، اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مومنوں کے لیے بخشش طلب کرتے ہیں۔''[®]

لہذا صرف انسان ہی ایس مخلوق ہے جس کی خلقت کا مقصود بالذات استغفار کرنا ہے۔

نوٹ: بیباں تک وہ احادیث بیان کی گئی ہیں جنسیں طلوع اسلام والوں نے امام بخاری کے
حوالے سے نقل کیا ہے اور ان پر اعتراض کیا ہے، البتہ حدیث نمبر 36 صحیح بخاری کی نہیں،
وہ صحیح مسلم کی ہے۔ انھوں نے غلطی سے اسے امام بخاری کی طرف منسوب کیا ہے۔ ان
کے علاوہ اور بھی تقریبًا چارا حادیث ہیں جن پر انھوں نے اعتراض کیا ہے کیکن ہم نے
ان کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ ہمیں ان پر اعتراض کا پہلونظر نہیں آیا، البتہ ان کے علاوہ

① المؤمن 7:40.

بعض اليي صحيح احاديث بين جن برمنكرينِ حديث اعتراض كرتے بيں - ان ميں سے بعض قابل ذكر سمجھ كريہاں زريجث لائى جارہى بين -

حدیث 37: عائشہ نافتا کا دومردوں کے سامنے شل کرنا

ابوسلمه بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں:

«دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَا وَأَخُوهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ فَسَأَلَهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ عَلَيْ مِنَ الْجَنَابَةِ؟ فَدَعَتْ الرَّضَاعَةِ فَسَأَلَهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ عَلَيْهَا مِشْرٌ فَأَفْرَغَتْ عَلَى بِإِنَاءِ قَدْرَ الصَّاعِ فَاغْتَسَلَتْ، وَيَيْنَنَا وَبَيْنَهَا سِتْرٌ فَأَفْرَغَتْ عَلَى رَأْسِهَا ثَلَاثًا قَالَ: وَكَانَ أَذْوَاجُ النَّبِيِّ عَلَيْهُ يَأْخُذْنَ مِنْ رَأْسِهَا ثَلَاثًا قَالَ: وَكَانَ أَذْوَاجُ النَّبِيِّ عَلَيْهُ يَأْخُذْنَ مِنْ رُؤُوسِهِنَّ حَتَّى تَكُونَ كَالْوَفْرَةِ»

''میں اور عائشہ وہ کا رضاعی بھائی عائشہ وہ کی اس گئے تو آپ کے رضاعی بھائی نے رسول اللہ ما گئے کے اس جنابت کے متعلق دریافت کیا تو اضول نے تقریبًا ایک صاع پائی منگوایا اور عسل کیا، جبکہ ہمارے اوران کے درمیان پر دہ حائل تھا۔ آپ نے تین مرتبہ اپنے سر پر پائی ڈالا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ نبی مظیرات اپنے سر کے بال کرتی تھیں حتی کہ وہ وَفْرہ کی طرح ہوجاتے۔'' اُل

⁽أ) صحيح البخاري ، الغسل ، باب الغسل بالصاع ونحوه ، حديث:251 ، وصحيح مسلم ، المحيض ، باب القدر المستحب من الماء ، حديث :320 واللفظ له . وَفَرة بال جوكانول كو وُها فِي الله المؤسنين كربار عين فرمايا كيا كركا في كي يعدان كربال وفره كي طرح بوجات جس كا مطلب صاف ظاہر ہے كہ بال كانوں كى لوتك نہيں بلكه اس سے لمج وقره كى طرح بوجاتے جس كا مطلب صاف ظاہر ہے كہ بال كانوں كى لوتك نہيں بلكه اس سے لمج بحق سے سے

اس حدیث پرمنگرین کا پہلا اعتراض ہے ہے کہ عائشہ ڈھٹانے ان مردوں کے سامنے عنسل کیوں کیا۔ دوسرا اعتراض ہے ہے کہ آگر ان کے درمیان پردہ حاکل تھا تو پھر طریقۂ عنسل کیسے بتایا، اور تیسرا اعتراض ہے ہے کہ نبی طُلِیْلِ کی ازواج مطہرات اپنے سر کے بال وفرہ رکھتی تھیں۔

المجالات بہلے اعتراض کا جواب تو واضح ہے کہ درمیان میں پردہ حاکل تھا جیسا کہ حدیث سے واضح ہے، نیزمئلہ دریافت کرنے والے دونوں مردوں میں سے ایک ان کا بھیجا تھا اور دوسرارضاعی بھائی جن کے سامنے زینت ظاہر کرنا جائز ہے لیکن برہنہ ہونا حرام ہے۔ دوسرے اعتراض کا جواب ہے ہے کہ انھوں نے طریقۂ عسل نہیں پوچھا تھا کہ آپ نے انھیں عسل کرکے دکھایا اور پردے کی اوٹ سے طریقۂ کسے معلوم ہوا بلکہ پائی کی مقدار بتانا مقصود تھا کہ عورت ایک صاع پائی سے عسل کرکتی ہے تو مرد لامحالہ اتنی مقدار سے عسل کرسکتا ہے۔ امام مسلم نے 'قدر المستحب من الماء'' اورامام بخاری نے ''الغسل برسکتا ہے۔ امام مسلم نے 'قدر المستحب من الماء'' اورامام بخاری نے ''الغسل طریقۂ عسل پرنہیں۔ اگر سر پر پائی ان کے سامنے ڈالا ہے تو وہ اس وجہ سے جائز ہے کہ یہ طریقۂ عسل پرنہیں۔ اگر سر پر پائی ان کے سامنے ڈالا ہے تو وہ اس وجہ سے جائز ہے کہ یہ دونوں آ دمی ایسے سے کہ ان کے سامنے زینت ظاہر کرنا جائز ہے اور سرکے بال زینت میں شامل ہیں۔

تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ عورت کا ندکورہ مقدار تک سر کے بال کاشنے کے متعلق اہلِ علم کا اختلاف ہے۔ بعض علاء کے نزدیک بیمسلم کی روایت کے مطابق جائز ہیں۔ یہ ہے جبکہ بعض اسے جائز نہیں کہتے اور اسے امہات المؤمنین کا اپنافعل قرار دیتے ہیں۔ یہ بات واضح رہے کہ رسول اللہ طابع کی زندگی میں ازواج مطہرات بال نہیں کا ٹی تھیں، اس کی دلیل امسلمہ والٹنا کی روایت ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ مابھی کے رہول ایس کے چھا:

"إِنِّي امْرَأَةٌ أَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِي أَفَأَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ»

'' میں اپنے سرکی مینڈ صیال خوب باندھا کرتی ہوں، کیا میں عسل کے وقت اُنھیں کھول دیا کروں؟'، ®

دوسری حدیث عائشہ اٹھا ہے مروی ہے کہ انھیں احرام کے وقت حیض آگیا جب کہ جج قریب تھا تو نبی علاقی کے انھیں فرمایا:

«اُنْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي» ''اینے سرکے بال کھول دواور کنگھی کرو۔''®

ان احادیث ہے معلوم ہوتا ہے کہ از واج مطہرات کے سرکے بال پورے تھے، تاہم
نی عُلَّیْنِ کی وفات کے بعد امہات المؤمنین کے بارے میں تذکرہ ملتا ہے، بعض علاء
اسے ترک زینت پرحمل کرتے ہیں کہ امہات المؤمنین نے آپ عُلِیْنِ کی وفات کے بعد
ترک زینت کے لیے یہ کام کیا، جبکہ بعض دوسرے عدم مشابہت بالرجال والفاسقات
واکافرات اور شوہر کی اجازت کے ساتھ اتنی مقدار میں بال کا شنے کو درست سجھتے ہیں۔
ویکھیے فی وی اسلامیہ میں المشید الشید۔

حدیث 38: جنت میں اکثر فقیرلوگ جائیں گے ۔ مددہ مددہ مددہ مددہ

نبي سُلَيْظِم نے فر مایا:

"الطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ»

جامع الترمذي، الطهارة، باب هل تنقض المرأة شعرها عند الغسل، حديث:105، وسنن النسائي، الطهارة، باب ذكر ترك المرأة نقض ضفر، حديث: 242. (ق) صحيح البخاري الحيض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحيض، حديث: 316.

''میں نے جنت میں جھانکا تو میں نے دیکھا کہ اس میں اکثریت فقراء کی تھی۔''[®] ایک دوسری حدیث میں نبی مُلَّفِیْظِ نے فرمایا:

«أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قَالُوا:بَلَى، قَالَ ﷺ كُلُّ ضَعِيفٍ مُّتَضَعَّفٍ لَّوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ»

''کیا میں شمصیں اہل جنت کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا، کیوں نہیں، ضرور بتا کیں، آپ نے فرمایا:'' ہر کمزور شخص اور جے کمزور سمجھا جائے، اگر وہ (بھروسا کرتے ہوئے) اللہ پرتنم ڈال دے تو وہ ضروراہے پورا کردے۔''[®] اس مضمون کے متعلق اور بھی احادیث ہیں، پرویز صاحب اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں: اسلام غلبداور توت کا دین ہے۔

﴿ فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْعَلِبُونَ ۞

'' بے شک اللہ کی جماعت ہی غالب رہے گی۔''[®]

قرآن بار بارمسلمانوں کو تھم دیتا ہے کہ اتنی قوت جمع رکھو کہ مخالفین پر تمھارا رعب چھا جائے اور مخالفین یہ جانتے تھے کہ جب تک مسلمانوں کے دل سے یہ خیال نہ نکال دیا جائے کہ قوت وسطوت خدا کے ہاں برگزیدگی کا موجب ہے ان پر غالب آنا ناممکن ہے، لہذا انھوں نے اس قتم کی احادیث وضع کرنا شروع کردیں کہ خدا کے مقرب بند ہے وہ ہیں جوضعیف و نا توال ہیں، جن پر مخابی ومفلسی چھائی رہتی ہے، جو کمزوراور بند ہے چارگی کے جسے ہیں اور جو دنیا میں ذلیل وخوار ہوں۔ چنا نچے بخاری ومسلم میں ہے کہ حضور نے فرمایا: ''میں نے جنت میں دیکھا کہ اس میں اکثریت سے وہ لوگ ہیں جو کہ حصور نے فرمایا: ''میں نے جنت میں دیکھا کہ اس میں اکثریت سے وہ لوگ ہیں جو

صحيح البخاري ، الرقاق، باب صفة الجنة والنار، حديث:6546. شصيح مسلم، الجنة ونعيمها، باب النار يدخلها الجبارون...... عديث:2853. ألم المآئدة 5:56.

دنیا میں فقیر تھے۔[©]

اس تحریر میں پرویز صاحب نے کوشش کی کہ ان احادیث کو قرآن کے مقابل لا کھڑا کرےاوران احادیث پروضع کا حکم لگائے۔

جواب ﴿ يَهِلَى بات توبيہ که پرویز صاحب کی بید بات غلط ہے که اسلام غلبے اور قوت کا دین ہے بلکہ اسلام اس لیے ہے کہ اسے غالب کیا جائے اور اسے تقویت پہنچائی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِئِ ۚ ٱرۡسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُلَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى اللَّهِيْنِ كُلِّهِ ﴾

'' وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تا کہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کریں۔''®

﴿ دوسرى بات يہ ہے كہ يہ احاديث قرآن كريم كے مطابق بيں كيونكہ ہر دور كے سرداروں اور وڈريوں نے اپنے اپنے نبى كى خالفت كى ـ نوح علياً كى قوم كے متعلق فرمایا:
﴿ قَالَ الْهَلَا مِنْ قَوْمِهَ إِنَّا لَكُوٰ لِكَ فِي صَلْلِ شَبِينِينِ ۞ ﴾

''ان کی قوم کے سرداروں نے کہا: بے شک ہم شمصیں کھلی گمراہی میں و کیھتے ہیں۔''[®] ہود ملیئلا کی قوم کے سرداروں کے متعلق فرمایا:

﴿ قَالَ الْمَلَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهَ إِنَّا لَنَزْبِكَ فِي سَفَاهَةٍ ﴾

ران کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: بے شک ہم شمصیں حماقت میں دیکھتے ہیں۔ ' ® صالح ملینہ کی قوم کے سرداروں کے متعلق فر مایا:

﴿ قَالَ الْهَلَا الَّذِينَ اسْتَكُبُرُوْا مِنْ قَوْمِهِ ﴾

''ان کی قوم کے متکبرسرداروں نے کہا۔''[©]

ان اقوام میں جو ایمان والے تھے جضوں نے اپنے نبی کی جمایت کی وہ سب ضعیف لوگ تھے۔ فرمایا:

﴿ لِلَّانِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ أَمَنَ مِنْهُمْ

"(متكبر سردارول نے كہا) ان كمزورلوگول سے جو ان ميں سے ايمان لے آئے سے " ا

بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَ اَوْرَثُنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوا يُسْتَضَعَفُونَ مَشَادِقَ الْارْضِ وَ مَغَادِبَهَا الَّتِيْ لِرَكْنَا فِيْهَا ﴾ الَّتِيْ لِرَكْنَا فِيْهَا ﴾

''اور ہم نے ان لوگول کو جو کمز ورسمجھے جاتے تھے اس زمین کے مشرق ومغرب کا وارث بنایا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے۔'

نوح ملياً كى قوم كے جوافراد ايمان لائے تھان كے متعلق متكبرين نے كہا:

﴿ وَمَا نَوْلِكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِنْنَا بَادِىَ الرَّأْمِي ۚ وَمَا نَوْى لَكُمُ عَكَيْنَا مِنْ فَضْلٍ ﴾

''ہم دیکھتے ہیں کہ ہم میں سے تیری پیروی ان لوگوں نے کی ہے جورذیل ہیں اور سرسری نظر رکھتے ہیں، اور ہم تو تم لوگوں میں اپنے سے کوئی برتری نہیں یاتے۔''®

اسی طرح خاتم النبیین مُنافِیْم پر مکه میں ابتدائی طور پر وہی لوگ ایمان لائے تھے جو معاشرے کے کمزورافراد تھے۔

﴿ تیسری بات یہ ہے کہ مال دار اور خوش حال لوگ اسلام کی مصیبتوں کو برداشت نہیں کر کئے اور فرار کے لیے بہانے بناتے ہیں۔اللہ تعالی نے فرمایا:

اِنَّهَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيكَاءُ السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيكَاءُ اللَّهِ السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ اَغْنِيكَاءُ اللَّهِ اللَّهُ اللَّ

جب کہ فقراءاور مساکین جہاد میں اکثر اخلاص کے ساتھ اور شجاعت کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔

4) چوشی بات یہ ہے کہ قیامت کے دن مال داروں سے مال کے متعلق دوسوال کیے جا کیں گئے کہ مال کہاں سے کمایا، اور کہاں خرچ کیا؟ جو مال دار اس سوال میں کامیاب ہوں گے وہ جنت میں جا کیں گئے جب کہ فقراء و مساکین پانچ سوسال پہلے جنت میں جا کیں گئے کوئکہ وہ اکثر سوالات سے بری الذمہ ہوں گے۔

باقی فقراء اور مساکین پریدکوئی پابندی نہیں کہ وہ مال نہ کمائیں بلکہ وہ فقیری میں جو کماتے ہیں اس میں سے خرچ بھی کرتے ہیں آوراسلام کے غلبہ کے لیے کوشال رہتے ہیں، پس خلاصۂ کلام یہ ہے کہ فقراء فقر کی حالت میں ایسے اتمال میں مشغول رہتے ہیں کہ ان اتمال صالحہ کی وجہ سے ان کی تعداد جنت میں زیادہ ہوگ۔

عدیث 39: حالت نماز مین مسلمانون کاحسین عورت کو دیکینا مین معرف مین

٠ التوبة 93:9.

تا کہ اسے نہ دیجیس اور پھھلوگ پچھلی صف میں شریک ہوتے تھے اور رکوع کی حالت میں بغل بغل کے نیچ سے اسے جھا نکتے تھے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے بیر آیت نازل فر مائی: ﴿
وَ لَقَانُ عَلِمُنَا الْمُسْتَقُيْ مِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَانُ عَلِمُنَا الْمُسْتَأْخِدِيْنَ ۞ ﴾

''اور جولوگتم سے پہلے ہوگز رے ہم انھیں بھی جانتے ہیں اور جوتم سے بعد میں آنے والے ہیں ہم انھیں بھی جانتے ہیں۔''®

يرويز صاحب نے اس روايت پر بہت سخت تھره كيا ہے، لكھتے ہيں:

آخر میں ہم جامع تر ندی کی ایک روایت نقل کرکے بیسلسلہ ختم کرتے ہیں۔ آپ
 سوچیے کہ اس روایت کود کھ کر آپ کی نگاہیں او پر اٹھ سکتی ہیں؟

اَ اَ اس قَتْم کی روایات بِکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ یہ بھی صحیح نہیں ہوسکتیں، اُٹھیں اسلام کے دشمنوں نے وضع کیا ہے اور ان کی نسبت صحابہ ٔ کرام اور نبی اکرم مُلَاثِیْم کی ذات گرای کی طرف کردی۔ طرف کردی۔

الیکن ہمارے مذہب پرست طبقہ کا بیاصرار ہے کہ انھیں نہ صرف میچ ماننا ہوگا بلکہ بیا
 بھی ماننا ہوگا کہ انھیں جبریل امین حضور ٹائیٹی کی طرف لے کرنازل ہوئے تھے۔ ⁽³⁾

جواب ﴿ اس بارے میں علاء کی تحقیقات درج ذیل ہیں، بعض علاء نے کہا ہے کہ یہ صدیث نہیں ہے بلکہ ابوالجوزاء تابعی کا قول ہے یا یہ صدیث مرسل ہے۔ امام ترمذی نے اس بات کو ترجیح دی ہے اور مرسل حدیث ضعیف ہوتی ہے جس سے جمت نہیں پکڑی جاسمتی، لہذا اس حدیث کو مذہب پرستوں نے اس مقام تک نہیں پہنچایا کہ پرویز صاحب اس حدیث پر تین اعتراض کردس۔

^{*-----}

 ⁽¹⁾ جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الحجر، حديث:3122. (2) الحجر 24:15.

③ مقام حدیث، ص: 192.

پس ایس روایات جو محدثین کے نزدیک سیح یاحسن مرفوع نہیں ہوتیں، ان پر اعتراض کرکے یہ بہانا بنانا کہ ساری احادیث قابل جمت نہیں، یہ صریح تلمیس ابلیس ہے۔ اوراگر حدیث سیح ہوجیما کہ بعض نے اسے سیح کہا ہے تو پھراس کا جواب یہ ہے کہ نبی تالیقی کے بیچھے با جماعت نماز پڑھنے والوں میں صرف صحابہ کرام نہیں ہوتے سے بلکہ منافقین بھی آیا کرتے ہوں۔

کرتے سے اور یہ کوئی بعید نہیں کہ منافقین ایسا کرتے ہوں۔

حديث 40 : فرعون كا ايمان لا نا

پرویز صاحب نے ترفدی کی ایک حدیث کامعنی بیان کرکے اعتراضات کیے ہیں۔ روایت یہ ہے کہ ابن عباس بڑا ﷺ نے کہا کہ رسول اللہ تُلَّیُمْ نے فرمایا:''جبریل کہتے ہیں کہ فرعون غرق ہونے لگا تو وہ اس وقت ایمان لا نا جا ہتا تھا۔اے تحمد! کاش ،اس وقت تم مجھے دیکھتے کہ میں سمندر کی مٹی لیے ہوئے اس کے منہ میں ٹھونس رہا تھا کہ کلمہ نہ پڑھے اوراس پراللہ تعالیٰ کی رحمت نہ آجائے۔'' ⁽¹⁾

ا عتراضات: ﴿ جَبريل كابيه كام نهيں كه جوايمان لانا جاہے اس كے منه ميں مثی شونسنے لگے اور خداكی رحمت كو بند كردے۔

فرشتے چونکہ خدا کے تھم کے پابند ہوتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جبریل نے بیہ
 کام خدا کے تھم کے مطابق کیا تھا۔

﴿ فَدَا كَتَهُمُ اور جَرِيلِ كَى كَارِرُوا نَى كَ بِاوجُودِ فَرَعُونَ نَے كُلُمَهُ بِرُّهُ لِيَا اور كَهَا: ﴿ اُمَنْتُ اَنَّـٰهُ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا الَّـٰنِ فَى اُمَنَتُ بِهِ بَنُوْٓا إِسْرَاءِ يُـلَ وَ اَنَا مِنَ اَنْ اِنْ الْهِ مِنْ الْهُوْرِينِ

 جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة يونس، حديث:3107، و(ترجمه پرويز) مقام حديث، ت 170. ''میں ایمان لاتا ہوں کہ اس معبود حقیقی کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے۔اور میں اطاعت گزاروں میں سے ہوں۔''[®]

اور بوں معاذ اللہ خدا کی تدبیر نا کام ہوگئ آپ تصور بھی کر سکتے ہیں کہ بیہ تفسیر رسول اللہ ﷺ کی بیان فرمودہ ہوگی۔

جواب پرویزصاحب کا طریقهٔ تلمیس ہی میہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے پچھ معنی اور پچھ تفسیر بنا کر اس پر غلط نتائج مرتب کرتے ہیں اور حدیث سے انکار کرنے کے لیے راستہ ہموار کرتے ہیں۔ وہ اس شعر کا مصداق ہے ۔

> خشت اول چوں نہد معمار سمج تا ثریا می رود دیوار سمج

یہاں پرویزصاحب نے حدیث کا جومعنی بیان کیاہے اس میں تحریف کی ہے۔ اصل ً حدیث درج ذیل ہے۔ابن عباس ڈاٹٹیا سے روایت ہے کہ نبی مَثَاثِیَّا نے فرمایا:

«لَمَّا أَغْرَقَ اللهُ فِرْعَوْنَ قَالَ: آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ فَقَالَ جِبْرِيلُ: يَامُحَمَّدُ! لَوْ رَأَيْتَنِي وَأَنَا آخُذُ مِنْ جَالِ الْبَحْرِ وَأَدُسُّهُ فِي فِيهِ مَخَافَةَ أَنْ تُدْرِكَهُ الرَّحْمَةُ» مِنْ حَالِ الْبَحْرِ وَأَدُسُّهُ فِي فِيهِ مَخَافَةَ أَنْ تُدْرِكَهُ الرَّحْمَةُ» «بجب الله نے فرعون کو غرق کیا تو اس نے کہا: میں ایمان لاتا ہوں کہ اس معبود

جب اللد سے سرون و مرب میا ہو اس سے تہا، یں ایمان لائے تو جریل نے کہا:اے حقیقی کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنواسرائیل ایمان لائے تو جریل نے کہا:اے

محمد مَالِیْنِ اِ کاش کہ آپ مجھے دیکھتے کہ میں سمندر سے کیچڑ پکڑ کراس کے منہ میں د :

گھونس رہا تھا کہ کہیں رحمت الہی اسے ڈ ھانپ نہ لے۔'[©]

يونس 90:10. (2) مقام صديث بالاختصار، ص: 171,170.
 جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة يونس، حديث: 3107.

پرویزی معنی کے مطابق جبریل علیظ کا فرعون کے منہ میں مٹی ٹھونسنے کاعمل کلمہ پڑھنے سے پہلے کا ہے حدیث میں واضح ہے کہ فرعون نے کلمہ کا اقرار کرلیا تھا، بعد میں جبریل علیظانے اس کے منہ میں مٹی ٹھونی تھی۔ فرعون کا بیابیان لا نا قانون الہی کے مطابق قابل اعتبار نہیں تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَوْمَرَ يَاٰتِنَ بَغْضُ الْبِتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنُ اَمَنَتُ مِنْ قَيْلُ اللَّهِ عَلَى اللَّهُ اللَّالِمُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّا

' جس روز تیرے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان لا نامفید نہیں ہوگا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا۔'' ®

نيز فرمايا:

وَ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِنِّمَانُهُمْ لَتَازَاوُ ابَأْسَنَا ۗ

''پس ان کے ایمان نے انھیں نفع نہ دیا جب انھوں نے ہمارے عذاب کو اپنی آنکھوں ہے دیکھا۔''[©]

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان پر نزع کا عالم طاری ہوجائے تو اس وقت ایمان لانا قبول نہیں، لہذا جبریل طینائے نہ کام اللہ تعالیٰ کے اذن سے کیا۔جب فرعون نے کلمہ پڑھا تو اسے یوں جواب دیا گیا:

النان و قَل عَصينت قَبْل وَكُنْت مِن الْمُفْسِدِين ٥

لیمن اللہ تعالیٰ نے جبریل ملیا کے کام کی تائید کردی، للبذا اس سے ثابت ہُوا کہ سیر اللہ عام 158:6. ﴿ المؤمن 85:40. ﴿ يونس 91:10.

الفاظ الله تعالى كى وحى سے كيے گئے۔

یہاں تک ان چالیس احادیث کے جواب بیان کیے گئے ہیں جنھیں طلوع اسلام والوں نے اور دیگر منکرینِ حدیث نے اپنی نامجھی کی وجہ سے محل اعتراض تھہرایا، حالانکہ ان کے علاوہ دوسری الی احادیث ہیں جن کو ماننے کے لیے بیلوگ تیار نہیں ۔خصوصًا وہ احادیث جو علامات قیامت کے متعلق ہیں، مثلاً: دجال، امام مہدی، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور نزول عیسی علیا اور فرول عیسی علیا اس وقت منکرینِ حدیث نزول عیسی علیا کے متعلق بحث وتلییس سے کام لے کرمسلمانوں کا عقیدہ خراب کررہے ہیں۔ اس لیے بیہ مسئل بی عدایہ مسئلہ ایک مسئل عنوان کے تحت تفصیل سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔

تيئيسوان شبه: حيات ونزول مسيح عيسلي عليظا

تمام اہل سنت والجماعت اور سلف صالحین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عیسیٰ علیظارندہ حالت میں آسان پر اٹھائے گئے اور وہ وہاں زندہ ہیں۔ قیامت کے قریب اتریں گے، دین محمدی پر فیصلے کریں گے اور پھر کچھ وقت بعد وفات یاجا کمیں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ اورانھوں نے اپنے الہام سے ثابت کیا ہے کہ ان کی قبر کشمیر میں ہے۔ ان کے نزدیک احادیث میں جس عیسیٰ علیہ کا در کے وہ عیسیٰ علیہ خود نہیں بلکہ ان کی مثیل اور شبیہ پیدا ہوگا جو جہاد کومنسوخ کرے گا اور وہ نبی غیر تشریعی ظلی بروزی ہوگا۔

ان دونوں فریقوں کے درمیان عیسیٰ علیہا کی موت اور حیات میں اختلاف ہے۔ اور عیسیٰ علیہا کے آسانوں پر اٹھائے جانے میں بھی اختلاف ہے۔ دوسرے فریق کے لوگ عیسیٰ علیہا کے آسانوں پر اٹھائے جانے میں بھی اختا ہیں۔لیکن جب کہتے ہیں کہ وہ جہاد منسوخ ظاہری طور پر اس کی شبیہ کو نبی غیرتشریعی مانتے ہیں۔لیکن جب کہتے ہیں کہ وہ جہاد منسوخ

کرے گا تو معلوم ہوا کہ وہ نبی تشریعی ہوگا اور مرزائیوں کے نزدیک اس مثیل عیسیٰ کا مصداق خود مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

منكرين حديث كاعقيده ہے كەنتىلى غاليلة آسان پراٹھائے گئے نہ وہ زندہ ہیں بلكہ وہ ا بنی موت مرگئے اوران کے دوبارہ آسان سے اتر آنے کی باتیں سب خرافات ہیں۔ جب میں بیر کتاب لکھ رہا تھا تو ایک شخص میرے پاس ایک کتاب لایا جس کا نام تھا "عقیدهٔ خاتم النمیین مَنْ اللِّهُ مؤلف کا نام محمد مادی اور اینے آپ کو فاضل علوم دیدیہ تعلیم القرآن رستم ضلع مردان قرار دیا ہے۔ میں نے مؤلف رسالہ کی مدرسہ تعلیم القرآن کی طرف جھوٹی نسبت ہے انداز ہ لگایا کہ کتاب کا نام'' خاتم انٹبیین'' بھی کسی جھوٹ کو ثابت كرنے كے ليے استعال كيا ہے۔ ميں نے كہا: اس مؤلف سے يوچيس كماس نے حصول علم کے لیے اس دار العلوم میں کتنی مرت صرف کی؟ پھر اس سے بوچھیں کہ کیا اس کے پاس دارالعلوم کی سند فراغت ہے کیونکہ فاضل علوم دیدیہ وہی ہوتا ہے جس کے پاس سند فراغت ہو، پھراس سے بوچیس کہ دارالعلوم میں کسی استاد نے اسے رسالے میں مذکورمسئلے کا درس دیا تھا اور حیات، رفع عیسیٰ اور نزول عیسیٰ کا انکار آپ کسی بھی استاد کے حوالے ہے ثابت كريكتے ہيں۔ ہرگزنہيں كريكتے۔اس ظالم مؤلف نے رسالے كے آغاز يرسراسر جھوٹ ہے کام لیا اور جارے دارالعلوم تعلیم القرآن کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ رسالے کے عنوان ہے معلوم ہوا کہ رسالے کے اندر ضرور غلط با تیں لکھی ہول گی جن کا خلاصہ ہیہ ہے کہ اس نے نزول عیسیٰ علیٰا کے متعلق احادیث کا برملا انکار کیا ہے اور سلف صالحین کے عقیدے کو چپوڑ کر چند غیرمعتبر متاخرین کی تقلید کی ہے، لہذا میں اس بحث میں اس کذاب کوخاص طور برمخاطب کروں گا۔

ساتھیوں کےمشورے ہے اس بحث میں قدرے تطویل ہے کام لیاجائے گا تا کہ

مسلمان اس شخص کی تلبیس اور تدلیس سے پچ جا ئیں۔ اس بحث میں دونصلیں ہوں گی:

فصل: ①

رفع اورنزول عیسیٰ علیلاً از روئے قر آ ن

🗯 وکیل اول:الله تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللَّهُ مَ وَاللَّهُ خَيْرُ الْلِكِرِيْنَ ۞ إِذْ قَالَ اللَّهُ لِعِيْسَى ﴾

''اورانھوں (یہودیوں) نے (عیسیٰ علیلا کے متعلق) تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر

کی جبکه الله بهترین تدبیر کرنے والا ہے۔ جب اللہ نے کہا تھا: اے عیسی ۔ ' [®]

طریقۂ استدلال یہ ہے کہ یہودیوں نے عیسیٰ ملیٹا کوتل کرنے کے لیے مختلف منصوبے

بنائے جن میں پھانسی پر چڑھانا بھی تھالیکن اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر کے ذریعے ہے آخیں ووں

قل ہونے سے بچایا اور وہ تدبیریتھی کہ فرمایا: اے عیسی امیں تھے پورا پوراقبض کرنے والا ہوں۔ اور پوراقبض کرنے کی تفییر اگلے جملے میں مذکور ہے کہ میں تھے اپنی طرف

اٹھانے والا ہوں۔

🌸 وليل ووم: الله تعالى نے فرمایا:

﴿ بَلْ رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ﴾

''بلکہاللہ نے اس (عیسیٰ ملیلاً) کواپی طرف اٹھالیا۔'[©]

اس آیت میں قتل اور صلیب سے بچانے کا طریقہ اور پورا پورا قبض کرنے کی تفسیر دَفَعَ کے ساتھ مذکور ہے۔ اگر مُتَوَفِّیكَ سے ''موت دینا'' اور دَفَعَ سے درجات بلند کرنا، مراد

() () أل عمر ن 55,54:3 () النسآء 158:4. لیا جائے جیسا کہ منکرین مراد لیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی تدبیر کیسے کامیاب قرار پائے گ؟
اس صورت میں تو یہودی اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے نظر آتے ہیں کہ انھوں نے عیسیٰ علیٰ اسے جان چھڑالی اور ان کی کوششوں کے نتیج میں عیسیٰ کی وفات ہوگئ، حالانکہ ایسے نہیں ہوا۔

یہاں رفع سے اس کاحقیقی معنی مراد ہے، یعنی اوپر لے جانا۔ قرآن کریم میں رفع کا مادہ 29 مرتبہ بیان ہوا ہے، ان میں سے 12 مواقع پر اس سے درجات بلند کرنامراد ہے، اور اکثر مواقع پر درجات کا اشارہ بھی نہ کور ہے۔ 17 مواقع پر رفع سے حقیقی معنی ادپر اٹھا لینامراد ہے۔ ان میں سے بعض آیات سے ہیں۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطَّوْرِ ﴾

''اورہم نےتم پرطور کو بلند کیا۔''[®]

نيز فرمايا:

﴿ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرُهِمُ الْقَوَاعِلَ ﴾

''اور جب ابراہیم (اوراساعیل ﷺ بیت اللّٰد کی) بنیادیں اٹھار ہے تھے۔''[©] نیز فرمایا:

﴿ وَرَفَعَ ٱبُولِهِ عَلَى الْعَرْشِ

"اوراس (بوسف مليلًا) نے اپنے والدين كو تخت شاہى پر بھايا-"

نيز فرمايا:

﴿ اَللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّلَوْتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوُنَهَا ﴾

① البقرة 63:2. ② البقرة 127:2. ③ يوسف 100:12.

بلندكيا۔'' 🖰

مؤلف محمد ہادی کو قرآن کریم میں یہ آیات نظر نہیں آتیں اور انھیں یہ قاعدہ بھی یاد نہیں کہ جب تک حقیق معنی کا امکان ہوتو مجازی معنی نہیں لیا جاتا جبکہ قرآن کریم میں مجازے وجود سے بھی کئی علاء انکار کرتے ہیں، لہذا اس آیت سبل دَفَعَهُ اللّٰهُ اللّٰهِ سن کہ اللّٰه نے انھیں اپنی طرف اٹھالیا۔ 'میں صرف حقیقی معنی مراد ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جہاں رفع درجات کا معنی مراد ہوتا ہے وہاں حرف ﴿ إِلَىٰ ﴾ استعمال نہیں ہوتالیکن یہاں الفاظ ﴿ إِلَىٰ ﴾ اور ﴿ اِلْنَیٰ ﴾ استعمال نہیں ہوتالیکن یہاں الفاظ ﴿ إِلَىٰ ﴾ اور ﴿ اِلْنَیٰ ﴾ صاف دلیل ہیں کہ یہاں رفع درجات مرادنہیں، لہذااس رسالے کے مؤلف کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کوعلامہ نہ سمجھ بلکہ کسی عالم حق پرست کے سامنے سمجھ طور پر زانوئے تلمذ طے کرے۔

ولیل سوم: ﴿ بَنُ دَفَعَهُ اللّٰهُ لِلَیْهِ ﴿ مِیں حرف ﴿ بَنْ ﴿ سے بھی رفع مسے ثابت ہوتا ہے کیونکہ حرف بل کے ماقبل اور مابعد میں مغایرت اور منافات ہوتی ہے۔ یہاں بھی وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ ''اسے قبل کیا نہ اسے سولی چڑھایا'' پہلے فرمایا، پھر جب ﴿ بَنْ ﴿ كَى دَریع سے عطف کیا گیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ تل ہوئے نہ آھیں سولی چڑھایا گیا (اور یہود ونصاری میں سے کوئی بھی ان کی طبعی موت مرنے کا قائل نہیں) تو کہا گیا کہ اللہ تعالی نے آھیں اپنی طرف اٹھالیا۔ کوئی بھی ان کی طبعی موت مرنے کا قائل نہیں) تو کہا گیا کہ اللہ تعالی نے آھیں اپنی طرف اٹھالیا۔ ﴿ وَلِيلَ جِہارِم: فرمانِ اللّٰہی ہے: ویکن جہارم: فرمانِ اللّٰہی ہے:

﴿ وَلَنُ مِّنُ اَهُلِ الْكِتْبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيُوْمَ الْقِيلَمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمُ شَهِيْدًا ۞ ﴾

''اور اہل کتاب میں سے سب کے سب اس (مسیح علیظا) پر ان کی موت سے پہلے ضرور ایمان لائمیں گے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہی دیں گے۔''[©]

① الرعد 2:13. ② النسآء 159:4.

اس میں ابن عباس، ابو ہریرہ دی اُلیٹم اور حسن اور ابوما لک بھٹ کا قول ہے کہ اس آیت میں ﴿ مَوْتِهِ﴾ اور ﴿ بِهِ ﴾ میں جو ضمیر ہے وہ عیسیٰ علیہ کی طرف لوٹتی ہے اور اس قول کی دلیل درج ذیل حدیث ہے۔

پھرابو ہریرہ ڈٹاٹیڈ بیان کرتے ہیں کہ اگرتم چاہتے ہوتو اس (مندرجہ بالا) آیت کی تلاوے کرو۔''[®]

اس سے واضح ہوا کہ ابو ہر رہ ڈھٹٹی نے اس آیت کی اس حدیث سے تفسیر کی اوراس سے بہاستدلال کیا کو میسلی ملیٹلا کا نزول ہوگا۔

اگر چہ اس آیت کی تفسیر میں دو دوسرے اقوال بھی ہیں جوعکرمہ، مجاہد اورضحاک بھٹے (تابعین) سے منقول ہیں لیکن مرفوع روایت اور صحافی کی روایت جوسند کے لحاظ سے سیح بھی ہوتو اس کے مقابلے میں تابعی کا قول نہیں قبول کیا جائے گا۔قول اول کی آیت کے آخری جملے سے بھی تائید ہوتی ہے۔فرمایا:

وَيُوْمَ الْقِلْمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيْلًا ۞

''اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے۔''[®]

① صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب نزول عيسى ابن مريم عليهما السلام، حديث:
 ③ النسآء 1594.

عیسی ایش کی اس شہادت کا تذکرہ سورہ المائدہ کے آخر میں فدکور ہے۔ رسالے کے مؤلف محمد ہادی نے تمام مفسرین اور صححین کی فدکورہ حدیث کے مقابلے میں صرف اہام نووی رشاشہ کا قول بیان کر کے فتوی لگایا ہے کہ لوگ بغیر سوچے سمجھے کتاب اللہ پرظلم کرتے ہیں، پھر انھوں نے تلبیس کر کے اس تفسیر کے بعض لواز مات پر رد کر کے خوشی کا اظہار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: جب نزول عیسی کے بعد لوگ اس پر ایمان لائیں گے تو پھر یہ لوگ عیسیٰ علیش کے امتی ہوگے نہ کہ محمد منافع کے ۔

کسی پر ایمان لانے سے اس کا امتی بننا کہاں سے لازم آتا ہے؟ ایمان، تقیدیق کرنے اور بات ماننے کوکہا جاتا ہے۔ جوغافل لوگ محمد ہادی کے اس رسالے کو مان لیس، کیا وہ اس کے امتی بن جائیں گے؟

دوسری بات یہ کہی ہے کہ گواہی مجرموں پر دی جاتی ہے نہ کہ ایمان والوں پر۔ بیتو بالکل نادانوں کی می بات ہے۔ کیا ہادی صاحب کی نظر سے بیرآیت نہیں گزری؟ ﴿ لِتَكُونُوْ اَشْهَدَ آءَ عَلَى النَّاسِ وَيُكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمُ شَهِيدًا ﴾

'' تا کہتم لوگوں پر شہاوت دینے والے بنو، اوراللہ کا رسول تمھارا گواہ ہو۔'' یہاں ﴿عَلَیٰکُفُ ﴾ '' تم'' پر کا خطاب صحابہ کرام اور اہل ایمان سے ہے، کیا آپ کے نزدیک وہ مجرم تھے؟

🐡 دليل پنجم: فرمان الهي ہے:

﴿ وَإِنَّهُ لَعِلُمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمُتَرُنَّ بِهَا﴾

''اورالبتہ وہ قیامت کی ایک نشانی ہے، پس اس نشانی میں شک نہ کرو۔''[©] امام ابن کثیر اٹر کشلئے نے ابو ہر بریہ، ابن عباس شکائیٹم، ابوالعالیہ، ابو مالک، عکر مہ، حس، م

① البقرة 143:2 ۞ الزخرف 61:43.

قادہ، سدی اور ضحاک ریکھے سے اور ابن جریر شکھے نے حسن، مجابد، قادہ، ضحاک اور ابن زید ریکھے اور ابن عباس ریکھیا سے روایات نقل کی جیں کہ ﴿ اِنّکا ﴾ میں ضمیر عیسی علیہ کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد ان کا قیامت سے پہلے زمین پر نازل ہونا ہے۔ یہال علم ''ولیل'' کے معنی میں ہے اور یہ معنی قرآن پاک میں بہت جگہ استعال ہوا ہے، چنانچہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ عیسی علیہ کا قیامت سے پہلے آسان سے نزول قیامت کے لیے دلیل ہے اور یہ ان مفسرین کی رائے ہے جو کہتے جیں کہ یہال علم علامت کے معنی میں اس بات پر جناب ہادی کو سخت عصد آگیا۔ وہ کہتے ہیں: ''اب قرآن کے الفاظ میں تبدیلی کی، لہذا کون سا اسلام ہے۔ یہال علم کا معنی علامت اور نشانی کیا گیا ہے، البتہ بعض مفسرین کے میں شرین کی رائے ہے جو کہتے ہیں: ''اب قرآن کے الفاظ میں تبدیلی کی البتہ بعض مفسرین کی رائے گون سا اسلام ہے۔ یہاں علم کا معنی علامت اور نشانی کیا گیا ہے، البتہ بعض مفسرین نے ﴿ اِنْ اِنْ کُیْرُ نِ فَرَ مَا یا کہ یہ قول نے بہت دور ہے۔

اس آیت میں واتبعون کا جملہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عیسیٰ علیہ نزول کے بعد ہارے نبی علیہ نزول کے بعد مارے نبی علیہ کے تابع فرمان ہوں گے جے امتی بھی کہا جاسکتا ہے۔ نزول کے بعد وہ صفت نبوت کے ساتھ محمد رسول اللہ علیہ کہ اللہ علیہ اور امتی ہوں گے۔ دونوں صفات میں کوئی تضاد نہیں۔ ہارے نبی علیہ کہ اللہ علیہ کہ اپنے کسی صحابی کے پیچے مقتدی بن کر نماز پڑھی تو اس وقت آپ کا وصف نبوت زائل نہیں ہوا۔

موٹ: کسی آیت کی تفسیر میں دو تین یا زیادہ اقوال ثابت ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو نبیں ۔ بلکہ دلیل اور ثبوت کی بلیاد پر رائح معنی لینا چاہیے۔

ہولیل ششم: فرمان الہی ہے:

و دلیل ششم: فرمان الہی ہے:

﴿ وَيُكِلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ﴿

''وہ (عیسیٰ علیہ اور بردھا ہے میں لوگوں سے باتیں کرے گا۔'' ابن جریر نے ابن زید سے ادر صاحب اللباب نے حسین بن الفضیل سے روایت نقل کی ہے کہ بڑھا ہے کا زمانہ عیسیٰ علیہ پر آسمان کی طرف اٹھائے جانے سے پہلے نہیں گزرا بلکہ نزول کے بعد بڑھا ہے کی عمر میں لوگوں کے ساتھ باتیں کریں گے۔ ویسے تو بڑھا ہے میں ہر شخص باتیں کرسکتا ہے لیکن عیسیٰ علیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ نزول کے بعد میں ہر شخص باتیں کرسکتا ہے لیکن عیسیٰ علیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ نزول کے بعد بڑھا ہے کی عمر میں ہوں گے۔ آسمان میں ان کی جوعمر گزرگی وہ چونکہ خرق عادت عمرہ اسی لیے وہ دنیوی زندگی کے ساتھ شارنہیں کی جاتی۔ یہ قرآنی دلائل ہیں جوعیسیٰ علیہ اس رفع حقیقی اور پھر نزول پر دلالت کرتے ہیں۔

فصل: ②

(عیسیٰ علیٰلا کے نزول کے متعلق متواتر احادیث (میں مالیٹلا کے نزول کے متعلق متواتر احادیث

اس باب میں ہم نے بہت می احادیث نقل کرنے کا اہتمام کیا ہے تا کہ ہر راست فکر شخص یہ یقین کر لے کہ اتنے ائمہ محدثین اوراتی روایات جھوٹ نہیں ہوسکتیں بلکہ وہ شخص جھوٹا ہوگا جو حدیث کی ان ساری روایات کو غلط تصور کرتا ہو۔

 سمره بن جندب،نواس بن سمعان،عمرو بن عوف، اور حذیفه بن میان تُذَالْتُهُ ﴿

ابن کثیر، ابن جریر، ابن عطیه اورا بو حیان رئیلتم اور دیگر مفسرین نے فرمایا که بیاحادیث متواتر ہیں ۔احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

1 ابوہررہ والله علاق كرتے بيل كدرسول الله عليم فرمايا:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَّنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَفْبَلَهُ أَحَدٌ حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، ثُمَّ يَقُولُ أَبُوهُرَيْرَةَ وَاقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ: فَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، ثُمَّ يَقُولُ أَبُوهُرَيْرَةَ وَاقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ: وَالْنَ مِنْ اللَّهُ الْكِتْلِي إِلَّا لَيُؤْمِنَنَ بِهِ قَبْلُ مَوْتِهِ وَيُوْمَ الْقِيلَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمُ شَهْدُكُانَ عَلَيْهِمُ الْمَالِكُ فَي اللَّهُ الْكِتْلِي إِلَّا لَيُؤْمِنَنَ بِهِ قَبْلُ مَوْتِهِ وَيُوْمَ الْقِيلَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمُ شَهْدُكُانَ عَلَيْهِمُ اللَّهُ الْمَالُونَ عَلَيْهِمُ اللَّهُ اللَّهُ الْمُؤْمِلُ اللَّهُ اللللْمُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللْمُ اللَّهُ اللللِهُ الللللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَه

''اس ذات کی قتم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!البتہ قریب ہے کہ ابن مریم تم میں تشریف لائمیں۔ وہ حاکم اورعادل کی حیثیت سے آئیں گے،صلیب کو توڑیں گے، خزیر کوفتل کریں گے، جزیہ فتم کردیں گے مال و دولت کی فراوانی ہوگی حتی کہ اسے کوئی قبول کرنے والانہیں ہوگا۔حتی کہ ایک سجدہ دنیا اوراس میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہوگا۔''

پھر ابو ہریرہ ڈھائڈ فر ماتے: اگرتم چاہوتو اس آیت کی تلاوت کرو' اوراہل کتاب میں سے سب کے سب اس (مسے علیہ) پر اس کی موت سے پہلے ضرور ایمان لائیں گے اوروہ قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے۔'' ابو ہریرہ ڈھائش بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ مٹائی کے فرمایا:

تحديد البخاري، أحاديث الأنبياء، باب نزول عيسى ابن مريم عليهما السلام، حديث:3448.

«كَیْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِّنْكُمْ؟»

"تماری اس وقت كيسی حالت ہوگی جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے، اور
تمارا امام تم بی میں سے ہوگا۔"

اورامام مسلم وطلطین نے بیدالفاظ زائدنقل کیے ہیں، ابن ابوذئب نے فرمایا:''تمھارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔'' کا معنی بیہ ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ تمھارے رب کی کتاب اور تمھارے نبی علیم کی سنت کے مطابق فیصلے کریں گے۔ ®

ت ابوہریہ و النظاء نبی من النظام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

«يَمْكُثُ عِيسٰى فِي الْأَرْضِ بَعْدَ مَا يَنْزِلُ أَرْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوتُ وَيُصْلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ وَيَدْفِنُونَهُ»

''عیسلی مُلیّلا نزول کے بعد چالیس سال زمین پر ہیں گے، پھرآپ فوت ہوجا کیں گے،مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گےاورآپ کو دفن کریں گے۔''[®]

3 ابوہریرہ وٹائٹ بیان کرتے ہیں کہ رسول الله طَالْتُمُ نے فرمایا:

«لَمْ يُسَلَّطْ عَلَى قَتْلِ الدَّجَّالِ إِلَّا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ»

'' دجال کے قل کرنے پرصرف عیسیٰ ابن مریم ہی مسلط ومقرر کیے گئے ہیں۔''[®]

ابو ہریرہ تُلْتَوَن بے روایت ہے کہ رسول الله عَلَیْخ نے فرمایا:

"يَقْتُلُ ابْنُ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدِّ»

''ابن مریم دجال کو باب لد پرقل کریں گے۔''®

اق ابوہریرہ والله عالی كرتے ہيں كدرسول الله عالی نے فرمایا:

"وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَيُهِلَّنَّ ابْنُ مَرْيَمَ مِنْ فَجِّ الرَّوْحَاءِ بِالْحَجِّ أَوْ بِالْعُمْرَةِ أَوْ لَيَثْنِيَنَّهُمَا»

''اس ذات کی قتم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابن مریم مقام فج الروحاء سے حج یاعمرہ یا دونوں کے لیے ضرور تلبید پڑھیں گے۔''[®]

6 ابوہریرہ وفائشئیان کرتے ہیں کرسول الله ظافی نے فرمایا:

﴿ لَا يَنْزِلُ الدَّجَّالُ الْمَدِينَةَ وَلٰكِنَّهُ يَنْزِلُ بَيْنَ الْخَنْدَقِ وَعَلَى كُلِّ هَوْ يَنْزِلُ بَيْنَ الْخَنْدَقِ وَعَلَى كُلِّ هَقْبٍ مِّنْهَا مَلَائِكَةٌ يَحْرِسُونَهَا فَأُوَّلُ مَنْ يَتَّبِعُهُ النِّسَاءُ وَالْإِمَاءُ فَيَدْهِبُ فَيَرْجِعُ غَضْبَانَ حَتَّى يَنْزِلَ فَيَدْهِبُ فَيَرْجِعُ غَضْبَانَ حَتَّى يَنْزِلَ الْخَنْدَقَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
 الْخَنْدَقَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

'' د جال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا، لیکن وہ خندق کے درمیان تک پہنچ جائے گا۔ مدینہ کے تمام راستوں کی فرشتے حفاظت کررہے ہوں گے۔ سب سے پہلے عورتیں اور لونڈیاں اس کی اتباع کریں گی، پھر لوگ اس کی اتباع کریں گے اور وہ اسے اذبیت پہنچا کمیں گے تو وہ غصے کی حالت میں واپس آئے گاحتی کہ وہ خندق تک پہنچ جائے گا، تب عیسیٰ ابن مریم طالِحا کا نزول ہوگا۔'' ﴿

🔻 ابوہریرہ ڈاٹنڈ سے روایت ہے کہ نبی مُناٹیٹا نے فر مایا:

«اَلْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِّعَلَّاتٍ أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ، وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٍّ

﴾ عليهما السلام الدجال، حديث: 2244. ۞ صحيح مسلم، الحج، باب إهلال النبي ﷺ.....، حديث: 1252، وشعب الإيمان للبيهقي: 441/3، حديث: 4005 واللفظ له. ۞ المعجم الأوسط للطبراني: 219/6، ومجمع الزوائد: 349/7.

فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ فَإِنَّهُ رَجُلٌ مَّرْبُوعُ الْخَلْقِ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبْطُ الرَّأْسِ كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ وَإِنْ لَّمْ يُصِبْهُ بَلَلِّ بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْن فَيَدُقُّ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْإِسْلَامِ حَتَّى يُهْلِكَ اللهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا غَيْرَ الْإِسْلَامِ وَيُهْلِكَ اللهُ فِي زَمَانِهِ مَسِيحَ الضَّلَالَةِ الْكَذَّابَ الدَّجَّالَ وَتَقَعُ الْأَمَانَةُ فِي زَمَانِهِ فِي الْأَرْضِ حَتَّى تَرْتَعَ الْأُسُودُ مَعَ الْإِبِل وَالنُّمُورُ مَعَ الْبَقَر وَالذِّئَابُ مَعَ الْغَنَم وَيَلْعَبَ الصِّبْيَانُ مَعَ الْحَيَّاتِ لَا يَضُرُّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَيَلْبَثُ فِي الْأَرْض مَاشَاءَ اللهُ ثُمَّ يُتَوَفَّى فَيُصَلِّى عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ» "انبیاء ﷺ علاتی بھائی ہیں۔ان کا باپ ایک اور مائیں الگ الگ ہیں اوران کا دین ایک ہی ہے۔عیسیٰ ابن مریم کا میں زیادہ حق دار اور تعلق دار ہوں کیونکہ میرے اوران کے درمیان کوئی نبی نہیں، لہذا جبتم انھیں دیکھوتو انھیں پیجان لینا کہ وہ درمیانے قد والے، سرخ وسفید رنگ والے اورسیدھے بالوں والے ہیں، گویا کہ ان کے بالوں سے یانی شکتا محسوس ہوگا اگر چہ وہ سیلے نہیں ہوں گے۔وہ زردی مائل کیڑوں میں ملبوس ہوں گے، وہ صلیب توڑیں گے،خزیر کو قتل کریں گے، جزبیختم کردیں گے،اسلام مخالف لوگوں سے قبال کریں گےحتی کہ اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں تمام غیر اسلامی ادیان کوختم کردے گا اوراللہ تعالی ان کے زمانے میں میچ گمراہی دروغ طودجال کو ہلاک کرے گا۔ان کے زمانے میں روئے زمین پر امن قائم ہوجائے گاحتی کہ کالا ناگ اونوں کے ساتھ، چینے گائے کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور بچے

سانپوں کے ساتھ تھیلیں گے۔ کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گااور جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ زمین پر رہیں گے، پھر وفات پاجا ئیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔''[©]

8 ابوہررہ ڈالٹوئے روایت ہے کدرسول الله طالیو اللہ عالیوانے فرمایا:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَنْزِلَ الرُّومُ بِالْأَعْمَاقِ، أَوْ بِدَابِقَ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِمْ جَيْشٌ مِّنَ الْمَدِينَةِ مِنْ خِيَارِ أَهْلِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ، فَإِذَا تَصَافُّوا قَالَتِ الرُّومُ: خَلُّوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الَّذِينَ سَبَوْا مِنَّا نُقَاتِلْهُمْ، فَيَقُولُ الْمُسْلِمُونَ: لَا وَاللهِ! لَا نُخَلِّي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا فَيُقَاتِلُونَهُمْ، فَيَنْهَزَمُ ثُلُثٌ لَّا يَتُوبُ اللهُ عَلَيْهِمْ أَبَدًا، وَيُقْتَلُ ثُلُثُهُمْ أَفْضَلُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللهِ، وَيَفْتَحُ الثُّلُثُ لَا يُفْتَنُونَ أَبَدًا ، فَيَفْتَتِحُونَ قُسْطُنْطِينَةَ فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُونَ الْغَنَائِمَ قَدْعَلَّقُوا سُيُوفَهُمْ بِالزَّيْتُونِ إِذْ صَاحَ فِيهِمُ الشَّيْطَانُ إِنَّ الْمَسِيحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِي أَهْلِيكُمْ فَيَخْرُجُونَ وَذَٰلِكَ بَاطِلٌ فَإِذَا جَاءُوا الشَّامَ خَرَجَ فَبَيْنَاهُمْ يُعِدُّونَ لِلْقِتَالِ يُسَوُّونَ الصُّفُوفَ إِذْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَأَمَّهُمْ فَإِذَا رَآهُ عَدُوُّ اللهِ تَعَالَى ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ فَلَوْ تَرَكَهُ لَانْذَابَ حَتَّى يَهْلِكَ وَلٰكِنْ يَّقْتُلُهُ اللهُ بِيَدِهِ فَيُرِيهِمْ دَمَهُ فِي حَرْبَتِهِ»

"قیامت قائم نہیں ہوگی حتی کہ رومی لشکر (شام کے علاقے حلب کے قریب)

① سنن أبي داود، الملاحم، باب خروج الدجال، حديث:4324، والمصنف لابن أبي شيبة: 499/7 حديث:37515واللفظ له.

اعماق بادابق پریزاؤ ڈالے گا تو ان سے مقابلے کے لیے روئے زمین میں اس دور کے بہترین افراد پر مشتمل ایک لشکر مدینے سے روانہ ہوگا۔ جب دونوں کشکرصف بندی کرلیں گے تو رومی کہیں گے: ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان سے ہٹ جاؤ جھول نے ہمارے ساتھیوں کو قیدی بنالیا تھا۔ ہم ان سے قال کریں گے تو مسلمان کہیں گے، اللہ کی قتم! ایسے نہیں ہوگا، ہم اینے بھائیوں سے مجھی الگ نہیں ہول گے، چنانجہ وہ ان سے لڑیں گے تو ان میں سے ایک تہائی بھاگ جائیں گے۔اللہ تعالیٰ بھی بھی ان کی توبہ قبول نہیں فرمائے گا۔ان میں سے ایک تہائی شہید ہوجائیں گے، وہ اللہ کے ہاں بہترین شہداء ہوں گے، اور تہائی کامیاب ہوں گے، وہ کھی فتنے سے دوحیار نہیں ہوں گے، پس وہ قسطنطنیہ فتح کریں گے۔ وہ آپس میں مال غنیمت تقسیم کررہے ہوں گے جبکہ انھوں نے اپنی تلواریں زینون کے درخت سے افکائی ہوں گی کہ شیطان انھیں بلند آواز میں کیے گا:بے شک مسیح (دجال)تمھارے پیھیے تمھارے اہل وعیال میں آپہنچا، پس وہ وہاں سے روانہ ہوں گے، حالانکہ بہ خبر باطل ہوگی، پس جب وہ ملک شام پینچیں گے تو پھروہ نکلے گا، اس ا ثنا میں کہ وہ قال کے لیے تیاری کررہے ہوں گے اور صفیں درست کررہے ہوں گے تو نا گہاں نماز کے لیے اقامت کہی جائے گی توعیسیٰ ابن مریم ملیلہ کا مزول ہوگا۔ وہ ان کی امامت کرائیں گے، پس جب اللہ کاوٹمن ان کو دیکھے گا تو وہ اس طرح پکھل جائے گا جس طرح نمک یانی میں پکھل کرحل ہوجا تا ہے، پس اگر وہ (عیسیٰ ملیلا) اس کو و بسے بھی جھوڑ دیں تو وہ خود بخو دگل کر ہلاک ہوجائے گا کیکن اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں اسے ہلاک کرے گا، پس وہ اس کا خون انھیں

اپنے نیزے میں دکھائیں گے۔''[®]

9 ابو ہریرہ والنَّنْ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم الصادق المصدوق مَنْ النِّمْ کوفرماتے ہوں کہ میں اللہ القاسم الصادق المصدوق مَنْ النَّمْ کوفرماتے ہوں کہ بیاد

"يَخْرُجُ أَعْوَرُ الدَّجَّالِ مَسِيحُ الضَّلَالَةِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ فِي زَمَنِ اخْتِلَافٍ مِنَ النَّاسِ وَفِرْقَةٍ فَيَبْلُغُ مَاشَاءَ اللهُ أَنْ يَبْلُغَ مِنَ الْأَرْضِ فِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا، اللهُ أَعْلَمُ مَا مِقْدَارُهَا فَيَلْقَى الْمُؤْمِنُونَ شِدَّةً شَدِيدَةً، ثُمَّ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ فَيَوُ مُ النَّاسَ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ رَكْعَتِهِ قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ فَيُوْمُ مُ النَّاسَ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ رَكْعَتِهِ قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، قَتَلَ اللهُ الْمُسِيحَ الدَّجَالَ وَظَهَرَ الْمُسْلِمُونَ " فَأَحْلِفُ أَنَّ وَلَيْ رَسُولَ اللهِ عَنْ اللهُ الْمُسْلِمُونَ " فَأَحْلِفُ أَنَّ وَلَهُ وَلَهُ وَلَا اللهُ اللهُ لَحَقُ لَا اللهُ الل

"كانا دجال ميح مراى لوگوں كے اختلاف وافتراق كے دور ميں مشرق كى طرف سے فكے گا اور وہ چاليس روز ميں، جس قدر اللہ چاہے گا، زمين كے جھے كو فتح كرے گا اور اللہ ہى بہتر جانتا ہے كہ اس كى مقدار كتى ہوگى۔ مومنوں كو بہت تكليف كا سامنا كرنا پڑے گا، پھر عيسىٰ ابن مريم آسان سے نازل ہوں گے، جبکہ لوگ (نماز كے ليے) كھڑے ہوں گے (اورلوگوں كونماز پڑھا كيں گے) جب وہ ركوع سے سر اٹھا كيں گے "تو "سميع الله له لِمَنْ حَمِدَهُ" كہنے كے ساتھ يہ الفاظ" اللہ تعالى ميح وجال كو ہلاك كرے، اور موسىٰ غالب آجا كيں ۔" كہيں الفاظ" اللہ تعالى ميح وجال كو ہلاك كرے، اور موسىٰ غالب آجا كيں ۔" كہيں الفاظ" اللہ تعالى ميح وجال كو ہلاك كرے، اور موسىٰ غالب آجا كيں ۔" كہيں گے۔ ابو ہريرہ وہائي نے مصدوق ہيں،

⁽⁾ صحيح مسلم الفتن باب في فتح قسطنطنية عديث: 2897.

فرمایا: '' بے شک بیر حق ہے۔ بے شک وہ قریب ہے، پس ہر وہ چیز جو آنے والی ہے وہ قریب ہے۔ '' [®]

📵 ابو ہررہ والنظیبان کرتے ہیں، رسول الله طالع نے فرمایا:

«يُوشِكُ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ إِمَامًا مُقْسِطًا فَيُصَلِّي الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَيُجَمِّعُ الْجُمْعَ وَيَزِيدُ فِي الْحَلَالِ» الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَيُجَمِّعُ الْجُمْعَ وَيَزِيدُ فِي الْحَلَالِ» "تريف "قريب ہے کہ ابن مریم (عَلِيُه) انصاف پيندامام حکران کی حيثيت سے تشريف لاکيں گے، پانچوں نمازيں پڑھيں گے، جمعہ پڑھيں گے اور حلال چيزوں ميں اضافہ کریں گے۔"

حدیث کے راوی ابواشعث نے کہا: ابو ہریرہ! الله کی شم! میرا خیال ہے وہ صرف عورتوں کے معاطع میں حلال چیزوں میں اضافہ کریں گے، تو انھوں (ابو ہریرہ والله عنی کی المرف دیکھا اور مسکرا دیے پھر فرمایا: تم نے یقیناً درست کہا۔ ©

- الله بن عمر و دلائل سے روایت ہے کہ ایک آ دمی ان کے پاس آیا اور اس نے کہا: یہ حدیث کیا ہے جو آپ بیان کرتے ہیں؟ آپ کہتے ہیں: فلال وقت قیامت قائم ہوگی توافعوں نے کہا: الله پاک ہے، یا کہا: الله کے سواکوئی معبود نہیں، یا اس طرح کا کوئی
- شصحيح ابن حبان: 8/286، حديث: 6773، ومجمع الزوائد: 349/7، حديث: 12543و
 اللفظ له. (2) مسند الشاميين: 317/1، حديث: 558. (3) المعجم الكبير للطبراني: 196/19، وتاريخ دمشق: 169,168/1.

کلمہ کہا۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں بھی کسی کوکوئی چیز بیان نہیں کروں گا۔ میں نے تو بس یمی کہا تھا: تم تھوڑی مدت بعد ایک امر عظیم دیکھو گے۔ بیت اللہ کو جلا دیا جائے گا، اور ایسے ہوگا، ایسے ہوگا، پھر کہا: رسول اللہ تَالِيَّا نے فرمایا:

«يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي، فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ لَا أَدْرِي: أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا، فَيَبْعَثُ اللهُ عِيسَى يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا، فَيَبْعَثُ اللهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عُرْوَةُ ابْنُ مَسْعُودٍ، فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ، ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِينَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ رِيحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي بَارِدَةً مِّنْ قَبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرِ أَوْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ»

''دوجال میری امت میں نکلے گا اور وہ چالیس تک قیام کرے گا۔ میں نہیں جانتا،
چالیس دن، یا چالیس ماہ یا چالیس سال، پھر اللہ تعالی عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا گویا
کہ وہ عروہ بن مسعود کی طرح ہوں گے۔ وہ اسے تلاش کریں گے اور اسے ہلاک
کریں گے، پھر لوگ سات سال اس حال میں رہیں گے کہ کسی دو کے درمیان
کوئی عداوت نہیں ہوگی، پھر اللہ شام کی طرف سے شخندی ہوا چلائے گا تو روئے
زمین پرکوئی ایسا شخص باتی نہیں رہے گا جس کے دل میں ذرہ برابر خیر یا ذرہ برابر
ایمان ہوگا اور (جس کے دل میں خیر یا ایمان ہوگا) یہ ہوا اس کی روح قبض کر
لیمان ہوگا اور (جس کے دل میں خیر یا ایمان ہوگا) یہ ہوا اس کی روح قبض کر

ه مجمع بن جاريد و الله علي بيان كرتے ميں كدمين نے رسول الله عَلَيْم كوفر ماتے ہوئے سُنا: «يَقْتُلُ ابْنُ مَرْيَمَ الدَّجَالَ بِبَابِ لُدً»

''ابن مریم (علیہ) دجال کو باب لد پرقل کریں گے۔''[®]

ﷺ عائشہ ﷺ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ طالع میرے پاس تشریف لائے تو میں رور ہی تھی، آپ نے فرمایا:

«مَا يُبْكِيكِ؟ فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! ذَكَرْتُ الدَّجَّالَ قَالَ: فَلَا تَبْكِي فَإِنْ يَّخْرُجْ وَأَنَا حَيٍّ أَكْفِيكُمُوهُ، وَإِنْ أَمُتْ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ وَإِنَّهُ يَخْرُجُ مَعَهُ يَهُودُ أَصْبَهَانَ فَيَسِيرُ حَتَّى يَنْزِلَ بضَاحِيةِ الْمَدِينَةِ وَلَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ عَلَى كُلِّ بَابٍ مَّلَكَانِ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ شِرَارُ أَهْلِهَا فَيَنْطَلِقُ حَتَّى يَأْتِيَ لُدًّا، فَيَنْزِلُّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقْتُلُهُ، ثُمَّ يَمْكُثُ عِيسَى فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً أَوْ قَرِيبًا مِّنْ أَرْبَعِينَ سَنَةً إِمَامًا عَادِلًا، وَحَكَمًا مُّقْسِطًا» " الله كرسول! مجھ (فتنه) وجال یاد آگیا تھا۔ آپ نے فرمایا: '' آپ نہ روئیں ، اگر وہ میری زندگی میں نکل آیا تو میں تم سب کی طرف ہے اس سے کافی ہو جاؤں گا، اوراگر میں فوت ہو گیا تو تمھارا رب کا نانہیں،اوریقیناً وہ دجال نکلے گا تو اصبیان کے یہودی اس کے ساتھ ہوں گے۔ وہ (پوری دنیا کا) چکر لگائے گاحتی کہ مدینہ کے ایک طرف پڑاؤ ڈالے گا۔ اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے، ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔ وہاں کے شریرلوگ نکل کراس کی طرف چلے جائیں گے، پھر وہ وہاں سے روانہ ہو گاحتی کہ لُد بینچ جائے گا، تو عیسیٰ ابن مریم (ﷺ) کا مزول موگا اور وہ اسے قتل کریں گے، پھرعیسیٰ ملیک حالیس سال یا تقریباً حالیس سال

① جامع الترمذي الفتن ، باب ماجاء في قتل ، حديث: 2244.

عادل امام اور منصف حامم کی حیثیت سے زمین پر رہیں گے۔ ،، ®

﴿ نواس بن سمعان ﴿ فَاللَّهُ بِيان كرتے ہيں ايك روز ضبح كے وقت رسول الله مُلَا لَيْمَ نے دجال كا ذكر كيا تو آپ نے اس دوران ميں آ وازكو پت كيا اور بلند كيا، حتى كه ہم نے سمجھا كه شايد وہ (دجال) مجبور كے درختوں ميں آ گيا ہے۔ جب شام كے وقت ہم آپ كى خدمت ميں حاضر ہوئے تو آپ نے اس كے اثر ات ہم پر محسوس كيے تو آپ نے فرمايا:

(دشمویں كيا ہوا؟ ہم نے عرض كيا: الله كے رسول! آپ نے ضبح دجال كا ذكر كيا تو آپ نے اس دوران ميں آ وازكو پت كيا اور بلند كيا حتى كه ہم نے سمجھا كه وہ محبوروں كے جھنڈ ميں آ گيا ہے، آپ نے فرمايا:

"غَيْرُ الدَّجَّالِ أَخْوَفُنِي عَلَيْكُمْ إِنْ يَّخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ فَأَنَا وَيَكُمْ فَأَنْوُ حَجِيجُ نَفْسِهِ حَجِيجُهُ دُونَكُمْ وَإِنْ يَّخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ فَامْرُوُ حَجِيجُ نَفْسِهِ وَاللهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ إِنَّهُ شَابٌ قَطَطُ عَيْنُهُ طَافِئَةٌ كَانِي أُشَبِّهُ بِعَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قَطَنٍ فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأُ كَانِي أُشَبِّهُ بِعَبْدِ الْعُزَى بْنِ قَطَنٍ فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأُ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ إِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَعَاثٍ يَمِينًا وَعَاثٍ شِمَالًا، يَاعِبَادَ اللهِ! فَاثْبُتُوا، قُلْنَا: يَارَسُولَ اللهِ! وَمَا لَبُثُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: أَرْبَعُونَ يَوْمًا، يَوْمً كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهِ يَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهِ يَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَارَبُهُ مُنَادً فَيُومٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَارَبُهُ مُنَا اللهِ! فَلْكَ الْيَوْمُ اللّذِي كَسَنَةٍ يَوْمٍ؟ قَالَ: لَا، أَقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ، قُلْنَا: كَارَسُولَ اللهِ! فَنَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: كَالْغَيْثِ قِيهِ صَلَاةً يَوْمٍ؟ قَالَ: لَا، أَقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ، قُلْنَا: كَالْغَيْثِ اللهِ! وَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: كَالْغَيْثِ عَلَى اللهِ! وَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: كَالْغَيْثِ يَارَسُولَ اللهِ! وَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: كَالْغَيْثِ يَارَسُولَ اللهِ! وَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: كَالْغَيْثِ يَارَهُ وَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: كَالْغَيْثِ

[﴿] المصنف لابن أبي شيبة: 490/7 عديث: 37463 ومسند أحمد: 6/65.

اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيحُ فَيَأْتِي عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوهُمْ فَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَجِيبُونَ لَهُ فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ وَالْأَرْضَ فَتُنْبِتُ فَتَرُوحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرِّي، وَأَسْبَغَهُ ضُرُوعًا، وَأَمَدَّهُ خَوَاصِرَ، ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ فَيَرُدُّونَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُونَ مُمْحِلِينَ لَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ شَيءٌ مِّنْ أَمْوَالِهِمْ وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُولُ لَهَا: أَخْرِجِي كُنُوزَكِ فَتَتْبَعُهُ كُنُوزُهَا كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ، ثُمَّ يَدْعُو رَجُلًا مُّمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهُ جَزِلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ ثُمَّ يَدْعُوهُ فَيُقْبِلُ وَيَتَهَلَّلُ وَجُهُهُ وَيَضْحَكُ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَٰلِكَ إِذَا بَعَثَ الله الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُو ذَنَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْن إِذَا طَأُطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤلُو فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرِ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ وَنَفَسُهُ يَنْتَهِى حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابٍ لُدِّ فَيَقْتُلُهُ، ثُمَّ يَأْتِي عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ وُّجُوهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أَوْحَى اللهُ إِلَى عِيْسٰى إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّي لَا يَدَانِ لِأَحَدِ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ وَيَبْعَثُ اللهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُونَ فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةِ طَبَريَّةَ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ: لَقَدْ

كَانَ بِهٰذِهِ مَرَّةٌ مَّاءٌ، وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ حَتَّى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِّنْ مِّائَةِ دِينَارِ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ فَيُرْسِلُ اللهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُونَ فَرْسَى كَمَوْتِ نَفْس وَّاحِدَةٍ، ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ إِلَى الْأَرْضِ فَلَا يَجِدُونَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرِ إِلَّا مَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَنْتُهُمْ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللهِ فَيُرْسِلُ اللهُ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ مَطَرًا لَّا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرِ فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتَّى يَتُرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ، ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ: أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ وَرُدِّي بَرَكَتَكِ فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ وَيَسْتَظِلُّونَ بقِحْفِهَا وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتَّى أَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ وَاللُّقْحَةَ مِنَ الْغَنَم لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ فَبَيْنَمَاهُمْ كَذَٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللهُ رِيحًا ۖ طَيِّبَةً فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّكُلِّ مُسْلِم، وَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمُر فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ»

'' مجھے تمھارے بارے میں دجال کے علاوہ اور چیزوں کا زیادہ اندیشہ ہے۔ اگر وہ میری موجودگی میں نکل آیا تو میں شمعیں اس سے بچاؤں گا اور اگر وہ اس حال میں نکل کہ میں تم میں موجود نہ ہوا تو پھر ہرشخص اپنا بچاؤ کرے گا۔ ہرمسلمان کے

بارے میں الله میرا جانشین اور نگہبان ہے۔ وہ (دجال) ایبا نو جوان ہو گا کہ اس کے بال گھونگر یالے ہوں گے۔اس کی آئکھ ابھری ہوئی ہوگی، گویا کہ میں اسے عبد العزيٰ بن قطن سے تشبیہ دیتا ہوں، پستم میں سے جوشخص اسے پائے تو وہ سورة الكهف كا ابتدائي حصه اس يرير عهدوه شام اورعراق كے درميان والي راہ سے نکلے گا اور دائیں بائیں خرابی پیدا کرے گا۔ اللہ کے بندو! ثابت قدم ر جنا۔ ' ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ زمین پر کتنی مت رہے گا؟ آپ نے فرمایا: 'عالیس روز جن میں سے ایک دن ایک سال کے برابر، ایک دن مہینے کے برابر، ایک دن ہفتے کے برابر اور اس کے باقی ایام تمھارے ایام کی طرح ہوں گے۔''ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ دن جوسال کی طرح ہو گا تو کیا اس میں ایک دن کی نمازیں ہمارے لیے کافی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: ' جنہیں! تم اندازے کے مطابق اس کا اندازہ کر لینا۔ ' ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اس کی زمین میں رفتار کیا ہو گی؟ آپ نے فرمایا:'' بارش کی طرح جسے ہوا پیھیے ہے اُڑاتی ہو۔ وہ کسی قوم کے پاس آئے گا اور اُٹھیں دعوت دے گا تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے، اس کی بات قبول کریں گے۔ وہ آسان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا، زمین کو حکم دے گا تو وہ نباتات اُ گائے گی۔ان کےمویش چرکر ان کے یاس آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے لمبے، تھن کشادہ (بھرے ہوئے) اور کو کھ نگلے ہوئے ہول گے، چھر وہ ایک اور قوم کے پاس آئے گا اور اخیں دعوت دے گالیکن وہ اس کی دعوت قبول نہیں کریں گے۔ وہ ان کے پاس سے جائے گا تو ان برخنگ سالی اور قحط سالی آ جائے گی، ان کے ہاتھ مال سے خالی ہوجا ئیں گے۔ وہ ویران جگہ ہے گزرے گا تو اسے کیے گا: اپنا خزانہ زکال دو

تو اس کے خزانے اس کے پیچیے چل رئیں گے جیسے شہد کی کھیاں چلتی ہیں، پھروہ ایک بھر بورنو جوان شخص کو بلائے گا اور اسے تلوار مار کر دو فکڑے کر دے گا جس طرح کسی کو باندھ کرنشانہ بازی کی جاتی ہے، پھر اس کو بلائے گا تو وہ اس کے سامنے اس حالت میں آئے گا کہ اس کا چیرہ دمکتا ہوگا اور وہ مسکرا رہا ہوگا۔ اس ا شامیں اللہ تعالیٰ مسے ابن مریم علیا کو بیسے گا، آب دشق کے مشرقی سفید منارے یر اتریں گے، آپ نے زرد رنگ کا جوڑا زیب تن کیا ہو گا اور دوفرشتوں کے پروں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوں گے۔ جب سر جھکا ئیں گے تو پسینہ طیکے گا اور جب سراٹھا کیں گے تو موتیوں کی طرح بوندیں ٹیکیں گی۔ جو کافرآپ کے سانس کی بھاپ یائے گا تو وہ اسے یاتے ہی ہلاک ہو جائے گا اور حد نظر تک وہ بھاپ جائے گی۔ آپ اس (وجال) کو تلاش کریں گے حتیٰ کہ باب لُدیراہے یائیں گے تواہے قل کر دیں گے، پھر عیسیٰ علیا ایسی قوم کے پاس آئیں گے جے الله نے دجال سے بیالیا ہوگا۔ آب ان کے چبرول پرشفقت سے ہاتھ پھیریں گے اور جنت میں ان کے درجات کے متعلق بتائیں گے۔ اس اثنا میں اللہ عیسیٰ مَالِیًا کی طرف وجی بھیجے گا کہ میں نے اپنے پچھ ایسے بندے نکالے ہیں کہ ان ہے لڑنے کی کوئی طاقت نہیں رکھتا، لہٰذا آپ میرے بندوں کو طور کی طرف لے جائیں۔اللہ یا جوج و ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر اونچی جگہ سے نکل پڑیں گے۔ ان میں سے پہلے لوگ بحیرہ طربہ سے گزریں گے، وہاں کا سارا یانی لی لیں گے۔ جب ان کے پچھلے لوگ گزریں گے تو وہ کہیں گے کہ بھی اس میں یانی بھی تھا۔ اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ اور ان کے ساتھیوں کا محاصرہ کرلیا جائے گا حتیٰ کہ ان کے ہاں بیل کا سرسو دینار ہے افضل ہوگا، پھر اللہ کے نبی عیسیٰ اور ان کے ساتھی

دعا کریں گے تو اللہ ان (یا جوج ماجوج) کی گردنوں میں کیڑے چھوڑ دے گا تو وہ صبح تک سارے اس طرح مرجا کیں گے جس طرح ایک آ دمی مرتا ہے۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیٰٹا اور ان کے ساتھی زمین پر اتریں گے تو وہ زمین کی بالشت برابر الی جگہ نہیں یا کیں جہاں ان کی گلی سڑی بد بودار لاشیں نہ ہوں، پھر اللہ کے نبی عیسلی علیہ اور ان کے ساتھی اللہ کے حضور دعا کریں گے تو اللہ بختی اونٹوں[®] کی گردنوں کی طرح کے برندے بھیجے گا جو انھیں اٹھا کر وہاں بھینک آئیں گے جہاں اللہ جاہے گا، پھر اللہ تعالی ایس بارش نازل فرمائے گا کہ کوئی گھر اور کوئی خیمہ و صلے بغیر باقی نہیں رہے گا اور زمین حوض یا باغ کی طرح صاف ہو جائے گی، پھرز مین سے کہا جائے گا: اپنے پھل اگا اور اپنی برکات لوٹا دے۔اس روز ایک جماعت ایک انار کھائے گی تو وہ اس کے حیلکے کے سائے تلے بیٹھے گی۔ دودھ میں برکت ڈال دی جائے گی حتی کہ ایک دودھ دینے والی افٹنی آ دمیوں كے بڑے كروہ كے ليے كافى ہو كى۔ ايك دودھ دينے والى كائے ايك قبيلے كے لیے کافی ہوگی اورایک دودھ دینے والی بکری لوگوں کے ایک خاندان کے لیے کافی ہوگی۔وہ اس حالت میں ہول گے کہاللہ ایک یا کیزہ ہوا چلائے گا جوان کی بغلوں کے بنیجے لگے گی اور ہرمومن مسلمان کی روح قبض کر لے گی۔صرف شریر لوگ باقی رہ جائیں گے اور وہ آپس میں گدھوں کی طرح بھڑیں گے، ایسے ہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگ۔''®

بختی نسل کے اونٹ خراسان سے آتے تھے۔ بخت نصر شاہ بابل نے عربی اوٹی اور عجی اونٹ کے ملاپ سے بچد لے کرنسل چلائی جواس کے نام سے منسوب ہوئی۔ (۱) صحیح مسلم، الفنن، باب ذکر الدجال، حدیث: 2937.

- سُنا:''عیسلی ابن مریم علیظادمشق کے مشرقی سفید منارے پر نازل ہوں گے اور دجال کو باب لُديرِ ياكراسة قل كروُّ اليس كهـ'' 🖰
- 🥮 حذیفہ بن اسید غفاری رہائی بیان کرتے ہیں کہ نبی منافیظ ہمارے یاس تشریف لائے تو ہم باہم بحث کررہے تھے۔آب نے فرمایا: "تم کیا بحث کررہے ہو؟ "انھول نے عرض کیا: ہم قیامت کا تذکرہ کررہے تھے۔ آپ نے فرمایا:

«إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّابَّةَ وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبهَا وَنُزُولَ عِيسَى ابْن مَرْيَمَ وَيَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَآخِرُ ذْلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَن تَطْرُدُ النَّاسَ إِلَى مَحْشَرِهِمْ '' قیامت قائم نہیں ہو گی حتی کہ اس سے پہلے دس نشانیاں واقع نہ ہو جا ئیں۔ دھوال، دجال، چویابیہ، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا،عیسی ابن مریم عظم اللہ کا نزول، یاجوج ماجوج کا نکلنا، زمین کا تمین مرتبه دهنسنا،مشرق مین دهنسنا،مغرب میں دھننا، جزیرہ عرب میں دھننا۔ آخر میں یمن سے آگ نکلے گی جولوگوں کو ہا تک کران کے اکٹھا ہونے کی جگہ (محشر) کی طرف لے جائے گی۔''®

الله عن يمان والنب بيان كرت بين كدرسول الله عليه علامايا:

«أَنَا أَعْلَمُ بِمَا مَعَ الدَّجَّالِ مِنْهُ نَهْرَانِ أَحَدُهُمَا نَارٌ تَأْجُجُ فِي

صحيح مسلم، الفتن، باب ذكر الدجال، حديث: 2937، و سنن أبي داود، الملاحم، باب خروج الدجال؛ حديث:4321؛ وصحيح ابن حبان:8/88,278/8. ﴿ صحيح مسلم، الفتن، باب في الآيات التي تكون قبل الساعة ، حديث:2901.

عَيْن مَّنْ رَآهُ والْآخَرُ مَاءٌ أَبْيَضُ فَإِنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ أَحَدٌ فَلْيَغْمِضُ وَلْيَشْرَبُ مِنَ الَّذِي يَرَاهُ نَارًا فَإِنَّهُ مَاءٌ بَارِدٌ وَإِيَّاكُمْ وَالْآخَرَ فَإِنَّهُ الْفِتْنَةُ، وَاعْلَمُوا أَنَّهُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ، يَقْرَأُهُ مَنْ يَكْتُبُ وَمَنْ لَّا يَكْتُبُ وَأَنَّ إِحْدَى عَيْنَيْهِ مَمْسُوحَةٌ عَلَيْهَا ظُفْرَةٌ أَنَّهُ يَطْلُعُ مِنْ آخِر أَمْرِهِ عَلَى بَطْنِ الْأُرْدَنِ عَلَى بَيْتِهِ أَفِيق، وَكُلُّ وَاحِدٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ بِبَطْن الْأُرْدَنِ وَأَنَّهُ يَقْتُلُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ثَلَاثًا وَّيَهْزَمُ ثَلَاثًا وَّيَبْقَى ثَلَاثًا وَّيَجِنُّ عَلَيْهِمُ اللَّيْلُ فَيَقُولُ بَعْضُ الْمُؤْمِنِينَ لِبَعْض: مَا تَنْتَظِرُونَ أَنْ تَلْحَقُوا بِإِخْوَانِكُمْ فِي مَرْضَاةِ رَبِّكُمْ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلُ طَعَام فَلْيَغْدِ بهِ عَلَى أَخِيهِ وَصَلُّوا حِينَ يَنْفَجرُ الْفَجْرُ وَعَجِّلُوا ٱلصَّلَاةَ ثُمَّ أَقْبِلُوا عَلَى عَدُوِّكُمْ فَلَمَّا قَامُوا يُصَلُّونَ، نَزَلَ عِيسَى أَبْنُ مَرْيَمَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ إِمَامَهُمْ فَصَلِّى بهمْ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لهٰكَذَا أَفْرَجُوا بَيْنِي وَبَيْنَ عَدُوٍّ اللهِ . . . وَسَلَّطَ اللهُ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمِينَ فَيَقْتُلُونَهُمْ حَتَّى أَنَّ الشَّجَرَ وَالْحَجَرَ لَيُنَادِي يَاعَبْدَاللهِ! يَاعَبْدَالرَّحْمْنِ! يَامُسْلِمُ! هٰذَا يَهُودِيٌّ فَاقْتُلْهُ فَيَنْفِيهِمُ اللهُ وَيَظْهَرُ الْمُسْلِمُونَ فَيَكْسِرُونَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُونَ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُونَ الْجِزْيَةَ فَبَيْنَمَاهُمْ كَذْلِكَ أَخْرَجَ اللهُ أَهْلَ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ فَيَشْرَبُ أَوَّلُهُمُ الْبُحَيْرَةَ وَيَجِيءُ آخَرُهُمْ وَقَدِ اسْتَقَوْهُ فَمَا يَدَعُونَ فِيهِ قَطْرَةً فَيَقُولُونَ ظَهَرْنَا عَلَى أَعْدَائِنَا قَدْ كَانَ لَمْهُنَا أَثَرُ مَاءٍ فَيَجِيءُ نَبِيُّ اللهِ وَأَصْحَابُهُ وَرَاءَهُ حَتَّى يَدْخُلُوا مَدِينَةً مِّنْ مَدَائِنِ فِلَسْطِينَ يُقَالُ لَهَا: لُدٌّ، فَيَقُولُونَ: ظَهَرْنَا عَلَى مَنْ فِي الْأَرْضِ فَتَعَالَوْا نُقَاتِلْ مَنْ فِي السَّمَاءِ فَيَدْعُو الله نَبِيَّهُ عِنْدَ ذٰلِكَ فَيَبْعَثُ اللهُ عَلَيْهِمْ قَرْحَةً فِي حُلُوقِهِمْ فَلَا يَبْقَى مِنْهُمْ بَشَرٌ فَتُؤْذِي رِيحُهُمُ اللهُ عَلَيْهِمْ فَلَا يَبْقَى مِنْهُمْ بَشَرٌ فَتُؤْذِي رِيحُهُمُ اللهُ عَلَيْهِمْ فَيُرْسِلُ الله عَلَيْهِمْ رِيحًا الله فَيُرْسِلُ الله عَلَيْهِمْ رِيحًا الْمُسْلِمِينَ فَيَدْعُو عِيلَى عَلَيْهِمْ فَيُرْسِلُ الله عَلَيْهِمْ رِيحًا فَتُقْذِفَهُمْ فِي الْبَحْرِ أَجْمَعِينَ»

''میں جانتا ہوں کہ دجال کے ہمراہ کیا ہوگا۔اس کےساتھ دونہریں ہوں گی-ان میں سے ایک و کیھنے والے کوشعلوں والی آگ کی طرح گرم دکھائی دے گی جبکہ دوسری سفیدیانی والی ہوگی۔اگرتم میں ہے کوئی اس (دجال) کو پالے تو وہ اس نہر ہے آئکھیں بند کر کے بانی پی لے جس کووہ آ گ سمجھتا ہو کیونکہ وہ ٹھنڈا پانی ہے جبکہ دوسری (نہر) فتنہ ہے۔ جان لو کہ اس کی دونوں آئکھوں کے درمیان کا فرلکھا ہوا ہو گا اور ہر بڑھا لکھا اور اُن بڑھ اسے بڑھ لے گا اور اس کی ایک آ نکھ نہیں ہوگی۔ اس پر ناخنہ ہوگا (ایک بیاری جس میں آنکھ پر ناک کی طرح جھلی آجاتی ہے)وہ آخری مرتبہ اردن کے درمیانی جھے میں پہنچے گا جس کا نام افیق ہے۔اردن کے درمیانی حصے کا ہڑمخص جواللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہوگا (وہ جہاد کرے گا اور وہ ایک تہائی جھے کو شہید کر دے گا، تہائی حصہ بھاگ جائے گا اور تہائی حصہ فابت قدم رہے گا۔ان ہررات چھا جائے گی تو بعض مومن آپس میں کہیں گے:تم اپنے رب کی رضامیں اپنے بھائیوں سے ملنے میں کس چیز کا انتظار کر رہے ہو، لہذا جس شخص کے پاس زائد کھانا ہوتو وہ اپنے بھائی کو دے دے اور صبح ہوتے ہی جلد نماز پڑھو، پھراینے رشمن پر توجہ کرو۔ جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہول گے تو عیسیٰ

ابن مریم ان کے سامنے اتریں گے تو وہ انھیں نماز پڑھا کیں گے۔ جب نماز سے فارغ ہول کے تو فرمائیں گے: اس طرح میرے اوراللہ کے وشن کے درمیان کشادگی لاؤ۔.....اور الله مسلمانوں کوان برمسلط کردے گا، پس وہ انھیں قتل کریں گے حتی کہ شجرو حجر آواز دیں گے: اللہ کے بندے! رحمٰن کے بندے! اے مسلمان! یہ یہودی ہے اسے قتل کرو، چنانچہ اللہ انھیں ختم کردے گا۔مسلمان غالب آجائیں گے۔ وہ صلیب توڑیں گے، خزر کوتل کریں گے اور جزبیختم کریں گے۔ وہ اس حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالی یاجوج ماجوج کو نکالے گا۔ ان کا پہلا گروہ پورا بحیرہ (طبریه) بی جائے گا۔ جب بچیلا گروہ آئے گا تو وہ یانی طلب کریں گے لیکن انھوں نے قطرہ تک نہ چھوڑا ہوگاتو وہ کہیں گے: ہم اپنے دشمنوں پر غالب آ گئے۔ یہاں یانی کا نشان تھا۔ اللہ کے نبی عیسیٰ ملیا آئیں گے اورآپ کے ساتھی آپ کے پیچیے ہوں گے حتی کہ وہ (یاجوج ماجوج) فلسطین کے کسی شہر میں داخل ہوجا کیں گے، جے لد کہا جاتا ہے، تو وہ کہیں گے: ہم اہل زمین پر غالب آ گئے، آؤ ہم آسان والوں سے لڑیں اللہ کے نبی اس وقت اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی گرونوں پر پھوڑا نکالے گا تو ان میں ہے کوئی بشر باقی نہیں رہے گا۔ ان کی بدبودار ہوامسلمانوں کواذیت پہنچائے گی۔عیسیٰ علیٰہ ان کے لیے بددعا کریں گے تو الله تعالیٰ ان بر ہوا چلائے گا جوان سب کوسمندر میں بھینک دے گی۔'' $^{\oplus}$

الله عليه عليه الله عليه الله عليه الله عليه الله عليه الله عليه

«يَخْرُجُ الدَّجَّالُ عَدُوُّ اللهِ مَعَهُ جُنُودٌ مِّنَ الْيَهُودِ وَأَصْنَافُ النَّاسِ مَعَهُ جَنَلٌ النَّاسِ مَعَهُ جَنَلٌ النَّاسِ مَعَهُ جَنَلٌ النَّاسِ مَعَهُ جَنَلٌ

المستدرك للحاكم: 491/4 ، حديث: 8507.

مِنْ ثَرِيدٍ وَّنَهْرٌ مِنْ مَاءٍ، وَإِنِّي سَأَنْعَتُ لَكُمْ نَعْتًا أَنَّهُ يَخْرُجُ مَمْسُوحُ الْعَيْنِ فِي جَبْهَتِهِ مَكْتُوبٌ كَافِرٌ يَّقْرَأُ كُلُّ مَنْ يُحْسِنُ الْكِتَابَ وَمَنْ لَّا يُحْسِنُ فَجَنَّتُهُ نَارٌ وَّنَارُهُ جَنَّةٌ، وَهُوَ الْمَسِيحُ الْكَذَّابُ يَتَّبِعُهُ مِنْ نِّسَاءِ الْيَهُودِ ثَلَاثَ عَشَرَ أَلْفَ امْرَأَةٍ فَرَحِمَهُ اللهُ رَجُلًا مَّنَعَ سَفِيهَتَهُ أَنْ تَتَّبِعَهُ وَالْقُوَّةُ عَلَيْهِ يَوْمَئِذٍ بِالْقُرْآنِ فَإِنَّ شَأْنَهُ بَلَاءٌ شَدِيدٌ يَّبْعَثُ اللهُ شَيَاطِينَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَيَقُولُونَ لَهُ: اسْتَعِنْ بنَا عَلَى مَا شِئْتَ فَيَقُولُ لَهُمُ: انْطَلِقُوا فَأَخْبِرُوا النَّاسَ أَنِّي رَبُّهُمْ وَأَنِّي قَدْ جِئْتُهُمْ بِجَنَّتِي وَنَارِي فَتَنْطَلِقُ الشَّيَاطِينُ فَيَدْخُلُ عَلَى الرَّجُل أَكْثَرُ مِنْ مَّائَةِ شَيَاطِينَ فَيَتَمَثَّلُونَ لَهُ بِصُورَةِ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَإِخْوَتِهِ وَمَوَالِيهِ وَرَفِيقِهِ فَيَقُولُونَ: يَافُلَانُ! أَتَعْرِفُنَا؟ فَيَقُولُ لَهُمُ الرَّجُلُ: نَعَمْ، هٰذَا أَبِي وَهٰذِهِ أُمِّي وَهٰذِهِ أُخْتِي وَهٰذَا أَخِي وَيَقُولُ الرَّجُلُ: مَا نَبَئُكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: بَلْ أَنْتَ بَلْ أَنْتَ فَأَخْبِرْنَا مَا نَبَأُكَ يَقُولُ الرَّجُلُ: إِنَّا قَدْ أُخْبِرْنَا أَنَّ عَدُوَّ اللهِ الدَّجَّالَ قَدْ خَرَجَ فَيَقُولُ لَهُ الشَّيَاطِينُ: مَهْلًا! لَا تَقُلْ هٰذَا، فَإِنَّهُ رَبُّكُمْ يُرِيدُ الْقَضَاءَ فِيكُمْ لهذِهِ جَنَّتُهُ قَدْ جَاءَ بِهَا وَنَارُهُ وَمَعَهُ الْأَنْهَارُ وَالطَّعَامُ فَلَا طَعَامٌ إِلَّا مَا كَانَ فِيهِ قَبْلُهُ إِلَّا مَاشَاءَ اللهُ فَيَقُولُ الرَّجُلُ: كَذَبْتُمْ مَا أَنْتُمْ إِلَّا شَيَاطِينُ وَهُوَ الْكَذَّابُ قَدْ بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ حَدَّثَ حَدِيثُكُمْ وَحَذَّرَنَا وَأَنْبَأَنَا بِهِ فَلَا مَرْحَبًا بِكُمْ أَنْتُمُ الشَّيَاطِينُ وَهُوَ عَدُوُّ

اللهِ وَلَيَسُوقَنَّ اللهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ حَتَّى يَقْتُلَهُ فَيُخْسَوُّا فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّمَا أُحَدِّثُكُمْ هٰذَا لِتَعْقِلُوهُ وَتَغُوهُ وَتَعُوهُ وَاعْمَلُوا عَلَيْهِ وَحَدِّثُوا بِهِ مَنْ خَلْفَكُمْ فَلْيُحِدِّثُنَّ الْإَخَرُ الْأَخَرُ فَإِنَّ فِنْنَتَهُ أَشَدُّ الْفِتَنِ»

''اللّٰہ کا رشمن دجال یہودیوں کےلٹکر اورمختلف لوگوں کے ساتھ نکلے گا۔اس کے ساتھ جنت اور آگ ہوگی۔ وہ آ دمیوں کوقل کرے گا، پھر انھیں زندہ کرے گا۔ اس کے ساتھ ترید (شوریے میں روٹیاں بھگو کر تیار کیے ہوئے کھانے) کا پہاڑ ہوگا اور یانی کی نبر ہوگی۔ میں ابھی شمصیں اس کا تعارف کراتا ہوں کہ وہ نکلے گا تو اس کی ایک آنکھ نہیں ہوگی۔اس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔ ہریڈھا لکھا اوران پڑھ اسے بڑھ لے گا۔ اس کی جنت آگ ہوگی اوراس کی آگ جنت ہوگی۔ وہ سے کذاب ہوگا۔ تیرہ ہزار یہودی عورتیں اس کی پیروی کریں گی۔ اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اپنی اہلیہ کواس کی اتباع سے روکا۔ اس روز قرآن کی قوت سے اس پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ اس کی حالت میہ ہے کہ وہ ایک بہت سخت آز مائش ہے۔اللہ زمین کے مشارق و مغارب کے شیاطین بھیجے گا تو وہ اسے کہیں گے: جس کے خلاف چاہوہم سے مدد طلب کروتو وہ انھیں کہے گا: پس تم جاؤ اور لوگوں سے کہو کہ میں ان کا رب ہوں اور میں ان کے پاس اپنی جنت اور جہنم لے کر آیا ہوں، پس شیاطین روانہ ہوجا کیں گے تو ایک آ دمی کے پاس سوسے زیادہ شیاطین جا کیں گے۔ وہ اس کے سامنے اس کے والد، اس کے بیٹے، اس کے بھائیوں، اس کے غلاموں اوراس کے ساتھیوں کی صورت میں پیش ہوں گے۔ وہ کہیں گے: اے فلاں! کیاتم ہمیں پہچانتے ہو؟ وہ انھیں کہے گا: ہاں پیرمیرے والدہیں،

یہ میری والدہ ہیں، یہ میری بہن اور بیہ میرے بھائی ہیں، وہ آ دمی یو چھے گا:تمھاری کیا خبر ہے؟ تو وہ کہیں گے، بلکہ تیری کیا خبر ہے، بلکہ تیری کیا خبر ہے؟ پس تم ہمیں بتاؤ تمھاری کیا خبر ہے؟ وہ آ دمی کہے گا:ہمیں بتایا گیا ہے کہ اللہ کا وشمن د جال نکل چکا ہے، تو شیاطین اے کہیں گے: تھہرو، بیہ نہ کہو کیونکہ وہ تو تمھارا رب ہے۔ وہتمھارے درمیان فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔ بیاس کی جنت ہے جسے وہ ساتھ لے کر آیا ہے اور بیاس کی جہنم ہے۔ اور اس کے ساتھ نہریں ہیں، خوراک ہے، پس کھانا وہی ہے جوکس نے پہلے سے جمع کیا ہوا ہے مگر رید کہ جواللہ جا ہے تو وہ آ دمی کیے گا:تم جھوٹ کہدر ہے ہو،تم تو محض شیاطین ہواور وہ کذاب ہے۔ہمیں یہ بات پہنچ چکی ہے کہ رسول اللہ ٹاٹیٹی نے تمھارے حالات بتائے اور ہمیں اس سے ڈرایا اورانھوں نے اس کے متعلق بھی ہمیں بتایا۔ پس تمھارے لیے کوئی خوش آ مدید نہیں۔تم شیاطین ہواور وہ اللہ کا دشمن ہے۔اللہ تعالیٰ عیسیٰ ملیٹھ کوضرور بھیجے گاحتی کہ وہ اسے قتل کریں گے، پس وہ نا کام ہوجا ئیں گے اور نا کام و نامراد واپس لوٹیں گے، پھر رسول الله مَنَاتُیَمُ نے فرمایا: میں بیشمصیں اس لیے بیان کر رہا ہوں کہتم اسے یاد کرو، اسے مجھو، اسے محفوظ رکھو، اس برعمل کرو اوراینے بعدییں آنے والوں کواسے بیان کرو، پس ہرایک دوسرے کو بید حدیث ضرور بیان کرے کیونکہ اس کا فتنہ سب سے شدید فتنہ ہے۔'[©]

﴿ عبدالله بن مسعود وَالْتُوْنِي مَالِيَّا إِسَارِ اللهُ عبدالله بن مسعود وَالْتُوْنِي مَالِيَّةُ اللهُ الرُّومِ هَدَنَةٌ - فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ وَبَيْنَ الرُّومِ هَدَنَةٌ - فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ وَفِي أَخِرِهِ - وَيَفْتَحُ اللهُ الْقُسْطُنْطُنْيَةً عَلَى يَدِ أَقْوَامٍ هُمْ أَوْلِيَاءُ

① الفتن للمروزي؛ ص: 369,368.

اللهِ يَرْفَعُ اللهُ عَنْهُمُ الْمَوْتَ وَالْمَرَضَ وَالشَّقْمَ حَتَّى يَنْزِلَ عَلَيْهِمْ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيُقَاتِلُونَ مَعَهُ الدَّجَّالَ»

''مسلمانوں اور رومیوں کے مابین مصالحت کا معاہدہ ہوگا یہ ایک طویل حدیث ہے۔ اس کے آخر بیس ہے۔ اللہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں قسطنطنیہ کو فتح کرے گا جواللہ کے دوست ہوں گے۔ اللہ ان سے موت، مرض اور تکلیف کو اٹھا لے گاحتی کہ عیسلی ابن مریم نازل ہوں گے تو وہ ان (عیسلی طیشا) کے ساتھوں کر دجال سے قال کریں گے۔'' قال کریں گے۔''

الله بن عباد سے روایت ہے کہ وہ ایک روزسمرہ رہائیڈ کے خطبہ میں حاضر تھے تو انھوں نے خطبہ کے آخر پر کہا کہ رسول اللہ عَلَیْمَا نے فر مایا:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ ثَلاثُونَ كَذَّابًا أَخِرُهُمُ الْأَعْوَرُ اللَّجَالُ مَمْسُوحُ الْعَيْنِ الْيُسْرَى كَأَنَّهَا عَيْنُ أَبِي يَحْيلى لِشَيْخٍ اللَّجَالُ مَمْسُوحُ الْعَيْنِ الْيُسْرَى كَأَنَّهَا عَيْنُ أَبِي يَحْيلى لِشَيْخٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَأَنَّهُ مَتٰى خَرَجَ فَإِنَّهُ يَرْعُمُ أَنَّهُ اللهُ فَمَنْ أَمَنَ بِهِ وَصَدَّقَهُ وَاتَّبَعَهُ فَلَيْسَ يَنْفَعُهُ صَالِحٌ مِّنْ عَمَلِ سَلَفَ وَمَنْ كَفَرَ بِهِ وَكَذَّبَهُ فَلَيْسَ يُعَاقَبُ بِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِهِ سَلَفَ وَأَنَّهُ سَيَظْهَرُ عَلَى الْأَرْضِ كُلِّهَا إِلَّا الْحَرَمَ وَبَيْتَ الْمَقْدِسِ وَأَنَّهُ يَحْصُرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَيَتَزَلْزَلُونَ زِلْزَالًا شَدِيدًا فَيُصْبِحُ الْمُؤْمِنِينَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَيَتَزَلْزَلُونَ زِلْزَالًا شَدِيدًا فَيُصْبِحُ اللهُ وَجُنُودَهُ حَتَّى إِنَّ أَجْرَمَ اللهُ وَجُنُودَهُ حَتَّى إِنَّ أَجْرَمَ الْمُؤْمِنِ هَذَا كَافِرٌ يَسْتَتِرُ الْحَامَ وَأَعْلَ الشَّجَرِ لَيُنَادِي يَا بِالْمُؤْمِنِ هَذَا كَافِرٌ يَسْتَتِرُ الْمَالَ الشَّجَرِ لَيُنَادِي يَا بِالْمُؤْمِنِ هَذَا كَافِرٌ يَسْتَتِرُ اللهُ وَاللَّهُ وَاللَّهُ وَاللَّهُ مَاللَهُ وَاللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ وَاللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ وَاللَّالَ الْمُؤْمِنِ هَذَا كَافِرٌ يَسْتَتِرُ اللَّهُ وَاللَهُ وَاللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ وَاللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ اللهُ اللهُ وَاللَّهُ اللهُ اللَّهُ وَاللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ اللهُ اللهُ وَاللَّهُ اللهُ الْمُؤْمِنِ هَا اللَّهُ وَاللَّهُ اللهُ وَلَا اللَّهُ اللهُ وَاللَّهُ اللهُ اللَّهُ وَلَا اللَّهُ وَلَهُ اللهُ اللَّهُ وَاللَّهُ اللهُ اللَّهُ وَلَا اللَّهُ وَلَا اللَّهُ اللهُ اللَّهُ اللهُ الْمُؤْمِنِ الللَّهُ اللَّهُ اللهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللهُ اللَّهُ اللهُ اللَّهُ اللهُ اللَّهُ اللهُ اللَّهُ الللْولَةُ اللهُ اللَّهُ اللهُ اللْمُؤْمِنِ اللللْمُ اللللْمُ اللللْمُ اللهُ اللَّهُ اللَّهُ اللهُ اللَّهُ اللهُ اللَّهُ اللهُ اللَّهُ اللللْمُ اللللْمُ الللْمُ الللْمُ اللللْمُ الللْمُ اللللْمُ اللَّهُ اللللْمُ الللْمُ الللْمُ الللَّهُ الللْمُ الللْمُ الللْمُ الللْمُ اللَّهُ اللَّهُ اللللْمُ اللَّهُ الللْمُ الللْمُ الللْمُ

ش الفتن للمروزي، ص: 296-299.

'' قیامت قائم نہیں ہوگی حتی کہ تمیں کذاب نگلیں گے۔ سب سے آخر میں کانا دجال آئے گا۔ اس کی بائیں آئھ منے شدہ ہوگی گویا کہ وہ انصار کے بزرگ آ دی ابو یجیٰ کی آٹھ کی طرح ہوگی اور جب وہ نظے گا تو وہ زعم رکھے گا کہ وہ اللہ ہے۔ جو خض اس پر ایمان لائے ، اس کی تصدیق کرے اوراس کی اتباع کرے تو اس کے سابقہ صالح اعمال اس کے پچھ بھی کام نہیں آئیں گے اور جس نے اس کا انکار کیا اوراس کی تکذیب کی تو اس کے سابقہ اعمال پر اسے سز انہیں دی جائے گ۔ دجال حرم اور بیت المقدس کے علاوہ پوری سر زمین پر غالب آجائے گا اور وہ مومنوں کو بیت المقدس میں محصور کرے گا تو وہ سخت مصیبت سے دوچار ہوں گے اور بلائے جائیں گے تو ایک روز ضبح کے وقت عیسیٰ ابن مریم ان میں تشریف اور بلائے جائیں گے تو ایک روز ضبح کے وقت عیسیٰ ابن مریم ان میں تشریف لائمیں گے تو ایک روز ضبح کے وقت عیسیٰ ابن مریم ان میں تشریف دیوار کی بنیاد اور درخت کا تنا آواز دے گا: اے مومن! یہ کافر میرے پیچھے چھپا دیوار کی بنیاد اور درخت کا تنا آواز دے گا: اے مومن! یہ کافر میرے پیچھے چھپا دیوار کی بنیاد اور درخت کا تنا آواز دے گا: اے مومن! یہ کافر میرے پیچھے چھپا

﴿ جَابِرِ بَنَ عَبِدَاللَّهُ مِنْ اللَّهُ عَلَيْهِ اللَّهُ مَنْ اللَّهُ عَلَيْهِ اللَّهُ مَنْ اللَّهُ عَلَي الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى اللَّهُ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا، فَيَقُولُ: لَا إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَعَالَ صَلِّ لَنَا، فَيَقُولُ: لَا إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللهِ هٰذِهِ الْأُمَّةَ»

"میری امت کا ایک گروه حق کی خاطر افرتا رہے گا، وہ قیامت تک غالب رہیں اللہ میں اللہ میں اللہ میں گے۔ فرمایا: "عیسیٰ علیاً انازل ہوں گے تو ان کا امیر انھیں کہے گا: تشریف لا کمیں

المستدرك للحاكم: 331,330/1، حديث: 1230.

اور ہمیں نماز پڑھائیں تو وہ فرمائیں گے: نہیں، بے شکتم میں ہے بعض، بعض پر امیر ہیں، اللہ نے اس امت کوعزت بخشی ہے۔'' ®

مدیند منورہ میں ابن صائد نامی ایک یہودی بچہ تھا جس میں دجال کی بعض علامتیں پائی جاتی تھیں۔ نبی اکرم سُلُیْوَ کو خدشہ تھا کہ کہیں یہی دجال نہ ہوتو آپ اپنے خدشے کی تقید بق کے لیے متعدد دفعہ اس کے گھر تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ دیگر صحابہ بھی تھے۔ اس موقع پر حضرت عمر شائیو نے آپ سے اجازت طلب کی کہ میں اسے قبل کر ووں تو حضرت جابر دائیو ایک لجمی حدیث میں ان تمام واقعات کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ جواب میں نبی اکرم مُنافیع نے فرمایا:

ا إِنْ يَكُنْ هُوَ فَلَسْتَ صَاحِبَهُ، إِنَّمَا صَاحِبُهُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَإِنْ لَّا يَكُنْ هُوَ فَلَيْسَ لَكَ أَنْ تَقْتُلَ رَجُلًا مِّنْ أَهْلِ الْعَهْدِ»

'' اگریدوہی وجال ہے تو پھر آپ اسے قل کرنے والے نہیں، اس کام کے لیے عیسیٰ ابن مریم علیۂ امور ہیں اور اگریدوہ نہیں تو پھر آپ کو کسی ذمی شخص کوقتل کرنے کاحق حاصل نہیں۔''®

الله عَالَيْهُ عَلَيْ مِن الله عَالَيْهُ الله عَالَيْهُ الله عَالَيْهُ الله عَالَيْهُ الله عَالِيةَ الله عَالَيْهُ الله عَالَيْهُ الله عَالَيْهُ الله عَلَيْهُ عَلَيْهُ الله عَلَيْهِ الله عَلَيْهِ الله عَلَيْهِ الله عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ اللهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ الله عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ الله عَلَيْكُمُ الله عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ الله عَلَيْكُمُ عَلِي عَلَيْكُمُ عَلِي عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلِي عَلِي عَلَيْكُمُ عَلَيْكُمُ عَلَي

«يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي خَفْقَةٍ مِّنَ الدِّينِ وَإِدْبَارٍ مِّنَ الْعِلْمِ فَلَهُ أَرْبَعُونَ لَيْلَةً يَّسِيحُهَا فِي الْأَرْضِ، اَلْيَوْمُ مِنْهَا كَالسَّنَةِ وَالْيَوْمُ مِنْهَا كَالشَّهْرِ وَالْيَوْمُ مِنْهَا كَالْجُمُعَةِ ثُمَّ سَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ

صحيح مسلم الإيمان، باب نزول عيسى ابن مريم عليهما السلام، حديث:156.
 مسند أحمد: 368/3.

هٰذِهِ وَلَهُ حِمَارٌ يَّرْكَبُهُ عَرْضَ مَا بَيْنَ أُذُنَيْهِ أَرْبَعُونَ ذِرَاعًا فَيَقُولُ لِلنَّاسِ: أَنَا رَبُّكُمْ وَهُوَ أَعْوَرُ وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَاهِ كَافِرٌ، ك، ف، ر مُهَجَّاةٌ، يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنِ كَاتِبٌ وَّغَيْرُ كَاتِبِ يَّرِدُ كُلَّ مَاءٍ وَّمَنْهَل إِلَّا الْمَدِينَةَ وَمَكَّةَ حَرَّمَهُمَا اللهُ عَلَيْهِ وَقَامَتِ الْمَلَائِكَةُ بَأَبْوَابِهَا وَمَعَهُ جِبَالٌ مِّنْ خُبْزِ وَّالنَّاسُ فِي جَهْدٍ إِلَّا مَنْ تَبِعَهُ وَمَعَهُ نَهْرَانِ أَنَا أَعْلَمُ بِهِمَا مِنْهُ، نَهْرٌ يَّقُولُ: الْجَنَّةُ وَنَهَرٌ يَّقُولُ: النَّارُ، فَمَنْ أُدْخِلَ الَّذِي يُسَمِّيهِ الْجَنَّةَ فَهُوَ النَّارُ وَمَنْ أُدْخِلَ الَّذِي يُسَمِّيهِ النَّارَ فَهُوَ الْجَنَّةُ. قَالَ: ۚ وَيَبْعَثُ اللهُ مَعَهُ شَيَاطِينَ تُكَلِّمُ النَّاسَ وَمَعَهُ فِتْنَةٌ عَظِيمَةٌ يَّأُهُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ فِيمَا يَرَى النَّاسُ وَيَقْتُلُ نَفْسًا ثُمَّ يُحْيِيهَا فِيمَا يَرَى النَّاسُ "لَا يُسَلَّطُ عَلَى غَيْرِهَا مِنَ النَّاسِ" وَيَقُولُ: أَيُّهَا النَّاسُ! هَلْ يَفْعَلُ مِثْلَ لَهٰذَا إِلَّا الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ؟ قَالَ: فَيَفِرُّ الْمُسْلِمُونَ إِلَى جَبَلِ الدُّخَانِ بِالشَّامِ فَيَأْتِيهِمْ فَيُحَاصِرُهُمُ فَيَشْتَدُّ حِصَارُهُمْ وَيُجْهِدُهُمْ جَهْدًا شَدِيدًا ثُمَّ يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيُنَادِي مِنَ السَّحَرِ فَيَقُولُ: يَاأَيُّهَا النَّاسُ! مَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تَخْرُجُوا إِلَى الْكَذَّابِ الْخَبِيثِ؟ فَيَقُولُونَ: لَهٰذَا رَجُلٌ جِنِّيٌ فَيَنْطَلِقُونَ فَإِذَا هُمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فَتُقَامُ الصَّلَاةُ فَيُقَالُ لَهُ: تَقَدَّمْ يَارُوحَ اللهِ! فَيَقُولُ: لِيَتَقَدَّمْ إِمَامُكُمْ فَلْيُصَلِّ بِكُمْ فَإِذَا صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ خَرَجُوا إِلَيْهِ قَالَ: فَحِينَ يَرَى الْكَذَّابُ يَنْمَاثُ

كَمَا يَنْمَاثُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ فَيَمْشِي إِلَيْهِ فَيَقْتُلُهُ حَتَّى أَنَّ الشَّجَرَةَ وَالْحَجَرَ يُنَادِي يَارُوحَ اللهِ! هٰذَا يَهُودِيُّ فَلَا يَتُرُكُ مِمَّنْ كَانَ يَتْبَعُهُ أَحَدًا إِلَّا قَتَلَهُ»

'' وجال اس حال میں ظاہر ہوگا کہ دین کمزور ہوگا اورعلم بھی گیا گزرا ہوگا۔اہے حالیس را تول کی مهلت ملے گی، اس مهلت و مدت کا ببلادن سال کی طرح، دوسرا دن مہینے کی طرح، تیسرا دن ہفتے کی طرح ہوگا اور پھر باقی ایام تمھارے ان ایام کی طرح ہول گے۔اس کا ایک گدھا ہوگا جس پر وہ سواری کرے گا۔اس کے دو کا نول کے مابین حالیس ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔ وہ لوگوں سے کہے گا: میں تمھارا رب ہوں جبکہ وہ کا نا ہوگا۔ اورتمھا را رب کا نانہیں۔اس د جال کی آتکھوں کے مابین کافر ککھا ہوگا اور اس کے الگ الگ ک،ف، رجعے لکھے ہوں گے۔ ہر پڑھا لکھااورائ پڑھمومن اسے پڑھ لے گا اور وہ مکہ و مدینہ کے سواہر یانی اور گھاٹ يرآئے گا۔ اللہ نے مكه أور مدينه اس ير حرام قراردے ديا ہے اور ان دونوں شہروں کے دروازوں برفرشتے کھڑے ہول گے۔اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ ہوگا۔ اس کے پیروکاروں کے سوا باقی لوگ مشقت اور تکلیف میں ہوں گے۔اس کے ساتھ دونہریں ہول گی،ان نہرول کے بارے میں اس کی نبیت میں زیادہ جانتا ہوں۔ وہ ایک نہر کے بارے میں کیے گا کہ یہ جنت ہے اور ایک کے بارے میں کیے گا کہ بیآگ ہے، پس جو شخص اس نہر میں داخل کیا گیا جے وہ جنت کہتا ہوگا وہ حقیقت میں آگ ہوگی اور جواس نہر میں داخل کیا گیا جس کو وه آگ كهتا موكا تو وه حقيقت مين جنت موكى ، فرمايا: الله شياطين كو بيصيح كا وه لوگون ہے باتیں کریں گے۔اس کے ساتھ ایک بڑا فتنہ یہ ہوگا کہ وہ آسان کو حکم دے گا

تو وہ لوگوں کی ظاہری نظر کے حساب سے بارش برسائے گا۔ وہ کسی نفس کو قل کرے گا، پھراہے زندہ کرے گا، اور پہنجی ظاہری نظروں میں ہوگا(اس کے علاوہ وہ لوگوں برمسلط نہیں کیا جائے گا۔)وہ لوگوں سے کہے گا: لوگو! کیا رب کے سوا کوئی اوراس طرح کے کام کرسکتا ہے۔فرمایا: مسلمان شام میں جبل وخان کی طرف بھاگ جائیں گے۔ وجال بھی ان کے پاس پہنچ جائے گا اور ان کاسخت قتم کا محاصرہ کرے گا۔ وہ ان پر بہت بختی کرے گا ، پھرعیسیٰ ملیٹا نازل ہوں گے تو وہ سحری کے وقت آواز دے کر کہیں گے: لوگو! کذاب خبیث دجال کی طرف نکلنے میں شمصیں کون سی چیز مانع ہے؟ تو وہ مسلمان کہیں گے: بیتو کوئی جن ہے۔لوگ (آ واز کی طرف) چلیں گے تو وہاں عیسیٰ ملیّلاً ہوں گے۔نماز کے لیےا قامت کھی جائے گی اور ان سے عرض کی جائے گی: روح اللہ! آگے تشریف لائیں، تو وہ فرما ئیں گے:تمھارا امام ہی آ گے آئے اورشھیں نماز پڑھائے، پس جب وہ نماز صبح پڑھ لیں گے تو وہ اس دجال کی طرف روانہ ہوں گے۔فر مایا: جب وہ کذاب عیسیٰ علیها کو دیکھے گا تووہ اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک یانی میں گھل جا تا ہے، پس وہ اس کی طرف جا ئیں گے اور اسے قل کریں گے ،حتی کہ شجر وحجر آواز دیں گے: روح اللہ! یہ یہودی ہے، پس وہ اس کے تمام پیروکاروں کوقل کرویں گے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔''[®]

ابن عباس وللشئاالله تعالى كفرمان:

﴿ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تُمُثَّرُنَّ بِهَا ﴾

"بے شک وہ قیامت کی ایک علامت ہیں، پستم اس کے بارے میں شک نہ کرو۔"

① مسند أحمد: 368,367/3. ② الزخرف 61:43.

ك بارے من بى مَنْ الله اللہ عن الله اللہ عن اللہ اللہ اللہ عن اللہ عن

"(اس علامت سے مراد) قیامت سے بیلے عیسیٰ ملی کا نزول ہے۔" "

«عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمُ اللهُ مِنَ النَّارِ، عِصَابَهُ تَغُذُو الْهِنْدَ، وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلامُ»

"میری امت کی دو جماعتیں ہیں جنس اللہ نے آگ سے بچا لیا ہے۔ ایک جماعت وہ ہے جو میدوستان سے جہاد کرے گی اور دوسری جماعت وہ ہے جو عسل ابن مریم ﷺ کے ساتھ ہوگی۔"

"ابن مریم ﷺ کے ساتھ ہوگی۔"

الله عبدالله بن مغفل والمنتابيان كرت بين كدرسول الله عَلَيْمُ في فرمايا:

"مَا أَهْبَطَ اللهُ إِلَى الْأَرْضِ مُنْذُ خَلَقَ (اللهُ) آدَمَ إِلَى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ فِتْنَةً أَعْظَمُ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَقَدْ قُلْتُ فِيهِ قَولًا لَمْ يَقُدُهُ أَحَدٌ قَبْلِي، إِنَّهُ آدَمُ جَعْدٌ مَّمْسُوحُ عَيْنِ الْيَسَارِ عَلَى عَيْنِهِ فَقُلِهُ أَحَدٌ قَبْلِي، إِنَّهُ آدَمُ جَعْدٌ مَّمْسُوحُ عَيْنِ الْيَسَارِ عَلَى عَيْنِهِ ظَفْرَةٌ غَلِيظَةٌ وَإِنَّهُ يُبْرِى الْأَكْمَة وَالْأَبْرَصَ وَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ فَلَا فَنْ اللهُ فَلَا فِتْنَةً عَلَيْهِ وَمَنْ قَالَ: أَنْتَ رَبِّي فَقَدِ فَمَنْ قَالَ: أَنْتَ رَبِّي فَقَدِ فَمَنْ قَالَ: أَنْتَ رَبِّي فَقَدِ افْتُونَ يَاللهُ فَلَا فِتْنَةً عَلَيْهِ وَمَنْ قَالَ: أَنْتَ رَبِّي فَقَدِ افْتُونَ يَاللهُ فَلَا فِتْنَةً عَلَيْهِ وَمَنْ قَالَ: أَنْتَ رَبِي فَقَدِ افْتُونَ يَلْبَثُ فِيكُمْ مَّاشَاءَ اللهُ ثُمَّ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمُحَمَّدٍ عَيْقِيَةً وَعَلَى مِلَّتِهِ إِمَامًا مَّهْدِيًّا وَحَكَمًا عَدُلًا فَيَقُتُلُ الدَّجَالَ»

® صحيح ابن حبان : 228/15؛ حديث: 6817و 6778. ۞ مسند أحمد :278/5.

"الله نے جب سے آدم علیا کو پیدا کیا ہے اس وقت سے لے کر قیام قیامت تک دجال سے بڑھ کر کوئی فتنہ آسمان سے زمین کی طرف نہیں اتارا۔ میں نے اس کے بارے میں ایسی بات کی ہے جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں گی۔ وہ گندی رنگ، گھونگریا لے بالوں والا ہے اور اس کی بائیں آئکھ شخ شدہ ہے۔ اس کی آئکھ ررموٹے ناخنہ کی بیماری ہے۔ بے شک وہ مادر زاداند ھے اور برص کے مریض کو صحیح کردے گا۔ وہ کہے گا: میں تمھارارب ہوں۔ جس نے کہا: میرارب اللہ ہے تو موہ میں اس کے لیے کوئی فتنہ نہیں اور جس نے کہا: تو میرارب ہوت وہ فتنے کا شکار ہوگیا۔ اس کے لیے کوئی فتنہ نہیں اور جس نے کہا: تو میرارب ہوت وہ وہ فتنے کا شکار ہوگیا۔ وہ مجھ میں اس قدررہ کی جننا اللہ چاہے گا، پھر عیسیٰ ابن مریم علیا ازل ہوں گے، وہ محمد من اللہ کی تصدیق کرنے والے اور ان کی ملت پر ہوں گے۔ وہ امام ورا ہنما اور عادل حاکم بن کرنازل ہوں گے اور دجال کوئل کریں گے۔ "

اور عادل حاکم بن کرنازل ہوں گے اور دجال کوئل کریں گے۔ "

ﷺ اوس بن اوس ڈائٹین میں منافظیم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَوْيَمَ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَوْقِيِّ دِمَشْقَ" "عيلى ابن مريم عليًا وشق كمشرقى سفيد منارے كے پاس نازل ہوں گے۔"

الله عمران بن حصين والني على الله على الله ما الله ما

«لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ نَاوَاهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَيَنْزِلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ»

''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا اور جوان سے وشمنی رکھے گا

⁽ المعجم الأوسط للطبراني: 293/5 ، حديث: 4577 (المعجم الكبير للطبراني: 17/11 ، كالمعجم الكبير للطبراني: 17/11 ، حديث: 590 ، وتاريخ دمشق: 168/1 ،

اس پر غالب رہے گا حتی کہ اللہ کا حکم آ جائے گا اور عیسیٰ ابن مریم عینا اا نازل ہوجا کمیں گے۔''[®]

یه وه احادیث تھیں جونزول عیسی پایٹا کے متعلق بیان کی گئی ہیں جو قابل استدلال، تیجی، حسن مقبول مرفوع، متصل حدیثیں ہیں بیر حدیثیں درج ذیل صحابۂ کرام سے مروی ہیں۔
ابو ہر ریرہ، کیسان، عبداللہ بن عمرو، مجمع بن جاریہ، عائشہ، نواس بن سمعان، حذیفہ بن اسید الغفاری، حذیفہ بن مجابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عبداللہ، عبداللہ بن عبد

ان حدیثوں کے علاوہ ان صحابہ سے اس معنی کی اور بھی احادیث مروی ہیں، نیز ان کے علاوہ دیگر صحابہ سے بھی اس معنی کی احادیث مروی ہیں لیکن ہم نے انھیں پراکتفا کیا ہے۔اصول حدیث کی بنا پر بیروایات لفظاً اور معناً متواتر ہیں کیونکہ پھر انھی صحابہ کرام سے سینکٹروں تابعین اور پھراتباع تابعین نے بیروایات نقل کی ہیں۔

اگر ایک حدیث صحیح ہوتو اثبات اور عمل کے لیے وہ ایک ہی کافی ہوتی ہے لیکن جب صحابۂ کرام کی اتنی کثیر تعداد اسے روایت کر ہے تو پھر کوئی عقل مند شخص اس حدیث کورد نہیں کرسکتا۔

احادیث عیسی طبطا کے متواتر ہونے کے متعلق علماء کی تصریحات

عیسی علیا کے نزول کے متعلق احادیث کے بارے میں علائے کرام کی تصریح موجود ہے کہ بیاحادیث متواتر ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

﴾ امام کتانی فرماتے ہیں: ھے۔۔۔۔۔

شند أحمد: 429/4.

"اَلْحَاصِلُ أَنَّ الْأَحَادِيثَ الْوَارِدَةَ فِي الْمَهْدِيِّ الْمُنْتَظَرِ مُتَوَاتِرَةٌ وَّكَذَا الْوَارِدَةُ فِي الدَّجَّالِ وَفِي نُزُولِ سَيِّدِنَا عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ»

'' حاصل یہ ہے کہ مہدی منتظر اور اسی طرح دجال اور سیدناعیسیٰ علیا کے نزول کے بارے میں وارد شدہ احادیث متواتر ہیں۔''

﴿ ابن كثير رَّ اللهُ في فرمايا:

﴿ الله عَلَيْهِ وَأَنَّهُ بَاقٍ حَيٌ وَّأَنَّهُ سَيَنْزِلُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَمَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْأَحَادِيثُ الْمُتَوَاتِرَةُ الَّتِي سَنُورِدُهَا إِنْ شَاءَ الله قَريبًا ﴾

''الله تعالیٰ کا اس (عیسیٰ علینا) کو اپنی طرف اٹھانے، ان کے باقی اور زندہ رہنے، اور قیامت کے دن سے پہلے اتر نے پرمتواتر احادیث دلالت کرتی ہیں۔ ہم ان شاءالله قریب ہی ان کا ذکر کریں گے۔''

﴿ امام ابن عطيه اللسي فرمات بين:

«وَأَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى مَا تَضَمَّنَهُ الْحَدِيثُ الْمُتَوَاتِرُ مِنْ أَنَّ عِيسًى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي السَّمَاءِ حَيٍّ وَّأَنَّهُ يَنْزِلُ فِي آخِرِ النَّمَانِ»

''امت کا اس متواتر حدیث پر اجماع ہے جواس بات کو مضمن ہے کہ عیسیٰ علیظا آسان پر زندہ ہیں اور وہ آخری زمانے میں نازل ہوں گے۔'،®

نظم المتناثر من الحديث المتواتر ، ص: 241 ، حديث: 291. (ق) تفسير ابن كثير: 791/1 ،
 النسآء 4: 1591. (ق) المحرر الوجيز: 2/105 .

﴿ ابن حجر المُلكَ في مايا:

«تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ بِأَنَّ الْمَهْدِيَّ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَأَنَّ عِيسٰى عَلَيْهِ اللَّمَّةِ وَأَنَّ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يُصَلِّى خَلْفَهُ»

''متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ مہدی اس امت سے ہیں اور عیسیٰ علیا ان کے چیھیے نماز راھیں گے۔''[®]

اسی طرح امام ابن جریر، ﴿ سنوسی، ﴿ انورشاه کاشمیری ﴿ اور دیگر متعدد ائمهُ مفسرین اورائمهُ محدثین کی تصریحات اس بات پر شاہد میں کہ عیسیٰ علیا کے مزول کے متعلق اصادیث متواتر میں ۔ علمائے کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ متواتر حدیث کا انکار کفر ہے۔

متواتر احادیث سے ثابت امر کے انکار کا تھم

امام زہبی اُمُاللہ نے فرمایا:

﴿ وَلَا نُكَفِّرُ أَهْلَ الْقِبْلَةِ إِلَّا بِإِنْكَارِ الْمُتَوَاتِرِ مِنَ الشَّرِيعَةِ » ''ہم اہل قبلہ کی تکفیر صرف ای صورت میں کرتے ہیں جب وہ شریعت کے متواتر تھم سے انکار کریں۔''[®]

انورشاہ کشمیری مِٹلٹے نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے ® اور شخ طاہر دمشقی ہٹٹ نے فرمایا: ''جب حدیث حد تواتر کو پہنچ جائے تو اس حدیث کے متعلق اس کے راویوں پر بحث نہیں کی جاتی بلکہ بحث کیے بغیراس پرممل کرنا واجب ہوجا تا ہے۔''[®]

① فتح الباري: 494,493/6. ② جامع البيان: 389/3. ۞ إكمال الإكمال: 445/1.

إكفار الملحدين؛ ص: 8- ألموقظة ، ص: 86. أو إكفار الملحدين ، مقدمة. أو توجيه النظر، ص: 139/1.

احادیث عیسی علیظ کے راویوں پر جرح کا تھم

ام بخاری اور دیگر محدثین بیشے نے عیسی علیا کے نزول کے متعلق احادیث کو بڑے بڑے محدثین سے نقل کیا ہے۔ جیسے: یعقوب بن ابراہیم، ابن شہاب زہری، سعید بن میٹب، لیف، یونس، نافع، ہشام، قادہ، شعبہ، محمد بن زیاد، ابو زناد اور اعرج بیشے۔ ان معید، محمد بن زیاد، ابو زناد اور اعرج بیشے۔ ان محضرات کے متعلق بعض اشخاص نے جرح کی ہے جیسا کہ رسالے کے مؤلف محمد ہادی نے محص ان کی اندھی تقلید کی ہے۔ اور بیلوگ کہتے ہیں کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے۔ ان کے اس قاعدہ و قانون کے بارے میں کچھ وضاحت کی جاچکی ہے لیکن یہاں پچھ فصیل بیان کی جائے گی تا کہ اس قانون و قاعدہ کے لوگ اپنی تلبیس سے عوام الناس کو گمراہ نہ کر سیس بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے لیکن یہ قاعدہ مطلقاً نہیں ہے بلکہ جرح اس وفت تعدیل پر مقدم ہوگی جب وہ مفسر ہو چنا نچہ امام نووی صحیح مسلم کے بعض راویوں پرضعف کا حکم لگانے والوں کی تر دید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«لِأَنَّ ذَٰلِكَ فِيمَا إِذَا كَانَ الْجَرْحُ ثَابِتًا مُفَسِّرُ السَّبَ وَّإِلَّا فَلَا يُقْبَلُ الْجَرْحُ إِذَا لَمْ يَكُنْ كَذَا»

''(یہیں کہا جاسکتا کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے) کیونکہ بیتو اس وقت ہے جب جرح ثابت اور جرح ثابت اور جرح ثابت اور مفسر ہو، ورنہ تو جرح قبول ہی نہیں ہوگی۔ جب تک وہ ثابت اور مفسر نہ ہو۔''

امیرصنعانی دُمُلِقَة نے فرمایا:

«وَلهٰذِهِ الْقَاعِدَةُ لَوْ أُخِذَتْ كُلِّيَةً لَمْ يَبْقَ لَنَا عَدْلٌ إِلَّا الرُّسُلَ

شرح مسلم للنووي: 47/1.

فَإِنَّهُ مَا سَلِمَ فَاضِلٌ مِّنْ طَاعِنِ، مِنْ ذَٰلِكَ لَا مِنَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ وَلَا أَحَدٌ مِّنْ أَئِمَّةِ الدِّينِ»

''اگر اس قاعدے کومطلق طور پر لے لیا جائے تو پھر صرف رسول ہی باتی رہ جاتے ہیں جن پر کوئی جرح نہ ہو کیونکہ کوئی فاضل شخص طعن کرنے والے کے نشر سے نہیں نگے سکا۔ یہاں تک کہ خلفائے راشدین میں سے کوئی بچا نہ ائمہ دین میں سے کوئی بچا نہ ائمہ دین میں سے ۔' ﴿ اَنْ اَلَٰ اَلَٰ اَلٰٰ اِلْٰ اَلٰٰ اِلْٰ اَلٰٰ اِلْٰ الْٰ اِلْٰ اللّٰٰ اللّٰ اللّٰٰ اللّٰ ا

لکھنوی رشالتہ نے فرمایا:

«قَدْ زَلَّ قَدَمُ كَثِيرٍ مِّنْ عُلَمَاءِ عَصْرِنَا بِمَا تُحَقِّقُ عِنْدَ النَّقْيِيدِ النَّقْيِيدِ النَّقْيِيدِ وَالنَّقْ عَنِ النَّقْيِيدِ وَالنَّقْ عِنْدَ النَّقْ عِنْدَ النَّقْ عِنْ النَّقْ عِنْدَ وَالنَّقْ عِنْ النَّقْ عِنْ النَّقْ عِنْ النَّقْ عِنْ النَّقْ عِنْ النَّقْ عِنْ وَالنَّقُ الْجَرْحَ مُطْلَقًا أَيُّ جَرْح كَانَ مِنْ أَنْ مُعَدِّلًا كَانَ فِي شَأْنٍ أَيِّ رَاوٍ كَانَ وَلَيْسَ الْأَمْرُ كَمَا ظُنُوا »

ظَنُوا »

ظَنُوا »

" ہمارے دور کے بہت سے علاء اس بارے میں لغزش کا شکار ہوگئے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے۔ انھوں نے ایسا اس لیے کہا کہ وہ اس معاطع میں لگائی گئی چند قیود اور تقیید و تفصیل سے غافل رہے اور انھیں وہم ہوا کہ جرح مطلق طور پر مقدم ہے، یعنی جرح جیسی بھی ہو، کسی بھی معدل سے ہو، جس حالت میں ہواور جس راوی پر ہو، ہر صورت میں جرح تعدیل پر مقدم ہوگ، حالانکہ معاملہ ایسے جس راوی پر ہو، ہر صورت میں جرح تعدیل پر مقدم ہوگ، حالانکہ معاملہ ایسے نہیں جیسے انھوں نے سمجھ رکھا ہے۔ "

انھوں نے مزید لکھا ہے: ''بعض اہل جرح و تعدیل کی کسی راوی پر جرح کرنے کی ا

① إرشاد النقاد إلى تيسير الاجتهاد، ص: 46. ② الرفع والتكميل، ص: 117.

وجہ ہے آپ پر واجب ہے کہ آپ اس راوی پر جرح کا تھم لگانے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کریں بلکہ آپ پر لازم ہے کہ آپ اس معاطے میں تنقیح کریں کیونکہ یہ معالمہ بڑی ایمیت کا حامل ہے۔ آپ کے لیے جائز نہیں کہ آپ ہر جرح کرنے والے کی بات قبول کریں، خواہ وہ کسی بھی راوی کے بارے میں ہواگر چہ وہ جرح کرنے والا انکہ میں سے ہی کیوں نہ ہو کیونکہ بسااوقات ایسے ہوا ہے کہ جرح قبول کرنے ہے کوئی مانع پایا جاتا ہے۔ تب جرح کورد کرنے کے بارے میں تھم دیا جاتا ہے اور اس کی بہت می صورتیں ہیں جو کتب شریعہ کے ماہرین پرخفی نہیں۔ "

بی الله فرماتے ہیں: "آپ یہ بات قبول کرنے سے ممل طور پراحتیاط کریں کہان کا قاعدہ، جرح تعدیل پرمطلق طور پرمقدم ہے بلکہ درست بات سے کہ جس کی امامت اور عدالت ثابت ہو، اس کی مدح کرنے والے زیادہ اور جرح کرنے والے ٹادر ہوں اور وہاں پیقرینہ بھی موجود ہوکہ جرح کا سبب مذہبی عصبیت وغیرہ ہوسکتا ہے تو پھراس کی جرح کی طرف نہیں دیکھا جائے گا۔ ہم آپ کو بتا چکے ہیں کہ جارح کی جرح ایسے مخص کے بارے میں قبول نہیں ہوگی اگر چہ وہ جرح مفسر ہی کیوں نہ ہوجس کی نیکیاں اس کی معصیت یر،اس کی مدح کرنے والے اس کی ندمت کرنے والوں پر اوراس کا تزکیہ بیان کرنے والے اس کی جرح کرنے والوں پر غالب ہوں، جبکہ وہاں پی ثبوت بھی ہو کہ عقل اسے تتلیم کرتی ہوکہ صرف نہ ہی تعصب یاد نیوی منافست اس کی جرح کا باعث ہے جیا کہ ہم عصروں میں ایسے ہوتا ہے تو پھر ہم کسی کے بارے میں ایسی جرح کی طرف التفات نہیں کریں گے بلکہ اس کے بارے میں عدالت برعمل کریں گے۔ اگر ہم نے ایسے نه كيا اوراس بات كوكھول ديايا جم في مطلق طور برجرح كومقدم كرديا تو پھر مارے ليے كوئى

[﴿] الرفع والتكميل، ص: 265,264.

امام (جرح سے) سلامت نہیں رہتا کیونکہ ایسا کوئی امام نہیں جس کے بارے میں طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہواور ہلاک ہونے والے اس میں ہلاک نہ ہوئے ہوں۔'[®] امام محمد بن نصر مروزی وشاشہ نے فرمایا:

«كُلُّ رَجُلٍ ثَبَتَتْ عَدَالَتُهُ لَمْ يُقْبَلْ فِيهِ تَجْرِيحُ أَحَدٍ حَتَّى يُبَيَّنَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ بِأَمْرٍ لَّا يُحْتَمَلُ غَيْرُ جَرْحِهِ»

''ہر شخص جس کی عدالت ثابت ہوجائے تو اس کے بارے میں کسی کی جرح قبول نہیں ہوگی حتی کہ اس کے بارے میں تحقیہ واضح ہوجائے کہ اس کے بارے میں جرح کے علاوہ کوئی اوراخمال نہیں۔'' ®

ڈاکٹر عبدالعزیز نے کہا:''جب ناقد کے کلام اور امام بخاری و امام مسلم بھٹ کے کلام میں، کسی بدعتی شخص کے بارے میں کہ جس سے انھوں نے روایت کی ہے، تعارض آجائے تو اس راوی کے متعلق ان دونوں (امام بخاری اور امام مسلم بھٹ) کے کلام کو دیگر لوگوں کے کلام پر مقدم کیاجائے گا اوران دونوں کا کلام معتبر ہوگا کیونکہ وہ راویوں کے بارے میں دوسروں سے بہتر جانتے ہیں۔' ق

امام ابن تيميه رُمُنْكُ نے فرمايا:

﴿إِذَا كَانَ الْجَارِحُ وَالْمُعَدِّلُ مِنَ الْأَئِمَّةِ لَمْ يُقْبَلِ الْجَرْحُ إِلَّا مُفَسَّرًا فَيَكُونُ التَّعْدِيلُ مُقَدَّمًا عَلَى الْجَرْحِ الْمُطْلَقِ»

''جب اس طرح کی صورت حال ہوتو کہا جائے گا کہ جب جرح کرنے والے اور تعدیل کرنے والے ائمہ میں سے ہوں تو پھر صرف جرح مفسر ہی قبول کی

ل طبقات الشافعية الكبرى: 188/1، وقاعدة في الجرح والتعديل، ص: 18. (١٤ تهذيب التهذيب: 241/7. (١٥٥) ضوابط الجرح والتعديل، ص: 103.

جائے گی اور تعدیل مطلق جرح پر مقدم ہوگی۔''[®] ماہ میں مین نہ

زيلعي الملكة نے فرمایا:

﴿ وَمُجَرَّدُ الْكَلَامِ فِي الرَّجُلِ لَا يُسْقِطُ حَدِيثَهُ وَلَوِ اعْتَبَرْنَا ذَلِكَ لَدَهَبَ وَلَوِ اعْتَبَرْنَا ذَلِكَ لَذَهَبَ مُعَظَّمُ السُّنَّةِ إِذْ لَمْ يَسْلَمْ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ إِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللهُ تَعَالَى ﴾

"کسی آدمی پر مجرد کلام اس کی حدیث کوساقط نہیں کردیتا۔ اگر ہم اس طرح کریں گے تو پھر سنت کا بہت سا حصہ جاتا رہے گا کیونکہ لوگوں کے کلام سے صرف وہی بیا ہے جے اللہ تعالی نے بیایا ہو۔" ق

امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں: ''پس الیی صورت میں اسے اس شرط پر وقف کرنا جاہے جو ہم نے بیان کی ہے کہ اسے ایسے شخص کے بارے میں کسی کی بات قبول نہیں کرنی چاہیے جس کا عادل ہوناصیح ثابت ہو، عالم ہونے کے حوالے سے مشہور ہو، کمیرہ گناہوں سے محفوظ ہو، مردت و تعاون کا التزام کرتا ہو، اس کی نیکی و بھلائی غالب ہو، تو ایسے شخص کے بارے میں کسی شخص کا بلادلیل قول قبول نہیں کیا جائے گا، پس یہی حق اور ان شاء اللہ اس کے علادہ اور کوئی چیز صحیح نہیں۔'، ®

شهموع الفتاوى لابن تيمية :351/24. (2) نصب الراية :341/1. (3) جامع بيان العلم:
 118/2.

کے مؤلف نے امام بخاری را اللہ کی سند سے نزول عیسی علیا کی حدیث کوضعیف قراردینے کی کوشش کی ہے۔ در حقیقت بیلوگ خواہشات نفس کے انتاع کی وجہ سے مسلمانوں کے مسلمہ عقائد میں شکوک وشبہات وال کر تفرقہ پیدا کر رہے ہیں۔ نعوذ بالله من شرورهم.

وَصَلَّى الله تَعَالَى عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ.

www.KitaboSunnat.com

j	
1	·
- 10	
1	
1	
1	
には 100 mm を できた は 100 mm に	
É	
÷	
1	
Contract Car and the Contract	
11.000	
50	
ij	
	'
C,	
Š	
-5	
第四日第四部 (第四条) の (本の数と)	
1	
新 () () () () () () () () () (
٠.	
୍ଷ	
Ĕ,	
ij	
i	
1	
-	
	l ·
.	
4	

		٦
		٦
		1
		-
		4
		B
		ı
1		1
		J
		1
		ı
		ı
		ı
		1
		ı
		Į
		İ
į		1
1		١
i		١
i		١
		1
		ł
		Į.
		۱
		ŀ
ł		ı
i		ı
1		F
i		ŀ
		i
		١
		Į
		I
1		ı
1		١
į		ŀ
1		ŀ
ì		ł
ł		ŧ
ł	•	ŀ
1		ţ
1		Ĺ
1		Ĺ
I		ı
١		į
ı		Ė.
J		ſ
1	1	ľ
1		ı
1		Į.
J	1	ŀ
1	· ·	ĺ
1		ļ
J		ı
1		ľ
j		Ė
1		ŀ
Į		Ė
1		Ė
ļ		Ė
1		ŀ
ł		ŀ
١		į
١		Ė.
١		Ė
ţ		Ė
1		Ė
1	į	Į.
ł	!	Ė
ł		ŕ
ŧ	· ·	Į.
1	· ·	ľ
1	· ·	ľ
Ì		ŀ
1	· ·	ı
1	· ·	ĺ
1		i

rm skutati te	anagha i Nata <u>al aaGt</u>	3. <u>853.4 </u>	·	<u> </u>	
					ŀ
					e de
			······································		
			<u>.</u>		
					İ
		_	,,		
					 -
	-				
<u> </u>					
N					
			,		
7					

		j
7		1
1: 1: 2:		
		4
		ł
		7
٠,		-
		ł
		l
1		1
		ł
1		1
1		Ť
	The state of the s	-
		-
		I
		ľ
		1
1		
1	i	
1		
1		
1		
1		l
1		
ı		
1		
1		
1		
1		
ſ		
1		
ł		
1		į.
1		
1		ď
į		Ş
1		
1		
		á
l		j
1		
1		f
٠.		ď.

الكاربدي من الكارقرآن تك

قرآن كريم اور احاديث مقدسه اسلامي تعليمات كا سرچشمه بين-اگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ جمایا تو انھوں نے اپنے سامراجی مقاصد کی سخیل کے لیے مسلمانوں کے عقائد کو متزازل کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں انھوں نے جن نام نہاد سکالروں کی کاشت کی، انھوں نے فقید انکار حدیث بریا کرنے کی مہم شروع کر دی۔ الحد للہ! علائے حق آ کے برجے۔ افھوں نے قرآن وسنت کے روش ولائل و برامین سے انگریزوں اور ان کے لے یالک وانشورون کے سارے حربے باکار کر دیے اور بول مسلمانوں کی متاع ایمان كو تباہ ہونے سے بيايا۔ ايسے علائے كباركى كبكشان ميں فاضل اجل مولانا عبداللام رسمی طفہ کا نام ایک نادر اضافہ ہے۔ انھول نے اس کتاب میں قرآن و حدیث اور تعامل صحابه کی روشنی میں سرسید، اسلم جیراج بوری اور غلام احمد يرويز جيسے قاركارول كى مراه كن تحريول اور دُور ازكار تاويلول ك بيخ أدهير دي بن اور يدهقيقت الهجي طرح أحاكركر دي بي كه حديث كا الكارور هيقت قرآن كا الكار بـ اسلام اطبعو الله واطبعوا الوسول كا نام بے۔ قرآن کے ساتھ ساتھ جب تک مج احادیث پر بوری طرح یقین اور عمل نہیں ہوگا، اس وقت تک ایمان کی لذت شناسی نصیب نہیں ہوگی۔ یہ کماپ ای حقیقت کی ایمان افروزتفیر اور جیت حدیث کی دل آویز دستاویز ہے۔



